

یورپ کے نوپید مسائل کے شرعی حل کا عظیم شاہکار

فتاویٰ یورپ



مفتی محمد الیاس قادری
تصنیف

سینکسر
برادرز
اردو بازار ۵ لاہور

مَسْئَلَةً لَا حَامِلَ لَهَا وَمُصَلِّيًا وَمُسْلِمًا
قال تعالى ارشاد خداوندی ہے

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
(اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔)

فتاویٰ یوسف

جزء من اجزاء فتاویٰ واجدی

رسول اکرم
مفتی عبدالواجد صاحب فتاویٰ
امین شریعت ادارہ شریعیہ بہار الہند۔ مفتی اعظم ہالینڈ



زبیدہ سنٹرل سول ماڈل ہائی سکول، ۴۰، اربو بازار لاہور

فون: 042-7246006

شبیر برادرز

”صاحبِ فتاویٰ یورپ“ حضرت مفتی صاحب قبلہ ادا م الشظلہ نے اپنے
فتاویٰ میں مندرجہ ذیل مہروں کو استعمال فرمایا ہے (مرتب)



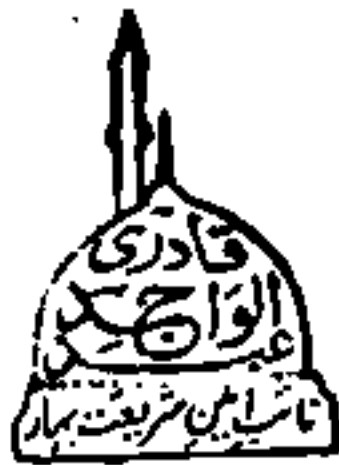
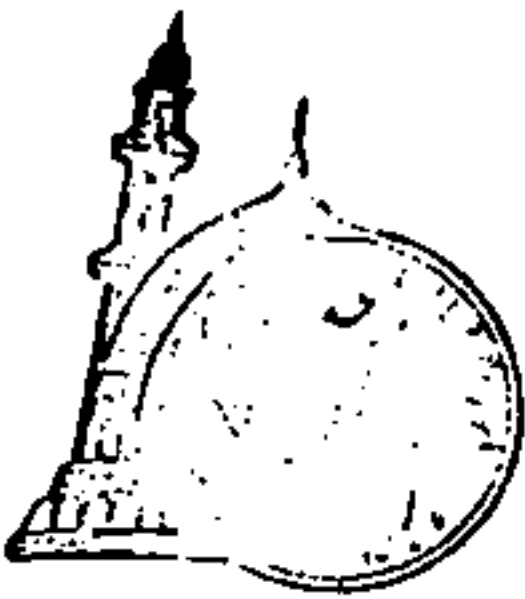
الضمان

ڈالافشار اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ
Al-Faqr Dea. H. - 2200, Rotterdam, Nederland



القرآن

ڈالافشار اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ
Al-Quran Dea. H. - 2200, Rotterdam, Nederland



فتاویٰ یورپ	نام کتاب
مفتی عبدالواجد قادری (مفتی اعظم ہالینڈ)	از رشحاتِ قلم
مولانا الحاج محمد سلطان رضا قادری (خطیب الفردوس لیلی ستاڈنیر لینڈ)	مرتب و مدون
مولوی فیضان الرحمن سجانی سلمہ (شریعت کالج مرکز الثقافتہ السنہ کیرلہ الہند)	تکمیل آرزو
مجلس علماء ستاڈنیر لینڈ	پیش کش
فروری ۲۰۰۶ء	اشاعت
تین سو نو (۳۰۹)	تفصیلی مسائل کی تعداد
چھ سو اٹھاسی (۶۸۸)	اجمالی و ضمنی مسائل
محمد شفیق فیضی	کتابت
یورپ	قیمت

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

۴۰- اردو بازار لاہور فون: 7246006

۵ کُحَاء

اے ہمارے رب! سب حمد و ثنا، ساری ستائش و تعریف، تمام خوبی و کمال تیری ذات بے ہمتا کے لئے ثابت ہے، اور تیری ہی قدرت و اختیار سے جہاں رنگ و بو کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں روپری ہیں..... تو تمام صفات کمالیہ و جمالیہ کا جامع اور ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے۔

اے ہمارے مالک و مولیٰ!! تو ہر اس شے پر قادر ہے جو تیری شان قدوسیت و کبریائی کے لائق ہے اور ہر اس شے سے پاک و منزہ ہے جو تیرے دامنِ عظمت و قدرت تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

اے ہمارے رحمن و رحیم تو اپنی رحمت بے پایاں کے ساتھ اپنے بندوں کے گمان بے نیاز مالک!!! سے قریب ہے، ہم تجھ سے تیری خوشنودی اور رضا چاہتے ہیں، تجھ سے تیری رحمت کے طلبگار ہیں اور اپنی قسوتِ قلبی اور خواہشاتِ نفسی سے بیزار ہیں۔ تو اپنے حبیبِ لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اپنے رحم و کرم کی بھیک عطا فرما دے۔

اے کائنات کے خالق و مالک!!! ہمارا دامن اعمالِ صالحہ اور افعالِ حسنہ سے خالی ہے لیکن تیری مہربانیوں سے ہماری گردنوں میں بطریقِ حضور امام اعظم و حضور غوثِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تیرے محبوبِ مطلوب سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم کی شریعت و طریقت کی غلامی کا زرین پڑ ہے۔ اسی زرین پڑ کے طفیل ہمیں راہِ شریعت و طریقت پر استقامت و عزیمت عطا فرما۔

اے بندہ نواز و کار ساز مولیٰ !!! !!! فناوی یورپ کی شکل میں جو دینی خدمت
پیش ہے اسے اپنے فضل سے شرف قبول عطا فرما۔ اس میں جو
بھی بھول چوک اور خطا، اونسیان واقع ہوئے ہوں وہ میری
جہالت و شرارت نفس سے واقع ہوئے اسے اپنی رحمت کے
پانی سے دھو دے۔ اور اپنے مخلص بندوں کے ذریعہ اس کی
اصلاح فرما، اور اس میں جو صحیح و راجح دینی و اسلامی مسائل ہیں
انہیں مسلمانوں کے لئے مشعل حیات اور ہمارے لئے ذریعہ
نجات بنا دے۔ آمین آمین ثم آمین۔

يَا مُجِيبَ الْمُضْطَرِّينَ وَالسَّائِلِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ - وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَ
مَظْهَرِ لَطْفِهِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

سائل بے نوا،

عبدالواجد قادری غفرلہ ولوالدہ

انتساب

اُن مخلص اسکا ائذہ کرام مرتبیاں عظام
اور بزرگوں کے نام جن کی نگہ التفات نے پڑمردہ کلیوں
کو تازگی اور خوابیدہ اذہکان و افکار میں رقی زندگی نیر
ذوقِ عمل کا جو ہر بخشا۔ جن کی تاثیر دعائے ذرہ پامال
کو ہمدوش ثریا کیا۔ اور جنہوں نے دور روزہ ناپا سیدار
حیات مستعار میں کچھ کر جانے کا سلیقہ عطا فرمایا۔
فَجَزَاهُمُ اللَّهُ تَعَالَى خَيْرَ الْجَزَاءِ

مَدْرَسہ

عبدالواحد قادری غفرلہ

مفتی عبدالواحد ضافادری اور خدمتِ افتاء

از قلم: مولانا سلطان رضا صاحب قادری

فتویٰ نویسی کا ذوق دورِ طالب علمی سے تھا چنانچہ بنارس کے دورِ قیام اپنے درجنوں فتوے لکھے لیکن باضابطہ اس کی ابتداء ۱۳۷۶ھ میں حضور سیدنا مفتی اعظم ہند اور حضور مفسر اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجازتوں سے ہوئی، آپ کے نام کی پہلی مہر افتاء ۱۳۷۶ھ میں بریلی شریف کے اندر تیار ہوئی جس کو حضور سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان نے ملاحظہ فرما کر آپ کے حوالہ کی پھر سیدی و مرشدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مہر مذکور کو دیکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے تاکیداً ارشاد فرمایا کہ اکثر و بیشتر حضور مفتی اعظم کی خدمتِ عالیہ میں بیٹھا کرو۔ ان سے افتاء نویسی کے گرسکیھو اور اپنے لکھے ہوئے فتوؤں کے ٹوک و پلک کی اصلاح لیتے رہو..... چنانچہ مسلسل گیارہ مہینے تک حضور سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر اپنے تحریری جوابات پر اصلاح حاصل کرتے رہے اس درمیان حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی شفقت و مہربانی کی موسلا دھار بارش آپ پر ہوتی رہی۔ اسی سال بریلی شریف میں ایسا فرقہ وارانہ فساد ہوا کہ لوگوں کا گھروں سے باہر نکلنا دشوار ہو گیا، اشیاء خورد و نوش کا ملنا مشکل ہو گیا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف کا قیام خانقاہ رضویہ کے بالائی حصہ (کتب خانہ حامدی) میں تھا۔ اکثر و بیشتر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بنفس نفیس خود کھانا، ناشتہ لیجا کر حضرت مفتی صاحب کو کھلایا کرتے اور فسادات کے درمیان بہت کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے فسادات کے درمیان (تقریباً ایک ہفتہ تک) مسجد رضائیں صرف تین افراد (حضور مفتی اعظم ہند، حضرت ساجد میاں اور مفتی صاحب موصوف) پر مشتمل بیچ وقتی جماعتیں ہوتی رہیں۔ اس بیچ میں مفتی صاحب موصوف کو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے بہت کچھ استفادہ کا وافر موقع ملتا رہا۔

شوال المکرم ۱۳۷۶ھ میں جب آپ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریا ضلع سیٹامری (سابق مظفر پور) کے صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے تو خدمتِ افتاء بھی آپ کے سپرد کی گئی۔

اس کے بعد جس مدرسہ یا جامعہ میں آپ مدرس ہوئے ہر جگہ افتاء کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا، بلکہ اگر چند مہینوں کے لئے بھی کسی جامع مسجد کے امام و خطیب ہوئے مثلاً جامع مسجد بالوترا باڑھ میر، راجستھان، جامع مسجد کشمیری کاٹھنڈو، تو وہاں بھی امور افتاء کو انجام دیتے رہے۔ لیکن افسوس کہ ان فتاویٰ کی نقلیں محفوظ نہیں رکھی جاسکیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض فتاویٰ پر حضور مفتی اعظم ہند اور ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب فاضل بہاری کے تائیدی و توثیقی دستخط بھی ثبت تھے۔

علم المیراث کے بعض جوابات کی تائید و توثیق اس علم کے عظیم ماہر استاذ حضرت مولانا شاہ عظیم الدین صاحب مکنپوری ثم پوکھریا نے فرمائی یہ وہ وقت تھا کہ پورے علاقہ میں گورنمنٹ کی طرف سے سروے ہو رہا تھا اور آپ تیرہ تیرہ چودہ چودہ لطنوں کا مناسخہ نکالا کرتے تھے۔

۱۳۹۲ھ میں جب آپ دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ درجنگہ کے نائب صدر مدرس ہوئے تو وہاں کا دارالافتاء مستقل طور پر آپ کے زیر نگرانی آگیا اور وہاں آپ کے اکثر فتاویٰ کی نقلیں بھی رکھی جانے لگیں۔

ادارہ شرعیہ بہار کی "انسدادِ فسادات کانفرنس" کی شرکت کے بعد جب حضور مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب رئیس التارکین اڈلیہ، اور رئیس المناظرین حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور اور حضرت مولانا مونی سید الزماں صاحب حمدوی دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ درجنگہ تشریف لائے تو نقول فتاویٰ کے رجسٹروں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے خاص کر حضرت مفتی اعظم کانپور نے افتاء سے متعلق ضروری اور مفید ہدایتیں دیں اور درجنگہ کشمیری کا

باضابطہ آپ کو قاضی شرع بھی مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ مرکزی دارالقضاء،
ادارہ شرعیہ بہار سے مسلسل رابطہ قائم رکھیں۔

۱۳۹۵ھ میں ادارہ شرعیہ کے عظیم محرک و بانی حضرت علامہ ارشد القادری صاحب
۶۱۹۷۹
علیہ الرحمہ (رئیس التحریر) اور ادارہ شرعیہ کے مہتمم علامہ سید کن الدین صاحب اصدق
جب درجہ نگد کے بعض پروگرام میں تشریف لائے تو دارالعلوم المشرقیہ حمیریہ میں
بھی رونق افروز ہوئے اور آپ کے کارافتاء کا جائزہ لیا۔ پھر ان دونوں حضرات
نے حالات کا واسطہ دیتے ہوئے مفتی صاحب موصوف کو ادارہ شرعیہ بہار کے
مرکزی دفتر واقع سلطان گنج پٹنہ آنے کی دعوت دی۔ آپ ان دنوں دارالعلوم
المشرقیہ حمیریہ کے انتظامی و تدریسی حالات سے بہت بدظن ہو چکے تھے آپ نے
انتظامیہ کی توجہ کو اس جانب مبذول بھی کرایا لیکن انتظامیہ کے افراد علوم شرعیہ سے
خود ہی دور تھے تو اس کی اصلاح کیونکر ممکن ہوتی۔ ادھر دارالعلوم حمیب کی تدریسی
و تعلیمی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی اور آپ کو یہاں سے نکلنے کا اچھا موقع
مل گیا۔ حالانکہ اس مدرسہ کا شمار بہار مدرسہ بورڈ کے ملحقہ مدارس کے صفِ اول میں
ہوتا ہے جہاں کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے بورڈ کے فارغ شدگان ہزاروں
تہہ و تم خرچ کرتے اور پا پڑ بیٹے ہیں لیکن صاحب تذکرہ نے وہاں کے ماحول سے
نکل جانے کو خیریت جانا چنانچہ سال بھر سے زیادہ کا مشاہرہ چھوڑ کر آپ دارالعلوم
المشرقیہ حمیریہ سے بہار کے مرکزی دارالافتاء میں آگئے۔ جہاں ادارہ شرعیہ بہار کے
اہلِ حل و عقد نے علامہ الحاج مفتی ارشد القادری صاحب حمید پوری اور حضور
امین شریعت اول علامہ الحاج شاہ مفتی رفاقت حسین صاحب علیہما الرحمہ والرضوان
کی رہنمائی و سربراہی میں آپ کو مرکزی دفتر ادارہ شرعیہ بہار کے مرکزی دارالافتاء
کے صدر الصدور کا منصب دیا۔

جہاں آپ جہدِ بہیم اور یکسوئی کے ساتھ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۴ء کے اخیر تک
مسلسل پانچ سال صدر مفتی کی حیثیت سے افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔

یہاں آپ کے فتاویٰ نہ صرف مسلم عوام و خواص میں مقبول ہوئے بلکہ کورٹ و کچہری میں بھی آپ کے فتاویٰ پر مسلم نزاعات کے فیصلے ہوئے۔ جن فتاویٰ کی نقلیں ادارہ میں محفوظ رکھی گئیں۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو کئی بلڈوں کے اندر بنام ”فتاویٰ شرعیہ“ موجود ہیں۔

۱۹۸۵ء کے شروع میں مفکر ملت ریجان رضویت حضرت علامہ الحاج ریجان رضا خان صاحب عرف رحمانی میاں قبلہ کے اصرار پر آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے دارالافتاء میں آگئے جہاں جنوری ۱۹۸۵ء تا اکتوبر بحیثیت مفتی خدمت افتاء انجام دیتے رہے۔

اسی درمیان ہانگ کانگ اور ہالینڈ سے ایک عالم دین کا شدید مطالبہ ہوا۔ چونکہ ریجان ملت نے ان دنوں امریکہ، یورپ اور جنوبی امریکہ کا تبلیغی و اشاعتی دورہ فرمایا تھا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہیں تو کچھ دنوں کے لئے ہالینڈ تشریف لے جائیں۔

چنانچہ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں آپ ”نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی“ کے ذریعہ ہالینڈ آگئے۔ یہاں تبلیغ و اشاعت اور امامت و خطابت کے علاوہ افتاء کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

۱۹۸۶ء میں قائمہ اہلسنت حضرت علامہ شیخ القادری صاحب علیہ الرحمہ کی امریکہ پر جانپوشی کے خلاف کام میں حضرت علامہ صاحب عرف ازہری میاں قبلہ کی تبادلت اور عراق و ترکی نیز مغرب کے سفراء اور کانسلیڈ کی تہنیت کی موجودگی میں علامہ ملک دولت نے آپ کے سر دست افتاء ہانگ کانگ کے کار افتاء کی ذمہ داری و جوابدہی آپ کے سپرد کی اور آپ کا دارالافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ قرار دیا۔

چونکہ آپ کا مستقل قیام آسٹریڈم میں تھا جہاں سے روزانہ جامعہ آنا جانا متعذر تھا لہذا علامہ موصوف علیہ الرحمہ نے یہ ذمہ داری الحاج عبد السبحان مرحوم

عرف حاجی جھام کے سپرد کی کہ ہفتہ میں دو دنوں مفتی صاحب کو جامعہ میں لائیں اور پہنچائیں، جو سلسلہ بہت دنوں تک چلتا رہا، پھر یہ بات طے پائی کہ تحریری سوالات آسٹریڈم ہی بھیج دیئے جائیں۔ چنانچہ اب تک یہی طریقہ جاری ہے۔

۱۹۹۹ء میں اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ (تنظیم القرآن) اور مجلس علماء نیدرلینڈ کے قیام و حربٹریشن کے بعد ان دونوں تنظیموں کے دارالافتاؤں اور دارالقضاؤں کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سر آگئی۔

اس طرح تقریباً پچاس سالہ خدمتِ افتاء کا سہرا آپ کے سر بندھتا ہے۔ اگر ادارہ شرعیہ بہار اور دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ درجہنگہ سے جاری شدہ فتاویٰ کی اشاعت ہو جائے تو فتاویٰ کی دنیا میں ایک مفید اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن وہ کئی ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں اس لئے قریبی دنوں میں اس کی اشاعت کا امکان نظر نہیں آتا ہے کیونکہ اس کی اشاعت پر کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوگی۔

ہالینڈ میں انیس سالہ قیام کے دوران کئی ہزار تحریری فتاویٰ جاری ہوئے (حالانکہ یہاں تحریری سوال و جواب کا ذوق کم ہے زیادہ تر ٹیلی فون، بذریعہ انٹرنیٹ یا زبانی سوالات و جوابات ہوئے ہیں)۔ ان میں سے محفوظ شدہ تمام فتاویٰ کی اشاعت بھی دو تین ضخیم جلدوں کی تقاضی ہے۔ اور اکثر فتاویٰ چونکہ نکاح و طلاق سے متعلق ہیں اس لئے اس کے مکرات اور عامۃ المسلمین کے لئے غیر مفید فتاویٰ کو علیحدہ کرنا پڑا، تاکہ ایک ہی جلد میں ضروری فتاویٰ کی گنجائش ہو سکے۔ فتاویٰ یورپ کی فہرست کی ترتیب میں بھی خاصی کاوش و محنت کی گئی ہے تاکہ اسے مفید سے مفید تر بنایا جاسکے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَسِيرُ الْإِسْبَابُ۔

ناچیز

سلطان رضا قادری

مرتب فتاویٰ یورپ

ضروری اصطلاحات

بازوق اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ فتاویٰ یورپ کے مطالعہ سے پہلے صاحب فتاویٰ کے ایک مختصر مگر نہایت جامع و مفید رسالہ "الاصول الفقہی من افادات الرضوی" المعروف فتویٰ نویسی کے رہنما اصول مطبوعہ دہلی کا ضروری مطالعہ فرمائیں جو مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل بہت ہی نافع رسالہ ہے۔

- ① مفتی کیسا ہونا چاہئے ؟ ② مفتی کی جامع تعریف ③ موجودہ دور اور کارہ
- افتاء ④ فقیہ یا راسخ العلم ⑤ فقہ کی تعریف ⑥ فقیہ اور راسخ العلم میں فرق
- ⑦ فقہ کی کچھ اور تعریف ⑧ مفتی اور فقیہ کی خصوصیت ⑨ مفتی کے لئے ضروری
- امور ⑩ واجب الحفظ ⑪ مفتی اپنے مذہب تک عدول کر سکتا ہے ⑫ مفتی اور
- عرف و عادت ⑬ عرف و عادت کی تعریف ⑭ عرف کی قسمیں ⑮ عرف کی
- اہمیت ⑯ عدول عن المذہب کی شرطیں ⑰ اسباب شہ ⑱ ضرورت کی
- تعریف ⑲ ضرورت کی وجہ سے آسانی کی راہیں ⑳ ضروری تنبیہ ㉑ ضرورت
- و حاجت کی مزید توضیح ㉒ رخصت کی تعریف و تحدید ㉓ رخصت کی مثالیں
- ㉔ بعض اصول کلیہ مع مثالیں ㉕ طبقات مسائل ㉖ طبقات کی ضروری
- وضاحت ㉗ بعض قواعد فقہیہ کی نشاندہی ㉘ بعض مصادر اصول ㉙ فتاویٰ
- رضویہ کے بعض اصول فقہیہ ㉚ کتب امارت کی ترتیب ㉛ ضروری معلومات
- ㉜ التمییزی الافتاء ㉝ فوائد فقہیہ ㉞ افادات الفقہاء ㉟ ظن علم
- امر شرعی ㊱ فتویٰ، قول، واجب و سنت، اسات، ترتیب منکر، کفر۔
- ㊲ حاکم شرعی قاضی، مفتی ㊳ اصول متفرقہ ㊴ فوائد متعددہ و غیر ہم

معلن: مجلس علماء، نیدر لینڈ۔

تقدیم

فتویٰ کا اصطلاحی معنی شرعی فیصلہ ہے۔ اور اولاً شرعیہ کی روشنی میں شرعی فیصلہ صادر کرنے والے کو مفتی کہا جاتا ہے۔ اس لفظ فتویٰ کے مادہ (ف، ت، و) سے قرآن پاک میں تقریباً اکیس مقامات پر مشتق الفاظ آئے ہیں، گویا اس کی اصطلاحیں بہت قدیم ہیں۔ احادیثِ کریمہ اور آثارِ صحابہ میں بھی بے شمار فتاویٰ نظر آتے ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ و شام، اور مصر و یمن وغیرہ میں درجنوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم منصبِ افتاء پر فائز تھے جو فتاویٰ صادر فرماتے تھے۔ اور جن حضرات صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اجتہادی بصیرت نہیں ہوتی وہ مجتہدین صحابہ عظام کی طرف سے صادر شدہ احکامِ شرع کو بغیر کسی بحث و تہیص کے قبول فرما کر ان پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔

پہلی صدی ہجری کے بعد افتاء نویسی نے باضابطہ ایک اہم دینی فن کی شکل اختیار کر لی اور پھر اس کا ایک طویل سلسلہ چل پڑا۔ جو اسلامیانِ عالم کے لئے خصوصاً امتِ عظمیٰ اور دیگر اقوام و ملل کے لئے عموماً سنگِ میل ثابت ہوا۔

اگر سلسلہ وار ہر ایک صدی کے فقہاء کرام اور مفتیانِ عظام کی فہرست اکٹھی کی جائے تو کم از کم چودہ ضخیم جلدوں کی حاجت ہوگی۔ لیکن میرا مقصود ان کامیابانِ دین اور مفتیانِ شرع متین کی فہرست مرتب کرنی نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ کتب فتاویٰ کی باضابطہ تاریخ نے عہدِ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے شروع ہو کر ہر اس ملک میں اپنا سکہ بٹھالیا اور اپنی جڑوں کو مضبوط کر لیا جہاں جہاں فتوحاتِ اسلامیہ کا اثر ہوا۔

اس وقت میری نظر بڑھویر (متحدہ ہندوستان) پر ہے جہاں بسلسلہ تجارت عہدِ فاروقی میں مسلمان پہنچ چکے تھے۔ پھر محمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی فاتحانہ پیشقدمی نے سندھ، مکران اور کیرالا وغیرہ کے جنوبی سواحل پر انقلاب برپا کر دیا تھا۔ یہ فاتح سندھ حضرت محمد رحمة اللہ علیہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے پر پوتے تھے (یعنی محمد بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان کی پاکیزہ جوان سالی اور انصاف پروری نے غیر مسلموں کو بہت زیادہ متاثر کیا چنانچہ جب انھوں نے عرب واپسی کا ارادہ فرمایا تو غیر مسلم سربراہوں نے بہر نوع آپ کو روکنے کی کوشش کی مگر آپ نہ رُکے البتہ یہ نصیحت فرمائی کہ جن مسلمانوں کو میں یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ سب میرے بھائی ہیں ان کی تعظیم و تکریم میری تعظیم و تکریم ہے۔ ان کی مدد میری مدد ہے۔ حضرت محمد بن قاسم کے واپس ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں مستقل طرح سکونت ڈالی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جگہ جگہ مساجد و مدارس اور حسب ضرورت عدلیہ کا قیام عمل میں آیا جس کے لئے دارالافتاء، ناگزیر تھا۔ مگر اس زمانے کے فتاویٰ محفوظ نہیں کئے گئے۔

اس کے بعد مسلم سلاطین اور مسلم امراء کا دور شروع ہوا جن میں سے بیشتر سلاطین و امراء کو فقہ اسلامی یا فتاویٰ اسلامیہ سے دلچسپی تھی چنانچہ سلطان محمود غزنوی جو تخت و تاج کے علاوہ علوم اسلامیہ کا اسکالر اور فقہ اسلامی کا مستند عالم تھا اس نے فقہ اسلامی میں "التفرید فی الفروع" لکھا جو اس کے دیار غزنی میں مرجع و معتمد مانا جاتا تھا۔

سلطان ظہیر الدین بابر جس کو آج متعصب دنیا تعصب کی جینک سے دیکھ رہی ہے جس نے متحدہ ہندوستان میں اپنی حکمرانی کے دوران عدل گستری، رعایا پروری اور مظلوموں کی داد رسی کا ریکارڈ قائم کیا وہ نہ صرف تخت شاہی کا مالک تھا بلکہ مذاہب اربعہ کے اصولوں پر ایک کتاب بھی ترتیب دی جس کا تذکرہ سید نوشہ علی نے اپنی مشہور تاریخ میں کیا ہے۔

بادشاہ ہمایوں کے حکم پر جناب اخوند میر نے "قانون ہمایوں" کے نام سے

علم فقہ میں ایک کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ متحدہ ہندوستان میں دیگر بادشاہوں اور امیروں کے ایما پر متعدد فقہی نوادرات کا وجود عمل میں آیا۔ مثلاً فتاویٰ فیروز شاہی فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ فتاویٰ اکبر شاہی، فتاویٰ تاجرانہ، فتاویٰ عادل شاہی۔ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

ان کے علاوہ بھی فقہ و فتاویٰ پر مشتمل بعض کتابیں متحدہ ہندوستان میں ترتیب و تدوین کے مرحلے سے گزریں۔ جیسے فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ الحسادیہ، فتاویٰ جامع البرکات، فتاویٰ الہادیہ، فتاویٰ النقت بندیہ اور فتاویٰ مختصر شافعی وغیرہ۔

اس کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی بعض فتاویٰ ترتیب دیئے گئے مثلاً ملیالم، بنگالی، گجراتی اور سندھی زبانوں میں۔

میں یہاں ان مختلف ہندوستانی زبانوں کے فتاویٰ کی بھی فہرست اکٹھی کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف اردو زبان کے بعض کتب فتاویٰ اور بعض مفتیان کرام کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا تاکہ یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ دنیا کی مشہور ترین زبانوں کی طرح اردو زبان میں بھی ہمارا عظیم الشان دینی سرمایہ فقہ اسلامی کی صورت میں موجود ہے جو ہماری دینی زندگی و توانائی کی ضمانت

۴۔ بعض کتب فتاویٰ زبان اردو

- ① فتاویٰ رضویہ (پچیس جلدیں ضخیم جلدوں میں)، ② فتاویٰ نوریہ (دو جلدوں میں)
- ③ فتاویٰ نوریہ (تین جلدوں میں)، ④ فتاویٰ امجدیہ (دو جلدوں میں)، ⑤ فتاویٰ نعیمیہ ⑥ فتاویٰ محبوبیہ ⑦ فتاویٰ ارشادیہ ⑧ افضل الفتاویٰ ⑨ فتاویٰ منظر اسلام ⑩ فتاویٰ مرکزیہ ⑪ فتاویٰ اشرقیہ ⑫ فتاویٰ شرعیہ
- ⑬ فتاویٰ پاسبان ⑭ فتاویٰ صدارت عالیہ ⑮ فتاویٰ نظامیہ ⑯ مجموعۃ الفتاویٰ ⑰ فتاویٰ آستانہ ⑱ امداد الاحکام ⑲ فتاویٰ قیام الملئۃ والدین۔

- ۲۰ مجموعہ فتاویٰ ۲۱ فتاویٰ علماء اہل سنت والجماعہ ۲۲ فتاویٰ السنۃ
 ۲۳ فتاویٰ واحدی ۲۴ فتاویٰ مسعودی ۲۵ فتاویٰ مظہری ۲۶ فتاویٰ
 عزیزبہ ۲۷ مجموعہ فتاویٰ ۲۸ فتاویٰ نظامیہ ۲۹ فتاویٰ غوثیہ
 ۳۰ فتاویٰ سعدیہ ۳۱ فتاویٰ عثمانیہ ۳۲ فتاویٰ نثاریہ ۳۳ فتاویٰ
 فیض الرسول (دو جلدوں میں) ۳۴ فتاویٰ رضانیہ ۳۵ فتاویٰ البرکات
 ۳۶ وقار الفتاویٰ ۳۷ اجمل الفتاویٰ ۳۸ فتاویٰ فقیہہ ملت وغیرہما

اردو زبان میں یہ ان فتاویٰ کی اجمالی فہرست ہے جنہیں کتب فتاویٰ
 کی فہرست ترتیب دینے والے حضرات نے عمداً یا حسداً ترک کر دیا ہے۔

صاحبانِ فتاویٰ

مذکورہ بالا کتب فتاویٰ علی الترتیب مندرجہ ذیل مفتیانِ اسلام، علماء
 کرام کامرہونِ منت ہیں ان میں سے اکثر فتاویٰ زورِ طبع سے آراستہ ہو کر
 فیض بخش خاص و عام ہوئے۔ اور بعض کتب فتاویٰ اب تک طباعت پذیر نہیں
 ہو سکیں۔ بلکہ مخصوص کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

- ① مجتہدِ دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ② مفتی اعظمِ علامہ
 شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی ③ فقیہِ اعظمِ پاکستان مفتی محمد نور اللہ صاحب ④ صدر الشریعہ
 علامہ مفتی امجد علی شاہ صاحبِ اعظمی ⑤ حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان صاحبِ نعیمی
 ⑥ مفتی احمد حسین خان صاحب ⑦ استاذ العلماء مفتی ارشاد حسین صاحبِ رامپوری
 ⑧ بحر العلوم مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری صدر المدرسین جامعہ ضوریہ منظر اسلام
 بریلی ⑨ مفتی تقدس علی خان صاحب، مفتی ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں مفتی اعظم ہند
 مفتی افضل حسین صاحب، مفتی محمد احمد المعروف بجہانگیر صاحب، مفتی محمد فاروق
 صاحب اور مفتی محمد رحیم ان رضا خان صاحب عرف رحمانی میاں وغیرہم ⑩ تاج
 الاسلام مفتی اختر رضا خان صاحب، مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی اور دیگر

- مفتیانِ کرام ⑪ حافظ ملت مفتی عبدالعزیز صاحب محدث مبارکپور، بحر العلوم
 مفتی عبدالمنان صاحب، شاح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، اور
 مفتی محمد نظام الدین صاحب وغیرہم ⑫ قاضی شریعت مفتی محمد فضل کریم صاحب
 مفتی عبدالواحد قادری صاحب فتاویٰ یورپ، علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب مضطر،
 اور مفتی محمد حسن رضا نوری وغیرہم ⑬ شمس العلماء مفتی محمد نظام الدین صاحب الآبادی،
 ⑭ مفتی رحیم الدین صاحب حیدرآبادی ⑮ مفتی رکن الدین صاحب حیدرآبادی،
 ⑯ مفتی عبدالحی صاحب لکھنوی ⑰ مفتی زاہد الفادری صاحب ⑱ مفتی ظفر احمد
 صاحب ⑲ مفتی عبدالباری صاحب فرنگی محلی لکھنؤ ⑳ مفتی میر عبدالرحمن صاحب
 ㉑ مفتی عبدالرزاق صاحب مکی حیدرآبادی ㉒ مفتی عبدالواحد لاہوری ㉓ مفتی محمد
 مسعود شاہ صاحب دہلوی ㉔ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی ㉕ مولانا مفتی
 عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ㉖ حضرت مفتی سید مہر علی شاہ صاحب گولروی،
 ㉗ مفتی نظام الدین حنفی لاہوری ㉘ مفتی غلام غوث صاحب ㉙ مفتی سعد
 الدین صاحب ㉚ مختلف مفتیانِ کرام دولت عثمانیہ حیدرآبادی ㉛ مفتی نثار احمد
 کاپوری ㉜ مفتی جلال الدین امجدی، مفتی بدر الدین، مفتی نعیم الدین وغیرہم
 ㉝ مفتی محمد رمضان صاحب ㉞ مفتی محمد شیش برکاتی صاحب ㉟ مفتی وقار الدین صاحب
 ㊱ حضرت مفتی محمد احمّل شاہ صاحب ㊲ مفتی جلال الدین صاحب

جن مفتیانِ کرام کے فتاویٰ جمع نہیں ہو سکے

ان کے علاوہ ہندو پاک کے ہزاروں علماء کرام نے بی شمار فتاویٰ اردو
 زبان میں دیئے جو یا تو جمع نہیں کئے جاسکے یا ہمارے بساطِ علم سے باہر ہیں۔ جن
 کے فتاویٰ مدون نہیں ہو سکے ان بزرگ مفتیانِ کرام میں سے بعض کے
 اسماء گرامی یہ ہیں۔

① حضرت علامہ مفتی محمد عابد رضا خان صاحب حجۃ الاسلام ② حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین صاحب (مدد الافاضل)

لہ آپ کا فتاویٰ، فتاویٰ حامدیہ، کے نام سے شائع ہو چکا ہے

- ۳) حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب مفتی اعظم سی پی (۴)
- ۴) شمس العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مفتی اعظم تربیت (۵)
- ۵) حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کراچی (۶)
- ۶) حضرت مولانا مفتی عبدالحفیظ صاحب حقانی (مفتی اگرہ) (۸)
- ۷) استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ولی الرحمن صاحب (پوکھری) (۸)
- ۸) شمس العلماء مولانا مفتی شمس الدین صاحب جوہر صاحب قانون شریعت (۱۰)
- ۹) شیخ العلماء حضرت مولانا مفتی غلام جیلانی صاحب میرٹھی (۱۰)
- ۱۰) شیخ العقول حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان صاحب بھاکپوری (۱۲)
- ۱۱) حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خان صاحب فتحپوری (۱۳)
- ۱۲) حضرت مولانا مفتی محبوب علی خان صاحب بمبئی (۱۶)
- ۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد احمل شاہ صاحب سنہلی (۱۶)
- ۱۴) حضرت مولانا مفتی محمد احمل شاہ صاحب سنہلی (۱۸)
- ۱۵) حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد صاحب کراچی (۲۰)
- ۱۶) حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی کراچی (۲۲)
- ۱۷) حضرت مولانا مفتی مرشد علی صاحب کراچی (۲۴)
- ۱۸) حضرت مولانا مفتی مسعود علی صاحب ملتان (۲۶)
- ۱۹) حضرت علامہ مفتی محمود حسن صاحب کوئٹہ (۲۸)
- ۲۰) حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمن صاحب جیبی الآباد (۳۰)
- ۲۱) حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب بریلی شریف (۳۲)
- ۲۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیق صاحب شریفی الآباد (۳۴)
- ۲۳) حضرت مولانا مفتی عبدالحفیظ صاحب درہنگوی (۳۶)
- ۲۴) حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب ناگپوری (۳۸)
- ۲۵) حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب ناگپوری (۳۰)
- ۲۶) مفتی محمد قاسم صاحب ابراہیمی سابق مفتی انوار العلوم مظفرپور

د معذرت خواہ ہوں کہ اسما گرامی کی ترتیب کو قائم نہیں رکھ سکا اور نہ ہی

اپنے تمام بزرگ مفتیان کرام کے ناموں کو لکھ سکا۔ طالب دعا

عبدالواحد قادری غفرلہ

اپنے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

جن علماء کرام کے حوالات اس فتاویٰ میں شامل ہیں

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی صاحب قادری

مولانا مجیب الرحمن صاحب بلجیم
 مولانا عبدالواحد صاحب الکنار
 مولانا نور احمد صاحب ہزارہی باغ
 مولانا سید عبدالمنان صاحب جامی روڈ ٹرم
 مولانا محمد الیاس صاحب انجم، علیم آباد، انڈیا
 مولانا عبدالغفار صاحب نورانی، دی ہیگ
 حافظ وقاری غلام مصطفیٰ صاحب ربانی، انڈیا
 مولانا امتیاز احمد صاحب، ہالینڈ
 مولانا علی اکبر صاحب، =
 مولانا نور محمد صاحب حقانی نیس فرانس
 حافظ فیروز احمد صاحب امام غوثیہ آمسٹرڈم
 مولانا عبدالقیوم صاحب نورانی ہالینڈ
 مولانا اسرار الحق صاحب اشرفی، دی ہیگ
 مولانا مطیع الرحمن صاحب اشرفی، بارسلونہ
 مولانا رستم قادری صاحب غیاث پوری
 مولانا محمد فیروز حوصلدار، دی ہیگ

حضرت مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی، مانچسٹر
 مولانا محمد سلطان رضا صاحب قادری لیلی ستاد
 مولانا محمد فاروق مقیم صاحب مسجد المدینہ، دی ہیگ
 مولانا ہمایوں کبیر صاحب اینڈ ہون
 مولانا فیصل مقیم صاحب، دی ہیگ
 مولانا حافظ محمد صدیق صاحب نعیمی، =
 مولانا عاشق مشتاق صاحب، اولونارے
 مولوی عبدالجلیل امام پاک مسجد بارسلونہ سپین
 مولوی محمد شبیر دل محمد صاحب ہارلم
 مولوی فیضان الرحمن سہجانی شریعت کالج کیرلا
 مولانا حافظ عبدالرشید نورانی روڈ ٹرم
 مولانا قاری محمد حنیف نقشبندی فریکفورٹ جرمنی
 مولانا زین العابدین صاحب پرتگال
 مولانا سید افتخار حسین شاہ صاحب روڈ ٹرم
 مولانا سجاد صاحب برکاتی غوثیہ آمسٹرڈم
 مولانا زعیم قادری دی ہیگ

و غیرہم

جن اسلامی تبلیغی و ذہنی انجمنوں کے سوا الا اس و فتاویٰ میں شامل ہیں

قرید الاسلام (سٹی حنفی) آسٹریڈم
 فیض الاسلام، دی ہیگ
 غوثیہ رضویہ اسلامک کلچر دی ہیگ
 مصباح الاسلام، زولہ
 رضا سٹیجنگ، آسٹریڈم
 اسلامک سوسائٹی ہالینڈ
 بزم رضا الکنار نیڈرلینڈ
 بزم رضا آسٹریڈم
 عفتہ اشرفیہ روٹریڈم
 شان اسلام
 سٹی حنفی رضوی سوسائٹی آلگیرہ
 اشاعت الاسلام دی ہیگ
 نوری مسجد الکنار ہالینڈ
 رضوی مسجد زولہ
 المدینہ مسجد دی ہیگ
 پاک جامع مسجد بارسلونہ سپین
 مسجد عابدین آسٹریڈم ہالینڈ
 مسجد تادری دی ہیگ ہالینڈ
 مسجد الفردوس لیلی ستاد

نیڈرلینڈ اسلامک سوسائٹی
 الفتادری اسلامک سینٹر، دی ہیگ
 اسلامک فونڈیشن، نیڈرلینڈ
 مرکز الثقافتہ السنیہ، کمبرل
 مجلس علماء نیڈرلینڈ
 ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ
 رضوی تبلیغی سوسائٹی ہالینڈ
 انجمن حنیف ملت درہنگہ
 مؤسسہ الحلال الطیب دی ہیگ
 اشاعت الاسلام، پرتگال
 منظر اسلام، لیلی ستاد
 ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ

وہ مسجدیں جس کے امام و خطیب یا مہتمم کے سوا الا اس و فتاویٰ میں ہیں
 نوری مسجد آسٹریڈم
 رضوی مسجد آسٹریڈم
 غوثیہ رضویہ مسجد دی ہیگ
 انوار مدینہ مسجد اینڈ ہون
 پاک محمدی مسجد فرینکفورٹ جرمنی
 مسجد نور نیس فرانس
 مسجد گلزار مدینہ زولہ ہالینڈ

مسجد نور الاسلام دی ہیگ

فہرست مسائل (فناوی یورپ)

مسائل

صفحہ نمبر

مسائل

صفحہ نمبر

کتاب العقائد

(ایمان و عقیدہ کا بیان)

انبیاء علیہم السلام کا ذکر الفاظ ذمیرہ کے ساتھ

تبلیغی جماعت کا چلہ اور درس

سنی کی تعریف

شک و کفر کے فتوے میں تعجیل نہیں چاہئے

دیابنہ اور اس کی اقتداء

مرزائی کے کفر میں تاثر !

سنی حنفی کہلانے کی تحقیق

بحالت خواب ایمان لانا

علماء دیابنہ کی تکفیر میں سکوت

نبیوں علیہم السلام کو عام بشر کی طرح ماننا

جہنم کی آگ کا رنگ کیسا ہے ؟

خالق گل نے آپ کو مالک گل بنا دیا

حضرت مولیٰ علی اور حضرت امیر معاویہ

دعوت اسلامی کا طریقہ تبلیغ

رافضی و تبرائی کا حکم

نبی علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں

اذان علی القبر

ایصالِ ثواب

کتاب الطہارۃ

(پاکی کا بیان)

ترجمہ قرآن پاک کو بے طہارت چھونا ۱۰۲

سنی نکلنے کے بعد غسل واجب کب ہوتا ہے ۱۰۳

کس کس قسم کے زیورات مانع غسل و وضو ہیں ۱۰۴

روٹی کے ٹکڑے اگر دانتوں میں پھنسے ہوں ۱۰۵

لیپ سٹیک اور ناخن پالش ۱۰۷

وضو و غسل کے بعد تو لیہ سے بدن پوچھنا ۱۰۸

ٹولیت پیپر (قرطاس الطہارۃ) ۱۱۰

اور اس کا حکم ۱۱۰

آبدست کے بعد کسی کپڑے سے صفائی ۱۱۱

بارش کے بہتے ہوئے پانی سے وضو ۱۱۱

وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے؟ ۱۱۲

مذہب و غیر ہما کی تحقیق ۱۱۳

مسواک دانتوں کے طول میں یا عرض میں ۱۱۶

خون کا اثر اگر مسواک پر ظاہر ہو ۱۱۷

مسواک کا حکم اور اس کا طریقہ ۱۱۸

کن کن صورتوں میں وضو مستحب ہے ۱۲۱

جنازہ کے وضو سے دوسری نمازوں کا حکم ۱۲۷

۱۵۶	بار بار غسل کرنا	۱۲۸	نماز جنازہ کے تیمم سے فرض نمازیں
۱۵۷	منی کے نکلنے پر غسل واجب کیوں؟	۱۲۹	یوویل سے اگر وضو کرے تو بچا ہوا پانی کیسے پئے
۱۵۸	حدیث اصغر سے غسل واجب کیوں؟	۱۳۰	وضو پر وضو کرنا
۱۵۹	مصنوعی دانت کے ساتھ غسل	۱۳۲	اگر محسوس ہو کہ سچ (ہوا) خارج ہوگئی ہے
۱۶۰	کانس کا جو کھٹا	۱۳۳	وضو کا پانی گنا ہوں کو دھوتا ہے
۱۶۲	معذور کے لئے شرعی سہولتیں	۱۳۵	ماء مستعمل کی مختلف صورتیں
۱۶۳	مستحاضہ کی نماز	۱۳۷	ستر عورت دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹنا
۱۶۵	ٹائیلون کے موزوں پر مسح	۱۳۸	انجکشن کے ذریعہ خون نکلوانا ناقض وضو
	بعض احکام شرع کا بیان	۱۴۰	نیند سے کب وضو ٹوٹتا ہے؟
۱۶۷	احکام شرع کی پانچ ایسات قسمیں	۱۴۱	احٹلام سے غسل فرض ہوتا ہے
۱۶۸	امام احمد رضانے گیارہ قسمیں بتائیں	۱۴۳	ترتولیہ سے بدن پونچھنے پر مسح
	فرض اور واجب	۱۴۴	غسل جنابت اترے گا یا نہیں!
۱۶۹	سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ (زائدہ)		عورتیں اگر اپنے بوڑھے کے ساتھ غسل
	مستحب (مندوب)		جنابت کریں
	حرام اور مکروہ تحریمی	۱۴۶	ماءِ قلیل کو پاک کرنے کا طریقہ
	اسادت اور مکروہ تنزیہی	۱۴۸	زیادہ ٹھنڈا یا گرم پانی کا استعمال
	خلاف اولیٰ	۱۴۹	غسل میت کے بعد غسل کرنا
	مباح	۱۵۰	مونچھوں کے لگنے سے پانی
	مفتی کی تعریف		مستعمل ہوتا ہے یا نہیں؟
۱۷۲	کتاب الصلوة	۱۵۱	ماءِ قلیل میں اگر تھوہ ہاتھ پاؤں ڈالے
	(نماز کا بیان)	۱۵۲	کھلیان کے اناج پر جانوروں کا
	نیدرلینڈ کی بعض راتوں میں عشاء کا وقت	۱۵۳	پیشاب کر دینا
			ماءِ مستعمل کا استعمال

۲۱۸	مردہ کا چہرہ کون کون دیکھ سکتا ہے	۱۷۹	قبلہ اگر دو مخالف سمتوں میں واقع ہو
۲۱۹	سوالات تکبیرین کے جواب میں "بعد القادحیلاتی کہنا"	۱۸۱	جہاں چھ ماہ کی رات اور چھ ماہ کے دن ہوتے ہوں
۲۲۰	غیر مسلم کے جنازہ میں شریک ہونا	۱۸۲	نیدرلینڈ میں اعیاد و جمعہ
۲۲۱	مردہ کو دفن سے کب تک روکا جائے	۱۸۳	موسم سرما میں ہالینڈ کے اندر نماز عصر کا وقت
=	قبر پر کوئی علامت قائم کرنا۔	۱۸۶	شافعی امام کی آذان کن صورتوں میں
۲۲۲	بے نمازی کی نمازِ جنازہ		درست ہے
۲۲۵	نمازِ جنازہ اور دفن کے بعد دعا		شرائطِ امامت
۲۳۰	قبر پر اذان کہنا	۱۹۰	نماز میں صحتِ حروف اور اعراب کا خیال
۲۳۱	بغیر وضو کے اذان دینا	۱۹۲	امام اگر مکبر اقامت بھی ہو تو؟
۲۳۲	مسجد کے اندر اذان پکارنا	۱۹۳	تکرارِ سورت یا قرآنہ معکوس
۲۳۳	کیا ہر اذان کا جواب واجب ہے؟	۱۹۳	نماز میں قرآنہ مسنونہ
۲۳۵	اذان سے قبل درود و سلام	۱۹۵	ترکستانی حکومت کے ائمہ کی آذنا
۲۳۷	نامِ اقدس سنکرانگو ٹھاچومنا	۱۹۶	خدمتِ امامت پر اجرت لینا
۲۳۹	کھاتے وقت اذان کا جواب	۱۹۷	نماز اور لاؤڈ اسپیکر
۲۴۰	تکبیر اقامت بٹھکر سننا	۲۰۲	تراویح سے پہلے وتر
۲۴۶	مسجد اور اس سے متعلق مسائل	۲۰۳	فرض نمازوں کی قرأت
۲۴۹	مسجد کا استعمال شدہ مال	۲۰۴	نماز میں نبی علیہ السلام کا نام سنکر درود پڑھنا
۲۵۰	ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں	۲۰۵	مقتدی اگر امام کو جھوٹا گمان کرے
۲۵۱	عورتوں کا مسجد میں جانا	۲۰۶	امام اگر حروف کے مخارج میں امتیاز نہ کرے
۲۵۲	مخضب اللہیہ و امامتہ	۲۰۷	اگر دو چار آدمی ملکر نماز پڑھیں
۲۵۶	پندرہ سال کے حافظ کی امامت	۲۰۹	وتر کی نماز تین رکعتیں ہی یا ایک رکعت
۲۵۸	سگریٹ کے ساتھ نماز	۲۱۶	ہجرت کی تجہیز و تدفین
۲۵۹	نماز کے جیب میں اگر تصویریں ہوں		

۲۸۳	زکوٰۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر	۲۶۰	حیض کی حالت میں نماز پڑھنا
=	معلم یا امام کو زکوٰۃ کی رقم بنام تحفہ دینا	۲۶۲	نمازی کے آگے سے گزرنا
۲۸۵	یورپ کی زمین عشری ہے یا خرابی؟	۲۶۳	خطبہ جمعہ اور اس سے متعلقات
۲۸۶	سودی آمدنی پر زکوٰۃ	۲۶۴	تراویح میں تین بار سورہ اخلاص
۲۸۸	فربج وغیرہ پر زکوٰۃ	۲۶۶	کتاب الزکوٰۃ
=	وجوب زکوٰۃ سے پہلے ادائیگی		(زکوٰۃ کا بیان)
۲۸۹	مدنی یا انجن کی رقم پر زکوٰۃ	۲۶۶	نصاب حوالان حول چند نصابوں
۲۹۰	بینک کے منافع پر زکوٰۃ		کی زکوٰۃ کس طرح ؟
=	بعض زمین پر زکوٰۃ	۲۶۹	بینک میں جمع شدہ نوٹوں کی زکوٰۃ
۲۹۱	مہر کی رقم پر زکوٰۃ		بد مذہبوں کو زکوٰۃ دینا
۲۹۲	فتاق و فجار کو زکوٰۃ دینا	۲۷۰	کرایہ کی گاڑیوں اور مکانات پر زکوٰۃ
	کتاب الصوم	۲۷۱	ہاشمی حضرات کو زکوٰۃ کیوں نہیں دی جاتی
۲۹۳	(روزہ کا بیان)	۲۷۲	صرف کاغذی نوٹوں پر زکوٰۃ و قربانی
=	روزے اور عیدین کی تاریخوں کا	۲۷۵	نوٹوں سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں
	تعیین شمسی حساب سے	۲۷۶	عشر بٹائی دار پر یا مالک زمین پر؟
۲۹۰	جہاں چھ ماہ کے دن ہوں وہاں	۲۷۹	زکوٰۃ میں دی گئی رقم کا کچھ حصہ واپس ملنا
	روزہ کس طرح رکھیں؟	۲۷۸	شئی مرہون سے فائدہ اٹھانا
۲۹۹	جن راتوں میں عشاء سے پہلے صبح صادق	=	قرض کی زکوٰۃ مقروض پر
	طلوع ہوتی؟ ان راتوں میں سحری کا وقت	=	کسی جامعہ یا مدرسہ کو زکوٰۃ دینا
۳۰۰	ہندؤں کی بھجی ہوئی افطاری	۲۸۰	ہالینڈ کی مسجدوں کا بکس اور زکوٰۃ
	سے افطار کرنا	۲۸۱	تاباغ بچیوں کے زیورات پر زکوٰۃ
۳۰۱	روزہ اور ذیابیطیس (حیض کی بیماری)	۲۸۲	سونا چاندی کی زکوٰۃ اسکی قیمت میں ادا

۳۳۱	شوہر کی اجازت کے بغیر حج کیلئے جانا	۳۰۲	سفر اور رخصت روزہ
۳۳۲	مظہر کھانے پینے کی چیزوں کو محرم پر کفارہ	۳۰۳	افطاری کی دعا کس وقت ؟
۳۳۳	حج ٹیکس اور اس کا حکم	۳۰۵	روزہ اور انجکشن
۳۳۵	زیارت اقدس کا احسن طریقہ	۳۰۸	محلہ بھی بالغ ہے
۳۳۷	مسجد نبوی اور پُرسوز اذان بلالی	۳۰۹	روزہ اور حیض واستحاضہ
۳۳۹	پاسپورٹ اور تصاویر مقطوع	۳۱۰	روزہ دار اور سونگھنے والی دوا
۳۳۱	حج تمتع کے احرام کے بعد طواف	۳۱۱	روزہ اور مانع حیض دوائیں
=	چند نماز طواف کو جمع کرنا	۳۱۲	جہاں افطاری کے بعد ہی [صبح صادق ہو جاتی ہے]
۳۳۲	اذان فجر سے پہلے مزدلف سے گزرنا	۳۱۳	اکتیسواں روزہ
۳۳۳	رمی کے لئے نائب بنانا	۳۱۶	سحری کیلئے جگانے کا اہتمام
۳۳۷	کیا ہرج حج میں حاضر کی روضہ ہے	۳۱۷	شب قدر وغیرہ میں چراغاں
۳۳۹	کتاب الاضحیہ	۳۱۹	ماہ رمضان میں کھانا پینا
	(قربانی کا بیان)	۳۲۰	شش عید کے روزے
۳۳۹	قربانی کے جانوروں کی عمریں	۳۲۲	کتاب الحج والزیارۃ
۳۵۱	مذبوہ قربانی کے پیٹ سے اگر تھوچ نکلے		(حج و زیارت کا بیان)
۳۵۳	چرم قربانی کسی اجنب کو دینا۔	۳۲۲	بغیر محرم کے عورتوں کا سفر حج پر جانا
۳۵۵	چرم قربانی کسی مسجد میں دینا	۳۲۵	حرام مال سے حج کرنا
۳۵۶	نخس شدہ بکروں کی قربانی	۳۲۶	عورتوں کا فرضی محرم کے ساتھ حج کرنا
۳۵۷	قربانی سے پہلے یا بعد میں حجامت بنوانا	۳۲۷	بغیر احرام کے میقات سے گزرنا
۳۵۸	قربانی کی کھال عوض میں معلم کو دینا	۳۲۸	چند طوافوں کی نماز ایک بار پڑھنا
۳۵۹	چرم قربانی کی رقم کا صدقہ کرنا	۳۲۹	محرم یا شوہر اگر درمیان سفر فوت ہو جائے
۳۵۹	حاملہ گائے کی قربانی		

۳۸۳	ملازمت بیٹھ بیوی کا نان و نفقہ	۳۶۰	جس جانور کو پیدائشی دم نہ ہو
	شوہر پر ہے یا نہیں	۳۶۱	قربانی کے جانور کو خرید کر بیچ ڈالنا
۳۸۴	شوہر اگر دو سال تک بیوی سے جدا ہے	۳۶۲	جس بکری کا دودھ سوکھ گیا ہو
۳۸۶	بیوی کو ماں اور شوہر کو باپ کہنے سے ظہار ہو گا یا نہیں؟	۳۶۳	کتاب النکاح والطلاق (نکاح و طلاق کا بیان)
۳۸۸	شوہر کی عدم موجودگی میں چار سال کے بعد بچہ پیدا ہونا	۳۶۳	کیا نکاح کی صحت کیلئے کفایت ضروری ہے؟
۳۸۹	نئی دلہن کے پاؤں کے دھون کا حکم	۳۶۵	بھائی کے ہوتے ہوئے چچا ولی نہیں
۳۹۰	مانع حمل دواؤں کا استعمال	۳۶۷	برادری، کفو میں معتبر ہے یا نہیں؟
۳۹۱	رضاعت کی وضاحت	۳۶۷	انصاری اور شیخ آہس میں کفو نہیں یا نہیں
۳۹۲	یورپ کا پردہ		بیوی اگر عدت طلاق میں ہو تو
۳۹۶	شہیدوں کی شہادت میں نکاح	۳۶۹	اس کی بہن سے نکاح کرنا
۳۹۸	نکاح کی شرعی حیثیت	۳۷۰	حرمیت مصاہرت
۴۰۰	شادی کے موقع پر باجا گا جا	۳۷۲	ضعیفہ سانس کو شہوت سے چھونا
۴۰۱	سلائی یا تلمک کے نام پر لڑکی والوں سے نقدی وصول کرنا	۳۷۲	بارہ سال سو تیلے میٹھے کو شہوت سے چھونا
۴۰۲	"سامن وون" بغیر نکاح کے زن و شوہر کی طرح رہنا	۳۷۳	رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح
۴۰۳	حضانت (بچوں کی پرورش) ڈبل سوشل لینا	۳۷۴	بیوی کی رضاعی بہن سے نکاح
۴۰۴	مہر پر امتدادِ زمانہ کا اثر	۳۷۵	باپ دادا نے اگر غیر کفو میں نکاح کر دیا
۴۰۷	مہر میں کاغذی کرنسی کو چاندی ہونا	۳۷۷	فاسق کسی نمازی کی بیٹی کا کفو
۴۰۸	کی مقدار میں متعین کر دینا	۳۷۷	ہو سکتا ہے یا نہیں؟
		۳۷۸	پیشہ ور وکیل کسی شریف زادی کا کفو ہے یا نہیں؟
		۳۸۱	مشروط نکاح

۴۴۲	حق تصنیف کی بیع و شراء	۴۰۹	ٹیوب کے ذریعہ اولاد کا حصول اور اس کا نسب
۴۴۳	رجسٹرڈ فارم کو بیچنا	۴۱۲	بالینڈ اور اسلامی نکاح و طلاق
۴۴۳	کسی سامان کی نقل اٹار کر بیچنا	۴۱۶	نابالغ یا اس کے وکیل کی طلاق
۴۴۵	دوسروں کی کتاب بے اجازت چھاپنا بیچنا	۴۱۷	بلوغت کی عمر
۴۴۶	دوسروں کی مصنوعات پر اپنا لیبل لگانا	۴۱۸	حالت حمل یا ایک مجلس میں تین طلاقیں
۴۴۷	مکانات کی مختلف منزلیں مختلف	۴۲۲	مطلقہ ثلاثہ اور اس کا طالق شوہر
۴۴۸	خریداروں کے ہاتھ بیچنا	۴۲۳	طلاق اقرار کے وقت سے واقع ہوتی ہے
۴۴۸	مکانات کی فضاء کی فروختگی	۴۲۵	خون وجہ حرمت نہیں
۴۴۹	لائسنس کی خرید و فروخت	۴۲۶	دودھ ایام رضاعت میں وجہ حرمت ہے
۴۴۹	پیل وغیرہ کی نیلامی اور اس کا فائدہ اٹھانا	=	فلہوں میں منع نکاح کی حیثیت
۴۵۰	دو چار برسوں کیلئے باغات کے پھلوں کو بیچنا	۴۲۸	زانیہ کی بیٹی زانی کے نکاح میں
۴۵۱	معدوم پھلوں کے بیچنے خریدنے پر	۴۲۹	انڈیا میں مردم شماری کے بعد
	اگر تعامل ہو جائے		ضبط تولید کا مطالبہ
۴۵۲	اشیا معدومہ کا قیاس بیع سلم پر	۴۳۲	کن کن صورتوں میں فسخ و تفریق
۴۵۳	باغات کے پھلوں کی خرید و فروخت		ہو سکتا ہے؟
=	باغ میں اگر بعض درختوں کے پھل	۴۳۵	بعض حاملہ کا نکاح نہیں ہو سکتا
	قابل اشغاف ہو جائیں	۴۳۶	مطلقہ ثلاثہ مرتدہ کا نکاح
۴۵۴	اگر ایک باغ میں مختلف قسم کے	۴۳۸	تخریری طلاق، اکراہ کی صورت میں
	پھلوں کے درخت ہوں	۴۳۹	صحت حلالہ کی شرط
۴۵۵	بلودوں کے ساتھ اس کے پھول	۴۴۰	تین طلاقوں کے بعد بھی حلالہ کی ضرورت نہیں
	اور پھل کی خرید و فروخت	۴۴۱	کتاب البیوع
۴۵۶	ڈالی کے ساتھ پھلدار باغوں کی		(خرید و فروخت کا بیان)
	خرید و فروخت	۴۴۱	رجسٹریشن کی خرید و فروخت

۴۸۲	کتاب الحلال والحرام (حلال و حرام کا بیان)	۴۵۷	جانور کو بار آور (حاملہ) کرانے کی قیمت وصول کرنا
۴۸۲	یورپین کاس (پنیر)	۴۵۸	کاشت کی زمین بٹائی پر دینا
۴۸۲	جانور کے چمڑوں اور پروں کا استعمال	=	اجرتِ معدوم پر باغات کو نگرانی میں دینا
۴۸۲	مشین ذبیحہ	=	تجارت میں سرمایہ اور محنت کی شرکت
=	اپنا خون ہدیہ کرنا	۴۶۰	پھل توڑنے یا زراعت کاٹنے کی مزدوری
=	اپنا عضو کسی کو دینا	۴۶۱	یورپ کے ممالک اور بیح فاسد
=	بیح فاسد	=	لوٹری کا ٹکٹ خریدنا
=	بینک کا منافع	۴۶۲	یورپ میں بینک کا منافع لینا
=	سیرت پاک بطور ڈرامہ	۴۶۳	انسانی خون کی خرید و فروخت
۴۸۸	ٹیسٹ ٹیوب اور زنا	=	انسانی بالوں کا استعمال اور
۴۸۹	جانوروں کو بٹائی پر لگانا	۴۶۶	اسکی خرید و فروخت
=	کمیشن ایجنٹ اور حکم شرع	=	
۴۹۱	دو ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ عام بازار میں	۴۶۸	کتاب الذبائح (ذبیحہ کا بیان)
۴۹۲	ایک قیمت کے دونوں کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ	۴۶۸	ذبح کا اسلامی طریقہ
۴۹۳	کوا کھانا حرام یا حلال؟	=	ذبح سے پہلے جانور کو اذیت دینا
۴۹۳	تعمبا کو نوشی و تمباکو خوردنی	۴۷۵	عیسائی ہوجانے والوں کا ذبیحہ
۴۹۵	جانوروں کے ساتھ بد فعلی	۴۷۶	ہالینڈ میں مرغیوں کے ذبح کا طریقہ
۴۹۷	تصویر اور اس کا حکم	۴۷۸	ہالینڈ میں ذبح کا ایک اور طریقہ
۵۰۱	لواطت اور اسکے حامی کا شرعی حکم	۴۸۰	مرغ کو ذبح کے بعد گرم پانی میں ڈالنا
۵۰۳	لواطت اور اسلام		

۵۳۰	صدقہ نافلہ کی مقدار	۵۰۹	انسانی خون کے ذریعہ علاج
۵۳۲	عورتوں سے مصافحہ کرنا	=	زندہ انسان اپنا عضو کسی کو
۵۳۳	عورتوں کا مجالس علمیہ دینیہ میں شرکت کرنا	=	دے سکتا ہے یا نہیں؟
۵۳۴	چہرہ اور ابرؤں کا بال اکھڑنا	=	جانور کا عضو انسان کو لگانا
۵۳۶	عورت، اسکی آواز اور ٹیلی فون	=	مردہ کا عضو زندہ کو لگانا
۵۳۸	کسی عالم دین کو مولوتیہ کہنا	۵۱۳	پارفیوم اور اس کا استعمال
۵۴۰	کرسمس ڈے اور مسلمان	=	تمباکو اور اس کا حکم
۵۴۲	لاؤڈ اسپیکر پر شادی کا اعلان	۵۱۵	مسلمان کا خون کافر کو یا اس کا عکس
۵۴۴	اپنا حق حاصل کرنے کیلئے رشوت دینا	۵۱۰	انسانی اعضاء بدن کا استعمال
۵۴۵	سوشل سے فکالسی مشاہرہ لینا	۵۱۰	خورد و نوش میں
۵۴۶	رفاہی اداروں میں زکوٰۃ دینا	۵۱۸	غیر مذہب و حرم یا مردار جانوروں کے چمکے جوتنا
۵۴۷	تہمت لگانے کی سزا	۵۱۹	کسی مسلمان کا جو کھا
		۵۲۰	حلال چوپایہ کلبے وقتی دودھ اور اس کا حکم
		۵۲۲	جسم کے مختلف حصوں کو چھیدنا
۵۴۹	زندگی میں اپنی جائداد کی تقسیم	۵۲۳	خیرات کے لئے ناریخ اور جگہ کا تعین
۵۵۰	بیٹوں کے لئے ترکہ میں وصیت	۵۲۴	باپ کے کاروبار میں بیٹوں کا حصہ
۵۵۲	ماں باپ کا حصہ بیٹے کے ترکہ میں	۵۲۶	پاکستانی غیر مسلم بینکوں کے منافع کا حکم
۵۵۲	ذوالفروض، عصبہ وغیرہ کی تعریف	۵۲۸	کتاب المحظر والاباحہ
۵۵۲	ہینک کا قرضہ تقسیم ترکہ سے پہلے		(مختلف مسائل کا بیان)
۵۵۵	بیٹی کے متروکہ میں ماں کا حصہ	۵۲۸	منقش انگوٹھی یا تعویذات کے
			ساتھ بیت الخلاء میں جانا
		۵۲۹	قرآن پاک کی قسم کھانا

فہرست ضمنی مسائل

ضمنی مسائل مؤلف ضمنی مسائل مؤلف

۶۷	تقریر و تحریر میں فوقیت تقریر کو ہے	۶۱	کتاب العقائد (ایمان کا بیان)
=	حکم شرع کا نفاذ کب ہوتا ہے۔	=	انبیاء علیہم السلام پر ذنب و عصبی
=	مفتی نفس سوال کا جواب دیتا ہے	=	کا اطلاق باختلاف علماء کفر ہے
۶۸	کلام اگر موول ہو تو تکفیر میں جلدی نہ کرے	۶۱	قول کفر اگر مختلف فیہ ہو جب بھی قائل پر
=	ہرزبان کے اپنے روز و اوقاف ہوتے ہیں	=	تجدید ایمان اور بیوی رکھنا ہو تو تجدید
=	تقریر و تحریر میں اوقاف و روز کی رعایت	۶۱	نکاح کا حکم ہے
=	ضروری ہے	=	موسیٰ الیاس کا نہ جھلوی تبلیغی جماعت کا بانی تھا
=	اردو میں بت کامل (-) رمز مطلق	۶۲	تبلیغیوں کے عقائد وہی ہیں جو
=	(ط) کی طرح ہے۔	=	وہا پر دیا بننے کے ہیں
۷۰	لوگوں سے ایسی باتیں کرو جو معروف ہوں	=	تبلیغی چلے اور اسکے درس پچنا لازم ہے
=	محال معنی کا لہہام مفید ممانعت ہے	=	قطر سنی اہلسنت و جماعت کا مخفف ہے
=	شریعت و طریقت میں مغائرت نہیں	۶۳	سیاہیوں اور شیعوں کے مقابلہ
=	مرزائی کے دونوں گروپ (دلاہوری و	=	میں سنی کی تعریف
۷۳	قادیاں) مرتد و کافر ہیں	=	مستزاد کے مقابلہ میں سنی کی تعریف
=	اسلام دین قدیم و قویم ہے۔	۶۴	مرزائی رشیدی خلیلی قاسمی اور اشرفی
=	امت مطلقہ سے مراد اہلسنت و جماعت ہے	۶۵	ہا کے مقابلہ میں سنی کی تعریف
۷۵	مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي كَمَا	=	موجودہ صالح کلیوں کے بالمقابل
=	مصدق سنی ہیں	۶۶	سنی کی تعریف۔
=	سنی حنفی سنی مائکی سنی حنبلی اور سنی		
=	شافعی مذاہب قدیم ہیں لیکن یہ نام ماورث ہیں		

۹۰	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حکومت	۷۶	مذہب اربعہ کے عقائد و نظریات ایک ہیں
	منہاج خلافت پر تھی	۷۷	بدعتیہ کی خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے
۹۰	حضرت علی کی فضیلت اصحاب ثلاثہ	۷۸	خواب میں بھی فیوض و برکات کے
	کے بعد تمام صحابیوں پر مسلم ہے		دروازے کھلتے ہیں
۹۲	کسی ایک شخص کو راہ ہدایت پر لے آنا	۷۹	انسان بحالت خواب مرفوع العلم ہوتا ہے
	دنیا و مافیہا سے بہتر ہے	۸۰	خواب میں اقرار و تصدیق غیر معتبر ہے
=	تبلیغ اسلام کیلئے گھر سے نکلنا		دیوبندیوں پر جو فتویٰ پہلے تھا آج بھی ہے
۹۳	دعوتِ اسلامی میں اگر علماء کی	۸۱	طوائفیت دیوبند پر ۳۵ علماء حرمین
	شمولیت ہوتی		۲۵۰ علماء ہند نے کفر کا فتویٰ دیا
=	دعوتِ اسلامی کے افراد سنی ہیں		انبیاء علیہم السلام جنس بشر سے ہیں
۹۴	شیعوں میں مختلف فرقے ہیں	۸۲	مگر انہیں بشر کی طرح کہنا کفر ہے
=	رافضی کافر ہیں تیرائی گمراہ	=	جو مومن انبیاء کو مسلمان جانے وہ بھی
=	بد مذہبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا		کافر و جہنمی ہے
۹۷	اسماء الہیہ توفیقی ہیں	۸۶	جہنم کی آگ اب سیاہ ہے
۹۸	حضور اکرم حاضر و ناظر ہیں	=	جہنم کی آگ تین ہزار سال تک جلائی گئی
=	حضور اکرم احوالِ عالم سے باخبر ہیں	۸۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ عالم ہیں
۱۰۰	شفاعت کا انکار کون لوگ کرتے ہیں؟	=	یہ سائے عالم پر فیضانِ نبی ہے
=	اذان صرف نماز کیلئے مخصوص نہیں	۸۸	نبی اکرم تمام مومن کے والی ہیں
=	اذانِ قبر مسنون ہے یا مستحب؟	=	مومن کی ہر چیز ملکیتِ رسول ہے
۱۰۱	معتزلی ایصالِ ثواب کے منکر ہیں	۸۹	ہر صحابی ہدایت کے ستارے ہیں
=	اہلسنت کی ایک پہچان ایصالِ	=	حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ
	ثواب بھی ہے		دونوں کی فضیلتیں مسلم ہیں
		۹۰	یہ دونوں اہلِ درجہ کے مجتہد تھے

کتاب الطہارۃ

(پاکی کا بیان)

قرآن پاک کا ترجمہ خواہ اردو میں ہو یا
یاد حج میں قابل احترام ہے
بے طہارت اسے چھونا گناہ ہے
ستر عورت دیکھ کر یا اس کے تصور
سے منی کا اچھلنا تحقق ہو تو غسل واجب
مرد کیلئے کون سی انگوٹھی جائز ہے
کلی کی تعریف

۱۰۲

=

۱۰۳

۱۰۴

۱۰۵

=

۱۰۶

۱۰۷

۱۰۸

۱۰۹

=

۱۱۰

۱۱۱

۱۱۲

=

۱۱۳

تری اور سیلانِ ماہ کا فرق ہے
اعضاء غسل کا غسل بغیر غسل نہیں ہوتا
لیپسٹیک اور ناخن پالش کے حلال
حرام کی تفصیل
مہندی اگر جو جسم داؤد مانع طہارت نہیں
اہل ثروت سے مشابہت معیوب ہے
وضو کی تری حسنا کے پلے میں رکھی جائیگی
عام کا غذا اور ٹولیت پیسیر میں فرق ہے
استنجائی جبکہ کسی کپڑے سے خشک کر لینا صحیح ہے
نالی کا پانی کب مابجاری کے حکم میں ہے
ایسے کام سے بچنا چاہئے جس سے
لوگ شبہات میں پڑیں
روزہ کی حالت میں خون نکلوانا کب مکروہ ہے

آنکھ کی کٹوری کا شمار ظاہری بدن میں نہیں
غسل واجب میں لینس کا دھونا واجب نہیں ہے
نیند مطلقاً ناقص وضو نہیں

صوفہ پر بیٹھ کر سونے سے وضو نہیں جانا

سواری کی پیٹھ یا زین پر سونے سے

جوڑوں میں کشادگی نہیں ہوتی

غسل مسح اور تیمم کر اور کن حالتوں میں ہے

مسح پر قدرت ہو تو تیمم نہیں کر سکتے

مذی سے بھی بعض صورتوں میں

غسل واجب ہوتا ہے

وسوڈالنے والے شیطان کا نام دلہان

شیطان بھونک مارتا ہے

موجودہ پیمانے قرون اول میں نہیں

ایک صاع چار مد کے برابر ہے

ایک مد موجودہ وزن میں ایک

کیلو ۲۲ ۱/۲ گرام ہے

قرن اول میں عام غذا جو تھی

قرن دوم میں عام غذا گیہوں قرار پائی

صدقہ فطر کی مقدار دو مد گیہوں ہے

حجاز مقدس کے عرف عام میں

طعام سے مراد گیہوں سے

مد صاع، قدرح اور فرق اناج کا
کا پیمانہ ہے

۱۱۳

=

=

=

=

۱۱۳

=

=

=

۱۲۲	تیس سے زائد مقامات میں جہاں وضو کرنا مستحب ہے	۱۱۳	غسل وضو میں مد وغیرہ پانی کی مقدار بتانے کے لئے ہے
۱۲۳	اختلاف علماء سے کچھ کیلئے وضو مستحب ہے	۱۱۴	پانی کا وزن گہیوں سے زیادہ ہوتا ہے
=	=	=	=
=	اوزٹ کا گوشت کھانے کے بعد	۱۱۵	ایک مد پانی بارہ سو اسی میلی لیٹر ہوتا ہے
=	کسی عورت کو تھونے کے بعد	=	=
=	کوئی گناہ سرزد ہوجانے کے بعد	=	سوا پانچ ۵ ۱/۴ لیٹر پانی سے بطریق سنت غسل کیا جاسکتا ہے
=	جھوٹ واقع ہوجانے کے بعد	=	پانی میں اسراف کب ہوتا ہے۔
=	گالی بکنے کے بعد	=	حیامت کے اعتبار سے غسل و وضو کے پانی میں کمی بیشی ہو سکتی ہے
=	غیبت کرنے کے بعد	۱۱۶	مسواک کا سنت ہونا صبح و اظہر ہے
=	چغلی کھانے کے بعد	۱۱۸	ہر عمل کا وقت جدا گانہ ہے
=	غصہ دفع ہونے کے بعد	=	مسواک پکڑنے کا طریقہ
=	رفع شہوت کے بعد	۱۱۹	مسواک کو پانچ مرتبہ دھونا چاہئے
=	بے شہوت کسی ناکرم سے اپنے	=	مسواک کرنے کی جگہ مسجد نہیں طہارت خانہ
=	جسم چھونے کے بعد	۱۲۰	مسواک میں مختلف روایتوں کی تطبیق
=	مشتہات محرم کو تھونے سے	=	استعمال کرنے سے پہلے برش اور
=	اگر لذت محسوس ہو	۱۲۱	ٹوٹ پیسٹ کی تحقیق ضروری ہے
=	کسی عورت کے حسن کو بغور دیکھنے کے بعد	=	مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرے
=	اپنی ہتھیلی یا انگلی کے پیٹ سے	۱۲۰	وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے
=	اپنی شرمگاہ چھونے کے بعد	۱۱۹	جب تک خون بہنا (سیلان) معلوم نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں
=	ہاتھ کا کوئی حصہ بے حائل	=	غیر شرعی دناتر میں کس طرح کام کرنا چاہئے
=	ذکر سے چھو جانے کے بعد	۱۲۲	شرمگاہ چھونا ناقض وضو نہیں
=	غصہ و غضب کے بعد	=	=
=	خارج نماز تہجد بارگاہ منسنے کے بعد	=	=

۱۲۸	نمازِ جنازہ کے وضو سے ہر نماز و عبادت جائز ہے	۱۲۲	مقعد کو زمین سے ٹیک لگا کر سونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے
=	نمازِ جنازہ کے تیمم سے بھی دوسری نمازیں جائز ہیں	=	بغل کھانے کے بعد
۱۳۰	فضلِ وضو کھنا پینے کو مستحب کا ثواب پائے	=	اگر یہ بونکلے
=	فضلِ وضو بٹیکر بھی پینے کو مستحب اور ہوجا لیکھا	=	برص و جذام والے جسم سے
۱۳۵	چوٹی کھولے بغیر بھی غور تو رکنا غسل جنابت اتر جائے گا	=	جسم لگ جانے کے بعد
۱۳۱	وضو عبادتِ ماقصودہ نہیں۔	=	صلیب یا زنار کو چھونے کے بعد
=	مندوب منافی کراہت نہیں	=	بد مذہب کے جسم مجسم بل جانے کے بعد
۱۳۶	متوضی وغاسل کے اعتناء کا حکم ایک نہیں	=	عشقہ اشعار کہنے یا پڑھنے کے بعد
=	جو پانی عضو سے بہہ جاوے وہ مستعمل ہے	=	کوئی بخش بولی بولنے کے بعد
=	وضو میں پیشانی، ناک اور چہرہ ایک عضو ہے	=	اپنی کتاب عورت سے چھو جانے کے بعد
۱۳۷	غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے۔	=	سات آٹھ سالہ بچی کو چھونے کے بعد
۱۳۳	وضو کا پانی ناخن کے اندر کے گناہوں کو کھینچ لیتا ہے	=	اپنی بیوی کو چھونے کے بعد
۱۳۲	بینائی کے گناہوں کو دھو ڈالنا ہے	=	اپنی باندی کو چھونے کے بعد
۱۳۳	امام عظیم متوضی کے ہاں مستعمل کو دیکھ کر اس کے کیا روضہ معارف کو پہچان لیتے تھے	=	بہت بڑی عورت کو چھونے کے بعد
۱۳۵	امام یوسف خلاف اولیٰ تک کو مستعمل میں دیکھ لیتے تھے	=	کسی مرد اور جانور کو چھونے کے بعد
	چھوٹے حوض میں ضرورتاً ہاتھ ڈالنے سے اس کا پانی مستعمل نہیں ہوگا	=	بیوی یا باندی کی انگلی سے
۱۳۶	نجس پانی کو قابل استعمال بنا کا طریقہ	۱۲۵	انگلی چھو جانے کے بعد
۱۳۸	دھوپ اور بجلی سے گرم کئے ہوئے پانی کا حکم	=	کسی نامحرم کے بال یا ناخن چھو جائے
۱۳۹	زیادہ گرم پانی سے برص پیدا ہوتا ہے	۱۲۶	حدث کے بعد فوراً
		=	جنہی کیلئے کھانے پینے سے پہلے
		=	ہر وقت با وضو رہنا بھی مستحب ہے۔

۱۵۹	ودی یا مذی سے وضو ٹوٹ جائے	۱۵۰	موت نجاست حکمیہ کا سبب ہے
=	اخراجِ منی پر پورے بدن کا دھونا	=	مونچھوں کے گھٹانے اور وارھی
=	واجب کیوں ہوتا ہے؟	=	کے بڑھانے کا حکم
۱۶۰	نجاستِ غلیظہ کے احکام میں فرق	=	مونچھیں بڑھانا ہنود و نصاریٰ کا شعار ہے
=	مصنوعی دانت والوں کا غسل	=	شعارِ ہنود کی مخالفت لازم ہے
=	مصنوعی دانت اگر نہیں نکل سکیں	۱۵۱	آدمی کا جھوٹا پاک ہے
=	عبارتِ نرانیہ کی نقل میں احتیاط	=	ہر پاک چیز کا لائقِ اکل و شرب
=	تحلیل و تحریم اختیار رسول میں ہے	=	ہونا ضروری نہیں
۱۶۱	بعض پاک اشیاء کا کھانا حرام ہے	=	جنسی کی مونچھیں اگر پانی کو چھو گئیں
=	آدمی کا جوٹھا پاک ہے	=	تو پانی مستعمل ہو گیا
=	پاک ہونا اسکے حلال ہونے کو مستلزم نہیں	=	بچے مرفوع القلم ہوتے ہیں
=	کافر و مشرک کا جوٹھا اور	=	مرفوع القلم کے حدت و قربت کا
=	اسکے پسینے کا حکم	=	وجود کا عدم ہوتا ہے
۱۶۲	معذور کس کو کہتے ہیں؟	۱۵۳	مجبہوں شک سے یقین متزلزل ہوتا ہے
۱۶۳	معذور کی بعض سہولتوں کا ذکر	=	اناج میں طہارت اصل ہے
=	ایامِ حین سب کے لئے برابر نہیں	۱۵۴	ماہِ مستعمل کی تعریف
۱۶۴	استحاضہ کیا ہے؟	=	ماہِ مستعمل کی قسمیں
=	مستحاضہ معذور کے حکم میں ہے۔	۱۵۵	ماہِ مستعمل کا پینا جائز نہیں
۱۶۳	مستحاضہ اور صحیحین کی ایک روایت	=	حضور اکرم کے ماہِ مستعمل کا استعمال
=	استحاضہ کی حالت میں مجامعت	=	غیر محدث عالم کے پاؤں کا دھون
۱۶۵	کیسے موزے پر مسح کرنا چاہئے	=	بار بار غسل کرنا
=	چمڑے کے موزے یا جس کا تلا چمڑے	۱۵۶	پانی میں بھی اسراف ناجائز ہے
=	کا ہوا اس پر مسح درست ہے	۱۵۷	منی نکلنے سے آدمی جنسی نہیں ہوتا

نمبر	موضوع	نمبر	موضوع
۱۸۳	عوام کو جمعہ اعیاد سے روکا نہ جائے	۱۷۳	کتاب الصلوة (نماز کا بیان)
۱۸۵	ہالینڈ کے موسم سرما کے بعض دنوں میں عصر کا وقت نہیں آتا	۱۷۴	ہالینڈ کی اڑسٹھ راتوں میں عشاء کا وقت نہیں آتا
۱۸۶	ایک دن میں تین سو سے زائد عصر کی نمازیں	۱۷۵	رات و دن میں امت مسلمہ پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں جب نماز کا وقت نہیں آئے تو وقت کو مقدر ماننا ہوگا
۱۸۸	میک کی صدا میں انسانی اور مشین کے ملافتوں کا اشتراک ہے	۱۷۶	خروج دجال کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا
۱۸۹	میک (لاوڈ اسپیکر) سے متعلق علماء کے متفق ہونے کی ضرورت ہے	۱۷۷	شفق ابھرنے کے غائب ہونے سے پہلے نماز عشاء جائز نہیں
۱۸۹	گھڑی کی زنجیریں ممنوع ہیں	۱۷۸	شفق ابھرنے کے قول سے امام عظیم کا رجوع ثابت نہیں
۱۸۹	زیورات میں صرف ایک انگوٹھی بعض شرائط کے ساتھ مردوں کو جائز ہے	۱۷۹	قول ما سے ضرورتاً عدول جائز ہے
۱۸۹	سورہ فاتحہ کے بعد الحاقی سورت میں تاخیر ترک واجب ہے	۱۸۰	مسئلہ خلافت میں تکفیر مسلم جرات علی الشریعہ ہے
۱۸۹	تاخیر ترک واجب ہے	۱۸۱	تحقیق قبلہ کے چار طریقے
۱۸۹	نا سمجھنے والے اگر صرف درمیان گھرے ہو جائیں	۱۸۲	مخالف سمتوں میں قبلہ کا تعین
۱۸۹	مجنونیت و صبیانیت و قطع صفا ہے	۱۸۳	جدھر رخ کرے گا نماز ہو جائے گی
۱۸۹	شافعی امام کی اقتدار کو جائز ہے	۱۸۴	اصطلاح کے بعض ماہرین
۱۸۹	بعض امور میں شوافع کا اتباع مکروہ ہے	۱۸۵	سال بھر کی نمازوں کو اندازہ سے پڑھنے کا حکم
۱۹۰	شافعی امام کی آفدکن صورتوں میں جائز نہیں	۱۸۶	اندازہ کے دو طریقے
۱۹۰	کن صورتوں میں شوافع کی آفدکن مکروہ ہے	۱۸۷	صحت و جواز جمع کیلئے اسلامی
۱۹۱	صحت امامت کیلئے کن باتوں کی ضرورت ہے	۱۸۸	ملک ہونا ضروری ہے
۱۹۱	مقتدیوں کی صحت نماز امام کی صحت	۱۸۹	
۱۹۱	نماز پر موقوف ہے	۱۹۰	
۱۹۲	تلاوت نماز میں اعراب کا بدل جانا	۱۹۱	

۱۹۹	زمانہ اقدس میں کب تکبیر انتقالات پکارتی گئی	۱۹۲	اعراب بدل جانا اور بدل دینا اور ہے بعض صورتوں میں مقتدیوں کو تکبیر
۲۰۰	تکبیر انتقالات کے لئے نصب مکبرین کے جواز و استحسان کا ثبوت	۱۹۳	اقامت ختم ہونے کے بعد کھڑا ہونا چاہئے دیوبندیوں کی اقتدا حرام ہے
۲۰۱	لاؤڈ سپیکر پر ایک مفید بحث کسی شے کی ممانعت محتاج دلیل ہے	۱۹۴	ملک اگر دارالاسلام ہو اس کے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں
۲۰۲	اباحت کیلئے سکوت شرع کافی ہے تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے	۱۹۵	قراۃ معکوسہ تکرار سورت سے سخت ہے نماز کی قراۃ میں چھوٹی سورت کا پھونکا
۲۰۳	صبح صادق تک ہے تراویح وتر کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں	۱۹۶	مکروہ تنہی ہے مگر نماز تراویح میں نہیں طوال مفصل، اوساط مفصل اور
	جماعت کے ساتھ وتر وہی پڑھ سکتا ہے جو نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے	۱۹۷	قصار مفصل کی وضاحت عصر عشاء کی نمازوں میں اوساط مفصل
	ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھنا افضل ہے	۱۹۸	مغرب کی نماز میں قصار مفصل سنت ہے فاسق معین کو امام بنانا حرام ہے
	سورہ فاتحہ کے بعد کسی سورت کو تقسیم کر کے پڑھنا بھی جائز ہے	۱۹۹	فاسق معین کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے موجودہ ترکی گورنمنٹ اہل ہوا ہے
۲۰۴	فجر کی نماز میں فاتحہ کے علاوہ تلوأتیں پڑھنی سنت مستحبہ ہے	۲۰۰	سعودی گورنمنٹ کو اصل شرع سے کوئی واسطہ نہیں
۲۰۵	معتدی کا "کبیرہ تکبیرا" سنکر اللہ اکبر کہہ دینا مفسد نماز نہیں	۲۰۱	ترکی ائمہ مساجد جو صالح امامت ہیں ان کی اقتدا درست ہے
	نماز میں آیت درود یا نام اقدس سنکر عادۃ درود پڑھ لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی	۲۰۲	اذان و امامت اور تعلیم دین پر اجرت لینا دینا ضرورتاً جائز ہے
	امام سے بدگمان ہونا اشد حرام ہے	۲۰۳	نماز میں مکبرین کا متعین کرنا سنت سے ثابت نہیں

۲۱۹	جن لوگوں کو مردہ عورت کے دیکھنے کی اجازت نہیں	۲۰۶	فاسق کی آفتاء میں پڑھی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے
۱۲۰	حنور غوث اعظم کا دھوبی اور سوالات نکیرین کسی روایت کو بے تحقیق بنا نہیں کرنا چاہئے	۲۰۷	تغیر حروف مثلاً عطاء ص کو الف تا اور سین پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے
	مرد کے جنازہ میں جانا حرام ہے	۲۰۸	نستعین کو نستاعین پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے
	اس کی تعزیرت کرنے والوں پر تجدید ایمان و نکاح ہے	۲۱۶	ہجڑے کو غسل و کفن کس طرح دیا جائے
	کافر اصلی کے جنازہ میں بھی شریک نہیں ہونا چاہئے	۲۱۷	ہجڑے میں اگر علامات متعارضہ موجود ہوں
	کافر اصلی سے اگر قربت قریب ہو تو زبانی تعزیرت میں حرج نہیں	۲۱۸	خنثی مشکل کو بجائے غسل کے تیمم کرایا جائے۔
	جنتی جلد ممکن ہو مردہ کو اس کی منزل تک پہنچا دے		خنثی مردہ کے تیمم کی کیفیت تذکیر و تانیث میں اصل تذکیر ہے خنثی کی تدفین کا طریقہ
۱۲۱	صالح و غیر صالح دونوں کی تدفین میں جلدی کرے	۲۱۸	عورتوں کے لئے اجنبی مردوں کو دیکھنا حرج از نہیں
۲۲۲	یورپ میں قبر گاہ کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے یورپ کے اندر تھپی کے دنوں میں دفن کرنا دشوار ہے	۲۱۸	مرد اپنی بیوی کو مرنے کے بعد غسل نہیں دے سکتا
	قبر کی جنتی پر مردہ کا نام وغیرہ لکھنا جائز ہے		عورت اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے
	مانعت کثابت کی حدیث منسوخ ہے		دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں
	فاسق و فاجر مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے	۲۱۹	موت سے رشتہ و نسب منقطع ہو جاتا ہے
۲۲۳	کن مسلمانوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی		جن سے زندگی میں پردہ نہیں تھا وہ سب عورت کو مرنے کے بعد دیکھ سکتے ہیں
۲۲۵			جن پرہ واجباً انہیں دیکھنا نہیں جائیگا

۲۳۱	اگر امام خود تکبیر اقامت کہے	۲۲۵	اکابر علماء اگر فاسق و قاجر کے جنازہ میں شریک نہ ہوں تو بہتر ہے
۲۳۲	تکبیر اقامت بیٹھ کر سننے		بعدِ دفن کی دعاء
=	حتیٰ علی الصلوٰۃ حتیٰ علی الفلاح یا	۲۳۰	اذانِ قبر کی ممانعت پر کوئی دلیل شرع نہیں اور عدم ممانعت جواز کی دلیل ہے جو اذانِ قبر سے روکے وہ قابلِ مواخذہ ہے
=	قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہو		بغیر وضو کے اذان کہنا مکروہ ہے
۲۳۴	ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد کی تعمیر	۲۳۱	لحن (گالگا کر) اذان کہنا فاسق کی کہی ہوئی اذان لوٹانی جاگی کوئی بھی اذان میں کہنا خلاف سنت ہے
۲۳۸	مسجد کی پرانی عمارت شہید کر کے وہاں لہو و لعب کی عمارت بنانا	=	اذان لوٹانی جاگی
=	مسجد کے بوسیدہ سامانوں کی خرید و فروخت	=	کوئی بھی اذان میں کہنا خلاف سنت ہے
=	مسجد کا سامان خرید کر مکان میں لگانا	=	اذان خطبہ کا بھی مسجد میں ہونا مکروہ تحریمی ہے
۲۵۰	امام و متولی اگر مسجد کا سامان اپنے مصرف میں لائے	۲۳۲	خطبہ جمعہ سے پہلے کی اذان زمانہ صحابہ میں بازار میں ہوتی تھی
۲۵۱	عورتوں کی عبادت کے لئے مسجد سے بہتر اس کا گھر ہے	۲۳۲	صرف اذان نماز کا جواب دینا ضروری نہیں
۲۵۲	عورتوں کو خوشبو لگا کر تقریبات میں جانے کی ممانعت	۲۳۶	اذان و اقامت سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے
۲۵۳	عورتوں کو میدانِ جہاد کا ثواب گھری میں ملتا ہے	۲۳۷	اذان میں نامِ اقدس سکرانگوٹھا چومنا مستحب ہے
۲۵۴	علم دین سیکھنے والے عورتوں کا گھر سے نکلنا	۲۳۸	انگوٹھا چومنے والوں کیلئے بشارتِ عظمیٰ اذان کا جواب کن کن حالتوں میں نہیں دینا چاہئے
۲۵۵	دارِ مہی کو سیاہ کرنا غیر مجاہدین کے لئے حرام ہے	۲۳۹	تکبیر اقامت کی مختلف صورتیں امام مصلیٰ امامت پر کس وقت جائے

۲۶۴	خطبہ کے وقت ہر وہ کام منع ہے جو نماز میں منع ہے۔	۲۵۵	اس کو امام بنانا گناہ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے
۲۶۴	خطبہ کے وقت کون لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں؟	۲۵۵	پالینڈ میں صحتِ جمعہ کی بعض شرطیں مفقود ہیں
۲۶۵	تکرارِ سورۃ کن نمازوں میں مکروہ ہے؟ امورِ محسن میں اگر اختلاف ہو	۲۵۶	بالغ ہونے کی نشانیاں اور عمر بلوغ جو لڑکا ۱۲ سال کی عمر میں محترم
۲۶۵	اہل القرآن پہلے ائمہ فقہ کو کہا جاتا تھا آج کل بد مذہب اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں	۲۵۷	ہو جائے وہ امام ہو سکتا ہے ڈارمی کے بال نہ اگنا بالغ امامت نہیں
کتاب الزکوٰۃ (زکات کا بیان)		۲۵۸	امر و کی امامت پر وہ عورتوں کے لئے واجب ہے
۲۶۶	نصابِ زکوٰۃ اور موجودہ اوزان حولانِ حول میں قمری سال معتبر ہے	۲۵۹	اسکرٹ عورتوں کا پردہ نہیں ہوتا جاندار کی تصاویر کی حرمت
۲۶۷	چند نصابوں کی زکوٰۃ کس طرح دیں منفید نقشہ نصاب و زکات	۲۶۰	لوٹ اور کاغذات پر چسپاں تصویریں حالتِ حیض میں کیا پڑھنا ہے یا نہیں پڑھنا ہے۔
۲۶۸	باشمی سید صرف زکوٰۃ کیوں نہیں؟ باشمی حضرات طیب و طاہر ہیں باشمی حضرات کی خدمت بجالانا سعادتِ دارین کا سبب ہے	۲۶۱	حالتِ حیض میں جو روزے چھوٹ جائیں سوئے ہوئے لوگ مرفوع العلم ہوتے ہیں۔
۲۶۹	بد مذہبوں کو زکات دینے سے زکات ادا نہیں ہوتی ادائے زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے۔	۲۶۲	نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ خطبہ جمعہ و عیدین میں غیر عربی زبان کی تلاوت
۲۷۰	کرایہ کی موٹر گاڑی پر زکات نہیں رہائشی مکانات پر بھی زکات نہیں	۲۶۳	خطبہ سنا عبادت ہے

۲۸۱	ادائے زکات کے لئے وکیل بنانا	۲۷۰	بینک میں جمع شدہ رقم پر حصا نصاب ہونا
=	وکیل پر قرض ہے کہ فوراً زکات ادا کرے	=	بینک کی رقم پر زکات کی ادائیگی کب ہوگی
=	زکات کھینچنے پر جو خرچہ ہو وہ زکات میں محسوب نہیں ہوگا	۲۷۳	کاغذی نوٹ من عرنی ہے
=	زکات کی رقم کا خسارہ وکیل پورا کرے	۲۷۵	نوٹوں سے بھی زکات و فطر کی ادائیگی ہو سکتی ہے
=	نابالغ بچیوں کے زیورات پر زکات نہیں	=	ادائے زکات کیلئے اباحت کافی نہیں
=	اسکی زکات ماں باپ پر بھی نہیں اگر تہم	=	زکات مال کا میل کچیل ہے
=	انہوں نے ہی بچیوں کو دیئے ہوں	۲۸۳	مستحقین زکوٰۃ کو بنام تحفہ و عیدی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے
۲۷۶	کاشتکاری کے اصول و ضوابط عرف و رواج پر منحصر ہیں	=	زکا دینے والوں کی نیت کا اعتبار ہے
=	عشر یا نصف عشر مالک زمین اور مزارع دونوں پر ہے	=	زکات لینے والوں کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں
=	زمین کی پیداوار میں جو شریک ہے سب پر عشر یا نصف عشر ہے	=	مال زکات کا نام قرض یا ہبہ رکھ دینا جو غیرت کی وجہ سے سوال نہیں کرتے انہیں دینا زیادہ بہتر ہے
۲۷۷	بالینڈ کے انکم ٹیکس آفس سے زکات کے بعض حصہ کی واپسی	۲۸۲	ادائے زکات کے وقت کی قیمت بھی معتبر نہیں
۲۷۸	قرض سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں	=	چاندی سونے کی خریدگی کی قیمت بھی معتبر نہیں
=	شئی مرہون سے بھی نفع حاصل کرنا جائز نہیں	=	زکات اگر زیادہ دیدی تو آئندہ سال میں محسوب ہو سکتی ہے
=	قرض کی رقم کی زکات قرض دینے والے پر ہے	۲۸۳	اسکول و مدارس کی عمارت میں تملیک کی اہلیت نہیں
=	جو رقم قرض میں مستغرق ہو اسکی زکات کب ادا ہوگی	=	بعض صورتوں میں حیلہ کیا جا سکتا ہے
=		=	حیلہ میں متصدق اور فقیر دونوں کو اب پاتے ہیں

۲۹۱	زمین کی خرید و فروخت پر بھی زکوٰۃ ہے	۲۷۹	مدرسہ کو مشروط طور پر
۲۹۲	دینِ ضعیف اور زکوٰۃ		زکات دی جاسکتی ہے
=	فاسق مسلمان بھی مستحق زکوٰۃ	=	فقیر و مسکین کو کھلا دینے سے
	ہو سکتا ہے۔		زکات ادا نہیں ہوتی
۲۹۳	بہتر ہے کہ نافرمانوں کو زکوٰۃ	=	مدرسہ کی عمارت، مدرسین کی تنخواہ وغیرہ
	نہ دی جائے	=	میں زکات کے پیسے نہیں لگ سکتے
	کتاب الصوم	۲۸۰	حیدر شری بریت خیر
	(روزے کا بیان)		ثواب ہے
	اہلِ نجوم و توقیت کا قول ثبوت	۲۸۷	سو دس کو کہتے ہیں؟
۲۹۴	ہلال میں معتد نہیں	=	سو مالِ خبیث ہے جس کا لوٹنا واجب ہے
	انفصالِ شمس و قمر (ولادتِ قمر) کا علم	=	مالِ خبیث جس مال میں مل جائے
۲۹۵	بھی عند الشیخ معتبر نہیں	=	اس سب کا صدقہ واجب ہے
=	الفاظ کے وہی معنی تحت ہوتے ہیں جو	۲۸۸	مالِ غیر نامی اور اسبابِ غاۓ مثلاً
	جمہور علماء کے نزدیک متعین ہیں	=	فرتج وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں
۲۹۶	صوم کا شرعی و لغوی معنی	=	سال تمام سے پہلے زکوٰۃ نکال دینا چاہئے
	صوم الرویتہ میں رویت کا	=	مستحقین زکوٰۃ کی شادی بیاہ میں
	معنی علم ہو ہی نہیں سکتا		زکوٰۃ کی رقم دینا۔
۲۹۷	شمسی تاریخوں سے قمری مہینوں کا	۲۸۹	رفاہی اداروں میں زکوٰۃ
	تعین شریعت نہیں طبیعت ہے		دے سکتے ہیں یا نہیں؟
=	سعودی میں عیدین وغیرہ کا تعین	۲۹۰	مضار بہ کالقع سرمایہ دار اور
	ام القریٰ کلینڈر سے ہوتا ہے	=	محنت کش دونوں کے لئے ہے
=	نیدرلینڈ کی مسلم تنظیموں کا شرعی حکم	=	تجارت کے نفع پر جوہ زکوٰۃ
			کے لئے سال گزرنا ضروری نہیں

۲۹۹	۲۹۹	۲۹۹	وتر اور سحری عشاء کے تابع ہے
۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	موسم گرما جبکہ تیز لینڈ وغیرہ میں عشاء تہنی کا وقت نہیں آتا انھیں سحری نہ کھانا بہتر ہے
۳۰۱	۳۰۱	۳۰۱	ہندوؤں کی نجاست عقیدے سے بچنا فرض ہے
۳۰۲	۳۰۲	۳۰۲	مشرکین کا غسل جنابت نہیں اترتا
۳۰۳	۳۰۳	۳۰۳	ہندوؤں کی بنائی ہوئی چیزوں سے افطار کر سکتے ہیں
۳۰۴	۳۰۴	۳۰۴	ثواب اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے
۳۰۵	۳۰۵	۳۰۵	روزہ کی فرضیت قطعی ہے
۳۰۶	۳۰۶	۳۰۶	روزہ کی تاکید اکید
۳۰۷	۳۰۷	۳۰۷	روزہ نہ رکھنے پر سخت وعید
۳۰۸	۳۰۸	۳۰۸	ملحد ڈاکٹروں کی نہ مانیں
۳۰۹	۳۰۹	۳۰۹	روزہ صحت کی ضمانت ہے
۳۱۰	۳۱۰	۳۱۰	دعاء افطار پہلے پڑھے یا بعد میں روزہ صحیح ہوگا
۳۱۱	۳۱۱	۳۱۱	افطاری کے بعد دعاء کا پڑھنا سنت ہے
۳۱۲	۳۱۲	۳۱۲	نفیس اور واضح دلیلیں
۳۱۳	۳۱۳	۳۱۳	مخالفین پر روزہ فرض ہے اگرچہ حکم ہو
۳۱۴	۳۱۴	۳۱۴	رمضان کی راتوں میں وظیفہ کی جامعیت
۳۱۵	۳۱۵	۳۱۵	اگر حیض صبح صادق سے پہلے منقطع ہو جائے
۳۱۶	۳۱۶	۳۱۶	استحاضہ کی حالت میں نماز معاف نہیں
۳۱۷	۳۱۷	۳۱۷	استحاضہ کو روزہ رکھنا ہے
۳۱۸	۳۱۸	۳۱۸	
۳۱۹	۳۱۹	۳۱۹	
۳۲۰	۳۲۰	۳۲۰	
۳۲۱	۳۲۱	۳۲۱	

روزہ میں فتن تولین کا استعمال

احلیل میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا

ماہ رمضان اور مانع حیض دوائیں

مانع حیض دوا کا استعمال

تقدیر الہی میں مداخلت ہے

یورپ اور اوقاف الصلوٰۃ

خوف ہلاکت میں افطار کی اجازت

جہاں رات ہی نہ ہو وہاں روزہ کیسے؟

روزہ میں عامۃ المسلمین کی موافقت

ایک شخص کی ریت ہلال اور ماہ شوال

ثبوت ہلال کیلئے نصاب شہادۃ ضروری؟

سحری کیلئے جگانا اچھا کام ہے

زمانہ اقدس میں تہجد کے لئے اذان

افطار و سحری کیلئے سائرن اور توپ

مخصوص راتوں میں چراغاں

شب ولادت قدرتی روشنی کا اہتمام ہوا

خلافت فاروقی میں مسجدوں کے اندر چراغاں

روزہ کھانے والوں کی سزا

شش عید کے روزے واجب ہیں یا سنن؟

شش عید کے روزے کب اور کیسے؟

۲۲۷	ہر سفر میں ہر عورت کے لئے محرم یا شوہر ساتھ چاہیے	۲۲۲	کتاب الحج والزیارۃ حج و زیارت کا بیان
=	فرضی محرم بننا	=	عورتوں کا تنہا سفر کرنا حرام ہے
=	جو بے محرم کے حج کرے یا کروائے اس سے قطع تعلق کرنا چاہیے	=	فاسق محرم کے ساتھ سفر کرنا بھی حرام ہے
=	بے محرم کے حج تو ہو جانا ہے مگر حائضہ شدید گنہگار ہوتی ہے	=	نابالغ محرموں کے ساتھ سفر پر جانا حرام ہے
=	بے محرم کے نفل حج ناجائز ہے	=	یورپی عورتوں یا فانی مردوں کے ساتھ سفر کرنا بھی حرام ہے
۲۲۹	ہر طواف کے بعد دو رکعت واجب ہے چند طوافوں کے تمام نماز طواف بے عذر ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے	۲۲۳	تنہا سفر کرنے میں مشکلات کا بیان بغیر محرم کے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کرنے میں بچھو وجوہ ممانعت
=	وقت مکروہ میں اگر چند طواف کئے گئے تو عورت اگر درمیان سفر بے محرم ہو جائے یا شوہر مر جائے	=	حج اور اشاعتِ دین کے لئے بھی بے محرم سفر کرنا حرام ہے
۲۳۰	بے محرم عورت کب اپنے سفر کو جاری رکھ سکتی ہے کب نہیں	=	منصوص مسائل میں رخصت نہیں زمان و مکان کے بدلنے سے منصوص مسائل نہیں بدلتے
=	معتد وثقات عورتوں کے ساتھ کب سفر کر سکتی ہے	=	لاکھوں کروڑوں روپے ہوتے کے باوجود حج فرض نہیں
=	جو عورت جدہ پہنچ کر بے محرم ہو جائے بغیر محرم کے حج کرنا کس صورت میں درست ہے؟	۲۳۵	شہوت کا مال، مالِ مغبوب کی طرح ہے تراجات حج میں حلال بیوں کے ساتھ رام مال مل جائے تو وہ حج مردود ہے
=	جس کا محرم مکہ میں مر گیا وہ وطن کیسے آئے گی؟	=	خس کے حج کر سکتے ہیں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہیے
=		=	
=		۲۳۷	

۳۳۶	زیارت اقدس کے وقت ایسا کھڑا ہو جیسے نماز میں	۲۳۰	ہر عذر و مجبوری ضرورت شرعی نہیں حج فرض ہونے پر اسکی ادائیگی میں
=	عکالمصلیٰ اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے تمام احوال سے باخبر ہیں	۲۳۲	تاخیر گناہ سے بیوی کو ادائے فرض سے روکنا گناہ کبیرہ ہے
=	مواہبہ شریف کی جالی مبارک کو نہ چھوئے نہ چومے	=	اگر محرم میسر ہو تو بے اجازت شوہر بھی حج کر سکتی ہے
۳۳۹	تصاویر کی حرمت واضح ہے	۲۳۳	معطر مطبوخہ کے استعمال سے کفار نہیں پکائی ہوئی چیزوں سے عطر کیونکر
=	بعض تصاویر کی ایاحت اجازت پاسپورٹ وغیرہ کی تصویریں	=	زائل ہو جاتی ہے پکایا ہوا مشروب اگرچہ معطر ہو محرم کو
۳۴۰	تصویر کی ہیئت بدل دی جائے تو متمتع پر طوافِ قدم نہیں	=	حجائز سے نجدی بلا عظیم ہے
۳۴۱	چند طوافوں کی نماز کو جمع کرنا وقوف مزدلفہ کا وقت	۳۳۴	حج ٹیکس مسلمانوں کو حج سے روکنے کی کوشش ہے
۳۴۲	مسنی وغیرہ میں اذان فجر کا وقت وقوف مزدلفہ واجب ہے	=	نجدی گورنمنٹ خدائی گرفت میں آنے والی ہے
۳۴۳	وقوف مزدلفہ اور بعض معذورین ری کیلئے شکاوت عذر نہیں	=	ظالمانہ ٹیکس حج یا ادائے حج کیلئے شرعاً مانع نہیں
=	عذر شرعی کی تعریف نیابت کب صحیح ہے	۳۳۵	اس دور میں نوافل حج سے بہتر دوسرے افعال حسنة کی انجام دہی ہے
۳۴۶	دم کے لئے تاریخ یا وقت مقرر نہیں ہر حج کے ساتھ زیارت اقدس ہے	=	زیارت اقدس کے وقت مبارک عالی سے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے
۳۴۷	اہل تکبر پر زیارت کا وجوب ٹوک دیا ہے	۳۳۵	زیارت اقدس کے وقت قبلہ شریف کو پیٹنا چاہئے
۳۴۸		=	

۳۵۵	صدقہ واجبہ کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے		
۳۵۶	نحسی بکرے کی قربانی افضل ہے		
=	بکرے کے فوطوں کا نکال دینا		
=	عیب نہیں بلکہ بہتر ہے		
=	نحسی کی قربانی کسی عیب والے		
=	جانور کی قربانی نہیں ہے		
۳۵۹	حاملہ گائے کی قربانی		
۳۶۰	اگر حمل کا علم پہلے سے ہو جائے		
=	قربانی کے جانور کو اگر پیدائشی طور پر کھن ہو	۳۴۹	
۳۶۱	گائے، اونٹ میں سات حصوں تک قربانی		
۳۶۲	قربانی کی نیت کے جانور خرید بھرنے والا	۳۵۰	
=	اگر کھن سوکھا ہوا ہو تو اس کی قربانی	=	
۳۶۳	کتاب النکاح والطلاق	۳۵۱	
	نکاح و طلاق کا بیان	۳۵۲	
=	جواز نکاح کیلئے کفایت ضروری ہے	=	
۳۶۳	کفو در برابری کن باتوں میں ہونی چاہئے	=	
=	کفو کی واضح مثالیں	۳۵۳	
۳۶۳	کفایت مرد کی طرف سے یا عورت		
=	کی طرف سے؟	۳۵۴	
=	کفایت بالذات اور تالیذ دونوں کیلئے چاہئے	=	
۳۶۵	اولیاء اقرب کی رضا کے بغیر اگر		
	بالذات غیر کفو سے نکاح کرے		
			کتاب الاضحیہ
			(قربانی کا بیان)
			حرم قربانی کا تصدق واجب نہیں
			اگر حرم قربانی کو منافع حاصل
			کرنے کیلئے بیچ دیا
			حرم قربانی کسی امام و مؤذن یا کسی
			انجمن وغیرہ کو دے سکتے ہیں
			قربانی کے جانور کی مقررہ عمر میں اگر ایک
			دن بھی کم ہے تو اس کی قربانی نہیں۔
			الضمان سے مراد
			بھیر اور ذنبہ کا فسق
			چھ ماہ بھیر بکری کی قربانی درست نہیں
			الجنین کا اطلاق
			حاملہ جانوروں کی قربانی جائز ہے
			الجنین کو بھی ذبح کرنا ہے
			الجنین اگر مردہ ہو تو اس کا کھانا حرام ہے
			ذبیحہ کے بعد الجنین کو کھانا
			طبیعت پر منحصر ہے
			قربانی کی کھال کا وہی حکم ہے
			جو اس کے گوشت کا
			حرم قربانی مدرسہ مسجد انجمن طلبہ غیر
			طلبہ امیر غریب سب کو دے سکتے ہیں

۳۷۵	تفریق بین الزوجین کی ایک وجہ ہے	۳۷۵	تفریق بین الزوجین کی ایک وجہ ہے
	عدم کفالت میں نکاح کرنا بھی ہے		عدم کفالت میں نکاح کرنا بھی ہے
	بالذکر کسی کو ولایت اجبار نہیں		بالذکر کسی کو ولایت اجبار نہیں
	غیر کفو میں اصلاً نکاح جائز نہیں		غیر کفو میں اصلاً نکاح جائز نہیں
	جو نکاح جائز و منعقد نہ ہو اسکے		جو نکاح جائز و منعقد نہ ہو اسکے
	فسخ کی ضرورت نہیں		فسخ کی ضرورت نہیں
	غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر		غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر
	اجتماع ہے		اجتماع ہے
	شرع شریف کا حکم تا قیام قیامت رہے گا	۳۶۷	شرع شریف کا حکم تا قیام قیامت رہے گا
	قریش قریش کا کفو ہے خواہ کوئی		قریش قریش کا کفو ہے خواہ کوئی
	حساندان ہو		حساندان ہو
	انصار و مہاجر ایک دوسرے کے کفو ہیں		انصار و مہاجر ایک دوسرے کے کفو ہیں
	عربی عربی کا اور عجمی عجمی کا کفو ہے		عربی عربی کا اور عجمی عجمی کا کفو ہے
	عجمی عالم عربی کا کفو ہے		عجمی عالم عربی کا کفو ہے
	خاندان و قبائل تعارف کے لئے ہیں		خاندان و قبائل تعارف کے لئے ہیں
	شرافت و رذالت کی بنیاد خاندان نہیں	۳۶۹	شرافت و رذالت کی بنیاد خاندان نہیں
	شرافت و رذالت میں عرف کا بھی اعتبار ہے		شرافت و رذالت میں عرف کا بھی اعتبار ہے
	عافلہ بالغہ کا نکاح بے رضا اولی بھی		عافلہ بالغہ کا نکاح بے رضا اولی بھی
	نافذ ہے		نافذ ہے
	سالی سے زنا پر حرمت مصاہرت نہیں	۳۷۱	سالی سے زنا پر حرمت مصاہرت نہیں
	زنا کا کفارہ سچی تو ہے		زنا کا کفارہ سچی تو ہے
	سالم کو لہو شہوت بھونے یا بوسہ		سالم کو لہو شہوت بھونے یا بوسہ
	لینے سے حرمت مصاہرت		لینے سے حرمت مصاہرت
۳۷۱	حرمت مصاہرت کے بعد منار کہ ضروری ہے		حرمت مصاہرت کے بعد منار کہ ضروری ہے
۳۷۲	شوہر منار کہ نہ کرے تو عورت قاضی		شوہر منار کہ نہ کرے تو عورت قاضی
	سے تفریق کی درخواست کرے گی		سے تفریق کی درخواست کرے گی
	حرمت مصاہرت کے لئے دونوں		حرمت مصاہرت کے لئے دونوں
	کاشتہاۃ ہونا ضروری ہے		کاشتہاۃ ہونا ضروری ہے
	ضعیفہ فانیه کو شہوت سے بچونے پر		ضعیفہ فانیه کو شہوت سے بچونے پر
	کیا حکم ہے؟		کیا حکم ہے؟
	جو مشہاۃ ہو چکی وہ کبریٰ کی وجہ سے		جو مشہاۃ ہو چکی وہ کبریٰ کی وجہ سے
	اس دائرہ سے نہیں نکل سکتی	۳۶۷	اس دائرہ سے نہیں نکل سکتی
۳۷۳	بارہ سالہ لڑکا عموماً مشہی ہوتا ہے	۳۶۸	بارہ سالہ لڑکا عموماً مشہی ہوتا ہے
	یورپ میں بارہ سالہ لڑکا عموماً		یورپ میں بارہ سالہ لڑکا عموماً
	بالغ ہو جاتا ہے		بالغ ہو جاتا ہے
	حرمت مصاہرت سونے جاگنے بھول		حرمت مصاہرت سونے جاگنے بھول
	چوک ہر طرح ثابت ہو جاتی ہے		چوک ہر طرح ثابت ہو جاتی ہے
۳۷۴	رضاعی بھائی کے کسی بھائی سے رضاعی		رضاعی بھائی کے کسی بھائی سے رضاعی
	بہن کا نکاح نہیں ہو سکتا	۳۶۹	بہن کا نکاح نہیں ہو سکتا
	نسب کی وجہ سے جو نکاح حرام ہو		نسب کی وجہ سے جو نکاح حرام ہو
	رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہے		رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہے
	رضاعی بہن کی دوسری بہنیں		رضاعی بہن کی دوسری بہنیں
	رضاعی بہن نہیں ہوتیں	۳۷۱	رضاعی بہن نہیں ہوتیں
	رضاعت دودھ پلانے والی اور دودھ		رضاعت دودھ پلانے والی اور دودھ
	پینے والوں کے درمیان ہے		پینے والوں کے درمیان ہے
۳۷۵	ایک نکاح میں دو حقیقی بہنوں کی ہے		ایک نکاح میں دو حقیقی بہنوں کی ہے

۳۷۹	بے نمازی کسی شریف زادی کا کفو نہیں	۳۷۵	طرح دورضاعی بہنوں کو بھی جمع کرنا حرام ہے
=	ڈاڑھی منڈا بنات صالحین کا کفو نہیں	=	دورضاعی بہنیں ایک نکاح میں جمع
۳۸۲	خيار طلاق قبل از نکاح عبت ہے	=	ہو جائیں تو تفریق فرض ہے
=	طلاق تابع نکاح ہے	=	جو دو بہنوں کو جمع کرے اس سے مقاطعہ واجب ہے
=	خيار طلاق کیلئے الفاظ صریح چاہئے	۳۷۶	نکاح میں باپ سے زیادہ اختیار بالغ بیٹیوں کو ہے
=	نسبت طلاق بھی واضح ہونی چاہئے	=	باپ نے اگر غیر کفو میں یا غین قاتل کے ساتھ
=	نکاح نامہ میں خيار طلاق نہیں ہونا چاہئے	=	نکاح کر دیا تو بیٹی کو فسخ کا اختیار نہیں
=	نکاح نامہ کا رواج بدعت ہے	=	مہر میں غین قاتل فسخ نکاح کا سبب ہے
=	خيار طلاق اگر تحریری ہو تو بہتر ہے	=	ولی اقریب کے ہوتے ہوئے ماں بھی
=	خيار طلاق عموم وقت کے ساتھ	=	نکاح نہیں کروا سکتی
=	عورت کے حق میں مفید ہے	۳۷۷	فاسق، صالحہ کا کفو نہیں
۳۸۳	بیوی کل نان و نفقہ ہر حال میں شوہر پر ہے	=	فاسق، صالحین کی فاسقہ بیٹی کا
=	(الاکہ وہ ناشترہ ہو جائے)	=	بھی کفو نہیں
=	کافروں کو بھی دھوکہ دینا حرام ہے	۳۷۸	نکاح صحیح کے بغیر حلالہ صحیح نہیں
=	بعد نکاح ایک بار جماع کرنا ضروری	=	حلالہ کیلئے شوہر ثانی سے مجامعت اسی
۳۸۵	حق زن ادا (ایک بار جماع) نہ کرنے پر	=	وقت مفید ہے جبکہ نکاح صحیح ہو
=	بیوی کو مطالبہ تفریق حاصل ہو جانا ہے	=	بے رضامندی بالغہ اگر اپنی مرضی سے غیر کفو میں
۳۸۵	اگر برضا طرفین سالوں سال میاں	=	نکاح کرے گی تو نکاح صحیح نہیں ہوگا
=	بیوی جدار میں تو کوئی حرج نہیں	۳۷۹	جس کی بد مذہبیت حد کفر تک پہنچ گئی
۳۸۶	چار ماہ سے زیادہ جدائی بے اذن زوجہ	=	ہو اسے صحیح کہنا کفر ہے۔
=	نہیں ہونی چاہئے	=	جو دیوبندی و مرزائی کو صحیح کہے
=	بے عذر چار ماہ تک ترک جماع جائز نہیں	=	اس پر توبہ اور تجدید ایمان سے
=	بیوی کو ماں کہنا تھیٹ اور گناہ ہے	=	وکالت موجودہ پیشہ کرنا الا شریف دی کا کفو نہیں

۴۲۹	سے بھی ہو جاتی ہے کثرت آبادی یا رزق کے خوف سے ضبط تولید حرام ہے۔	۳۸۷	شوہر کو باپ کہنا بھی جھوٹ ہے بیوی کو ماں کہنے پر کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ ہے
۴۳۰	ضبط تولید کی وجہ سے زنا کاری بڑھی	=	توبہ سے پہلے کچھ صدقہ کر دینا بہتر ہے
۴۳۱	بحالت عذر ضبط تولید کی اجازت	=	ظہار کیسے ثابت ہوتا ہے
۴۳۲	ادارہ شرعیہ بہار کی داغ بیل	=	بیوی کی طرف سے ظہار نہیں ہوتا
۴۳۳	دارالقضاء کے قیام کی تائید اکابر اہل سنت نے فرمائی	۳۸۸	حمل کی اقل و اکثر مدت بے مقاربت زوجین چار سال کے بعد بھی جو بچہ پیدا ہو وہ اپنے باپ ہے
=	مولانا عبید الرحمن پورنوی نے کلیدی کام انجام دیا	=	جب تک نکاح صحیح موجود ہے مولود ولد حرام نہیں
۴۳۱	کتاب البیوع (خرید و فروخت کا بیان)	۳۸۹	محافظة نسب میں حد درجہ مبالغہ شرعیہ کو محبوب ہے
=	نو ایجاد اشیاء کا منافع رجسٹریشن کے ذریعہ محفوظ کیا جاسکتا ہے	۴۲۵	خون لینے دینے سے رشتہ نہیں بننا
=	مال کی طرح منافع کی بھی خرید و فروخت جائز ہے	۴۲۶	نسب اور رضاعت کے رشتے ایک ہیں
=	جو رجسٹریشن قابل انتفاع ہو وہ مال کے حکم میں ہے	۴۲۷	فلموں میں منعقدہ نکاح منعقد ہیں
=	حق تصنیف کا رجسٹریشن (قانونی) محافظة جائز ہے	۴۲۸	فلمی منکوحہ عورتوں کا نکاح بغیر طلاق یا فسخ کے دوسرے سے نہیں ہو سکتا
۴۳۲	حق تصنیف کی خرید و فروخت جائز ہے	=	ہنسی، مذاق میں بھی نکاح و طلاق واقع ہو جاتی ہے
=	جو کتابیں مخرب اخلاق ہوں انکی خرید و فروخت یا اس کا رجسٹریشن جائز نہیں	۴۲۸	طوائف کی بیٹی کسی کے نطفہ سے ہو اس کے زانی پر حرام ہے
=		=	حرمت مصاہرت زنا بلکہ چھونے

۴۲۸	اسکی تلافی واجب ہے ایک مکان کی مختلف منزلیں مختلف	۴۲۳	جو نام کسی کہینی وغیرہ کیلئے مختص ہو چکا ہو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں
=	خریداروں کے ہاتھ بیچنا جائز ہے فضا کی خرید و فروخت ائمہ حنفیہ	=	معاشی مفاد (گڈویل) کی خرید و فروخت جائز ہے
=	کے نزدیک درست نہیں جو مسد منصوص نہ ہو اس میں عرف	۴۲۴	ٹریڈ مارک کو جتنی قیمت میں چاہے بیچ سکتا ہے
=	مصلحت کی وجہ مذہب غیر ریکل درست ہے فضا کی بیع کی ایک صورت	=	ضرر برداشت کرنے اور ضرر پہنچانے دونوں کی ممانعت ہے
=	جو تختانی منزل کا مالک ہو وہی زمین کا مالک ہوگا	۴۲۵	کسی کے سامان کی نقل اٹا کر اسے نقصان پہنچانا جائز نہیں
=	جو اعلیٰ منزل کا مالک ہو وہ فضا کا مالک ہوگا	=	ریلوے وغیرہ کے ٹکٹوں کی نقل اٹا کر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے
=	تختانی و فوقانی منزلوں کے مالکوں کو اپنے تحت فوق میں نقصان تصرفاً کا اختیار نہیں	=	کرنسی نوٹ اور پاسپورٹ وغیرہ گورنمنٹی اثاثہ کی نقل اٹا کر حکومت اور عوام دونوں کو دھوکہ دینا
۴۲۹	لائسنس مال کے حکم میں ہے عمومی لائسنس کی خرید و فروخت جائز ہے	۴۲۶	جن کتابوں کی اشاعت محفوظ ہوا نہیں کوئی دوسرا چھاپ نہیں سکتا
=	خصوصی لائسنس کی اپنے طور پر تغیر و تبدیل جائز نہیں	=	جن کتابوں کی اشاعت ممنوع ہے اسکی کاپی بھی ممنوع ہے
=	کار، بندوق وغیرہ کا لائسنس بیچنا حسب جائز نہیں	=	تفسیر حدیث کے مضامین اور مسائل میں پر کسی فرد واحد کا احبارہ نہیں
۴۵۰	پل وغیرہ کا ٹھیکہ لینا جائز ہے ٹھیکہ کے کاغذات کی بیع و شراہ بھی جائز ہے	۴۲۷	دوسروں کی مصنوعات پر اپنا لیبل لگانا دھوکہ دہی اور حق تلفی ہے حق تلفی سے صانع کا جو نقصان ہوا

۲۵۲	ہی مقصود ہوں انکی بیع جائز ہے	۲۵۰	بعض حقوق کی بیع و شراہ عموم بلوئی کی وجہ سے ہے
۲۵۳	پھل کے بعض درخت گلداز بعض پھلدار ہو گئے اسکی بیع جائز ہے	۲۵۱	معدوم اشیاء کی خرید و فروخت جمہور علماء کے نزدیک ناجائز ہے
۲۵۴	خریدار اگر درختوں کو نقصان پہنچائے تو تاوان دینا ہوگا	۲۵۱	فاسد خرید و فروخت کے ساتھ نفع اٹھانا حرام ہے
۲۵۵	اگر باغ مختلف نوع کے پھلوں پر مشتمل ہو تو سب کی بیع بیک وقت ناجائز ہے	۲۵۱	بازار میں بکنے والے پھلوں کی نوعیت اور اس کا حکم
۲۵۵	سبزی اور ناقابل استعمال کیری کی بیع سبزی اور پودوں کی بیع و شراہ کا حیلہ	۲۵۱	تعاہل و راج کا شرع میں اعتبار ہے
۲۵۶	جہاں پودوں کو پورے موسم میں زمین پر پڑے رہنے کا رواج ہو بعض درختوں کے استثناء کے ساتھ باغ کی بیع	۲۵۱	نصوص شرعیہ کے بالمقابل تعادل کو پیش نہیں کیا جائے گا
۲۵۷	اجرت معدوم و مجہول کا فرق	۲۵۱	معدوم پھلوں کی بیع بیع معاوم یا بیع سنین ہے
۲۵۸	اجرت معدوم کو معلوم بنانے کی صورت قفیر طمان کی وجہ ممانعت	۲۵۱	ہر تعادل شریعت کی اساس نہیں جو تعادل نصوص کے خلاف ہو اسے چھوڑنا واجب ہے
۲۵۹	اجرت معدوم کیونکر درست ہے سرمایہ اور محنت کی شرکت کن صورتوں میں جائز	۲۵۱	بیع سلم کے جواز کیلئے چند شرطیں ہیں بیع سلم کو معدوم پھلوں کی بیع پر قیاس نہیں کر سکتے
۲۶۰	عموماً سرمایہ دار عامل محنت شعار کا استحصال کرتا ہے	۲۵۱	بیع و شراہ میں تجاوز عن الشرع سے بیع فاسد ہو جاتی ہے
۲۶۱	شرکت کی تجارت دونوں کے لئے نفع بخش ہوتی چاہئے	۲۵۲	درخت کے پھل جب تک قابل انقضاء نہ ہوں اسکی بیع و شراہ جائز نہیں
۲۶۲	بعض مزدوری عرف و عادت پر	۲۵۲	جن درختوں اور پودوں کے پھول

۴۶۳	گوبر کی خرید و فروخت جائز نہیں		منحصر ہوتی ہے
۴۶۴	سور کا بال جو ناگانتھنے کیلئے جائز ہے	۴۵۹	ہندوستان میں دھان وغیرہ کی کٹائی پر
=	سور کے بال کی تجارت حرام ہے		مزدوری معدوم ہوتی ہے
=	انسانی خون کے بیچنے سے جو آمدنی	۴۶۰	یورپین لوٹری بھی ہمارے حکم میں ہے
=	ہوئی وہ خبیث ہے	=	حزبی غیر مسلموں کے ساتھ عقد فاسد
۴۶۵	انسانی بالوں سے فائدہ اٹھانا	=	جو عقد دو مسلمانوں کے درمیان ممنوع
=	انسانی بالوں کی خرید و فروخت	=	ہے وہ کافروں کے ساتھ ممنوع نہیں
=	جانوروں کے بالوں کو استعمال	=	لوٹری کا ٹکٹ خریدنا حرام ہے
۴۶۶	کرنے میں حرج نہیں	=	یورپ میں لوٹری کے ذریعہ جو انعام
=	ٹائیلون کے بال بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں	=	ہے وہ مباح ہے۔
=	زیر زینت مسلمانوں کی تجارت جائز ہے	۴۶۱	مسلمانوں کا مال مالِ معصوم ہے
	کتاب الذبائح	=	بعض غیر مسلموں کا مال مالِ مباح ہے
۴۶۷	(ذبیحہ کا بیان)	=	مالِ معصوم و مباح کے لین دین
۴۶۷	ذبح شرعی کی دو قسمیں ہیں	=	میں کمی بیشی ربی نہیں
=	ذبح اختیاری و اضطراری کی تعریف	۴۶۲	زندگی کا بیمہ جائز ہے جبکہ کسی
=	اہلی اور وحشی جانور	=	نا جائز شرط سے مشروط نہ ہو
۴۶۸	ذبح اختیاری کی شرطیں	=	جو رقم گورنمنٹ خود دیتی ہے اس کا لینا مباح
=	ذبح حلقوم کے کس حصہ میں ہونا چاہئے	۴۶۳	عند الضرورة خون کے ذریعہ علاج جائز ہے
=	کفار و مشرکین اور مرتدین کا ذبیحہ	=	خون کی بیج پر کوئی دلیل جواز نہیں
=	آجکل کے عام عیسائی و یہودی	=	کتاب سنت سے اس کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے
=	بد مذہب و بد دین ہیں	۴۶۴	بقدر حاجت خون کا خریدنا جائز ہے
۴۶۹	ذبح اختیاری و اضطراری میں خصوصی فرق		مگر بیچنا مکروہ تحریمی ہے
			گوبر سے کھا دینا جائز ہے

۴۶۹	عموماً عیسائی لوگ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت جبریل کے نام سے ذبح کرتے ہیں لہذا ان کا ذبیحہ حرام ہے	۴۶۹	بسم اللہ کبھی جانور پر کبھی آلاہ ذبح پر ضروری ہے
۴۷۰	حرام مرغیوں کے بچس پر حلال کا لیبیل ذابح کے ذہن و فکر میں لفظ اللہ ہونا ذبح کیلئے کافی نہیں	۴۷۰	شکار کن شرائط کے ساتھ حلال ہے ناقل و مفتی کو اپنے مذہب پر فتویٰ دینا واجب ہے
۴۷۱	ذبح کی وقت بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے صرف اللہ اکبر یا اللہ کہا جب بھی ذبیحہ صحیح ہے	۴۷۱	ان کے اختلافات جانتے کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ کرے
۴۷۲	۹۹۹ مرغیوں کو اللہ کے نام پر ذبح کیا مگر ایک بغیر بسم اللہ کے پھر ہزار مرغیوں کو ملا دیا تو کسی کا کھانا حلال نہیں	۴۷۲	ذبح سے پہلے جانوروں کو اذیت دیکر بیہوش کرنا حرام ہے
۴۷۳	بیہوش جانور کے جسم سے وقت ذبح کافی خون نکلا تو وہ حلال ہے	۴۷۳	صحت ذبح کے لئے جانور کا زندہ ہونا ضروری ہے
۴۷۴	جو اہلی جانور بجلی کا ہتھوڑا یا پستول کی گولی لگنے سے بے حس و حرکت ہو گیا اسکو ذبح کرنا غیر مفید ہے	۴۷۴	مشین کے اندر ذبح ہونے کی صلاحیت نہیں ذبح کیلئے یعقل التسمیہ کی بھی قید ہے
۴۷۵	کتنے گرم پانی میں مرغی کو ڈالنے سے اسکی نجاست گوشت میں سرایت کرتی ہے عام مرغیاں ذبح کے بعد گرم پانی میں ڈالی جاتی ہیں	۴۷۵	صحت ذبح کے لئے ذابح اور معین ذابح دونوں پر بسم اللہ پڑھنا ہے
۴۷۶	بہتر یہ ہے کہ گرم پانی میں ڈالنے سے پہلے اسکی نجاست دور کر دی جائے	۴۷۶	ذابح اور معین ذابح میں سے کسی ایک نے بھی بسم اللہ نہیں کہا تو جانور حرام ہے
۴۷۷	حلقوم سے خون کے اثر کو زائل کر دینا بہتر ہے	۴۷۷	مشین ذبیحہ مردار و حرام ہے
۴۷۸		۴۷۸	مرد اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے جب بھی اس کا ذبیحہ مردار ہے
۴۷۹		۴۷۹	ذبح میں بسم اللہ کے ساتھ اگر کوئی اور نام ملائے تو ذبیحہ مردار ہے

۵۳۰	<p>بہتر صدقہ ہے جسکے بعد آدمی محتاج نہ ہو آدمی بخیل بنے نہ فضول خرچ نام آوری کے لئے خرچ کرنا بخیلی سے زیادہ بُرا ہے</p>	<p>کتاب الحظر والاباحۃ (متفرق مسائل کا بیان)</p> <p>جس انگوٹھی پر ایسے جلالت یا اسم رسالت ہو اس کے ساتھ بیت الخلاء جانا نہایت بُرا اور شرعاً اسات کے حکم میں ہے جس انگوٹھی یا لوٹ پر حرف بتجا ہو اس کے ساتھ مکروہ ہے</p>
۵۳۱	<p>مردوں کو اپنے محرمات کے مصافحہ کی اجازت غیر محرمات کے مصافحہ کرنا ناجائز و بد انجام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیر عورت کے بھی مصافحہ نہیں فرمایا</p>	<p>مطلقاً حروف کا ادب شرع کو محبوب ہے اخبارات کا استعمال دسترخوان کیلئے تکیہ یا ایسے رومال کا استعمال جس پر حروف کشیدہ ہوں مکروہ ہے جو تعویذ یا انگوٹھی غلات میں پوشیدہ ہو اسکے ساتھ ٹولیت جانا جائز ہے</p>
۵۳۲	<p>کتابیہ یا مشرکہ عورتیں غیر محرمات ہیں خالق عزوجل کی نافرمانی کر کے کسی کے رسم و رواج کا پاس نہیں کیا جائے گا دین کے بنیادی مسائل کا سیکھنا مردوں کی طرح عورت پر بھی فرض ہے بقدر استطاعت دین میں تفقہ کرنا ہر عورت پر فرض ہے</p>	<p>۵۲۸</p> <p>۵۲۹</p> <p>ذات وصفات الہیہ پر حلف درست ہے قرآن عظیم (کلام الہی) صفت قدیمی مدنی پر بیہ اور مدعا علیہ پر حلف ہے اگر مدعا علیہ حلف لینے سے انکار کرے صدقہ نافلہ کی کوئی مقدار شرعاً مستعین نہیں عام لوگوں کو میانہ روی کا حکم ہے جو عظمتوں کے اعتبار سے عظیم ہیں وہ جتنا چاہیں خرچ کریں ایک صحابی کا عبرتناک واقعہ</p>
۵۳۳	<p>مجلس علمی میں کن شرطوں کے ساتھ عورتوں کو شریک ہونا چاہئے ڈارمی بچہ (عنفقہ) ڈارمی کا خاص حصہ ہے زریب بالوں کو مونڈنا حرام ہے زخسار یا حلقوم کے بالوں کو صاف کرنا جائز ہے گودنا گودوانا یا گودنا حرام ہے چہرہ کا بال اکھیرنے سے پرہیز کرے</p>	<p>۵۳۰</p>

۵۲۸	عالم دین کو توہین کے ارادہ سے { مولویہ کہنا کفر ہے	۵۲۳	ابرؤں کے بال مونڈنے سے بچے کہ حرام ہے { سونا کا دانت لگوانا تصنیع مال ہے { جو حرام ہے
۵۲۹	ایک ہی آدمی پر بار بار تجدید ایمان و { نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے { کرسمس ڈے غیر مستند تاریخ ہے	۵۲۵	اپنی زیب و زینت کا اظہار غیر شوہر { پر جائز نہیں { عورتوں کی آواز مطلقاً پردہ نہیں { آواز میں لطافت و نزاکت کا اظہار { ہو تو وہ آواز پردہ ہے
۵۳۰	یہ ایک حادثہ تو ہمارے جس کا ثبوت { عیسائیوں کے پاس نہیں { کرسمس ڈے پر اربوں ڈالر کی شراب { اور آلتشازی خریدی اور بیچی جاتی ہے {	۵۲۶	عورت و مرد کے درمیان ضروری { باتیں ہو سکتی ہیں { البتہ دونوں کا دو بدو ہو کر بات { چیت منع ہے { حرام ہی کی طرح مقدّمہ الحرام بھی { حرام ہے { عورتوں کو غیر محرموں کے سامنے { نرم لہجہ میں بات نہیں کرنی چاہئے { ثانی اور مصالح میں زمین و آسمان { سے زیادہ دوری ہے { اللہ تعالیٰ مصالح کائنات ہے مگر { ثانی ہرگز نہیں { اللہ تعالیٰ کو ثانی کہنا کفر و جہالت ہے { کسی عالم دین کو مولویہ کہنا { اس کی توہین ہے {
۵۳۱	جو بات کسی غیر قوم کا مذہبی یا قومی شعار { بن جائے اس بات مسلمانوں کو دوڑ لازم { کرسمس ڈے کے موقعہ پر جتن چیزوں سے { عیسائی لوگ اپنے گھروں کو سجاتے ہیں { ان اپنے گھروں کو سجانا حرام ہے { کرسمس ڈے کے موقعہ پر انہیں تحفہ دینا { یا ان سے لینا ممنوع ہے { کرسمس ڈے کی تعظیم و توقیر کفر ہے { مبارکبادیوں کا تبادلہ بھی ناجائز ہے { آلتشازی یوں بھی حرام ہے کہ کرسمس { کے موقعہ پر اس کی حرمت المصانف { ہو جاتی ہے { نکاح کا اعلان لاؤڈ اسپیکر سے { بعض مصالح اور لاؤڈ اسپیکر	۵۳۲	

لاؤڈ اسپیکر پر گانوں کی شہادت
اعلنوا میں حکم استجابی ہے
دف دوسرے معارف کے ساتھ
رشوت دینا لینا حرام ہے
بحالت مجبوری رشوت دینا
ملکی آئین کی رعایت کرنی ہوگی
چھٹیوں کا مشاہرہ
ادائے زکوٰۃ کی شرط
رفاہی اداروں کو زکوٰۃ دینا
اجنبی مرد و عورت کو ایک ساتھ دیکھنا
حد قذف

کتاب المیرات

زندگی میں جائداد کی تقسیم
کس طرح ہونی چاہئے؟
بیٹی کو بیٹا کے برابر حصہ ملنا چاہئے
مجموعی ترکہ میں وصیت جاری نہیں ہوگی
میت نے اگر ماں شوہر بیٹیا اور
بیٹی کو چھوڑا ہو
ذوالقروض، عصبہ اور ذوی الارحام
کی تعریفیں
تکفین و تدفین کا ترتیب تقسیم ترکہ سے پہلے

ہر قسم کے قرض کی ادائیگی ترکہ کی
تقسیم سے پہلے
بیٹی کے ترکہ میں ماں کا حصہ
بیوی کے متروکہ میں شوہر کا حصہ
کسی اسلامی قانون سے اسلام
متصادم نہیں ہوتا
اسلام کا اپنا قانون وراثت ہے

خُطْبَةُ الْكِتَابِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فِي عَيْنِ الْبَلَاءِ
 وَأَكْرَمَنِي فِي نَفْسِ الْجَفَاءِ وَأَحْسَنَ بِي فِي
 حَالَةِ الْعَنَاءِ وَوَفَّقَنِي عَلَى الشُّكْرِ فِي الشَّرَاءِ وَ
 الصَّرَاءِ وَجَعَلَنِي مِنْ مُتَابِعِي سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
 وَهَدَانِي إِلَى نَهْجِ الشَّرِيعَةِ الْبَيْضَاءِ وَمِنْ
 مُقْتَضَى آثَارِ الْأَوْلِيَاءِ وَمُحِيِّي الْعُلَمَاءِ وَالصُّلَحَاءِ
 وَالصَّلَوَّةَ وَالسَّلَامَ عَلَى سَيِّدِ السَّلَامَاتِ كَافِعِ
 الْبَلِيَّاتِ وَالْأَفَاتِ كَإِمَامِ الْخَيْرَاتِ وَالْحَسَنَاتِ
 وَالْبَرَكَاتِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ شَفِيعِ الْمَدُنِينَ
 إِمَامِ الْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَحَبِيبِنَا وَطَبِيبِنَا وَطَبِيبِ قُلُوبِنَا
 وَشَفَائِنَا وَشِفَاءِ صُدُورِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ
 حَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهَا
 وَسَلَامَاتُهُ أَكْمَلُهَا وَتَحِيَّاتُهُ أَجْمَلُهَا وَبَرَكَاتُهُ
 أَنْوَمُهَا وَأَحْسَنُهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى آلِهِمْ وَ

اصحابہ اجمعین

وَعَلَىٰ أَيْمَّةِ أُمَّتِهِ وَفَجْتَهْدِي مِلَّتِهِ لِأَسِيمَا
 إِمَامِ الْأَيْمَّةِ، كَاشِفِ الْغُمَّةِ، سِرَاجِ الْأُمَّةِ سَيِّدِنَا
 أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانَ رَضِيَ عَنْهُ الرَّحْمَنُ، وَعَلَىٰ ابْنِهِ
 الْأَكْرَمِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِيِّ
 الْعَوْتِ الْأَعْظَمِ، وَعَلَىٰ عُلَمَاءِ شَرِيعَتِهِ وَفُقَهَاءِ
 مِلَّتِهِ خُصُوصًا سَيِّدِ الْعُلَمَاءِ سَنَدِ الْأَيْقِيَاءِ نُورِ
 الْأَصْفِيَاءِ إِمَامِ أَحْمَدَ رَضَا عَطَّرَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَرْقَدَهُ
 الشَّرِيفُ بِعَطِيرِ الرِّضَا وَعَلَىٰ مَنْ تَبِعَهُمْ إِلَىٰ يَوْمِ
 الْجَزَاءِ، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَبِهِمْ وَلَهُمْ يَا أَرْحَمَ
 الرَّاحِمِينَ أَمِينَ أَمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

(نوٹ) صاحب فتاویٰ یورپ استاذی محترم حضرت مفتی صاحب قبلہ
 دام اقبال نے بہت پہلے یہ خطبہ مبارکہ املا کرایا تھا جس کو حصول برکت کے لئے
 بطور خطبہ کتاب "فتاویٰ یورپ" کا سرنامہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

(مرتب)

کتاب العقائد

ایمان کا بیان

انبیاء علیہم السلام کا ذکر الف الفاظ ذمہ کے ساتھ

۴۸۶ مسئلہ (شمس الضعی خاں کیراٹ امام سجد عابدین بلجیم) ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء
 ۱۲-۱۲-۱۹۸۵
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قرآن پاک میں بعض منہیات کی نسبت بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کی طرف ہے مثلاً ذنب، عصی، ظلم، ضل و غیرہ۔ تو کیا آیات قرآنیہ کو سند بنا کر ان الفاظ ذمہ کیساتھ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ مدلل جواب دیکر مشکور فرمائیں گے۔

الجواب هو المجیب الوہاب

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَاحِبِ الْجُودِ وَالْعَطَايَا. وَفَضَّلَ الْأَنْبِيَاءَ عَلَى الْبَرَآهَاءِ. وَأَعَصَمَهُمْ عَنِ الْمَعَاصِي وَالْخَطَايَا. آمَنَّا بِعَدْلِهِ
 آیات مقدسہ یا احادیث کریمہ میں جہاں جہاں الفاظ مذکورہ وغیرہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معصوم شخصیتوں سے متعلق ہیں بس ان کو وہیں تک محدود بنا دیا گیا ہے۔ یعنی غیر تلاوت قرآن و احادیث خوانی میں کسی بھی نبی و رسول علیہم السلام کی طرف ذنب و عصی ظلم و ضل و غیرہ الفاظ ذمہ کی نسبت حرام و گناہ اور تعزیر و سزا ہے بلکہ علماء جمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت نے اسے کفر بتایا۔ اور خلاف علماء سے بچنے کے لئے اس کے قائل پر تجدید ایمان و نکاح داگر بیوی

رکھتا ہوگا کا حکم لگایا جائے گا۔ ابن الحاج امام ابو عبد اللہ محمد المدخل ۱۵ میں فرماتے ہیں کہ۔

قَدْ قَالَ عُلَمَاءُنَا رَجَحَهُمُ اللَّهُ
تَعَالَى مَنْ قَالَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ
وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
فِي غَيْرِ التَّلَاوَةِ وَالْحَدِيثِ
أَنَّهُ عَصَى أَوْ خَالَفَ فَقَدْ
كَفَرَ، نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ۔

ہماری علامہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلاوت
یا حدیث کے علاوہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
میں سے کسی کا ذکر خیر ان کی تعریف یا نافرمانی
کے ساتھ کرنا کفر ہے جس نے ایسا کیا اس
نے کفر کیا۔

(نعوذ باللہ من ذلک)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۹۸۵ھ

نام نہاد تبلیغیوں کا چیلہ اور درس

مسئلہ ۷۸۷ دانیال و شاگرد بخش ٹیلی فون 28675591-06 یکم ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ "ہندوستانی تبلیغی جماعت" کے
حقائق و عقائد کیا ہیں؟ ان کے ساتھ تبلیغی دورہ کے لئے چیلہ کے نام پر نکلنا یا
ان کے درس میں حصہ لینا کیسا ہے؟ جواب باصواب سے نواز کر شکر کا موقع دیں۔

ہوالہا لى الى الصواب

۷۸۷ الجواب

ہندی تبلیغی جماعت دہلیہ دیوبندیر کی معاون شاخ ہے جس کا محرک تھانہ
بھون گاگر و اوربانی اس کا چیلہ مولوی الیاس کاندھلوی تھا، اس نام نہاد جماعت
کا مقصد نماز، روزے کی آڑ میں وہابیت و دیوبندیت کا پرچار ہے۔ ان کے عقائد
عقائد باطلہ ہیں۔ اسلامی عقائد کے بہت سے اجزاء میں وہ مخالف ہیں۔

اگر تفصیلی معلومات چاہئے تو علامہ ارشد القادری زید مجدہ کی مشہور تصنیف
"تبلیغی جماعت" کا مطالعہ کیجئے، مذکورہ تبلیغی جماعت کے درس اور چیلے سے بچنا لازم

ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا اِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَاَنْظُرُوا عَمَّنْ
تَاخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدالواجدت اداری ۹ بیچ الآخر ۱۴۲۲ھ
اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

نوٹ: اس جواب کی تصدیق محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی نے فرمائی (مرتب)

سستی کی تعریف

مسئلہ ۷۸۸
حاجی محمد ابراہیم عبدل صدر فیض الاسلام، دی ہیگ
کیا فرماتے ہیں علمائے ربانی و مفتیان حقانی اس بارے میں کہ موجودہ زمانہ
میں سستی سے کیا مراد ہے؟ اور سستی کی صحیح تعریف کیا ہے؟ کیونکہ مختلف فرقے اپنی
اپنی سنیت کے دعویدار ہیں عوام کو یہ باور کرانا مشکل ہے کہ اصل سستی کون ہے
لہذا تفصیلی جواب عنایت فرما کر شکر یہ کاموقع دیں تاکہ آپ کے جواب کو ہم مختلف
زبانوں میں شائع کر سکیں۔

الجواب هو المجیب الوهاب

لفظ "سستی" اہلسنت وجماعت کا مخفف ہے جب مذہب کے تعلق سے یہ
لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اہلسنت وجماعت ہی ہوتا ہے۔ اور اہلسنت و
جماعت اُسے کہتے ہیں جو "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي" کا مصداق ہو۔ زمان
و مکان اور حالات کے اختلاف سے سستی کی تعریف مختلف ہوتی رہی ہے چنانچہ جب
سبائیوں نے شیعہ فرقہ کو جنم دیا تو شیعہ مذہبی اسلام ہونے کے باوجود اسلام کے
فرائض و ارکان میں اختلافات کرنے لگے۔ ان کے بعض معتقدات و نظریات بھی
یکسر بدل گئے۔ حضرت سیدنا شیر خدا مولیٰ علی کریم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین سیدنا
صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دینے لگے۔ بلکہ
ان حضرات کی شان اقدس میں تبرابازی کرنے پر اتر آئے، تو اس زمانہ خیر القرون
سے ملحق خیر ازمنہ میں سستیوں کے لئے صرف "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي"

ہی کا مصداق ہونا کافی نہ ہوا۔ بلکہ ائمہ و مجتہدین خصوصاً امام الائمہ کاشف الغمہ
سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم نے "مَا أَنَا عَلَيَّكَ
وَاصْحَابِي" کے ساتھ "تَفَضَّلُ الشَّيْخَيْنِ عَلَى الْخَتَمَيْنِ" یعنی
سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت سیدنا
عثمان غنی اور حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل و برتر ماننا بھی
اہلسنت و جماعت کی پہچان اور شعار قرار دیا.....

شیعوں کے بعد نئے فرقے جنم لیتے رہے مثلاً رافضی، ناصبی، حجازی،
زیدی اور معتزلی وغیرہم تو ان کے نظریات و معتقدات سے سنیوں کو ممتاز کرنے کے
لئے سنی کی تعریف میں بھی حسب ضرورت امتیاز تبدیلی ہوتی رہی، آخر الذکر فرقہ
(معتزلی) نے تو انتہا ہی کر دی کہ شاید باید ہی اشاعرہ و ماتریدیہ کا کوئی ایسا عقیدہ
و نظریہ ہو جس سے اس نے اختلاف نہ کیا ہو۔ لیکن علماء متکلمین نے انہیں ایسا
سبق سکھایا کہ آج سطح زمین پر معتزلی نام کا کوئی مدعی اسلام فرقہ موجود نہیں ہے
ہاں اس کے بعض نظریات کو اب تک بعض فرقہ باطلہ پروان چڑھانے کی سعی لا حاصل
کر رہے ہیں۔ مثلاً معتزلیوں کا یہ نظریہ تھا کہ زندوں کی دعائیں اور ان کی طرف سے
صدقہ و خیرات مردوں کے لئے کچھ بھی نفع بخش نہیں تو ان کے مقابلے میں حضرات ائمہ
و مجتہدین رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم نے ایصالِ ثواب کو نہ صرف جائز قرار دیا
بلکہ اسے سنیوں کا طریقہ و شعار بتایا۔ امام اعظم سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی مشہور و معروف کتاب "فقہ اکبر" کی شرح عقائد میں ہے۔

زندوں کی دعائیں اور ان کی طرف سے صدقہ و خیرات
مردوں کے لئے نفع بخش ہیں۔ اس امر میں
معتزلہ خلاف ہیں اور اہلسنت کے نزدیک
در اصل بات یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال صالحہ
مثلاً نماز، روزہ، حج و صدقات وغیرہ کا ثواب

إِنَّ دُعَاءَ الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ وَ
صَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ تَفْعُلُ لَهُمْ
خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ وَالْأَصْلُ فِي
ذَلِكَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ
الْإِنْسَانَ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ

عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا
 أَوْ حَجًّا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا
 وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ
 يَجُوزُ ذَلِكَ ثَوَابَهُ إِلَى الْمَيِّتِ ۵ ۱۱

دوسرے اہل ایمان کو پہنچانا مشروع ہے
 امام الائمہ سیدنا ابو حنیفہ اپنے اصحاب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کے ساتھ ایصالِ ثواب کے جواز
 کے قائل ہیں۔ ۱۱ ۵

اسی طرح تیرہویں صدی ہجری کے اخیر میں اور چودھویں صدی ہجری کے
 شروع میں باطل فرقوں نے نئے نئے معتقدات کے ساتھ سر اٹھایا تو برصغیر کے علماء
 کے علاوہ حرمین محترمین اور حج کے مبارک موقع سے آئے ہوئے اکنافِ عالم کے
 اعظم علماء کرام و مفتیانِ عظام کی تلواریں ان کے حلقوم کا ہار بن گئیں۔ اور اب سنی کی
 تعریف "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" کا مصداق ہونا۔ تفضل شیخین کا معتقد ہونا
 یا ایصالِ ثواب کا قائل ہونا ہی نہ رہی، بلکہ ان سب باتوں کے ساتھ اس امر کا بھی اضافہ
 ہو گیا کہ ان باطل فرقوں کے اقوالِ کفریہ خبیثہ پر اطلاع ہو جانے کے بعد انہیں کافر اور
 دین اسلام سے خارج جاننا، ان کے ساتھ اسلامی اخوت و مراعات کو یکسر ختم کر دینا
 سنی ہونے کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ "حُسامُ الْحَرَمَيْنِ عَلَى مَنْحَرِ
 الْكُفْرِ وَالْمَدِينِ" کے ص ۴۲ میں ہے۔

إِنَّ غَلَامًا أَحْمَدَ الْقَادِيَانِيَّ وَرَشِيدَ
 أَحْمَدَ وَمَنْ تَبِعَهُ كَخَلِيلِ الْأَبْتَيْهِ
 وَأَشْرَفَعِيٍّ وَعَيْرُهُمْ لَا شُبُهَةَ
 فِي كُفْرِهِمْ بِالْحَالِ بَلْ لَا
 شُبُهَةَ فِي شَكِّ بَلْ فِي مَنْ
 تَوَقَّفَ فِي كُفْرِهِمْ بِحَالٍ مِّنَ
 الْأَحْوَالِ

کہ غلام احمد قادیانی، رشید احمد (گنگوہی) اور
 جو بھی ان کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھوی
 اور اشرف علی تھانوی وغیرہم ان کے کفر میں
 کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال۔ بلکہ جو ان کے
 احوال کو جان کر ان کے کفر میں شک کرے
 بلکہ انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے
 کفر میں شبہ نہیں۔ ۱۱ ۵

اور اب ہمارے زمانے میں کچھ لوگوں نے تبلیغِ دین کے نام پر بد عقیدگی کا پرچار
 شروع کیا ہے اور کچھ لوگوں نے اصلاحِ امت اور اتحادِ ملت کے نام پر باطل فرقہ

کے لیڈروں کو اتحاد کی دعوت دی ہے اور اس صلح کلیت پر گٹھ جوڑ کرنے چلے ہیں کہ اب ہم ایک دوسرے پر تکفیر و تفسیق کے فتوے نہیں لگائیں گے۔ نیز ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔

یہ فرقہ ہائے متنوعہ جدیدہ جسے جدید و باہریت، الیاسیت، طاہریت یا صلح کلیت وغیرہ کا نام دیا جاسکتا ہے مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک اور مہلک ایمان ہے ایسے لوگوں کے لئے قرآن پاک فرما چکا "وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ" کہ تم میں سے جن لوگوں نے مخالفین کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ انہیں میں سے ہیں۔

مذکورہ بالا مختصر وضاحت کی روشنی میں آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہوا... کہ سنی مسلمان وہ ہے جو "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي" کا مصداق ہو۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی افضلیت کا حسب ترتیب خلافت معتقد و قائل ہو، صحابہ کرام کا ذکر بجلالی کے سوا نہ کرتا ہو۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد ہو۔ باطل مذاہب والوں اور بد عقیدوں کے ساتھ دینی راہ و رسم نہ رکھتا ہو۔ حُسام الحرمین کی تشبیحات کے مطابق گمراہ فرقوں کے لیڈروں کو کافر جہنمی اور دائرہ اسلام سے خارج جانتا ہو اور اپنے اسلاف کے مسلک کا پیرو کار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ، مئی ۱۹۹۳ء
نادم الافناء، جامعہ مدینۃ الاسلام، دی ہنیک

شُرک و کفر کے فتویٰ میں تعجیل نہیں چاہیے

مسئلہ ۸۹ احلاق احمد MERDTON ST-29-1056-A-DAM

۱۵۔ ۱۶ رجب ۱۴۲۳ھ
علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ آستانہ غوثیہ ضلع جہلم پاکستان نے ایک وظیفہ نامہ بنام "فیضانِ قلندر" شائع کیا جس پر مفتی محمود حسین صاحب شائق قریشی نے شرعی فتویٰ جاری کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ فیضانِ قلندر کو ترتیب دینے

والے نے صریح اور جلی شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ مفتی صاحب موصوف کے اس شرعی حکم کے بعد اشتہار مذکور "فیضانِ قلندر" کے مرتب پیر محمد ظہور بادشاہ آستانہ غوثیہ گلشنِ بغداد تحصیل سوہا ضلع جہلم نے اپنی یہ تحریر شائع کی اور لوگوں کے سامنے زبانی بھی ان باتوں کا اظہار کیا کہ۔ "طریقہ خواجگان کے اندر جو عبارت قلم بند کی گئی ہے اور تصوف کی روشنی میں یہ وظیفہ ترتیب دیا گیا ہے اس کا تعلق اہل تصوف کے ساتھ ہے۔ اسلئے اُسے قرآنِ کریم میں تحریف نہ سمجھا جائے۔ نیز اشتہار مذکور میں کچھ الفاظ مثلاً بحق یا واسطے" سہوارہ گئے ہیں اور کچھ علامتیں کاتب کی نذر ہو گئی ہیں جنہیں سامنے رکھتے ہوئے تعلیماتِ تصوف کی روشنی میں دیکھا جائے۔ جبکہ میں بفضل اللہ تعالیٰ اس کے تمام صفات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور تمام ضروریاتِ دین پر مکمل اعتقاد و ایمان رکھتا ہوں۔ نیز اس تمام کثابت کے سہو پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ فیضانِ قلندر کی ایک کاپی اور حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ حاضر خدمت ہے ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے حکم شرع سے آگاہ کیا جائے، نیز یہ بتایا جائے کہ مفتی صاحب کا فتویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

۱۲۹۷ الجواب بعون المجیب الوہاب

کتاب و خطاب اور تحریر و تقریر میں فوقیت و اہمیت خطاب و تقریر کو ہوتی ہے۔ ویسے کتاب و تحریر بھی عند الحاکم حکماً خطاب و تقریر کی طرح ہے جس کی تصریحات کتب فقہیہ میں موجود ہے مثلاً الفتلّم احدٌ للسانین، والکتابُ کالخطاب، بشرطیکہ بوقتِ ضرورت اس سے متعلق کاتب کا اقرار یا شہادت کافی موجود ہو۔ اور جن امور میں اقرار یا شہادت درکار ہے انہیں پایہ تحقیق تک پہنچنے سے پہلے اُن پر حکم شرع کا صدور و نفاذ منصبِ قضا اور وقارِ عدالت کے خلاف ہے۔ ہاں منصبِ افتاء، اس قید سے یکگونہ بالاتر ہے کہ تفتیشِ حال اور واقعہ کے مآل تک پہنچنے کی ذمہ داری مفتی یا ناقل یہ نہیں بلکہ وہ نفسِ سوال کا جوابدہ ہوتا

ہے۔ پھر بھی احتیاط کا تقاضا ہے کہ جواب سے پہلے سوال نامہ کو مختلف پہلوؤں سے سمجھنے کی کوشش کرے۔ بلکہ اگر مفتی و ناقل ضرورت محسوس کرے تو سائل اور ممکن ہو تو مسؤل لڑے سے بھی سوال نامہ سے متعلق وضاحت طلب کرے اور جب تک سوال پوری طرح سمجھ میں نہ آجائے اِيَّاكَ وَمَا يَعْتَدُ مِنْهُ (مستدرک للماکرم) کے مطابق جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لے۔ خاص کر جب سوال کا تعلق کسی مسلمان کی تکفیر و تفسیق سے ہو۔ کیونکہ اس میں ذرا سی غفلت کی وجہ سے حکم کا نشانہ برعکس بھی لگ سکتا ہے۔

تکفیر و تفسیق سے متعلق اگر کلام مؤول ہے تو حتی الامکان اس کی تاویل کرے (ہاں کلام صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی) اگر ایک کلام میں درجنوں بلکہ سیکڑوں شقیں تکفیر و تفسیق کی نکلتی ہوں اور اس کی صرف ایک شق اسلام کی طرف جاتی ہو تو "ظَنُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا" کے تحت اُس ایک شق کا اعتبار کرتے ہوئے اُس مسلمان کو کفر و شرک اور ضلال (گمراہی) کی کھائیوں میں گرنے سے بچائیں گے اور اس پر اسلام کا حکم دیں گے۔ "الْإِسْلَامُ يَعْلُوا وَلَا يُعْلَى"

ردالمحتار وغیرہ کتب فتاویٰ میں ہے اِنَّ فِيْ مَسْئَلَةٍ اِذَا كَانَ وُجُوْهُ تَوْجِبُ التَّكْفِيْرَ وَوَجْهٌ وَّاحِدٌ يَّمْنَعُ التَّكْفِيْرَ فَعَلَى الْمَفْتِي اَنْ يَّمِيْلَ اِلَى الَّذِي يَّمْنَعُ التَّكْفِيْرَ تَحْسِيْنًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ۔ پھر یہ بھی بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہرزبان کا اپنا اپنا اندازِ تحریر اور اس کے رموز و اوتاف ہوتے ہیں کہ اگر پڑھنے میں اس کی رعایت نہیں کی گئی تو مفہوم کے خلط ملط ہو جانے کا اندیشہ قوی ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی محرز و مشکلم کی منشاء کے خلاف و برعکس مطلب نکل سکتا ہے۔۔۔ مثلاً قرآن پاک میں "وَمَا يَعْزُبُ عَنْكُمْ تَأْوِيلُهَا اِلَّا اللّٰهُ وَالتَّرَاسِيْحُوْنَ فِي الْعِلْمِ" اس آیت کریمہ میں اگر اسمِ جلال (اللّٰهُ) اور تَرَاسِيْحُوْنَ فِي الْعِلْمِ کے درمیان وقف لازم کا لحاظ نہ کیا جائے تو مستثنیٰ منہ میں علماء و اسخین بھی آجائیں گے اور یہ منشاء قرآنی کے خلاف ہے اسی طرح اگر اردو رسم الخط میں بتِ کامل (۔) کی

و کثابچہ ترتیب نہ دیں۔ جن سے ایمان و عقیدہ اسلام کے خلاف معنی کا ایہام ہو یا مسلمانوں کی صالح سماعت پر وہ گراں گزے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا اِيَّاكَ وَمَا يَسْتَوِ الْاٰذُنَ "دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔ اَحَدَثَ النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ (لوگوں سے وہی باتیں کرو جو ان کے لئے معروف ہوں) اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے "مَجْرَدًا اِيْهَامُ الْمَعْنَى الْمَحَالِ كَافٍ فِي الْمَنْعِ" یعنی ممانعت کے لئے صرف محال معنی کا ایہام ہی کافی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تصوف و معرفت یا طریقت و حقیقت۔ شریعت مطہرہ سے مغائرت و مخالفت نہیں رکھتیں بلکہ شریعتِ طاہرہ بحر اسلام ہے اور طریقت و معرفت وغیرہا اسکی معاون و پاکیزہ نہریں۔ جو سمندر کے بغیر بے معنی ہیں۔

واللہ تبارک و تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ عنہم ادام اللہ لافئہ
مجلس علماء نیدرلینڈ۔ ۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ۔ ۲۵ اگست ۲۰۰۱ء

دیباچہ اور اس کی افشاہ کی ممانعت

مسئلہ ۹۰۔ محمد مستم الفتاوری۔ غیاث پور۔ بہار۔ انڈیا۔
۱۹۹۳ء۔ ۳-۲۱
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ انڈیا کے درجہ نگ ضلع میں ایک بستی غیاث پور نامی واقع ہے۔ یہ بستی دو محلوں میں منقسم ہے اور دونوں محلوں میں ایک ایک مسجد ہے۔ دونوں مسجدوں کے درمیان پاؤں پیدل چلنے میں دس منٹ کا فاصلہ ہے ان میں سے ایک جامع مسجد کہلاتی ہے مگر جامع مسجد والے محلہ کے تمام لوگ دیوبندی و ہابی عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور جس محلہ میں چھوٹی مسجد ہے اس محلہ کے تمام لوگ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ جمعہ کی نماز دونوں مسجدوں میں ہوتی ہے صرف عید اور یقرب عید کی نمازیں مشترکہ طور پر سمی لوگ جامع مسجد میں پڑھتے ہیں اور جامع مسجد کے امام دیوبندی ہیں۔ کیا ایسی صورت

میں اس دیوبندی کے پیچھے سنیوں کی نماز عیدین ہو جائے گی؛ یا سنی حضرت اپنی بھوٹی مسجد میں نماز بیچگانہ و جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھا کریں؛ جلد خواب عنایت فرمائیں۔

۱۷۶ الجواد اللہمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ خبیثہ کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ کافر و بے دین اور مستحق عذاب الیم ہیں۔ ان کی اقتداء حرام تہایت بد انجام ہے اگر اسکی تفصیل دیکھنی ہو تو حَسَامُ الْحَرَمِيِّ، الصَّوَابُ مِنَ الْهِنْدِيَّةِ، فتاویٰ علماء عالم وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں، مسلمانوں نے جو بھی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی ہوں ان سب نمازوں کا پھر سے پڑھنا لازم و ضروری ہے۔ فتح القدیر نے ہمارے ائمہ ثلاثہ سے نقل کیا "لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ أَهْلِ الْهَوَاءِ۔" مذکورہ آبادی جبکہ گاؤں ہے اور اس آبادی پر مصر یا فنائے مصر یا پرگنہ و تحصیل وغیرہ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے (اگرچہ وہ دارالاسلام میں واقع ہو) تو وہاں جمعہ و اعیاد کا قیام از روئے حدیث شریف جائز نہیں۔

لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَصَلَاةَ
فَطَهْرًا وَلَا أَضْحَىٰ إِلَّا فِي مِصْرٍ
جَامِعٍ أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ۔
مصر جامع اور بڑے شہر کے علاوہ
کسی جگہ نہ جمعہ ہو سکتا ہے نہ تکبیرات
تشریق نہ نماز عید و بقر عید۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

فقہ کی درجنوں کتب متون و شرح میں صحت جمعہ و عیدین کے لئے مصر یا فنائے مصر کا ہونا شرط لکھا ہے کما فی تنویر الابصار والدر المختار والرد المحتار وغیرہا "یشترط لصحتها المصر او فنائہ" ہاں اگر غیاث پور پر مصر یا فنائے مصر یا پرگنہ وغیرہ کی تعریف صادق آتی ہو تو وہاں جمعہ فرض ہے اور اگر شہر کی تعریف صادق نہ آتی ہو تو وہاں بجائے جمعہ کے ظہر ہی فرض ہے۔ پھر اہل غیاث پور کو اس تکلیف میں بھی مبتلا نہیں کیا جاسکتا

کہ وہ جمعہ و عیدین کی ادائیگی کے لئے قریب و بعید شہروں کا رخ کریں البتہ اگر کوئی گاؤں کا رہنے والا شہر میں موجود ہو اور جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی اور عیدین پڑھ لے تو آثم نہیں ہوگا۔ پھر بھی غیاث پور کے سنی باشندگان کو استحضاراً مشورہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر قریب میں کوئی ایسی آبادی ہو جہاں جمعہ و اعیاد کا قیام جائز ہے اور وہاں کوئی سنی صحیح العقیدہ صالح امامت شخص نماز پڑھانا ہو تو وہاں کی جماعت میں شریک ہو کر تکثیر جماعت کا سبب بن سکتے ہیں۔

اہل غیاث پور کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ کسی بھی بد عقیدہ کی اقتداء میں اپنی نمازوں کو بریادی سے بچائیں اور اپنے عقیدہ کی حفاظت کریں۔ اب تک جو نمازیں انجانے میں پڑھ لی گئی ہیں ان سب کو لوٹا کر بارگاہِ احادیث میں توبہ و استغفار کریں۔ نماز عیدین کی قضا نہیں اور وہ بھی جبکہ کسی گاؤں میں پڑھی گئی ہو، وہ ایک فعل عبث تھا جس کی بلا میں گرفتار ہوا البتہ بد مذہب کی اقتداء کرنے کے سبب وہ سب سخت گنہگار ہوئے توبہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء نیدر لینڈ
۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ ۱۳ جولائی ۲۰۰۱ء

مرزائی کے کفر میں تاثر کرنا

مسئلہ ۷۹ (مولانا) محمد فارسی مقیم امام مسجد المدینہ دی ہیگ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سنی مسلمان قادیانی عقائد سے باخبر ہونے کے باوجود کسی مرزائی قادیانی کو کافر جاننے یا عند السؤال کافر کہنے میں تاثر کرے اس کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ برائے مہربانی جواب سے نوازیں بیٹو اور توجروا۔

۷۸۶ الجواد بعون المجیب الوهاب هو الہادی الی الصواب والی المرجع والمآب

مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے متبعین خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی۔ اپنے عقائد کفریہ، خبیثہ، بدعتیہ، باطلہ کی وجہ سے جمہور علماء اسلام کے نزدیک کافر و مرتد اور جہنمی ہیں (تفصیلی معلومات کے لئے فقیر غفرلہ کا رسالہ "قادیانی دھرم" اردو اور ڈچ زبانوں میں مطالعہ کریں)

شفاء شریف، فتاویٰ بزازیہ، اور فتاویٰ خیریرہ وغیرہ میں ہے "اَجْمَعَ الْمُسْلِمِينَ اَنْ شَاتِمَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِرٌ وَمِنْ شَكِّ فِي عَذَابِهِ وَكَفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ اَهْلُ كِتَابٍ اَهْلُ اِسْلَامٍ كَمَا اس بات پر اجماع ہے کہ جو بھی شانِ رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں توہین و تنقیص کرے وہ ایسا کافر ہے کہ جو بھی اس کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

پس جو شخص مرزائی و قادیانی کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر اُسے کافر و جہنمی جانتے میں ذرہ برابر شک کرتے یا عند السؤال انہیں کافر و جہنمی کہنے میں تاامل (سوچ بچار) کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج اور مرزائی و قادیانی کا ہی ہم نوا و ہم پیالہ ہے کافی فتاویٰ الحرمین ستمہا حسام الحرمین والصورم الہندیہ و فی فتاویٰ العلماء العالم وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ عام الافناء جامعہ مدنیۃ الاسلام دی بنگہ البینہ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

سُننی حنفی کہلانے کی تحقیق

۷۹۲ مسئلہ بوساطت مبلغ اسلام مولانا سید سعادت علی صاحب قبلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ کسی مسلمان اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اور کسی مسلمان اپنے آپ کو سنی حنفی، سنی

شافعی وغیرہا کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ لفظ مسلمان کے ساتھ سُنی یا حنفی کی قید نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ گرامی سے ہے یا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ اقدس سے یا یہ بعد کے محدث میں سے ہے؟ اگر یہ لفظ (سنی) قرونِ ثلاثہ کے بعد حادث ہوا تو ان حضرات کا ایمان و عقیدہ کیا تھا جو اس لفظ کے ایجاد ہونے سے پہلے اس دنیا سے پردہ فرما چکے؟ مستفتیان ارکانِ فیض الاسلام و القادری اسلامک سنٹر ورلڈ اسلامک مشن ہرشل سٹراٹ واشاعت الاسلام دی ہیگ

۷۸۶ الجواد بعون الملك الوهاب

دین اسلام دینِ قدیم و قویم ہے لقولہ تبارک و تعالیٰ ذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ اور یہی دین خداوند کریم کی بارگاہ میں ادیانِ عالم سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ لقولہ تبارک و تعالیٰ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ جس کے ماننے والوں اور پیروی کرنے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہے اور یہ نام بھی دین اسلام کی طرح قدیم ہے۔ قَالَ تَعَالَى عَزَّوَجَلَّ سَمَّكُمْ الْمُسْلِمِينَ "امت مطلقہ کا نام مسلمان رکھا گیا۔ لیکن جب امت میں فرقوں نے جنم لیا اور نئے نئے عقیدوں کا ظہور ہونے لگا اور مسلمان کہلانے والوں میں اہل حق کی تمیز مشکل ہونے لگی تو دین اسلام یا دین حنیف (حنیفًا مسلمًا) پر پامردی کے ساتھ گامزن رہنے والوں کو علماء ربانیین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اہلسنت و جماعت کا نام دیا جیسا کہ صدر الشریعہ حضرت عبداللہ ابن مسعود قدس سرہ نے فرمایا کہ "امت مطلقہ سے مراد اہلسنت و جماعت ہیں اور یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریقہ پر ہیں۔

(توضیح ص ۵۸ میں ہے۔)

وَالْمُرَادُ بِالْاُمَّةِ الْمُطْلَقَةِ امت مطلقہ سے مراد اہل بدعت نہیں

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَهُمْ
الَّذِينَ طَرِيقَتُهُمْ طَرِيقَةُ
الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ
دُونَ أَهْلِ الْبِدْعِ --- ۱۵

بلکہ اہلسنت وجماعت ہیں۔ اور یہی لوگ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے
صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہلسنت وجماعت کے طریقہ
پر گامزن ہیں۔

اور محقق زماں حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاة ص ۲۰۲ شرح
مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

الْمُرَادُ هُمْ الْمُهْتَدُونَ الَّتِي سَكَنُوا
بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
مَنْ بَعْدِي فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ
أَنَّ هُمْ هُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ
وَالْجَمَاعَةِ --- ۱۵

”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ سے مراد وہ لوگ
ہیں جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ
پر گامزن اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے طریقہ مرضیہ کے پیروکار ہیں اور بے شک
و شبہ وہی لوگ اہلسنت وجماعت ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ دعویٰ مسلمان کرنے والوں میں اہل حق اور ممتاز و ممتاز
جماعت اہلسنت کی ہے جسے فرقہ ناجیہ بھی کہا جاتا ہے اور اسی اہلسنت وجماعت
کا مخفف نام ”سنتی“ ہے یعنی سنتی کہہ کر اہلسنت وجماعت مراد لیا جاتا ہے۔ یا سنتی
کہہ کر اہل حق مسلمان مراد لیا جاتا ہے کیونکہ لفظ ”سنتی“ اور ”مسلمان“ میں کوئی مغایرت
اصطلاحی نہیں ہے جو اہل حق مسلمان ہے وہی سنتی ہے اور جو سنتی ہے وہی مسلمان ہے
اب رہا سنتی حنفی، سنتی شافعی، سنتی مالکی اور سنتی حنبلی کہنا یا کہلانا۔ تو یہ اسماء
اگرچہ حادث ہیں لیکن ان کے مذاہب اعتقاد قدیم ہیں اور یہ اختلاف اسماء حنفی
شافعی وغیرہما) اختلاف عمل کی وجہ سے ہے اختلاف عقیدہ و نظریہ کی وجہ سے نہیں۔
کیونکہ ان چاروں کے عقیدہ و نظریات ایک ہیں اور بے تفریق اسماء سب پر اہلسنت
وجماعت کا اطلاق صحیح ہے۔ طحاوی علی الدرر میں ہے۔

هَذِهِ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ قَدْ
اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِي مَذَاهِبِ

فرقہ ناجیہ (اہلسنت وجماعت) اس زمانہ میں
مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی اور

مذہب حنبلی (ائمہ مذاہب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں دائر ہے اور جو بھی اس دور میں ان مذاہب سے الگ تھلگ ہو جائے وہی اصل میں بدعتی اور جہنمی ہے۔

أَرْبَعَةٌ وَهَمُّ الْحَنْفِيُّونَ
وَالْمَالِكِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّونَ
وَالْحَنْبَلِيُّونَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ
تَعَالَى وَمَنْ كَانَ خَارِجًا هَذِهِ
الْأَرْبَعَةَ فِي هَذَا الزَّمَانِ
فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ

حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ نے "میزان الشریعہ الکبریٰ" میں حضرت امام محمد غزالی اور امام الحرمین کا قول یوں نقل کیا کہ

ان سب اماموں نے اپنے شاگردوں کو تاکید فرمائی کہ تم پر خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا واجب ہے اگر ان کے مذہب کو چھوڑا تو خداوند کریم کے حضور تمہارا عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

وَقَالُوا التَّلَامِيذُ تِهِمْ يَجِبُ
عَلَيْكُمْ التَّقْلِيدُ بِمَذْهَبِ
إِمَامِكُمْ وَلَا عُدْرَةَ عِنْدَ اللَّهِ
تَعَالَى فِي الْعُدُولِ عَنْهُ ۝

سائل کا یہ سوال کہ جب یہ نام (سنی) حادث ہے تو اسکے حدوث سے پہلے ہمارے اسلاف کرام اور صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اعتقاد و نظریہ کیا تھا؟ نہایت معقول اور وقت کا سلگنا ہوا سوال ہے۔

خداوند کریم ہمارے ان محسنین اور محققین علماء کرام کے درجاتِ علیا کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے قبور میں رحمت والواری کی برکھا برسائے اور ان کے فیضانِ علمی کو عام سے عام فرمائے جنہوں نے صدیوں پہلے اس قسم کے سوالوں کا جواب اپنی اپنی تصانیف میں محفوظ فرمادیا اور اپنے اخلاف کے لئے آسانی کی راہیں مہیا کر گئے۔ حضرت شیخ محقق ناشر العلوم علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان اپنی مشہور و معروف تصنیف "أشعة اللامعات شرح مشکوٰۃ ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں کہ۔

برہانِ حقانیت اہل سنت و جماعت اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل یہ ہے۔

آنت کہ این دین اسلام بنقل آمدہ است و بجز عقل باں وافی نیست و بتواتر اخبار معلوم شدہ و تتبع و تفحص احادیث و آثار متیقن گتہ کہ سلف صالح از صحابہ و تابعین باحسان و من بعد ہم ہمہ بریں اعتقاد و بریں طریقہ بودہ اند و این بدع و هوادر مذاہب و اقوال بعد از صدر اول حادث شدہ و از صحابہ و سلف متقدمین ہیچ کس برآں نبودہ و ایثاں متبری بودہ اند از اں و بعد از حدوث اں رابطہ صحبت و محبت کہ باں قوم داشتند قطع کردہ و رد نمودہ و محدثین اصحاب کتب ستہ و غیرہا از کتب مشہورہ معتمدہ کہ مبنی و مدار احکام اسلام بر آںہا افتادہ وائمہ و فقہاء ارباب مذاہب رابعہ و غیرہم از آںہا کہ در طبقہ ایثاں بودہ اند ہمہ بریں مذہب بودہ اند و تا عہد و ماتریدیکہ ائمہ اصول کلام اند و بعد مذہب سلف نمودہ و بدلائل عقلیہ اثبات کردہ و آنچه سنت رسول صلی علیہ وسلم و اجماع سلف برآں رفتہ شدہ مؤکدہ ساختہ اند لہذا نام ایثاں

کہ دین اسلام اُمتِ مطلقہ تک نقل سے پہنچا ہے تنہا عقل اس کے لئے کافی نہیں اور اخبار کی کثرت نیز احادیث و آثار کی ورق گردانی سے روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ سلف صالحین خواہ صحابہ ہوں یا تابعین یا تبع تابعین سب کے سب اسی عقیدہ اور اسی طریقہ مرضیہ پر کامزن رہے ہیں۔ اور مذہب کے نام پر بد مذہبیت و بد عقیدگی خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے جن سے صحابہ کرام یا سلف صالحین میں سے کسی کا کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اور وہ حضرات ان بد عقیدوں سے الگ ہے۔ بلکہ ان کی بد عقیدگی ظاہر ہو جانے کے بعد ہمارے اسلاف نے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک فرمادیا۔ اور رشتہ محبت توڑ لیا۔ اور وہ مشہور و معروف کتابیں جن پر احکام اسلام کا مبنی و مدار ہے۔ ان میں سے کتب ستہ کے جامع ترتیب حضرات محدثین کرام اور مذاہب اربعہ کے ائمہ و فقہاء اور ان کے علاوہ جو بھی ان کے طبقہ میں ہوئے ہیں سب اسی مذہب مہذب پر گزرتے ہیں۔ اور اشاعرہ و ماتریدیکہ جو اصول کلام کے امام ہیں انہوں نے بھی اس مذہب سلف کی تائید فرمائی اور دلائل عقلیہ اسکی صحت کو ثابت فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اجماع سے جو

بشارتوں کے دروازے کھلتے ہیں جس کے ذریعہ ایمان و ایقان کی دولت گرا نہا یہ بھی ملتی ہے۔ لیکن انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی انسان کے خواب کو وحی الہی کا صدقہ جان کر اسے احکام شرعیہ کے صدور و نفاذ کا مدار نہیں بنایا جاسکتا۔ عام انسان خواب کی حالت میں بچے اور مجنون بحکم حدیث تینوں مرفوع القلم ہوتے ہیں ان حالات میں جو بھی اقوال و افعال صادر ہوں ان پر احکام شرعیہ کا صدور نہیں ہوتا..... اور ایمان تو توحید و رسالت نیز تمام ضروریات دین کو اجمالی طور پر مان لینے کا نام ہے جس کے لئے اقرار و تصدیق ضروری ہے۔ جو حالت خواب میں واقع نہیں بالفرض اگر کسی نے خواب میں اقرار و تصدیق بھی کر لی اور بیدار ہونے کے بعد اس کے افعال و کردار یا قول سے اس کی نفی ہو گئی تو وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوا۔ ہاں اگر بیدار ہونے کے بعد اس کے اقوال و افعال نے اس کے خواب کی تصدیق کر دی تو وہ اب مسلمان و صاحب ایمان ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الانشاء مجلس علماء پندرلینہ

۲ صفر المنظر ۱۳۲۲ھ ۲۶ اپریل ۱۳۰۱ھ

علماء دیوبند کے کفر ہیں سکوت

۷۹۲ھ مولانا مطیع الرحمن صاحب گواپاپور بہار

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیوبندی وہابی کے جن علماء پر کفری عبارتیں لکھنے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ ہے انکی تکفیر کے متعلق بعض علماء اہلسنت جماعت سکوت فرماتے ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ دربارہ تکفیر سکوت کرنے والوں کا سکوت درست ہے کیونکہ جس کے اندر منافقے گوشہ کفر کا ہوا اور ایک ایمان کا تو اس کو کافر درست نہیں ہے۔ بینوا و توجروا

الجوار اللہم ہدایۃ الحق الصواب

وہابیہ دیابنہ کا کفر صریح تقریباً ایک صدی سے ظاہر و باہر ہے۔ اب تک انہیں اپنے کفریات سے توبہ کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ اور یہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت کی مار ہے۔

طوائف و ہابیہ دیابنہ کی جن کفری عبارتوں پر علماء حرمین شریفین اور علماء ہند و سندھ نے کفر کا فتویٰ دیا۔ وہ عبارتیں مختصر کتب بیوت کے ساتھ آج بھی ان کی کتابوں میں چھپ رہی ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آج کے دیوبندیوں و ہابیوں نے ان کفری عبارتوں کو سندِ صحت دیدی ہے۔ لہذا علماء حرمین مطہین کا حکم آج بھی اسی طرح ہے جیسا روز اول (۱۲۲۳ھ میں) نافذ ہوا تھا کہ مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكَفَرٍ كَفَرَ۔ یعنی ان کی بد عقیدگیوں پر مطلع ہونے کے بعد جو ان کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ تفصیل کے لئے حَسَامُ الْحَرَمَيْنِ کا مطالعہ کیجئے۔

زید نہایت پرکیر یا بد مذہبیت کا صید معلوم ہوتا ہے جو فقہاء اسلام کی روشن عبارتوں کی دوران کار تاویلیں کر رہا ہے۔ فقہاء کرام کے احتیاط کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو زید بیان کرتا ہے۔ بفرض محال اگر وہی مطلب ہے جو زید بے قید نے بیان کیا تو اس کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ اگر کوئی شخص نفاق سے بارتوں کو سجدے کرتا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور ایک بار ایک سجدہ معبود حقیقی مسجود تحقیقی کو کر لے تو اس پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا حاشا و کلاً ایسا ہرگز نہیں ہے مگر زید علماء دیوبند کی طرفداری میں عقل و دانش کی بھی دھجیاں اڑانے پر تلا ہوا ہے۔ علماء دیوبند کی کفری عبارتیں ایسی صاف و صریح ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں اور اگر کسی مصنف یا مناظر نے اسکی تاویل کی جرات کی تو ایک کفر کی جگہ انیک کفروں کی پھانس ان کے گلے کاہر بن گئی۔ مثال کے طور پر مرتضیٰ حسن چاند لوری بجنوری، حسین احمد نقین آبادی، نور محمد ٹانڈوی اور ارشد دیوبندی کی تحریر و تقریر عبادتِ حفظ الایمان کی صفائی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرات فقہاء کرام کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی قائل کے کلام میں کئی ظاہری معنی کفری ہوں مگر اسی کلام میں ایک پہلو ایسا بھی ہو جو اسلام کی طرف جانا ہو تو مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے اور مسلمان پر حکم کفر لگانے سے بچا جائے۔ کما فی الذکر المختار و الترتیب المختار۔ لیکن طواغیب و ہابیہ دیا بنہ کی کفری عبارتیں ایسی واضح ہیں کہ ان پر ۳۵ اکابر علماء حرمین اور ڈوسو پچاس علماء ہند و سندھ اور دیگر ممالک اسلامیہ کے بیشتر علماء حقانی نے یوں ہی کفر و ارتداد کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ ۱۳۲۲ھ سے پہلے دس سال تک تقریری و تحریری مکالمات و محاذات ہوتے رہے جب کوئی چاہے کار باقی نہ رہا تو علمائے ربانی نے اپنا فرض ادا کیا۔ حسام الحرمین کی طباعت کے بعد بھی مدتوں علماء دیوبند کو صلح و صفائی کی دعوت دی جاتی رہی۔ آخری مناظرہ گاہ لاہور قرار پایا جس میں مولوی اشرف علی تھانوی کو اپنی کفری عبارت کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر کی کفری عبارتوں کی بھی صفائی پیش کرنی تھی مگر حتمی وعدہ کے باوجود نہ خود آئے نہ اپنے وکیل کو بھیجا۔ سنیوں کی طرف سے حضور حجۃ الاسلام اور حضور صدر الافاضل اپنے اعظم شاگردوں اور مخلصین و محبتین کے ساتھ کئی دنوں تک لاہور میں قیام پذیر رہے۔ بالآخر جشن فتح کا سہرا حضور حجۃ الاسلام کے سر بندھا۔

لاہور کا نایسختی مناظرہ ۱۳۵۲ھ میں انعقاد پذیر ہوا جبکہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنی پوری جماعت کے تنہا سر غنہ تھے اگر وہ چاہتے تو بریلوی، دیوبندی خلیج کو بہت آسانی کے ساتھ پاٹا جاسکتا تھا لیکن شخص نجالت و شرمندی کے مقابلہ میں انہوں نے لاکھوں افراد پر مشتمل اپنی جماعت کو بلی چڑھا دیا۔ تھانہ بھون کی دھرتی تو آسودہ ہوگئی ہوگی۔ لیکن نفرت و دشمنی کی جو آگ انہوں نے سلگائی خدا جانے کب بجھے گی؟ اس سے پہلے ۱۳۲۹ھ میں مراد آباد کے اندر بھی مناظرہ طے ہوا مگر خود داعی ہونے کے باوجود مولوی اشرف علی تھانوی مناظرہ گاہ میں نہیں آسکے۔ اُس وقت کے مشہور اخبار "دیوبند سکندری" راپور نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ خط بھی شائع کیا۔

بنام مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شجرۃ و نصلی علی رسولہ الکریم

اَسْلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهَدٰی - فقیر بارگاہِ عزیز و قدیر عز جلالہ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے۔ اب حسب معاہدہ قرار داد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جوابدہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں۔ اور سنا دیں اور وہی دستخطی پر چہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیدیئے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں، ۲ صفر مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہ تعالیٰ دُومنت میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ لہذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲ صفر روز جاں افروز دوشنبہ اس کے لئے مقرر کرتا ہے۔ آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۵ صفر المظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

مہر

یہ اس مبارک خط کی تلخیص ہے جو طے شدہ معاہدہ کے مطابق اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اُس وقت کے دیوبندی سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی کو لکھا۔ لوگوں کو یقین تھا کہ مراد آباد کے اندر، ۲ صفر کو ایسا تاریخی فیصلہ ہوگا جو برصغیر کے اندر ہمیشہ آپ زر سے لکھا جائے گا۔ مگر دبدبہ سکندری اور تذکرہ جمیل کے مطابق مناظرہ کے لئے پہل کرنے کے باوجود مولوی اشرف علی تھانوی نے رجوع و اتحاد کی راہوں سے گریز کرتے ہوئے مراد آباد آنے سے انکار کر دیا۔

میں کس کس جانب آپ کی توجہ کو مبذول کراؤں آپ بحدہ تبارک و تعالیٰ

علمی ذوق رکھتے ہیں۔ حسام الحرمین کے علاوہ التحقیقات لدفع التلبیسات (صدر الافاضل)، الصوارم الہندیہ (شیر پیشہ المہنت)، فتاویٰ علماء عالم (مولانا شاہ عبدالحمید پانی پتی قطب بنارس) وغیرہ مکتب کا مطالعہ فرمائیے اور پھر خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان ظالموں کے حق میں سکوت بہتر ہے یا ان کی زیر آلود مہلک ایمان عبارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

واللہ الہادی الی سواد السبیل وهو اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ مجلس علماء نیدرلینڈ۔ ۱۳ جولائی ۱۹۷۲ء

انبیاء علیہم السلام کو عام بشر کی طرح کہنا

مسئلہ ۷۹۵۔ تم عالم شمسی بریڈ فورڈ انگلینڈ۔
۱۵ سوال نمبر

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

زید نبیوں کو عام بشر کی طرح مانتا ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص کسی بھی نبی کو بشر نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا ہے۔ زید یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو عظمت دی ہے لہذا انہیں باعظمت ماننا چاہئے اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے کہ وہی فوز و صلاح کا راستہ ہے مگر انہیں مالک و مختار ماننا ان سے مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین اور نبیوں کی شان میں غلو ہے۔۔۔ سوال یہ ہے کہ از روئے شرع شریف زید پر کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مختصر جواب باصواب سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

۷۹۶ الجواد بعون الملک الوہاب

العیاذ باللہ تعالیٰ، زید بے قید کے ایمان و عقیدے میں گھن لگ گیا ہے اور وہ ہر بیت کا جراثیم پوری طرح سرایت کر چکا ہے لہذا اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو اس سے دوبارہ نکاح ضروری ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلاشبہ جنس بشری میں مسخوث ہوئے اور وہ سب جنس بشر سے ہیں

نہ ملائکہ کے جنس سے ہیں نہ جنات کے۔ مگر انہیں صرف بشر اور بشر کی طرح کہنا کافروں اور مشرکوں کا طرز و طریقہ رہا ہے۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر کافروں اور شیطانوں کے قول کو نقل کیا ہے۔ مثلاً قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (ابراہیم آیت ۱۸)۔ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الانبیاء آیت ۱۷) مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (المؤمنون آیت ۲۲) مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (المؤمنون آیت ۲۳) مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعراء آیت ۱۵) قَالُوا مَا أَمْنُكُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یس آیت ۱۵) مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (هود آیت ۶۱) قَالَ لِمَ أَكُنُّ لَأَسْجُدَ لِبَشَرٍ (الحجر آیت ۲۳)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف بشر ماننا یا اپنے مثل بشر ماننا ان کی توہین ہے جو عند الشرع کفر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ہمارے اسلاف کرام نے بشر کہا ہے مگر اس طرح

النَّبِيُّ بَشَرٌ أَلَّا كَالْبَشَرِ ۖ كَالْيَاقُوتِ حَجْرًا أَلَّا كَالْحَجَرِ
یعنی نبی لاریب بشر ہیں لیکن عام بشر کی طرح نہیں۔ اسکی ناقص مثال یہ ہے کہ یاقوت لاریب پتھر ہے مگر عام پتھروں کی طرح نہیں یاقوت و لعل بدخشاں کو صرف پتھر یا عام پتھر کے مثل کہنا اسکی صریح توہین اور ناقدری ہے۔
شفاء شریف جلد ثانی میں ہے۔

وَأَجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى قَتْلِ
مُنْقِصِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
وَسَابَّهُ
تمام امت مطلقہ کا اس بات پر اجماع ہے
کہ جو مدعی اسلام نبی علیہ السلام کی شان میں
تنقیص ہو اس کو قتل کرنے کا مستحق ہے۔

اور فتاویٰ شامی جلد ثالث میں ہے

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ
شَاتِمَهُ كَافِرٌ وَحُكْمُهُ الْقَتْلُ
وَمَنْ شَكَ فِي عَدَايِهِ وَكُفْرِهِ
باجماع مسلمین نبی علیہ السلام کی تنقیص کرنے
والا کافر ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم
اسلام ایسے قتل کرے اور جو بھی اس تنقیص کرنے

کفر۔

فارے کے جہتی اور کافر ہونے میں شک کے وہ بھی کافر ہے

مذکورہ بالا حکم شرع کے مطابق زید مذکور کا حکم واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش سے انبیاء علیہم السلام کو زمین و آسمان سب مالک و مختار بنا دیا۔ ان کو اختیار ہے جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے جو نعمت چاہیں چھین لیں۔ ارشاد خداوندی ہے هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِفَيْحِ حِسَابٍ۔ یہ زمین و آسمان تمہارے لئے ہماری عطا ہے جس پر چاہو احسان کرو اور جس سے چاہو نعمت چھین لو تم پر کوئی حساب و کتاب نہیں۔

اور جہاں تک مدد طلب کرنے کا سوال ہے۔ تو مدد کرنے کی طاقت نہ صرف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرمائی بلکہ مومنین کو بھی ہے۔ اور مدد و طاقت و صلاحیت نہ صرف اہل ایمان کو حاصل ہے بلکہ غیر اہل ایمان کو بھی ہے۔ قرآن کریم کی آیات مقدسہ کو غور و تأمل کے ساتھ تلاوت کیجئے اور اس کے مفہوم و مطلب کو سمجھئے۔

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

① تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ
وَالْتَّقْوَىٰ

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

② اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ
يَنْصُرْكُمْ

حضرت عیسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے کون میری مدد کرے گا۔

③ قَالَ مَنْ اَنْصَارِي
اِلَى اللّٰهِ

حضرت عیسیٰ کے صحابیوں نے کہا ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے۔

④ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ
اَنْصَارُ اللّٰهِ

اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں۔

⑤ اِنَّمَا وَلِيكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سکندر ذوالقربین نے کہا تم لوگ میری اپنی طاقت مدد کرو

⑥ اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةِ

﴿لِتُؤْمِنَنَّ بِهِ وَ لِنَتَّصِرَنَّ﴾
اے گروہ انبیاء تم ضرور نبی آخر الزماں پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اس طرح درجنوں آیاتِ کریمہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی ترغیب و تعلیم اور تحریریں موجود ہے لیکن وہاں یہ نجدیہ استعانت علی الغیر کا مفہوم ہی نہیں سمجھتے ہیں تو ایسے نا سمجھوں کو کون سمجھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۲۳ شوال الحکم ۱۴۰۹ھ

قادم الافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام بالینڈ ۱۹۸۹ء

جہنم کی آگ کا رنگ کیسا ہے؟

۹۶ء مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ جہنم کی آگ دنیاوی آگ کی طرح سُرخ ہے یا سفید؟ اور اس کی سُرخ پر دلیلِ شرع قائم ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب باصوابی شاد کام فرمائیں گے۔

محمد عرفان عسلی۔ خازن ہوق۔ پورٹ آرمسٹروم

۹۷ء الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

جہنم کی آگ مختلف رنگوں میں تبدیل ہوتی رہی۔ اولاً وہ سُرخ ہی تھی پھر سفید ہو گئی۔ اس کے بعد سیاہ ہو گئی۔ اور اب تک سیاہ ہی ہے۔ علامہ الوالیق اسم اصیبہانی نے علامہ بیہقی سے روایت کیا کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیہ کریمہ وَقُوَّةُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ تلاوت فرمائی اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ:

أَوْقَدَ عَلَيْهَا الْفِ عَامٍ حَتَّىٰ أَحْمَرَتْ
وَالْفِ عَامٍ حَتَّىٰ أَبْيَضَتْ وَ
الْفِ عَامٍ حَتَّىٰ اسْوَدَتْ فَهِيَ
مُظْلِمَةٌ لَا يَبْصُرُ لَهَا (الدر المنثور)

جہنم میں ایک ہزار سال آگ جلائی گئی تو سُرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال (جلائی گئی) یہاں تک کہ سفید ہوئی پھر ایک ہزار سال حَتَّىٰ کہ سیاہ ہو گئی۔ پس جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے، جسکے شعلہ میں کوئی روشنی نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کنت عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز
۵۔ ذوالقعدة الحرام ۱۴۲۳ھ

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

۷۹۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کس مسلمان سے کوئی چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاریتہ (ادھار) لے لیں۔ تو کیا اس چیز کا لوٹانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ضروری ہے؟ اگر نہیں لوٹائیں تو کیا ہوگا؟
المستفتی: سید نور الامام۔ مسجد قدیم پیرس (فرانس)

۷۹۸ جواب: هو الہادی الی الصواب

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بچائے الہی سائے عالم کے مالک و مختار ہیں۔ جس کو جو ملتا ہے وہ ہارگاہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے ملتا ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "إِنَّمَا أَنَا قَاتِلٌ وَأَللَّهُ يُعْطِي" لہذا جس کے پاس جو کچھ ہے وہ عطا رسول علیہ السلام ہی ہے۔ مسلمانوں کے جان و مال کا مالک تو بھص قرآن حضور پر نور سید الاتس والجان علیہ صلوات الرحمن ہی کی ذات گرامی ہے۔
قَالَ تَعَالَى "الَّتِي أُولَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أُنْفُسِهِمْ"

کس مسلمان سے کوئی چیز طلب فرمائیے احسانِ عظیم ہے اور اسے لوٹا دینا احسانِ بالائے احسان ہے۔ اگر نہ لوٹائیں تو ان کی ملکیت ہے ان پر کوئی حساب و کتاب نہیں۔ قَالَ تَعَالَى "هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" سورہ ص اس آیت کریمہ کے ذیل میں صاحب روح البیان تحریر فرماتے ہیں۔

هَذَا عَطَاؤُنَا يَسْتَبْرَأُ إِلَىٰ أَنْ لَا نَبِيَّاءَ
بِتَأْيِيدِ الْفَيْضِ الْإِلَهِيِّ وَرِلَايَةِ
أَفَاضَةِ الْفَيْضِ عَلَيَّ مِنْ هُو
أَهْلُهُ عِنْدَ اسْتِفَاضَتِهِ وَلَهُمْ
أَمْسَاكُ الْفَيْضِ عِنْدَ عَدَمِ

قرآن پاک کے یہ الفاظ (هَذَا عَطَاؤُنَا) اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انبیاء کرام کو فیضِ خداوندی کی تائید سے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس طالب فیض پر جتنا چاہیں لطف و کرم فرما سکتے ہیں اور اپنے فیضانِ کرم سے اسے مالا مال کر سکتے

الاستفاضة من غير اهله
(روح البيان)

ہیں۔ اور جو نااہل ہو اس کو اپنے فیضان سے محروم کر سکتے ہیں۔
بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَىٰ بِهِ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِقْرُوا انْ
شَدُّمَ النَّبِيِّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ
مِنْ أَنْفُسِهِمْ الخ

اور اسی ارشاد گرامی کے تحت حضرت سیدنا سہیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔
مَنْ لَمْ يَرِنَفْسَهُ فِي مَلِكِ الرَّسُولِ
وَلَمْ يَرِ وِلَايَتَهُ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ
احْوَالِهِ لَمْ يَذُقْ حِلَاوَةَ
سُنَّتِهِ.....

جو شخص اپنے آپ کو حضور اکرم کی ملکیت نہ سمجھے اور اپنے تمام حالات میں اپنے آپ پر ان کی حکمرانی تسلیم نہ کرے۔ اُس نے سنت کی چاشنی محسوس ہی نہیں کی...
ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مومن اور مومن کی ہر چیز رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہے جس میں تصدق کا پورا پورا اختیار خالق حقیقی عزوجل نے انہیں عطا فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے جب اپنا سارا مال و متاع قدم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان کر دیا تو سید کائنات علیہ اکرم الصلوٰۃ نے پوچھا اے صدیق! اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے کیا رکھ آئے ہو؟ تو نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا۔

هل انا ومالي الا لك
يا رسول الله....

یا رسول اللہ میں اور میرے مال کس کے ہیں؟
سب تو حضور ہی کے ہیں۔
جب جان و مال سب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ہیں

تو وہ ان میں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔ اس میں لوٹانے اور واپس کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الانشا مجلس علماء نیدرلینڈ

۱۳ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

حضرت مولیٰ علی اور حضرت امیر معاویہ

۹۸: غلام عسکری پاکستانی۔ ہیم بیورخ ۱۰۶۲ B.K. امرسفورٹ ہالینڈ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضرت سیدنا علی اور حضرت امیر معاویہ
ان دونوں حضرات میں افضل صحابی کون ہیں؟ ان دونوں حضرات کے درمیان
جو جنگیں ہوئیں ان میں حق بجانب کون تھے؟ امید کہ شافی جواب عطا فرما کر شکر
کا موقع دیں گے؟

۹۷: الجواب هو الہادی الی الصواب

ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت و کرامت مسلم ہے۔ سب آسمان
ہدایت کے ستارے ہیں ان میں سے جن کی پیروی کی جائے گی منزل ہدایت مل جائیگی
قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمْ
میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں
سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکک شاشیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کاتب وحی۔

امیر الاسلام حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات کے فضائل و
برکات اور عظمت و شان میں درجنوں احادیث صحیحہ سے کتب صحاح و مسانید صحیحہ
اور کتب سیر مملو ہیں۔ ہر دو حضرات کی عظمت و فضیلت اور ان کی خلافت و صحابیت
در الگ الگ درجنوں مدلل کتابیں تصنیف ہوئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ان معظم صحابہ کبار کا بہت اونچا مقام ہے۔

جو صحابیت کی فضیلت کے ساتھ ساتھ گروہ صحابہ میں مجتہدانہ خصوصیت کے حامل تھے۔ عام صحابہ کرام انہیں اپنے مقابلہ میں نہایت اشرف و اعلیٰ مانتے تھے۔ اور یہ دونوں حضرات علم و اتقویٰ، زہد و امانت، حلم و صداقت اور شانِ اجتہاد میں عام صحابہ کرام کے درمیان بہت ہی باند و بالا حیثیت کے مالک تھے۔

کتب صحاح نے ان دونوں بزرگوں کی فضیلت و مناقب میں الگ الگ باب باندھا ہے اور ان حدیثوں کو جمع کیا ہے جو ان سے متعلق ہیں جو تفصیل کے ساتھ ان حضرات کے فضائل معلوم کرنا چاہے وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ایک مرتبہ امام العسارین حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ خلیفۃ المسلمین محمد واولیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیز بن کی حکومت منہاج خلافت راشدہ کے عین مطابق ہے۔ ان میں اور سیدنا امیر معاویہ میں کون افضل ہیں؟ تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

معاویہ کے گھوڑے کی ٹاپ کا غبار جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے ہزار گنا

اچھتا ہے۔

بائیں ہمہ عظمت و شان حضرت سیدنا شیرین و مشکک شامولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی فضیلت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تمام صحابہ کرام دخواہ وہ عشرہ مبشرہ ہوں یا بدری ہوں، پر مسلم ہے۔ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ان حضرات کے ایسی نزاعات یا ان کے درمیان واقع جنگوں کا تذکرہ ہم یہاں نہیں کرتے کیونکہ ان کا اختلاف ان کے اجتہاد پر مبنی تھا اور قوت اجتہاد کی دونوں حضرات کے اندر تھی جس کی وجہ سے دونوں اپنے کو حق بجانب خیال فرماتے رہے اور اجتہاد کی بنا پر اختلاف کا رونما ہونا کوئی جرم شرعی نہیں ہے۔ بلکہ اگر فی الواقع کوئی مجتہد غلطی ہی کر رہا ہو جب بھی ایک ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہذا فی اصول الشرع لہذا ہر دو حضرات مصیب و مثاب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الانشاء مجلس علماء انڈر لینڈ

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۴۲۲ھ

دعوتِ اسلامی کا طریقہ تبلیغ

مسئلہ ۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ، فرانس، جرمنی اور انگلینڈ وغیرہ یورپین ممالک میں اللہ پاک کے کچھ ایسے نیک بندے جو صورت و شکل اور وضع قطع سے مسلمان اور مسلمانوں کے رہبر معلوم ہوتے ہیں۔ وہ شہر شہر، علاقہ علاقہ، قریہ قریہ اسلام و سنت کی تبلیغ کرتے ہیں، لوگوں کو کلمہ و نماز اور درود و سلام سے قریب کرتے ہیں۔ نئی نشستوں میں ایمان و عقیدے کی اصلاح بھی کرتے رہتے ہیں اور نماز روزے کا شوق بھی دلاتے رہتے ہیں، انکی تبلیغ ایسی موثر ہوتی ہے کہ برسوں کا بے نمازی اور اعلانیہ فسق و فجور میں مبتلا نمازی بن جاتا ہے۔ چہرہ پر نور اسلام کی روشنی آجاتی ہے۔ سر پر سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہریالی گنبد کا عکس چمکنے لگتا ہے اور لبوں سے درود و سلام کے انوار تھمڑنے لگتے ہیں۔

پوچھنے پر وہ حضرات اپنے آپ کو مبلغین سنت یا خادمانِ مدینہ کہتے ہیں۔ البتہ جو کتابیں، رسالے، اسٹیکرز اور سی ڈیز وغیرہ جو وہ عموماً مفت تقسیم کرتے ہیں۔ ان سبھوں پر ”دعوتِ اسلامی“ مرقوم ہوتا ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ پاکستان میں کوئی بزرگ ”مولانا محمد الیاس عطار قادری“ کی مخلصانہ کاوشوں اور انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجے میں یہ جماعت معرض وجود میں آئی ہے جو بیشتر براعظموں میں اسلام و سنت کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہم سنی مسلمانوں کو اس جماعت ”دعوتِ اسلامی“ میں شریک بنا۔ ان کے ساتھ تبلیغی امور کی اشاعت کے لئے محلہ محلہ اور شہر شہر جانا، ان کے ساتھ شب و روز گزارنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ امید کہ ہم سنیوں کی دستگیری فرما کر

ثواب دارین حاصل کریں گے اور ہمیں شکر یہ کاموقع دیں گے۔
راحت حسینی، علاء الدین اینڈ برادرز وغیرہم۔ آسٹریڈوم۔ ہالینڈ

۹۸۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب

آپ نے جو کارنامے اور خصوصیتیں جماعتِ مذکورہ کے مبلغین کی بیان کی وہ قابلِ تعریف و تقلید ہے۔ اگر ان کے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو وہ لائقِ عزت و تکریم ہے۔ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔
لان یھدی اللہ بک رجلاً
خیر لک مما طلعت علیہ
الشمس (جامع الصغیر)
جس پر سورج چمکنا ہے (جامع حدیث ۴۲۱۹)

اور صحیح البخاری کتاب الجہاد میں یہ حدیث پاک موجود ہے واللہ لان یھدی
اللہ بک رجلاً واحداً خیر لک من ان یکون لک حمر النعم کہ خدا کی قسم
اگر تیرے سبب سے ایک آدمی کو بھی خدا ہدایت فرمائے تو وہ تیرے لئے سُرُخ اونٹوں
سے بہتر ہے۔

تبلیغ دین اور اصلاح اعمال و عقائد کے لئے جتنے قدم زمین پر پڑتے ہیں ہر قدم
پر مبلغ کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد گرامی ہے۔
مَسْکُتٌ مَّا قَدْ مَوَّأَ وَاثَارَهُمْ
(سورہ یس شریف)
ہم لکھتے ہیں ان کے کام اور ان کے
قدموں کے نشان۔

اب آپ خود ہی حساب لگا لیجئے کہ ایک شخص اگر چند ساعت کے لئے اپنے محلہ
یا شہر میں گھوم کر مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرتا ہے یا غیر مسلموں تک
اسلام کو پہنچانے کی سعی کرتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں کس قدر ثواب لکھے جاتے
ہوں گے اور وہ خداوند کریم کی بارگاہِ کرم میں کس قدر اجر جزیل کا مستحق ہوگا؟
"دعوتِ اسلامی" کے سیکڑوں خادموں سے میری ملاقات عرب و عجم مختلف
ممالک میں ہوئی ہے میں نے ان میں سے بیشتر کو مخلص اور سنیت کا ہمدرد پایا۔ اسلام

سنت کی اشاعت کا جذبہ ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہے۔ کاش کہ امور تبلیغ و اصلاح کے لئے اہل علم حضرات کا تقرر کیا جاتا اور ان کی معاونت میں دعوت کے عام انسداد ہوتے۔ یا جس علاقہ میں دعوت کے افراد کو کوئی سنی عالم دین مل جاتا خدمت تبلیغ و اشاعت انہی کے سپرد کی جاتی اور دعوت کے افراد اسکے معاون ہوتے...

حلقہ ذکر اور دعا میں گریہ و زاری کا نہایت بڑا انداز ہے جس کا اثر عوام پر ہوتا ہے۔ مختصراً آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ دعوت مذکورہ کے افراد اہل سنت و جماعت سے ہیں ان کے ساتھ نشست و برخاست اور ان کے ساتھ اسلام و سنت کی تبلیغ میں اپنے وقت کی قربانی دینا جائز و سعادت مندی ہے۔ خاص کر یورپ کے مسموم ماحول میں ان کے طریقہ تبلیغ کی اشد ضرورت ہے کہ زبانیں یہاں کے ممالک کی ہوں اور طریقہ تبلیغ ان کا ہو۔ واللہ الہادی الی الصواب والیہ المرجع والمآب۔ وہو اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الافناء، القرآن، نیدرلینڈ

یکم رجب المرجب ۱۴۲۵ھ - ۱۸ اگست ۲۰۰۴ء

رافضی و تبرائی کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ ایران سے یہاں پناہ گزیں کی صورت میں آئے ہیں۔ محرم شریف میں مجلسیں بھی کرتے ہیں اور دوسرے ممالک کے اپنے مقررین کو بلاتے ہیں۔ چونکہ انکی تعداد محدود ہے اسلئے انکی مجلسیں بھی بند کمروں میں ہوا کرتی ہیں۔ ان لوگوں سے جب ہماری بات چیت کرتے تو انہوں نے اولاً حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرام یہاں کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل قرار دانا۔ پھر ان دونوں بزرگوں کی ارفع و اعلیٰ شان میں گستاخانہ جملے استعمال کئے۔ جبکہ ہمیں ان لوگوں سے نفرت ہو گئی۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ کون لوگ ہیں ان کے ساتھ اسلامی راہ و رسم رکھنا درست ہے یا نہیں؟ کرم فرما کر جلد ہی جواب

مَعَهُمْ (کنز العمال) بد مذہبوں کے ساتھ مت بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ بیو۔ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت مت کرو۔ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر مت جاؤ۔ نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

قرآن و حدیث سے حکم واضح ہو جانے کے بعد کسی مسلمان کا ان بد مذہبوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کلام، شادی بیاہ، بیمار پرسی و مزاج پرسی، جنازہ میں شرکت یا غسل و کفن و دفن میں اس کی مدد سب حرام بد انجام ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی النبی الاعظم و علی آلہ و صحبہ الاکرم

حکمت عبدالواجد قادری غفرلہ، خادم الاقناء، مجلس علماء نیدر لینڈ

۹ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ ۲۹ مئی ۲۰۰۴ء

نبی علیہ السلام کا حاضر و ناظر اور شافع ہونا

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ نسلاً ہندوستانی اور وطناً سورینیامی ہیں۔ دنیاوی یا دینی تعلیم سے زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ دین کے متعلق جو کچھ اپنے باپ دادا کو کہتے سنایا کرتے دیکھا اپنا ایمان و عقیدہ اور عمل و معاملہ کی طرح ہو گیا۔ ادھر پندرہ بیس سال سے ہندوستان و پاکستان اور دیگر ملکوں سے علماء دین نیدر لینڈ اور سورینیام میں آتے رہے جن کی وجہ سے ہمارے ایمان و عقیدے اور عمل میں اصلاحیں ہوئیں۔ مگر بالینڈ میں آنے کے بعد ہمارا راہ و رسم مختلف ملکوں کے مسلمانوں سے ہوا مثلاً مغرب۔ انڈونیشیا۔ ترکی۔ پاکستان والوں سے۔ اب ان لوگوں نے ہمارے بعض مراسم و معتقدات میں کثیر انکالنا شروع کر دیا ہے۔ اور ہم لوگ کہ دینی واقفیت زیادہ نہیں رکھتے ہیں اسلئے اعتراض کرنے والوں کو مطمئن بھی نہیں آتے ہیں۔ مثلاً جب سے ہمارے باپ دادا متحدہ ہندوستان سے انگریزوں کے زمانہ میں نکال بنا کر سورینیام وغیرہ ملکوں میں لائے گئے اسی وقت سے ہمارے یہاں دفن میت وغیرہ کے قریب اذان ہوتی آرہی ہے کسی مسلمان کے مرجانے کے بعد چالیس دنوں

تک مقررہ مقام و وقت میں باضابطہ قرآن خوانی ہوتی ہے جس میں امام مسجد، میاں جی مولانا اور دور و نزدیک کے رشتہ دار شریک ہوتے ہیں۔ اسی میں تیجہ، دسواں، بیسواں اور چہلم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہم سنی مسلمانوں کا قدیمی عقیدہ ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے احوال و اعمال سے باذنہ تعالیٰ باخبر اور حاضر و ناظر ہیں۔ شفاعت کبریٰ کا اذن آپ کو مل چکا ہے اور آپ اپنی گناہگار سیہ کار امتیوں کی قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔

اب ہمارے بعض دوستوں نے کہنا شروع کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حاضر و ناظر کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ بد عقیدگی ہے۔ حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت ملی نہیں ہے بلکہ قیامت میں اجازت ملے گی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اذان نماز کے لئے مشروع ہے قبرستان کے لئے نہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جو مر گیا اس کا نامہ اعمال لپیٹ دیا گیا۔ اب اس میں کوئی اچھائی یا برائی کا اضافہ نہیں ہو سکتا ہے جس نے جیسا کیا ویسا ہی بھرے گا۔ لہذا قرآن خوانی کا مروجہ اہتمام بیکار ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کی یہ باتیں شرعاً صحیح ہیں یا نہیں؟ جواب باصواب سے لوازیں۔

محمد اشرف گمان۔ فیروز گمان۔ فرہاد گمان۔ اسٹریٹم الینڈ

۴۸۶ جواب الہادی الی الصواب

الحمد للہ رب العالمین۔ کہ آپ لوگوں نے جو کچھ اپنے آباؤ اجداد سے عتائد و اعمال کے بارے میں سیکھا اور جس کا ذکر سوال نامہ میں کیا وہ سب حق و درست اور اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے۔ البتہ آپ حضرات کے معترض دوستوں پر مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ نجدیت و دیوبندیت کے مسموم نظریات نے ان کے گلشن ایمان کو شاید خزاں رسیدہ تو نہیں بنا دیا ہے؟ بہر حال جب تک ان کی صحت عقیدہ کا قولاً و عملاً اظہار نہ ہو ان کی دوستی زہرِ بلاہل ہے اور ان لوگوں سے آپ حضرات کا دور و غور رہنا ضروری ہے۔ کہ خدا نخواستہ ان کی بد عقیدگی و سوء عملی کا برا اثر آپ حضرات

کی طرف سرایت نہ کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ وایاکم)

آپ کے دوستوں کا یہ کہنا کہ حضور پر نور سید کائنات علیہ اکرم الصلوات وازکی التحیات کو حاضر و ناظر کہنا بد عقیدگی ہے کیونکہ حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ سراسر غلط، دینی معلومات سے دوری، اسماء الہیہ کے علم سے مہجوری بلکہ خود ان کے عقیدوں کی کمزوری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اعظم و اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ ارفع و اعلیٰ میں کسی صفت کو منسوب کرنے یا اسے کسی صفت سے منترہ جاننے میں کامل احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام اسماء توقیفی ہیں یعنی شرع سے منقول ہیں۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ حاضر و ناظر جو دونوں عربی الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ میں سے ہیں یا نہیں؟ تو چونکہ آپ کے دوست اس بات کے مدعی ہیں کہ ”حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے“ لہذا دلائل و براہین کی روشنی میں اس دعوے کو ثابت کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ لقولہ صلے اللہ تبارک و تعالیٰ **الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي** ”لیکن وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ کے اسماء صفاتیہ میں سے ہیں۔“

اسی لئے ہمارے محتاط علماء افتاء فرماتے ہیں کہ بغیر تاویل کے مطلقاً یہ دونوں الفاظ (حاضر و ناظر) اللہ سبحانہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں ہیں کیونکہ وہ جسم و جسمانیات سے پاک ہے اور حضور و نظور، حاضر و ناظر کے لغوی معنی جسم کے ساتھ حاضر ہونا اور آنکھ کی پتلی سے دیکھنا (المبجہ) ہاں تاویلاً ان الفاظ کو ذات باری تعالیٰ کے لئے بولنے پر کفر کا فتویٰ تو نہیں ہے مگر احتیاطی تقاضوں کے خلاف ہے۔ درمختار جلد سوم میں ہے **يَا حَاضِرُ يَا نَاطِرُ لَيْسَ بِكُفْرٍ** یعنی اللہ تعالیٰ کو حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے کہ علامہ عابدین شامی نے اپنے فتاویٰ شامی میں اس کی تاویل یوں کی ہے۔ **فان الحضور بمعنى العلم شائع ما يكون من نجوى ثلاثة الا وهو اليبهخر والناظر بمعنى السوية. الم يعلم بان الله يري** ”پس حاضر و ناظر کا معنی اگر یا عالم من تیری یا شہید و بصیر کیا جائے تو اس تاویل سے اس کا

اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر ہو سکتا ہے۔ مطلقاً ان دونوں اسماء کو ذاتِ الہی کی طرف منسوب کرنا شریعتِ مطہرہ پر جرات کرنا اور اپنے دل سے اسماءِ صفائیہ میں اضافہ کرنا ہے۔ ان دونوں لفظوں (حاضر و ناظر) کا استعمال اس کے حقیقی معنوں میں حضور اکرم شاہدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہ صرف جائز بلکہ اسلافِ امت کے درمیان شائع و مقبول ہے۔ کیونکہ اُن کی روحانیتِ مقدسہ اور علمِ خدا داد ہر گھر میں موجود اور تمام امت کے احوال و اعمال پر مطلع ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا **فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ** (النور ۲۴) کہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنیوں کو سلامتی کی دعا کرو۔ اور حدیث شریف میں آیا **وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ فِى الْبَيْتِ فَعَلِّ السَّلَامَ عَلَيْكَ اَيْهَا النَّبِيُّ ذَرِحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ** کہ جب گھر میں کوئی بھی آدمی موجود نہ ہو تو اپنے نبی علیہ السلام پر سلام پیش کرو۔ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء شریف کی شرح میں اس کی علت یہ بیان فرمائی **” لِ اَنَّ رُوْحَهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ فِى بُیُوتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ كَمَا نَبِیْ كَرِیْمٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كِی رُوْحَانِیَّتِ مَقْدَسِہٖ تَمَامِ اہْلِ اِسْلَامِ كِی گھروں میں جلوہ بار ہے پھر حضور پر نور شافعِ یومِ النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بایں معنی بھی حاضر و ناظر کہا جا سکتا ہے کہ باذن اللہ تعالیٰ و بَعْطَائِہٖ تَمَامِ اَمْتِ كِی احوال کے عالم اور اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ چنانچہ شیخِ محقق ناشر الحدیث محسن العلماء حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔**

وَعَلِیَّ السَّلَامُ بِرَا حَوَالِ وَاَعْمَالِ اَمْتِ حَضْرَا كَرِیْمٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْتِ كِی تَمَامِ مَطْلَعِ اسْتِ وِ بِرْمَقْرَبَانِ وَاَخَاصِ دِرْگَاہِ خُودِ حَالَتُوں اور عَمَلُوں بَاخْبَرِیوں اور اپنے مقربین خاص پر انوار و مَفِیضِ وَا حَاضِرِ وَا نَاطِرِ اسْتِ۔

فیومن کی بارش برساتے ہیں کہ وہ حاضر و ناظر ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا علم و عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے بلکہ ہمارے اسلافِ کرام نے ہمیں یہ دیا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک نے حضور نبی رحمت علیہ السلام و التَّحِیَّتِ كِی صِفَاتِ كَرِیْمِہٖ كِی بَیَانِ كِرْتِے ہوئے فرمایا **سَاهِدًا وَا وَصِیًّا**

وَمَنْ يَرَاهُ يَعْنِي أَبِي كِي صِفَتوں میں سے ایک عظیم صفت آپ کا شاہد ہونا ہے۔ اور شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھے اندھانہ ہو اور موقعہ واردات پر موجود ہو۔ یعنی حاضر و ناظر ہو۔ اسی لئے محتاط مترجمین حضرات نے شاہد کا معنی حاضر و ناظر کیا ہے۔

لیکن حضور انور صل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے میں یہ مخصوص گوشہ ذہن نشین ہونا چاہئے کہ سید کائنات علیہ اکرم الصلوات اپنی وسعت علم اور سر بیان حقیقت محمدیہ کی وجہ سے حاضر و ناظر ہیں اور بایں سب انہیں حاضر و ناظر کہنا جائز و درست اور مبنی بر حقیقت ہے۔

جوشی تیری نگاہ سے گزرے درود پڑھ: ہر جز اوکل ہے منظر الوارِ مصطفیٰ (حضرت اسی) ۲۔ اگر شفاعت کی اجازت ملی نہیں تو "وَلَوْ اَنَّ الْجَدَّ يَوْمَئِذٍ بِبَيْدِي" (شفاعت کا جہنم قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا) کا دعویٰ کیوں ہے؟ اذن شفاعت تو مل چکی ہے لیکن اس کا ظہور روز قیامت ہوگا۔ پیارے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے "شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكِبَايُرِ مِنْ اُمَّتِيْ" میری شفاعت میری گنہ گار امت کیلئے ہے خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورۃ الاسراء ۷۹) یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا "هُوَ الْمَقَامُ الَّذِي اشْفَعُ فِيْهِ لِاُمَّتِيْ" مقام محمود وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت فرماؤں گا۔

آیت مذکورہ کے ترجمہ میں ممکن ہے کہ کسی بادی النظر کو اعتراض ہو کہ عسی کے لغوی معنی میں امکان موجود ہے لہذا یقیناً اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اُن سے عرض ہے کہ اعتراض سے پہلے البرہان کا مطالعہ کریں جس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ عسی اور لعنت وغیرہما کی نسبت جب مخلوق کی طرف ہو تو اس کے ترجمہ میں امکان موجود ہوگا۔ لیکن یہی الفاظ جب خالق عزوجل سے منسوب ہو جائیں تو اس کے معنی یقیناً ہوں گے۔ وہاں امکان و

شبہ کی کوئی رسائی نہیں ہوگی کیونکہ وہ ذات ذات واجب ہے جہاں امکان کی گنجائش نہیں "عَسَىٰ وَلَعَلَّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَاجِبَتَانِ" (البرہان)

شفاعتِ کبریٰ اور اذنِ شفاعت سے متعلق بے شمار دلائل شرعیہ موجود ہیں جن کو آپ لوگ علماء اہلسنت وجماعت سے اکثر و بیشتر سنتے رہتے ہیں۔ حضرت علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شفاعت سے متعلق بعض حدیثیں متواتر ہیں لہذا وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو شفاعت کا انکار کرتا ہے۔ اور شفاعت کا انکار دنیا میں وہی کرے گا جو آخرت میں شفاعت سے محروم ہے گا۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ يَكْذِبُونَ كَمَا اس امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا بعد اب القبر وَيَكْذِبُونَ بِالشَّفَاعَةِ " جو عذابِ قبر اور شفاعت کا انکار کرے گا۔

ان دونوں باتوں کا انکار پہلے پہل خارجیوں اور معتزلیوں نے کیا اور آج بھی ان دونوں کے پیروکار نجدی و ہابی یا ان سے متعلق لوگ کر رہے ہیں۔ اہلسنت وجماعت کو منکرینِ شفاعت سے دور رہنا ضروری ہے۔

اذان علی القبر ۳ اذان کو صرف نماز کے لئے محدود کرنا آپ کے دوستوں کی جہالت و نادانی اور مسائل شرعیہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے ہو سکتا ہے ان لوگوں کی پیدائش کے بعد ان کے کانوں میں اذان ہی نہ دی گئی ہو۔ یا اذان کے کلمات سے وہ لوگ چڑھتے ہوں جیسے شیاطین چڑھتے ہیں شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک اذان کے مختلف مواقع ہیں جہاں اذان کہنا سنت یا مستحب ہے۔ فقہی کتابوں سے اس کی تفصیل معلوم کرنی چاہئے۔ علمائے کرام کے نزدیک اختلاف اس بات میں ہے کہ جیسے دنیا میں آنے کے بعد نوزمولود کے کانوں میں اذان کہنا سنت ہے کیا دنیا سے جانے کے بعد اذان علی القبر بھی مسنون ہے؟ بعض علمائے کرام نے حالتِ اولیٰ پر قیاس کرتے ہوئے اسے مسنون کہا اور بعضوں نے مستحب کے خانوں میں رکھا۔۔۔ اذان علی القبر

کے فوائد اس قدر کثیر ہیں کہ معلومات ہو جانے کے بعد کوئی مسلمان اس سے محروم رہنا نہیں چاہے گا۔ امام اہلسنت مجدد ملت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس باب میں ایک نہایت نافع اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا جو فتاویٰ مبارکہ رضویہ میں شامل ہے۔
فَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهَا۔

۳۔ ایصالِ ثواب:۔ یہ عقیدہ معتزلیوں کا ہے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ زندوں کی طرف سے ایصالِ ثواب مردوں کے لئے نفع بخش ہے (فقہ اکبر) سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان نے اس کو اہلسنت وجماعت کی پہچان بتائی اور اس کے مخالفین کو معتزلی (غیر سنی) گردانا۔ اور ایصالِ ثواب کے اثبات پر احادیث کریمہ، اعمالِ سلف اور اقوالِ علماء سب ہی شاہد ہیں۔ قرآن خوانی کے اہتمام کو بیکار بتانا بد مذہبیت اور طریقِ سلف سے اعراض ہے۔ وَاللّٰهُ الْعَادِي اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ صِرَاطِ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنْ النَّبِيِّينَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهِدَاءِ وَالْقٰصِحِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَوَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔



کتاب الطہارۃ

(پاکستان کا بیٹان)

ترجمہ قرآن پاک کو بے طہارت چھونا

۸۰۲ھ: محمد سلیم ناصر الدین یوتریخت - نیدرلینڈ۔

۱۹۸۶-۱-۳

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید کا ترجمہ جو صرف اردو یا فارسی یا ڈچ زبان میں ہو اس میں عربی عبارتیں نہ ہوں، تو اسے بغیر غسل یا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں۔

۹۸۶ جواب: ہوالہادی الی الصواب

صرف ترجمہ قرآن عظیم خواہ وہ انگلش میں ہو یا ڈچ میں۔ اردو میں ہو یا فارسی میں بغیر طہارت کے اسے چھونا جائز نہیں کہ وہ سب اسی سے متعلق ہے جو منزل من السماء ہے جس کے بارے میں حکم الہی ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کامل پاکیزگی و طہارت کے بغیر اسے مت چھوؤ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ مَكْتُوبًا
بِالْفَارِسِيَّةِ يَكْرَهُ لَهُمْ مَسَّهُ
عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهَكَذَا
عِنْدَهُمَا عَلَى الصَّحِيحِ هَكَذَا

اگر قرآن فارسی میں لکھا ہوا ہو تو بھی امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا چھونا مکروہ تحریمی ہے اور صحیح قول کے مطابق یہی مذہب صاحبین کا بھی ہے (اس طرح فتاویٰ خلاصہ میں ہے)

فِي الْخُلَاصَةِ

وَاللَّهِ تَعَالَى أَعْلَمُ كَتَبَهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ قَادِرِي عَفْرَاءُ نَوْرِي سِيدِي بِالْبَيْتِ

منی نکلنے کے بعد غسل کب واجب ہوتا ہے

۸۰۳ھ : محمد نسیم سالار بخش۔ اتروہ
۱۹۸۵-۱۲-۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین

اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی یا کسی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر کی۔ یا اس کی شرمگاہ سے اپنے آل کو ملایا پھر جب شہوت زیادہ ہوئی اور منی اچھل کر نکلنے والی ہوئی تو اس آدمی نے اپنے ذکر کو مضبوطی سے تھام لیا اور جب شہوت ختم ہو گئی آل ڈھیل پڑ گیا تو اس نے آل کو چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے بعد بغیر شہوت کے اور بغیر اچھلے ہوئے منی خارج ہو گئی۔ کیا ایسی صورت میں غسل فرض ہوگا؟ واضح ہو کہ صورتِ مذکورہ میں عورت کو منی خارج نہیں ہوئی۔

۹۲ الجواد هو الملک الوہاب

جب منی کا اپنی جگہ سے اچھل کر جدا ہونا مستحق ہے تو چاہے اس کا اخراج سکون کے بعد ہوا ہو۔ اس پر غسل واجب ہے۔ وجوبِ غسل کے لئے یہی ضروری نہیں کہ بیوی یا کسی پرانی عورت کی شرمگاہ یا ستر دیکھ کر یہ کیفیت ہوئی ہو یا یونہی خیال و بدخیالی میں ایسا ہو گیا ہو۔

جنازہ فتح القدر ص ۵۴ اور غنیہ ص ۴۳ وغیرہا میں ہے۔

عند الطرفین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک جب منی
يَجِبُ الْغُسْلُ إِذَا انْفَصَلَ الْمَنِيُّ
عَنِ الصُّلْبِ بِشَهْوَةٍ ثُمَّ خَرَجَ
بَعْدَ السُّكُونِ وَكَمَا ذَكَرُوا مِنْ
صَوْرَةٍ أَمْسَاكَ الذِّكْرِ... الخ

پیٹھ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو تو غسل واجب ہے اگر چہ منی سکون کے بعد خارج ہوئی ہو۔ فقہاء کے نزدیک اسکی ایک صورت یہ ہے کہ ذکر کو مضبوطی سے پکڑنے کی وجہ کر منی سکون سے خارج ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواحد قلاذری غفرلہ لوری دارالافتاء لوری مسجد

کس کس قسم کے زیورات مانع غسل و وضو ہیں

ملک شاہ :- لیاقت علی دل محمد، صدر نوری مسجد آسٹریٹم
 ۱۸-۱۰-۱۳۱۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت و مرد جو انگوٹھیاں
 یا زیورات استعمال کرتے ہیں اگر وہ جسم سے چپکے ہوئے ہوں۔ تو وضو یا غسل
 میں انہیں نکالنا یا حرکت دینا ضروری ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب با صواب
 سے شاد کام فرمائیں گے۔

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

انگوٹھیاں، چھلے اور دیگر زیورات جو استعمال کئے جاتے ہیں خواہ وہ عورت
 و مرد کے لئے حلال ہوں یا حرام یا مکروہ تحریمی۔ اگر وہ جسم سے ایسے چپکے ہوئے ہوں
 کہ وضو یا غسل میں جسم کے اس حصہ پر پانی نہ بہہ سکے تو ان زیورات کا اتنا ضروری
 اور ان اعضاء کا دھونا فرض ہے۔

اور اگر وہ زیورات کشادہ ہیں کہ پانی کے سیلان کو نہیں روکتے ہیں جب بھی
 ان کو حرکت دینا ضروری ہے تاکہ ان کے نیچے اعضاء وضو و غسل پر پانی بہ جائے
 کَمَا فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ

لَوْ خَاتَمَهُ ضَيْقًا نَزَعَهُ أَوْ حَرَكَهُ
 وَجُوبًا۔ (فرائض الغسل) دینا واجب ہے۔

واضح ہو کہ مرد کے لئے چاندی کی صرف ایک انگوٹھی جو ساڑھے چار گرام سے
 کم ہو ایک تنگ کے ساتھ جائز ہے۔ یعنی چاندی کی متعدد انگوٹھیاں، یا ایک ہی
 انگوٹھی مگر چھلہ کے ساتھ، یا بغیر چھلہ کی مگر کئی نگوں کے ساتھ ایک انگوٹھی، یا چاندی
 کی ایک ہی نگدرا انگوٹھی مگر وزن میں ساڑھے چار گرام سے زائد ہو تو مردوں کے لئے
 جائز نہیں۔ اسی طرح سونا یا کسی دوسری دھات کی انگوٹھی بھی مردوں کو جائز نہیں اگرچہ
 ایک ہی ہو اور ساڑھے چار گرام سے کم ہو۔ چاندی سونا کے علاوہ دوسری دھاتوں

کے زیورات تو عورتوں کو بھی جائز نہیں۔ ہاں سونا چاندی کی انگوٹھیاں اور زیورات جو حد شرع میں ہوں عورتوں کو جائز ہیں خواہ اس کا وزن کچھ بھی ہو۔ حد شرع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ آجکل بہت سی فاسقات اور ان کی دیکھا دیکھی بہت بے راہ رو مسلم وغیر مسلم جو انان اپنے کانوں، ناکوں، لبوں، پستان کی گھنڈیوں اور ناف بلکہ شرمگاہوں کو چاندی سونا کے زیورات سے چھیدوانے لگے ہیں۔ مسلم خواتین و حضرات کو ان فاسقات و فاسقین کے اس طرز عمل سے نفرت و گریز کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المزیج المآب

کتبہ عبد الواجد قادری عفرلہ خادم الافناء، جامعہ مدنیۃ الاسلام دیہگ

روٹی کے ٹکڑے اگر دانتوں میں کھنسے ہوں

مسئلہ ۸۰۵ لیاقت علی دل محمد صدیقی مسعد آسٹریڈم
۱۳۱۰ھ-۱۰-۱۸
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ غسل واجب میں اگر دانتوں کے سوراخوں یا خولوں کے اندر روٹی، چاول یا چھالیہ وغیرہ کے ٹکڑے کھنسے رہ جائیں۔ تو غسل ادا ہوگا یا نہیں؟

۹۸۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

غسل کے اندر کئی کرنا فرض ہے اور کئی صرف یہ نہیں ہے کہ منہ میں پانی لیکر پھینک دیا جائے بلکہ اصطلاح شرع میں پانی سے منہ کے پورے اندر روٹی حقتہ کو گھیر لینے کا نام کئی ہے۔ یعنی ڈاڑھوں کے پیچھے گالوں کے اندر روٹی تہوں میں۔ دانتوں کی جڑوں اور کھڑکیوں میں۔ حلق کے کنارے تک ہر جہت پر پانی بہ جائے۔ لہذا جن دانتوں کے سوراخوں کے درمیان یا کسی دانت کے ایک کھٹکل میں کوئی ایسی چیز پھنسی رہ گئی جو پانی کے بہاؤ کو روکے۔ تو غسل واجب ادا نہیں ہوگا۔ چاول یا چھالی ہوئی روٹی دانتوں کے سوراخوں تک پانی کے پہنچنے کو تو نہیں روکے گی۔ پانی کی تری ضرور سوراخوں تک پہنچ جائے گی۔ لیکن پانی کے بہاؤ (سیلان) کو روک سکتی ہے

اور اگر جسم کا ایک بال برابر حصہ یا کوئی رونگٹا پانی کے بہاؤ سے الگ رہا تو غسل واجب
 اور انہیں ہوگا۔ میری مراد جسم کے حصہ سے وہ حصہ ہے جس کا غسل غسل میں ضروری ہے۔
 چاول یا چیبائی ہوئی روٹی کے سبب سے دانتوں کے واضح سوراخوں یا کھکھل
 (خول) میں پانی نہیں بہہ سکا تو غسل نہیں ہوا۔

فتاویٰ شامی (سنن وضو) میں ہے۔

المضمضة اصطلاحاً استيعاب
 الماء جميع الفتح.....
 مضمضہ (کلی) کا اصطلاحی معنی پورے منہ
 کو پانی سے گھیر لینا ہے۔

در مختار میں ہے

لا يمنع طعام بين اسنانه او
 في سنة المجوف به يفتى
 دانتوں کے سوراخوں یا کھکھل میں پھنسا ہوا
 کھانا پانی کے پیچھے کو نہیں روکتا ہے اسی پر فتویٰ
 لیکن خاتم المحققین علامہ شامی ابن عابدین علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور فتاویٰ
 ردالمحتار میں اس قول پر اعتراض وارد کیا اور فرمایا۔

لكن يرد عليه ان الواجب
 الغسل وهو اسالة الماء مع
 التقاطر كما مر في ارکان
 الوضوء والظاهر ان هذه الاشياء
 تمنع الاسالة فالظاهر التعليل
 بالضرورة۔
 لیکن اس پر اعتراض واقع ہوتا ہے کہ واجب
 تو دھونا ہے۔ اور دھونا پانی کا تقاطر کے ساتھ
 بہہ جانا ہے جیسا کہ ارکان وضو میں گزرا اور
 ظاہر ہے کہ دانتوں میں پھنسی ہوئی چیزیں
 پانی کے بہاؤ کو روکتی ہیں۔ لہذا ظاہر یہی ہے کہ
 بطور علت ضرورت کی رعایت کی جائے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب دانتوں کے سوراخوں اور کھکھل میں پھنسنے ہوئے
 طعام نے پانی کے بہاؤ کو روک دیا تو اس پر غسل کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اور جب
 اعضاء غسل میں غسل نہیں پایا گیا تو غسل نہیں ہوا۔

ہاں اگر ضرورت و حاجت ہو تو بات الگ ہے مثلاً کوئی ایسی چیز پھنسی ہے
 جس کا علیحدہ کرنا دانتوں یا سوراخوں کے لئے مضر ہے تو وہ معاف ہے لیکن چاول

چبائی ہوئی روٹی یا چھالیہ کی ڈلی، دانتوں سے نکال لینا کوئی وجہ مضرت نہیں بلکہ سُستی
 و لاپرواہی ہے جو علتِ ضرورت و حاجت نہیں لہذا غسل سے پہلے اسے نکال
 لینا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء، جامعہ مدنیۃ الاسلام

لیپ سٹیک اور ناخن پالش

۸۰۶ھ : ارشد عبدل خیرن ستین آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
 عورتیں لیپ سٹیک یا ناخن پالش استعمال کرتی ہیں۔ اگر لیپ اسٹیک کا اثر مونٹوں
 پر اور پالش کا اثر ناخن پر موجود ہو تو کیا ایسی صورت میں ان عورتوں کا وضو یا
 غسل ادا ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ اثرات باقی رہنے کی صورت میں پانی پالش کے اوپر
 سے گزر جاتا ہے نہ ناخن پر بہتا ہے اور نہ لبوں پر۔ جواب عطا فرما کر مشکور
 فرمائیں۔ نوازش و کرم ہوگا۔

بَعْنُ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ

لیپ سٹیک اور ناخن پالش (LIP STICK + NAGELLAK) جن
 میں حرام اور ناپاک اشیاء کی آمیزش ہو ان کا استعمال مسلمہ عورتوں کے لئے
 حرام ہے اور ان کے لگے رہنے کی صورت میں نہ وضو صحیح ہو نہ غسل اور نہ ہی نماز۔
 ہاں اگر لیپ اسٹیک اور نیل پالش کے ساتھ اس کا فارمولہ بھی موجود ہو جس
 ظن غالب (محقق یقین) ہو کہ اس میں کوئی ناپاک اور حرام اشیاء کی ملاوٹ نہیں
 ہے تو اس کا استعمال عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ سامانِ زینت ہے اور عورتوں
 کو زینت روا ہے۔

پھر اگر لیپ اسٹیک اور ناخن پالش کا جرم (جسم) پانی کے بہاؤ کو نہ رکھے
 اور وہ لبوں اور ناخنوں پر موجود ہو تو وہ عورتوں کے لئے مانع وضو و غسل نہیں ہونا

چاہئے کیونکہ لیب سٹیک اور نیل پالش کا وہی حکم ہے جو مہندی اور مہندی کے جرم کا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعلیقات شامی میں سمرہ کے جرم کو مہندی کے جرم کی طرح بدلا لہذا النص ثابت فرمایا۔ اور در مختار (باب الفرائض الغسل) جلد اول میں ہے۔

لا یمنع الطہارۃ آخر ذیاب مکھی اور لپٹو کی بیٹ نیز مہندی اگرچہ خشک دار و برغوث لم یصل الماء تحته ہو جس کے نیچے پانی نہ پہنچے مانع طہارت نہیں و حناء ولو جرمہ بہ یفتی۔ اہ اسی پر فتویٰ ہے۔

یہ آسانی زینت کے سبب عورتوں کو دی گئی ہے ورنہ غسل کا اطلاق از روئے اصطلاح فقہی اس پر صادق نہیں آتا۔

بعض علماء محققین کے نزدیک ناخن پالش پینٹ کی طرح ہے جس میں سرایت و نفوذ کی صلاحیت نہیں ہے لہذا وہ وضو و غسل کے عدم صحت کا حکم دیتے ہیں اور یہ پُر ظاہر کہ اختلاف علماء سے بچنا اولیٰ ہے۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال ہی نہ کیا جائے کہ آدمی دغدغہ میں مبتلا ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتب عبد الواجد قادری خادم الافناء مدنیۃ الاسلام

دی ہیگ۔ ہالینڈ

وضو و غسل کے بعد تولیہ سے بدن پوچھنا

مسئلہ: ۸۰۶ عبد الغفور نارتھ آسٹریڈم

۱۳۱۶-۳-۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ وضو اور غسل کے بعد تولیہ سے اعضاء بدن کو صاف کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوہاب

وضو اور غسل کے بعد تولیہ سے اعضاء بدن کی تری لینے میں کوئی حرج و مانعت نہیں ہے بلکہ احادیث کریمہ سے کسی کپڑے کے ذریعہ بدن کو پونچھ لینا

ثابت ہے۔ لیکن وضو کے بعد اعضاء وضو کے پوچھنے میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھے کہ اعضاء وضو پر کچھ نہ کچھ تری باقی رہے کیونکہ وضو کا پانی قیامت کے دن حسنا کے ساتھ پلڑے میں رکھا جائے گا۔

عَنْ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْسَ بِالْمُنْدِيلِ
بَعْدَ الْوُضُوءِ (كتاب الآثار للإمام محمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
وضو کے بعد درمال استعمال کرنے میں
کوئی حرج نہیں ہے۔

محرر مذہب حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے استاذ امام الائمہ
کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے استاذ
اور استاذ الاستاذ امام المحدثین سیدنا ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ
اس مسئلہ میں ان سے استفسار ہوا کہ وضو کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا کیسا ہے؟
تو امام المحدثین نے جواباً ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ محرر مذہب سیدنا
امام محمد شیبانی نے اپنی کتاب کتاب الآثار میں فرمایا۔

أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ
عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الرَّحْبَلِ أَنَّ
تَوَضَّأَ فَيَمْسَحُ وَجْهَهُ
بِالتُّوبِ قَالَ لَا يَأْسَ بِهِ....
قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَأْخُذُ وَلَا نَرَى
بِذَلِكَ بَأْسًا وَهُوَ قَوْلُ أَبِي
حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

ہمیں خبر دی امام اعظم نے انہوں نے حضرت
حماد سے روایت کیا اور انہوں نے ابراہیم نخعی
سے کہ ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا
جو وضو کے بعد کپڑے سے اپنا چہرہ پوچھتا ہے
تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں...
حضرت امام محمد نے فرمایا ہم اس کو اختیار کرتے
ہیں اور کپڑا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں
دیکھتے ہیں اور یہی قول امام اعظم علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔

ہاں ہمیشہ وضو کے بعد تولیہ کے استعمال کا عادی نہ بننے کا اہل ثروت و
دعوت سے مشابہت ہے اس لئے بعض علماء منع فرماتے ہیں اور اختلاف علماء سے

بچنا بہتر ہے۔ لہذا کبھی کبھی تولیہ کا استعمال نہ کرے بلکہ یونہی ہاتھوں سے اعضاء وضو کو پوچھ لیا کرے۔ خصوصاً گرمیوں کے موسم میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قلاذری غفرلہ۔ القرآن ادارہ اسلامیات نیدرلینڈ

ٹولیت پیپر اور اس کا حکم

مسئلہ: ۸۰۸ عبد الغفور۔ نارتھ آسٹریٹرم ہالینڈ
۱۳۱۶-۳-۸

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

قضاء حاجت (پاخانہ) کے بعد ٹولیت پیپر (TOILET PAPIER) سے نجاست کی جگہ کو صاف کرنا تاکہ آبِ دست کی صورت میں انگلیاں ملوث نہ ہوں جائز ہے یا نہیں؟ صاف صاف جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیں۔

۹۸۶ الجواد بعون الملک الوہاب

عام کتب فقہیہ میں کاغذ سے نجاست صاف کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ کاغذ تعلیم و تعلم کا ذریعہ ہے، ٹولیت پیپر بھی اگرچہ کاغذ ہی کی قسموں میں سے ایک ہے لیکن اس کے بنانے والوں نے اسے تعلیم و تعلم کے لئے نہیں بلکہ خاص اسی کام کے لئے بنایا ہے اسی لئے وہ کھردرا اور جاذب ہے پھر وہ یورپی ممالک میں مٹی کے ڈھیلوں سے زیادہ سستا اور سہل الحصول ہے۔ پھر ڈھیلوں کے استعمال کے بعد ہفتہ عشرہ میں بیریل (کھڈی) کی صفائی پر جس قدر صرفہ ہوتا ہے اسی قدر صرفہ سے اتنا زیادہ ٹولیت پیپر خریدنا سکتا ہے جو سالوں سال کام آسکے۔۔۔۔۔ ان دونوں باتوں کے پیش نظر یہ بات بالکل واضح ہے کہ ٹولیت پیپر کے استعمال میں نہ تو ذریعہ تعلیم و تعلم کی توہین ہے اور نہ ہی تضييع مال ہے بلکہ پاکیزگی و نظافت حاصل کرنے کا آسان اور کم قیمت ذریعہ ہے۔ لہذا اس کے استعمال میں کوئی حرج و کراہت نہیں ہونی چاہئے۔

واللہ سبحانہ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قلاذری غفرلہ۔ القرآن ادارہ اسلامیات نیدرلینڈ

پالینڈ بلکہ یورپ کی عام سڑکیں صاف ستھری اور غلاظت مرئیہ سے محفوظ ہیں۔
بارش کے دوران یا بارش کے بعد اگر سڑکوں پر یا نالیوں میں بہتے ہوئے پانی سے
وضو کیا جائے تو کیا طہارت حاصل ہو جائے گی اور اس سے نماز و تلاوت درست ہوگی؟
بعون المعجب الوہاب

۹۲ الجواب

بارش کے دوران سڑکوں اور نالیوں سے بہتا ہوا پانی جاری پانی کے حکم میں
ہے یعنی جب تک اس کا رنگ بویا منہ کسی تا پاک شے کی وجہ سے نہ بدلے اس سے
طہارت حاصل کرنا جائز و درست ہے۔ اور جب بارش تھم گئی اور پانی کا سیلان
وجریان منقطع ہو گیا۔ تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس میں نجاست کا کوئی ذرہ موجود
ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس پانی سے غسل و وضو
جائز ہے۔ لیکن دوسرا صاف ستھرا اور پاک پانی کے ہوتے ہوئے اس سے غسل
فرض ادا کرنا یا وضو کرنا تہمت و نفرت کا سبب ہے اس لئے اس سے بچنا ہی شرعاً
مطلوب ہے۔ بخاری شریف کتاب العلم میں ہے۔

إِيَّاكَ وَمَا يُعْتَدِرُ مِنْهُ اس بات سے بچو کہ بعد میں معذرت کرنی پڑے۔
بَشِيرًا وَلَا تَنْفِرُوا خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ پھیلاؤ۔
واللہ سبحانہ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء جامعہ مدنیۃ الاسلام دیوبند

وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے

مُدّ - مَاعٍ وَعَظِيمًا كِي تَحْقِيق

مسئلہ ۸۱۱: نصیر گمان رائیس بیرونوفا، آسٹریا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ
وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال ہونا چاہئے یعنی کران (KRAAN) کو کتنی دیر
تک چالورکھ سکتے ہیں؟ صاف اور واضح جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصفواب

متعین فرمادی اور گیہوں کا استعمال اُس زمانہ سے لیکر اب تک عام ہے اس لئے ابھی بھی گیہوں کے ذریعہ صدقہ فطر اور کفارہ وغیرہ کی ادائیگی ہوتی ہے۔ یعنی صدقہ فطر دو مُد (دو کیلو پینتالیس گرام) نکالا جاتا ہے۔

شرح معانی الآثار باب مقدار صدقہ الفطر میں ہے۔

لَمَّا كَثُرَ الطَّعَامُ فِي زَمَنٍ
مَعَاوِيَةَ جَعَلُوا مَدِّينَ
مِن حَنْطَةَ ... ۱۵
حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں جب گیہوں کی
کثرت ہوئی تو صدقہ فطر کی مقدار دو مُد
گیہوں مقرر فرمادی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کھانے کے اندر گیہوں کا استعمال
اس قدر عام ہو چکا تھا کہ حجاز مقدس کے عرف عام میں طعام سے مراد گیہوں ہی ہوتا تھا
چنانچہ حضرت امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا۔
الطَّعَامُ فِي عُرْفِ أَهْلِ الْحِجَازِ . حِجَازِ وَالْوَلَدِ فِي عُرْفِ مِثْلِ طَعَامِ خَاصٍ طَوْرًا
اسمٌ لِلْحَنْطَةِ خَاصَّةً ۱۵
گیہوں کو کہتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مُدِ صَاعِ
مُدِّ صَاعِ وَغَيْرِهَا كِي تَحْقِيقُ
آلہ نہیں بلکہ اناج کا پیمانہ تھا۔ لہذا وضو یا غسل میں مُد اور صَاع وغیرہ کا ذکر پانی کا
وزن مقرر کرنے کے لئے نہیں بلکہ پانی کی مقدار بتانے کے لئے ہے۔ یعنی ایک مُد
میں جس قدر پانی سما سکے اتنے پانی سے بطریق سنت وضو ہو سکتا ہے اور ایک
صَاع میں جتنا پانی سما سکے اُس سے غسل جنابت سنت کی رعایت کرتے ہوئے
ہو سکتا ہے۔

یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ایک مُد میں محتاط اندازہ کے مطابق ایک کیلو
ساڑھے بائیس گرام گیہوں آتا ہے اور جس پیمانے میں ایک کیلو گیہوں آتا ہو یقیناً
طور پر اس میں سو الیٹیر پانی آئے گا کیونکہ پانی کا وزن گیہوں کے مقابلہ میں پچیس فیصد
سے بھی کچھ زائد ہے۔ لہذا ایک مُد پانی کا صحیح اندازہ موجودہ پانی کے پیمانے سے

ایک لیٹر دو سو اسی میلی لیٹر ہوا (1280 M-L)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر وضو کرنے والا پورے احتیاط کے ساتھ وضو کرے تو بارہ سو اسی میلی لیٹر پانی سے بطریق سنت وضو کر سکتا ہے۔ اور پانچ سو پانچ لیٹر پانی سے غسل کر سکتا ہے۔ لیکن یہ مقدار وضو یا غسل کے لئے محدود و محدود نہیں کہ کم و بیش ہونے پر عامل و فاعل عند اللہ تعالیٰ وعند الشرع جوابدہ ہو۔ کیونکہ اختلاف روایت نے مذکورہ مقدار پر زیادتی کی جانب کو مسدود نہیں کیا ہے ہاں ادائے سنت اور حصول اطمینان کے بعد بھی پانی کا مزید خرچ، اسراف و تبذیر میں داخل ہوگا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ پانی کی مذکورہ مقدار صرف وضو و غسل کے لئے ہے اس میں وہ پانی داخل نہیں ہے جس سے استنجا اور مسواک کیا جائے یا جسم پر لگی ہوئی نجاست کو قبل غسل دور کیا جائے یا ناک میں جمی رطوبت، منہ میں بسی ہوئی بدبو وغیرہ کو دور کیا جائے۔

اگر پانی کی مذکورہ مقدار استعمال کرنے پر آپ کو وضو یا غسل میں اطمینان نہیں ہوتا یا کسی سنت کی ادائیگی میں کمی رہ جاتی ہے تو مقدار مذکورہ سے زائد پانی استعمال کر سکتے ہیں اس میں کسی طرح کا کوئی حرج و گناہ نہیں۔ حضرات علماء اکرام نے وضو و غسل میں مقدار مذکورہ سے زائد پانی استعمال کرنے کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ افضل بتایا ہے تاکہ پوری طرح اطمینان ہو جائے اور سنت کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ جائے۔ حلیہ میں ہے۔

من اسبغ الوضوء والغسل
بدون ذلك اجزأ وان لم
یکفه زاد علیہ۔

جس نے مقدار مذکورہ سے کم میں وضو و غسل
کر لیا تو جائز ہے اور اگر وہ مقدار اس کے لئے
کافی نہ ہو تو اس مقدار میں اضافہ کر سکتا ہے۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

الافضل ان لا یقتص علی الصبأ
فی الغسل بل یغتسل بازید منہ

غسل میں ایک صاع پانی پر اکتفا نہ کرنا افضل ہے
بلکہ ایک صاع سے زائد پانی سے غسل کرے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ آپ اپنے کران (KRAAN) کو اس طرح کھولنے کے ایک یا سو الیٹر پانی میں وضو اور پانچ یا سو پانچ لیٹر پانی میں غسل ہو جائے۔ اور اگر اس مقدار سے اطمینان حاصل نہ ہو یا سنت کی ادائیگی میں تقصیر ہو جائے تو زائد پانی استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ عند العلماء افضل ہے۔ لیکن نہ اتنا زیادہ پانی استعمال کیا جائے جو اسراف میں داخل ہو جائے اور یہ ہر شخص کی حیسانیت اور بابوں کے لحاظ سے مختلف ہے لہذا زیادتی کی مقدار متعین کرنا دشوار ہے۔

واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم کہ۔ عبدالواحد قادری غفرلہ دارالافتاء جامعہ مدنیہ الاسلام دیوبند

مسواک دانتوں کے طول یا عرض میں

۸۱۲ مسئلہ: نصیگمان اسٹڈیم دوست

۲۰-۱۰-۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

مسواک یا برش دانتوں کی لمبائی میں کی جائے یا چوڑائی میں؟ اکثر لوگوں کو دونوں طریقوں سے برش کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ اسلامی شرع میں اس کا کوئی طریقہ ہے یا نہیں؟

۹۲۷ الجواب اللہمّ ھدایۃ الحق والصواب

اسلامی شریعت میں ہر سوال کا جواب موجود ہے بلکہ قیامت تک جس قدر نئے مسائل پیدا ہوتے جائیں گے اسلامی شریعت کے اصول و ضوابط میں اس سب کا جواب موجود ہے صرف اخلاص و للہیت اور اساس شریعت کی جانکاری اور فقہ اسلام میں تبحر چاہئے۔

نوٹہ برش اگر نیلون یا پاک اشیاء سے بنا ہوا ہے تو اسے مسواک کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرنا چاہئے لمبائی میں نہیں یعنی منہ میں دائیں بائیں مسواک کرے، اوپر نیچے نہیں۔ جو لوگ دونوں طرح مسواک یا برش کرتے ہیں خلاف شرع ہے پھر اس میں مسوڑھوں پر خراش لگنے کا بھی اندیشہ

ہے۔ عنایہ مع فتح القدر میں ہے۔

یستاک عرضاً لا طولاً : مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرے لمبائی میں نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء مدنیۃ الاسلام

خون کا اثر اگر مسواک پر ظاہر ہو

۸۱۳ھ : محمد یونس عبدالصمد ساؤتھ آسٹریٹرم

۱۹۸۵-۱۲-۲۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے با وضو ہونے کے باوجود نماز سے پہلے مسواک کیا۔ جب مسواک کو دیکھا تو اس پر خون کا اثر موجود تھا۔ ایسی صورت میں اسے پھر سے وضو کرنے کی ضرورت ہے؟ یا پہلے وضو ہی سے نماز ہو جائے گی؟

۷۸۶ الجواب بعون المجیب الوہاب

الح واطہر قول کے مطابق مسواک وضو سے پہلے کرنا سنت ہے۔ نماز سے پہلے بغیر وضو کے مسواک کرنے کا کوئی حاصل نہیں۔ بلکہ اگر مسواک کی بوسنہ میں باقی رہ گئی اور اس نے کلی نہیں کی تو یہ مکروہ ہوا۔ پھر بھی صورت مسئلہ میں وضو کے لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مسواک پر خون کا اثر ظاہر ہونے سے وضو میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۱ میں ہے۔

المتوضی اذ عض شیئاً فوجد
فیہ اثر الدمر او استاک بسواک
فوجد فیہ اثر الدمر لا ینقص
مالہ یعرف السیلان کذا فی
الظہیریہ ...

با وضو شخص نے کسی چیز کو دانت سے کاٹا تو
اس میں خون کا اثر پایا۔ یا مسواک کیا تو اس
میں خون کا اثر پایا۔ تو جب تک بہنا معلوم نہ ہو
وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ایسا ہی ظہیریہ میں
ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری مسجد

نوری دارالافتاء، آسٹریٹرم

مسواک کا حکم اور اس کا طریقہ

۸۱۴ھ - محمد علی حسن حسنی المیرہ، نیدرلینڈ۔

۱۹۸۵ء - ۱۱ - ۲۴

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ اسلام اس مسئلہ میں کہ مسواک کرنا سنت ہے یا مستحب؟ اور اس کا وقت وضو سے پہلے ہے یا وضو کی نیت کر لینے دونوں ہاتھوں کو گٹھوں تک دھو لینے اور ایک کٹی کر لینے کے بعد؟ مسواک کس طرح کرنا چاہئے؟ بعض مغربی حضرات (جو مذہباً مالکی ہیں) کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مسواک اپنی جیب میں رکھتے ہیں۔ اور تکبیر اقامت کے وقت مسواک کرتے ہوئے جماعت میں شریک ہو جاتے اور نماز ادا کر لیتے ہیں کیا شرع شریف میں ایسا کرنے کا حکم موجود ہے؟ خدا را جواب با صواب سے جلد از جلد نوازیں۔ بینوا و توجروا

۹۲۶ الجواد هوالمعین وبہ نستعین الی الصواب

مسواک کی ترغیب و تاکید بکثرت احادیث صحیحہ میں آئی۔ اور خود حضور پر نور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس عمل پر موافقت و ہمیشگی فرمانا اسکی سنیت پر دلیل کافی ہے لہذا باوجود اختلاف ائمہ دربارہ سنن و استحباب۔ مسواک کا سنت ہونا ہی اصح و اظہر ہے۔ اور یہی مترین دلیل ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔۔۔

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہما نے مسواک علیہ وسلم انہما تسوون و توضع فرمایا اور وضو کیا۔ پھر اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔ (مسلم)

ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى۔ (مسلم)

الفاظِ حدیث کی ترتیب سے ظاہر ہوا کہ ہر عمل کا وقت جدا گانہ ہے۔ جس طرح نماز اور وضو مستقل اور علیحدہ علیحدہ فعل ہیں اور دونوں کا وقت جدا گانہ ہے۔ اسی طرح وضو اور مسواک دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ فعل ہیں اور ان دونوں کا وقت بھی جدا گانہ ہے۔ پس جس طرح وضو سے پہلے نماز نہیں اسی طرح مسواک سے پہلے وضو نہیں

بلکہ ترتیب کے لحاظ سے پہلے مسواک پھر وضو پھر قیام پھر ابتداء نماز۔ اور اسی ترتیب کی تائید اُمّ المؤمنین سیدہ طیّبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتی ہیں۔

انّ النّبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کان لا یوقد من لیل ولا نهار
فیسْتَقِظُ الا لتسوی قبل ان
یتوضّأ (ابوداؤد)

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رات و دن میں جس وقت بھی بیدار ہوتے
تو وضو سے پہلے مسواک ضرور فرماتے
(ابوداؤد)

ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں مسواک کا سنت ہونا اور اس کا وقت قبل وضو ہونا ظاہر ہوا اور یہی ہمارے ائمہ اعلام، کثیر فقہائے کرام اور صاحبِ فتاویٰ علماء عظام کے ارشادات و احکام ہیں۔

مسواک کو پہلے اچھی طرح دھولے پھر داہنے ہاتھ سے اس طرح پکڑے کہ چھنگلی (سب سے چھوٹی انگلی) مسواک کے نیچے اور تینوں بڑی انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا مسواک کی کڑوٹ پر اپنی جانب ہو۔

پھر اوپر کے دانتوں کو پہلے داہنی جانب پھر بائیں جانب تین تین بار تین پانی سے ملنے۔ اور اس کے بعد نیچے کے دانتوں کو دائیں بائیں تین تین بار نئے پانی سے ملنے۔ پھر مسواک کو دھو کر محفوظ جگہ رکھ دے۔ اسی طریقہ کو فقہاء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے۔

اقلہ ثلاث فی الاعالی و ثلاث
فی الاسافل بمیاء ثلثہ اھ
اور منیۃ المصلیٰ کی شرح صغیری میں ہے

یفسلہ عند الاستیاء و
عند الفراغ منہ
مسواک کرنے سے پہلے اور مسواک سے فارغ ہونے کے بعد مسواک کو دھو ڈالے۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسواک کرنا وضو کی سنتِ قبلیہ ہے لہذا مغربی یا

سعودی حضرات کا جماعت کے قیام کے وقت مسجد میں مسواک کرنا ہمارے نزدیک غیر مشروع اور نفاذ مسجد کے خلاف ہے۔ بلکہ بعض ائمہ مالکیہ کے نزدیک بھی ایسا کرنا مکروہ اور آداب مسجد کے خلاف ہے۔ کما فی العینی

وعند بعض المالکیۃ کراہتہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک مسجد میں مسواک کرنا فی المسجد لاستقذارا والمسجد مکروہ ہے اس میں مسجد کے آلودہ ہونے کا امکان یُنزَّہ (باب المسواک یوم الجمعہ) ہے حالانکہ مسجد کی نفاذ پاکیزگی کا حکم ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ بعض روایات حدیث میں مسواک کا "عند کلِّ وضوءٍ" ہونا ماوراء مشروع ہے اور بعض روایت میں "عند کلِّ صلوٰۃٍ یا مع کلِّ صلوٰۃٍ" ہے اسی لئے امام مذہب حضرت سیدنا امام ادریس شافعی اور بعض ائمہ مالکیہ کے نزدیک مسواک کرنا نماز کی سنت ہے غالباً اسی نظریہ کے مطابق مغربی حضرات نماز کے وقت مسواک کرتے ہوں گے لہذا ان پر اعتراض کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ ان دونوں مختلف روایتوں میں فقہائے اسلام نے نہایت عمدہ تطبیق دی ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا علامۃ الفقہامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں۔

فَانْ قُلْتَ كَيْفَ التَّوْفِيقَ بَيْنَ
رَوَايَةِ عِنْدَ كُلِّ وَضُوءٍ وَرَوَايَةِ
عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتَ السَّوَاكُ
الْوَاقِعُ عِنْدَ الْوَضُوءِ وَاقِعُ
الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْوَضُوءَ شَرَعٌ لَهَا

اگر یہ کہا جائے کہ عند کل وضوء اور عند کل صلوٰۃ کی روایتوں میں تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟ تو میں جواباً کہوں گا کہ وضوء کے وقت مسواک کرنا فی الواقع نماز ہی کے لئے ہے کیونکہ وضوء نماز ہی کے لئے مشروع ہے۔

(عمدۃ القاری مطبوعہ مصر) (عمدۃ القاری شرح بخاری مطبوعہ مصر)

مسواک کرنے میں اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ مسواک دانتوں کی چوڑائی میں ہولبائی میں نہیں، جیسا کہ کتب فقہیہ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ "یستاک عرضاً لاطولاً"..... آجکل عام لوگوں نے مسواک کی بجائے توہہ برش استعمال

کرنا شروع کر دیا ہے، جس سے مسواک کی فضیلت تو حاصل نہیں ہوتی البتہ قائم مقام ہونے کی وجہ سے سنت ادا ہو جائے گی۔ لہذا اس کا استعمال بھی اسی طرح کرے جیسے مسواک کیا جاتا ہے۔ تو تھہ برش سے متعلق یہ تحقیق بھی کر لینی چاہئے کہ وہ کسی حرام جانور یا حلال جانور مگر غیر مذبح کے بالوں سے تو نہیں بنا ہے۔ اسی طرح یہ تحقیق بھی ضروری ہے کہ برش کے ذریعہ جو تو تھہ پیسٹ استعمال ہوتا ہے اس میں کوئی ناپاک و حرام سیال مادہ تو نہیں ملا ہوا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتا عبد الواحد قادری غفرلہ توری سید امیر موم بالینڈ۔

کن کن صورتوں میں وضو مستحب ہے

۸۱۵: خواجہ نور حسین بنگالی اینڈ ہون

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ایک ایسے دفتر میں کام کرتا ہوں جس میں مرد و عورت، بوڑھے، بوڑھیاں، بچے بچیاں (بالغ نابالغ) سب ہی کام کرتے ہیں۔ میں بجز تعالیٰ دفتر کے اوقات میں بھی با وضو رہتا ہوں لیکن یہاں بعض عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں کہ گویا نیم عریاں رہتی ہیں اور یہ ان کی تہذیب میں کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لہذا کبھی کبھی ان کی پنڈلیوں پر نظر پڑ جاتی ہے یا ان کے عریاں بالوں، چہروں، ہنسیوں، یا سینے کے بالائی حصہ پر بغیر عزم و ارادہ کے نظر پڑ جاتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھوں سے کوئی کاغذ، قائل، اور چائے وغیرہ لینے میں میری انگلیاں انکی انگلیوں سے چھو جاتی ہیں۔ ان سب صورت حال میں میرا وضو رہتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وضو نہیں جاتا ہے تو نماز کے وقت تازہ وضو کر لینا چاہئے یا اسکی ضرورت نہیں ہے؟ امید کہ مذکورہ تمام پہلوؤں کو ذہن میں رکھتے ہوئے تفصیلی جواب سے نواز کر شکر کا موقع دیں گے۔

آپ کا دیرینہ خادم

النور حسین بنگالی

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

آپ جیسے محتاط مسلمانوں کو ایسے دفاتر میں ملازمت ہی نہیں کرنی چاہئے جہاں دامن تقویٰ و طہارت پارہ پارہ ہوتا ہو اور فکر و نظر کی پاکیزگی کا خون ہوتا ہو۔ لیکن جہاں آدمی حکومتی آئین کے ہاتھوں مجبور ہو اور ایسے غیر شرعی دفاتر میں ملازمت کے سوا چارہ کار بھی نہ ہو تو ان دفتروں میں کامل احتیاط کے ساتھ وقت گزارنے کی ضرورت ہے تاکہ فکر و نظر اور دست و پا کو کوئی شیطان کھیل کھیلنے کا موقع نہ ملے۔

صورتِ مسئلہ میں عند الاحناف وضو تو نہیں جانا لیکن تازہ وضو کر لینا مستحب ہے۔ یہ بات فقہاءِ احناف کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اپنا یا غیر کی ستر عورت دیکھنے بلکہ خاص شرمگاہ دیکھنے اور چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ "فصل نواقض الوضوء" میں ہے۔

متن ذکرہ اوذاکر غیرہ کسی نے اپنی شرمگاہ یا دوسرے کی شرمگاہ لیس بحدت عندنا کذا کو چھوا تو ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ناقض وضو نہیں ہے۔

فی الزاۃ ایسے موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وضو مستحب و مندوب کے کچھ اسباب کی وضاحت کر دی جائے تاکہ محتاط حضرات اس سے فائدہ اٹھا سکیں..... حضرات فقہاء کرام کی وسعت نگاہ میں تیسرا سے زائد ایسے مواقع ہیں جہاں وضو مندوب و مستحب ہے۔ جیسا کہ درمختار کتاب الطہارت میں ہے۔

الوضوء مندوبٌ فی ینف تیس سے کچھ زائد مقامات پر وضو کرنا
ثلثین موضعاً کر فتھا مستحب ہے جس کو میں نے خزائن میں
فی الخزائن ذکر کیا ہے۔

اگر ان تمام مقامات کو سمیٹا جائے تو بالا اختصار یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستحب وضو کے اسباب یہ ہیں۔

۱۔ جس بات سے امام مذہب کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ہمارے امام کے نزدیک نہیں ٹوٹتا ہو، اگر وہ بات واقع ہو جائے تو وضو کرنا مستحب ہے مثلاً اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، یا شرمگاہ کو چھونے کے بعد یا کسی عورت و مرد کو بے شہوت چھونے کے بعد۔

ردالمحتار (فتاویٰ شامی) کتاب الطہارت میں ہے۔

وللخروج من خلاف العلماء اور علماء کے اختلاف سے بچنے کے لئے وضو کرنا
کمس ذاکرہ وامرأۃ (مستحب ہے) مثلاً اپنی شرمگاہ اور کسی عورت کو چھونے کے بعد

ردالمحتار کے متن درمختار میں ہے

واکل جزور و بعد کل خطیئة اونٹ کا گوشت کھانے اور کوئی بھی گناہ کے بعد

وللخروج من خلاف العلماء نیز اختلاف علماء سے بچنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے

۲۔ جھوٹ بولنے، ۳۔ گالی بکنے، ۴۔ غیبت کرنے، ۵۔ چغلی خوری کرنے، ۶۔ اور

غصہ ہونے کے بعد اگرچہ وضو نہیں جانا مگر ان برائیوں کے واقع ہونے کے بعد

وضو مستحب ہے۔ کتاب الاوار للشافعی میں ہے

لا ینتقض بالکذب والشتم جھوٹ، گالی، غیبت، چغلی خوری اور غصہ

والغیبة والنمیمۃ والغضب کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ان میں سے ہر ایک کے

وقوع کے بعد وضو مستحب ہے کیونکہ ان امور میں اختلاف علماء ہے

۷۔ بے شہوت ولذت کسی نامحرم عورت کے حصہ بدن سے اپنا کوئی حصہ بدن

کا چھو جانا۔ ۸۔ شہوت ولذت کے ساتھ کسی نامحرم عورت کے جسم کے کسی حصہ

کو چھونا اگرچہ اسکے جسم پر موٹا کپڑا ہو خواہ قبل یا الحاف ہی کیوں نہ ہو۔ ۹۔ محرمات مگر

مشترکات عورتوں کو چھونے سے اگر اتفاقاً لذت کا احساس ہونے لگے خواہ وہ محرمات

ہوں یا بیٹی ہی کیوں نہ ہو، کسی عورت کی ذاتی خوبی یا حسن کی طرف بغور دیکھنے

سے، ۱۰۔ اپنی ہتھیلی یا انگلی کے پیٹ سے اپنا ذکر و دُبُر یا فرج و دُبُر بے مائل

چھونا، ۱۱۔ کسی چھوٹے بچے یا مردے کے ذکر و فرج و دُبُر کو بے مائل اپنی ہتھیلی

یا انگلیوں کے پیٹ سے چھونا، ۱۳ ہاتھ (سرناخن سے کہنیوں تک) کا کوئی حصہ
بلا مائل اپنے ذکر کو چھو جانا، مذکورہ تمام صورتوں میں ائمہ شافعیہ کے نزدیک وضو
ٹوٹ جاتا ہے۔ لہذا اختلاف ائمہ سے بچنے کے لئے ہمارے نزدیک وضو کرنا مستحب ہے،
کتاب الانوار (للشافعی) میں ہے۔

اسباب الحدیث اربعۃ۔
الرابع مس فرج آدمی بالراحۃ
او بطن اصبع قبل کان او
کبراً ناسیاً او عامداً من ذکیر
او انثی صغیراً و کبیراً حی
او میت من نفسہ او غیرہ۔ الخ
نواقض وضو چار ہیں، چوتھا سبب یہ ہے
کہ شرمگاہ کو سھیلی یا انگلی کے پیٹ سے چھونا
وہ شرمگاہ قبل ہو یا دبر، بھول کر ہو یا جان بوجھ
کر، مرد کی ہو یا عورت کی۔ بڑے کی ہو یا
چھوٹے کی، زندہ کی ہو یا مردہ کی۔ اپنی ہو
یا غیر کی۔

اور علامۃ الفہامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

منہا الغضب ونظر المحاسن
امراة..... اہ
جن اسباب کی وجہ سے وضو کرنا مستحب ہے
ان میں سے غضب اور عورت کے محاسن کی طرف دیکھنا

۱۴ خارج نماز قہقہہ مار کر ہنستا، ۱۵ مقعد (چوڑوں) کو زمین سے یا کسی
دیگر چیز سے لگا کر عدم عقلمت کے ساتھ سو جانا (ایسی نیند جس سے عقلمت طاری
ہو جائے یا وجع مفاصل ہو تو عند الاحناف بھی ناقض وضو ہے) ۱۶ بغل کو
کھجانے سے جبکہ اس میں بدل ہو، ۱۷ کسی برص والے یا جذام والے کے جسم
سے جسم کا چھو جانا، ۱۸ کسی کافر کے بدن سے بدن کا مس ہو جانا، ۱۹ صلیب
یا زنار کو چھونا، یہ سب وہ امور ہیں جو بعض ائمہ کے نزدیک ناقض وضو ہیں لہذا
ہمارے نزدیک ان امور کے واقع ہونے پر وضو کرنا مستحب ہوگا۔

حضرت سیدنا امام شعرائی علیہ الرحمہ "میزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔
سمعت سیدی علیاً الخواص
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقول وجہ
میں نے حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمہ
فرماتے ہوئے سنا کہ قہقہہ یا وہ نیند جس میں

مِنْ نَقْضِ الطَّهَارَةِ بِالْقَهْمَةِ
 اَوْ نَوْمِ الْمُمْكِنِ مَقْعَدًا
 اَوْ مَسِّ اَبْطَفِيهِ صَبَاتٌ اَوْ
 مَسِّ اَبْرَصٍ اَوْ اِحْذَمٍ اَوْ كَافِرًا
 صَلِيبًا اَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا وُرِدَتْ
 الْاٰخِبَارُ

چوتڑ زمین سے لگی ہو۔ اور نعل کا کھانا جبکہ
 وہ بدبودار ہو یا کسی برسی، جذامی، کافر اور
 صلیب وغیرہ کے چھو جانے سے وضو جائز رہتا
 ہے، اسی طرح ہر اس چیز کے چھونے سے بھی وضو
 ٹوٹ جائے گا جس کے چھونے کی ممانعت
 احادیث کرمیہ میں وارد ہے۔

یہی سے یہ بھی روشن ہوا کہ ہر وہ بد مذہب و بد عقیدہ جس کے عقائد حد کفر
 تک پہنچے ہوئے ہوں، اگرچہ وہ سب زبان کلمہ پڑھتے ہوں اور نمازوں کی طرح
 اٹھک بیٹھک بھی کرتے ہوں، روزہ داروں کی طرح صبح سے شام تک بھوکے
 پیاسے بھی رہتے ہوں، گویا ہر طرح دعویٰ اسلام کرتے ہوں۔ اگر کوئی مسلمان
 ان سے چھو جائے یا لاعلمی میں ان سے ہاتھ ملالے تو اسے بھی وضو کرنا مستحب ہے
 کیونکہ کافر اصلی سے بدتر اور اشد تر حکم کافر مرتد کا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

۲۱ دنیاوی اشعار پڑھنے یا دنیاوی شعر گوئی کے بعد یعنی کوئی نظم و نزل
 نہ پڑھنا یا کہنا۔ اس حکم سے وہ اشعار خارج ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد، نعت، مہر و کائنات
 پر منقبت بزرگان دین پر شتمل ہوں۔ ۲۲ کوئی فحش بات کہنے کے بعد حافظ
 ذلل ال شرعیہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ جلد اول میں فرماتے ہیں وَالْحَقُّ
 فحش کہ میں نے مستحب وضو میں فحش کا بھی اضافہ کیا ہے، لِاَنَّهٗ اَخْتَامُ
 شَعْرٍ، کیونکہ یہ دنیاوی شعر گوئی سے بھی زیادہ بے حیائی کی بات ہے۔ ۲۳ اہل
 بخواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر مرد ہو یا عورت کو چھونے کے بعد۔
 فتح المعین میں ہے۔

بِالْوَضُوْعِ مِنَ الْمَسِّ يَهُودِيٍّ : جو کسی یہودی کو چھوئے اسکے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔
 ۲۴ ایسی لڑکی جس کی عمر سات سال سے زائد ہو اس کو چھونے سے بھی وضو کرنا
 مستحب ہے اگرچہ شہوت و لذت محسوس نہ ہو، کیونکہ شواہد کے نزدیک ایسی صورت

ان کی کتاب "جوہر زکیۃ" میں ہے۔

(يَنْتَقِضُ الْوُضُوءُ بِلَمْسِ اجْنَبِيَّةٍ) (وضو ٹوٹ جائے گا مطلقاً چھونے سے) اجنبیہ
يَتَلَذُّ بِمِثْلِهَا عَادَتًا وَّلَوْ ظَفَرَهَا. کے کیونکہ اس جیسی عادت نالت حاصل کی جاسکتی
أَوْ شَعْرَهَا الخ ہے خواہ اس کے ناخن چھو جائیں یا بال۔

اس کے علاوہ بھی بعض ایسے مواقع ہیں جہاں وضو مندوب و مستحب ہے۔
مثلاً ہر وقت با وضو رہنا۔ جب بھی حدث واقع ہو فوراً وضو کر لینا، جنہی کے لئے کچھ
کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا۔ کما فی رد المحتار "وضوء الجنب
لهذا الاشياء مستحب"

واللہ سبحانہ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ نوری سجدہ سٹوڈنٹ۔ البینڈ

جنازہ کے وضو سے دوسری نمازوں کا حکم

۸۱۶ مسئلہ: حاجی علی حسین۔ سی لائڈ۔ نیدر لینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جس وضو سے جنازہ
کی نماز پڑھی گئی ہو یعنی وہ وضو جنازہ ہی کے لئے کیا گیا ہو۔ کیا اس وضو سے بیجاگانہ
نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں؟ حاجی رستم علی حسین۔

۷۸۶ الجواد

نماز جنازہ خداوند کریم کی حمد و ثنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
پر درود و سلام اور میت کے لئے دعا، مغفرت ہے۔ پھر اس میں قیام و
تکبیرات الہیہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو وضو کو توڑنے والی ہو۔
بہتر معلوم کیوں توام میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ جنازہ کے وضو سے تلاوت قرآن
الکبیر یا دوسری نمازیں ادا نہیں کر سکتے؛ حالانکہ ائمہ مذاہب میں سے کسی نے یا
کے علاوہ کسی دوسرے امام و فقہ نے نماز جنازہ کو حدث قرار نہیں دیا جس سے

وضو باطل ہو جاتا ہو اور جب وضو باطل نہیں ہوا تو اس حالت میں قرآن مجید کا چھوٹا اس کا پڑھنا، سجدہ کرنا، دوسری نمازوں کا پڑھنا، طواف و سنی کرنا سب ہی جائز و درست ہے۔ حضرت سیدنا نافع امام التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جنازہ کی نماز پڑھتے تھے اور وضو کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ یعنی جس وضو سے نماز جنازہ پڑھتے اسی سے دوسری نمازیں بھی پڑھتے تھے۔

سنن بیہقی شریف ص ۲۰۷ میں ہے۔

ووصلی علیہ ولا نغید الوضوء ہم نماز جنازہ پڑھتے اور وضو نہیں لوٹاتے تھے۔ پس وضو اگرچہ نماز جنازہ ہی ادا کرنے کی نیت سے کیا گیا ہو اس وضو سے دوسری نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ نیز اسی بیہقی شریف میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ چونکہ نماز ہے تو دوسری نمازوں کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔

قال انما کتافی صلوٰۃ (الجنازۃ) وجعنا الی صلوٰۃ (اخری) فلا وضوء
انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ نماز جنازہ میں ہوتے اور بغیر وضو کے دوسری نمازوں کی طرف لوٹ جاتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الولجد قادری غفرلہ لوزی مسجد آسٹریٹم

نماز جنازہ کے تیمم سے فرض نمازیں

۸۱۷ مسئلہ: ریاست علی، کیراؤف پاک محمدی مسجد فرینکفورٹ

۱۹۸۹ء - ۵ - ۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے صرف نماز جنازہ کے لئے عذر کی حالت میں تیمم کیا اور اس تیمم سے نماز جنازہ پڑھی۔ اب زید اسی تیمم سے دوسری فرض و سنت نمازیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

۸۱۶ الجواد

جی ہاں جس وضو یا تیمم سے نماز جنازہ جائز و درست ہے (تیمم کی صورت

میں اگر وہی عذر ابھی بھی باقی ہے تو دیگر نمازیں خواہ فرض ہو یا واجب یا سنت و نفل سب جائز و درست ہے۔

ہم نے اب تک کسی کتاب میں یہ نہیں پڑھا کہ نماز جنازہ ناقض وضو، یا ناقض تیمم ہے۔ بلکہ کتب فتاویٰ میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر تیمم صرف نماز جنازہ کے لئے کیا جب بھی اس تیمم سے دوسری فرض و واجب نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۱۳ میں ہے

لَوْ تِمَّمْ لِمَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ أَوْ لِسَجْدَةِ التَّلَاوَةِ أَجْزَاءُ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِ الْمَكْتُوبَةَ بِإِخْلَافٍ كَذَا فِي الْمَحِيطِ
کسی شخص نے صرف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے لئے تیمم کیا تو اس تیمم سے فرض نمازیں بلا اختلاف جائز ہیں۔ جیسا کہ محیط میں بھی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الافقاء جامعہ مدنیۃ الاسلام

ٹیوویل سے وضو کرنے میں بچا ہوا پانی کیسے پیئے

۸۱۸ **مسئلہ**: حاجی عبد الجبار گمان آسٹریڈم دوست

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے لیکن آجکل برتنوں اور بدھنوں کے ذریعہ وضو کرنے کا رواج تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے ممکن ہے گاؤں وغیرہ میں اب تک اس کا چلن ہو مگر شہروں میں یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں اسکی جگہ پر ٹیوویل پمپنگ سیٹ اور نلکی وغیرہ کے ذریعہ وضو و غسل کرنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے جہاں وضو کے بعد پانی کے پکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں وضو کرنے والا وضو کا بچا ہوا پانی (فضل وضو) کیسے استعمال کرے گا اور استحباب کا ثواب کیسے پائے گا؟

جواب کا منتظر ایم اے جبار گمان بلائیس سٹریٹ C 83 آسٹریڈم

۹۲ الجواد ہوالہلالی الی الصواب

اسلام کے دامن میں بڑی وسعت ہے۔ ٹیوویل کے ذریعہ بھی وضو کرنا والا

مندوب مستحب کے ثواب سے محروم نہیں کیا جاسکتا صرف احتیاط اور دلجمعی کے ساتھ وضو کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ مانا کہ نلوں کے ذریعہ وضو کرنے کے بعد اس میں بچا ہوا پانی اتنا کم نہیں ہوتا کہ متوضی اسے پی کر ختم کر دے لیکن بہر حال اس میں پانی تو ہوتا ہے جسے ڈوا یک چلو لیکر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر وضو کرنے والا پی سکتا ہے۔ اور حصول ثواب کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ چھوٹے برتن میں وضو کے بچے ہوئے پانی کو تین سانسوں میں پی لینے کا استنباحی حکم اس لئے ہے کہ مبادا اس پانی کی حرمت پامال نہ ہو اور لوگ دوسرے کام میں استعمال نہ کر لیں۔ ورنہ فضل وضو سے ڈوا یک گھونٹ پی لینے سے متوضی مستحب کا ثواب حاصل کر لیتا ہے خواہ کھڑے ہو کر پیئے یا بیٹھ کر ہاں کھڑے ہو کر پینا اسکے احترام واقعی کے حسب حال ہے لیکن بیٹھ کر پی لینے میں بھی کوئی گناہ یا حرج نہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ فصل الثالث فی الوضوء ص ۲۵ میں ہے۔

وَمَا آدَابُ الْوُضُوءِ فِي الْأَصْلِ
مَنْ الْأَدَبِ أَنْ لَا يَسْرِفَ فِي
بہر حال وضو کے مستحبات میں سے یہ بھی مستحب
ہے کہ پانی کے استعمال میں زیادتی اور کمی نہ
کرے اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی یا اس کا
بعض حصہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پیئے۔
فَضْلَ وَضُوعِهِ أَوْ بَعْضَهُ
قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا۔
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

کتبہ عبد الواحد قلاذری نوری مسجد آسٹرم، بالینڈہ

وضو پر وضو کرنا

مسئلہ: حاجی اصغر علی کمپرینگ آسٹرم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درمیان اس مسئلہ کے کہ وضو ہونے کے باوجود وضو کرنا شرعاً جائز ہے یا اسراف میں داخل ہے؟ جواب باصواب سے نوازنے کی زحمت کریں۔

۹۲۶ الجواب بعون المجیب الوہاد

اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ وضو اگرچہ بالذات عبادت مقصودہ نہیں، پھر بھی ہر وقت باوجود رہنا اور حدث واقع ہونے پر معاً وضو کر لینا مستحبات سے ہے۔ جس کی عظیم ترین فضیلتیں عارفین عظیم الرتبہ سے منقول ہیں۔ اور وضو پر وضو کرنے کو احادیث کریمہ میں نور علی نور فرمایا گیا ہے۔ جو اس کے مستحب ہونے پر واضح دلیل ہے امام غزالی نے احیاء العلوم باب فضیلة الوضوء ص ۱۳۵ میں بحوالہ زرین یہ حدیث پاک نقل فرمایا۔

الوضوء علی الوضوء نور : وضو ہونے کے باوجود وضوء کرنا نور ہے۔ پھر ابو داؤد اور ترمذی شریفین میں حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ تَوَضَّأَ عَلَيَّ طَهَّرَ كَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ
جو وضو ہونے کے باوجود وضو کرے اسکے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

فقہ کی بعض کتابوں میں وضوء علی الوضوء کو مکروہ کہا۔ لیکن اس مکروہ سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔ اور کراہت تنزیہی اولیٰ کے منافی ہوتی ہے۔ مندوب مستحسن کے نہیں۔ لہذا فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

التَّدْبُّ لَا يَنَافِي الْكِرَاهَةَ
فَلَا يَبْعَدُ أَنْ يَكُونَ مَتَدُوبًا
لِمَافِيهِ مِنَ الْفَضِيلَةِ
قَالَ فِي الْحِلْيَةِ النَّفْلُ لَا يَنَافِي
عَدَمَ الْأَوْلَوِيَّةِ
مندوب منافی کراہت نہیں۔ لہذا یہ بعید نہیں ہے کہ یہ (وضو پر وضو کرنا) فی نفسہ مندوب ہو کیونکہ اس میں فضیلت ہے۔
علیہ میں فرمایا کہ نفل عدم اولویت کے خلاف نہیں ہے۔

لہذا وضوء علی الوضوء بعض قول کراہت کے باوجود مندوب مستحسن ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الاثناء والتبلیغ ورلد اسلامک مشن بالینڈ

اگر محسوس ہو کہ ریح خارج ہو گئی ہے

مسئلہ: ۸۲۰ نور احمد علی، نیمیٹن ٹیڈر لینڈ

۱۹۸۵-۱۲-۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو کے بعد بھی نماز میں داخل ہونے سے پہلے اور کبھی نماز میں داخل ہونے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ریح (ہوا) خارج ہو گئی، لیکن نہ تو اسکی بدبو آئی اور نہ ہی آواز سنائی دی۔ کیا ایسی صورت میں پھر سے وضو کرنا چاہئے؟ یا اسی وضو سے نماز پڑھ لے؟

۹۲

الجواب

یہ سب شیطانی وسوسے ہیں جو قابل توجہ نہیں۔ حدیث پاک میں آیا کہ ایک شیطان جس کا نام دَلْهَانُ ہے وہ وضو کرنے والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے۔ پس جس پر اس کا وسوسہ کارگر ہو گیا وہ اسکے پیچھے پڑ جاتا ہے اور طرح طرح کے خیالاتِ فاسدہ میں مبتلا کر کے اسے بہکا دیتا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ دَلْهَانَ وَوَسْوَسَةِ الشَّيْطَانِ۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ الشَّيْطَانُ فِي الصَّلَاةِ فَيَنْفُخُ فِي مَقْعَدَتِهِ فَيُخِيلُ أَنْهُ أَحْدَثَ وَلَمْ يَحْدِثْ فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ فَلَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان آتا ہے اور اس کے مقعد میں بھونک مارتا ہے جس سے اس کو خیال بھرتا ہے کہ وہ بے وضو ہو گیا، حالانکہ وہ بے وضو نہیں ہوا تم میں سے جو بھی اس صورتِ حال سے دوچار ہو وہ نماز نہ توڑے جب تک آواز نہ سنے یا بدبو محسوس نہ کرے۔ (کشف الاستار رواہ الطبرانی)

لہذا صورتِ مسؤلہ میں شخص مذکور کا وضو باقی ہے دوبارہ وضو کی ضرورت

نہیں۔ وہ جتنی نمازیں چاہے اسی وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ اگر یہ وضو سے اُسے برابر آتے ہوں تو اوپر لکھی گئی دعاء (العیاذ الخ) کثرت سے پڑھے۔
واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ، نوری دارالافتاء، نوری مسجد، البینہ

وضو کا پانی گناہوں کو دھو دیتا ہے

۸۲۱ مسئلہ نور الحسن عباسی، پاک محمدی مسجد، فرانکفورٹ، جرمنی
۱۹۸۸-۱-۲
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ وضو کا پانی محدث کو تو ظاہری پاکیزگی و طہارت عطا کرتا ہی ہے لیکن بعض علماء سے یہ بھی سنتے ہیں آیا ہے کہ وہ گناہِ صغیرہ و کبیرہ کو بھی دھو ڈالتا ہے یعنی وضو کا پانی متوضی کو ظاہری باطن دونوں طور پر پاک و صاف کر ڈالتا ہے۔ کیا یہ بات شریعتِ طاہرہ سے بھی ثابت ہے یا صرف ترغیب و ضوکی حکایتیں ہیں؟ جواب کاشتگی انتظار ہے گا۔ عباسی

۹۶ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

بیشک جو کچھ آپ نے سنا اور علماء کرام نے بیان فرمایا وہ مشہور و معروف احادیثِ کریمہ سے ثابت اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال و مشاہدات سے واضح ہے۔ بعض کتب احادیث نے "خروج الخطا مع ماء الوضوء" کا مستقل باب باندھا اور اس میں احادیثِ مشہورہ معروفہ کو نقل کیا۔

حضرت سیدنا امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی صحیح مسلم شریف میں اس باب کی رعایت سے حضرت سیدنا عثمان ابن عفان اور حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع حدیثیں روایت کیں جس کی عبارات متن علی الترتیب یہ ہیں۔

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّؤَ
خَرَجَتْ خَطَايَاكَ مِنْ جَسَدِكَ
حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِكَ
جس متوضی نے اچھی طرح وضو کیا اس کے جسم
کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں
کے نیچے سے بھی گناہوں کا صفایا ہو جاتا ہے۔

اِذَا تَوَضَّاءَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ
 اَوِ الْمَوْمِنُ فَعَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ
 مِنْ وَجْهِهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ
 اِلَيْهَا بَعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ
 اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ - فَاِذَا عَسَلَ
 يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلِّ
 خَطِيئَةٍ كَانَتْ بَطَشَتْهَا يَدَا
 مَعَ الْمَاءِ - فَاِذَا عَسَلَ رِجْلَيْهِ
 خَرَجَ كُلِّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا
 رِجْلَاةُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ
 قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا
 مِنَ الذُّنُوبِ -

جب کوئی مسلم یا مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ
 دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے وہ سب
 گناہ نکل جاتے ہیں جسکی طرف اس نے اپنی
 آنکھوں سے دیکھا ہو پانی کے ساتھ پانی کے
 آخری قطرہ کے ساتھ پھر جب وہ اپنے ہاتھوں
 کو دھوتا ہے تو جو گناہ اس نے اپنے ہاتھوں
 سے کئے وہ سب پانی کے ساتھ یا پانی کے
 آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں.....
 اور جب وہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوتا ہے
 تو پاؤں کے ذریعہ کئے ہوئے گناہ بھی پانی کے
 ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے
 ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے

اولیاء امت میں۔ وضو کے ماء استعمال سے متعلق سب اہم و اعلیٰ مشاہدہ
 امام المشاہدین رأس العارفین امام الأئمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ النعمان
 رضی عنہ الرحمن کا ہے جس کا اعتراف غیر حنفی علماء اور عرفاء کو بھی ہے چنانچہ عارف
 باللہ امام العلماء الشافعیہ حضرت سیدنا عبد الوہاب شعرائی علیہ الرحمۃ الربانی نے اپنی
 کتاب "میزان الکبریٰ" (میزان الشریعۃ الکبریٰ) میں فرمایا کہ۔

سَمِعْتُ سَيِّدِي عَلِيًّا الْخَوَاصِ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (وَكَانَ أَيْضًا شَافِعِيًّا)
 يَقُولُ مَدَارِكُ الْأَمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَقِيقَةً
 لَا يَكَادُ يَطَّلِعُ عَلَيْهَا إِلَّا أَهْلُ
 الْكَشْفِ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ قَالَ

میں نے سیدی الخواص (جو ائمہ شافعیہ میں سے
 تھے) سے فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ کے
 مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے
 صاحبان کشف اولیاء کرام ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔

✽ ✽ ✽

فرماتے تھے کہ جب امام ابوحنیفہ وضو میں

وَكَانَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ إِذَا رَأَى
مَاءَ الْمِيضَاءِ يَعْرِفُ سَائِرَ الذُّنُوبِ
الَّتِي خَرَجَتْ فِيهِ مِنْ كِبَائِرِ
وَصَغَائِرِ وَمَكْرُوهَاتٍ

استعمال شدہ پانی کو دیکھتے تو اس میں
جتنے کبائر و صغائر گناہ اور مکروہات ہوتے
تھے۔ ان سب کو پہچان لیتے
تھے۔

حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ فیضان کشف آپ کے بعض مقرب
شاگردوں کو بھی حاصل ہوا چنانچہ سیدنا امام ابو یوسف انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ماء مستعمل کو دیکھ کر نہ صرف کبائر و صغائر گناہوں کو پہچان لیتے تھے بلکہ کراہت و
خلاف اولیٰ میں بھی خط فاصل کھینچ دیا کرتے تھے جس کا ذکر "المیزان" کتاب الطہارۃ
میں موجود ہے۔ خود حضرت سیدنا تاج العارفین علی خواص علیہ الرحمۃ کو ماء مستعمل میں
گناہ کبیرہ و صغیرہ کی معرفت ہو جایا کرتی تھی اور زکمرہ تبارک و تعالیٰ آج کی اس ظلمات
نگری میں بھی ایسے ایسے صاحبان کشف و بصیرت حضرات سے قطعاً زمین عالی نہیں
ہے مگر ہمیں ان حضرات کی پہچان نہیں کہ اولیائی تَحْتَ قَبَائِي (حدیث قدسی)
کازرین نقاب ان کے چہرہ ولایت پر پڑا ہوا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء والتبلیغ ورلد اسلامک سنٹر البیتہ

ماء مستعمل کی مختلف صورتیں

۸۲۲
مسئلہ: مجیب الرحمن، انٹورپن بلجیم
۸-۱-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وضو
کی حالت میں اگر پیشانی پر پانی ڈالا اور وہ پانی پیشانی پر بہنے کے بعد مثلاً
رخسار یا ٹھڈی پر آیا اور بہ گیا تو رخسار یا ٹھڈی حدیث سے پاک ہوا یا نہیں ؟
یا وہی پیشانی پر بہا ہوا پانی مثلاً کلائیوں پر ٹپک ٹپک کر بہ گیا تو کلائیوں کا حدیث
ذائل ہوا یا نہیں۔

اور یہی صورت حال اگر غسل میں واقع ہو یعنی سر یا چہرہ پر بہا ہوا پانی

مثلاً سینہ، پیٹ، کمر اور پاؤں وغیرہ پر پہنچا اور بہہ گیا تو سر اور چہرہ کے علاوہ
اعضاء جسم سے حدث جنابت زائل ہو گیا یا نہیں؟ اور اس کا غسل صحیح ہو گیا یا نہیں؟
امید کہ جواب یا صواب سے مطلع فرما کر عند اللہ تعالیٰ ثواب کے مستحق ہوں گے۔

سائل (مولوی) محمد مجیب الرحمن گلشن بغداد

۹۲ الجواب ۷۸۶
اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وضو اور غسل میں متوضیٰ وغاسیل کے اعضاء جسم کا حکم الگ الگ ہے یعنی
بمالت وضو، (جبکہ وہ وضو حدث کو زائل کرنے، قربت حاصل کرنے وغیرہما کے لئے ہو)
جب ایک عضو سے پانی بہہ کر ٹپک گیا تو وہ ہمارے مذہب حنفی کے نزدیک ماہستعمل
ہو گیا کہ اب اس میں حدث زائل کرنے کی صلاحیت مفتی یہ قول کے مطابقت
نہیں رہی۔

لہذا صورتِ مسؤلہ میں پیشانی، رخسار، ٹھڈی سب ملا کر ایک عضو ہے
تو پیشانی سے بہا ہوا پانی رخسار وغیرہ پر آنا ایک ہی عضو پر دور کرنا ہے کیونکہ
چہرہ کا پانی چہرہ پر بہا جو ایک عضو ہے بشرطِ مطہر نے پیشانی کی ابتداء سر کے بال
انگنے کی جگہ سے ٹھڈی تک اور ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی لو تک
ایک ہی عضو قرار دیا ہے لقولہ تبارک وتعالیٰ فَاغْتَسِلُوا وَاَجُوهَكُمْ
اسی طرح ہاتھ کو ایک عضو قرار دیا ہے یعنی انگلیوں، پھلیوں، کلائیوں اور کہنیوں
کو الگ الگ شمار نہیں فرمایا۔ لقولہ تبارک وتعالیٰ وَآيِدِيكُمْ اِلَى الْمِرَافِقِ
اور جب ایک عضو سے ہنوز پانی جدا نہیں ہوا تو اس پر ماہستعمل کا حکم نہیں ہوگا۔
ہاں اگر چہرہ سے پانی جدا ہو کر کلائیوں پر آ رہا، تو وہ اپنے عضو سے جدا ہو گیا
اور دوسرے عضو پر آ گیا لہذا وہ ماہستعمل استعمال کیا ہوا پانی جو خود پاک ہے مگر
کس ناپاکی کو زائل کرنے کی صلاحیت اس میں نہیں ہے، کے حکم میں آجائے گا۔ لہذا
کلائیوں کا حدث اس سے زائل نہیں ہوگا اگرچہ بار بار کلائیوں پر سے بہ جائے۔
در مختار باب المیاء ص ۳۶ میں ہے۔

فَإِنَّهُ يَصِيرُ مُسْتَعْمَلًا إِذَا انفصلَ
عَنْ عَضْوٍ وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِرَّتْ شَيْءٌ
عَلَى الْمَذْهَبِ
پانی اس وقت مستعمل ہوگا جبکہ عضو سے
جدا ہو اگرچہ کسی چیز پر نہ ٹھہرے مذہب
یہی ہے۔

البتہ غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے (بخلاف اعضاء وضو کے) تو سر یا
چہرہ پر سے بہا ہوا پانی جس جس حصہ عضو سے گزرتا جائے گا سب کو حدیث و
نجاست سے پاک کرتا جائے گا۔ رد المحتار باب المیاء ص ۱۴۷ میں ہے۔

إِنَّ أَعْضَاءَ الْغُسْلِ كَعْضْوٍ وَاحِدٍ
فَلَوْ انفصلَ مِنْهُ فَسَقَطَ عَلَى
عَضْوٍ آخَرَ مِنْ أَعْضَاءِ الْغُسْلِ
فَأَجْرًا عَلَيْهِ صَحَّ عَلَى
الْقَوْلَيْنِ
غسل کے تمام اعضاء ایک عضو کی طرح
ہیں تو اگر اس میں کسی ایک عضو سے پانی
جدا ہو کر اعضاء غسل کے دوسرے حصہ پر
گر کر بہہ گیا۔ تو دونوں اقوال کے مطابق
اس سے پاک حاصل ہو جائے گی۔

عبارت مذکورہ میں قولین سے مراد استقرار و عدم استقرار ہے کیونکہ بعض
علماء کے نزدیک پانی اعضاء سے جدا ہونے کے بعد اس وقت مستعمل کے حکم میں آتا
ہے جبکہ اس کے اندر استقرار پایا جائے اور استقرار کے بعد دوبارہ اس کے
اندر تحریک پائی جائے۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء آسٹریٹورم البینڈہ

ستر عورت دیکھ لینے سے وضو نہیں جانا

۸۲۳
مسئلہ: عبد الشیمان معرفت اکبر درون تن، نیدر لینڈ
۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸

جناب مولانا مفتی صاحب السلام علیکم

ایک ضروری سوال یہ ہے کہ وضو کر لینے کے بعد اگر اپنا یا دوسرے کا ران
نظر آجائے یا خاص شرمگاہ کو دیکھ لے تو وضو رہے گا یا ٹوٹ جائے گا۔ خدا کے واسطے
جلد جواب دیجئے۔

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

۹۲ الجواد

وضو نہیں جائے گا کیونکہ فقہاء کرام نے اسے ناقض وضو میں شمار ہی نہیں فرمایا بلکہ اس باب میں فقہاء کی تصریحیں موجود ہیں کہ عین حالت نماز میں بھی اگر کسی کے ستر غلیظ پر نظر پڑ جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی، اگر یہ ناقض وضو ہوتا تو نماز ضرور باطل ہو جاتی۔ مراقی الفلاح جلد اول میں ہے

لَا تَبْطُلُ صَلَاةٌ بِنَظَرٍ إِلَى
فَرْجِ الْمَطْلُوقَةِ أَوْ الْأَجْنَبِيَّةِ يَعْنِي
فَرْجِهَا الدَّاخِلِ
اس کی نماز مطلقاً یا اجنبیہ کی شرمگاہ کو
دیکھنے سے باطل نہیں ہوگی یعنی شرمگاہ سے
مراد فرج داخل ہے۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بے عذر شرعی کسی کے سامنے ستر عورت کا کھولنا یا کسی کے ستر عورت پر نظر کرنا حرام و بد انجام ہے اور خاص شرمگاہ کو دیکھنا یا دکھلانا اشد و بدتر حرام ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الأئمة اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

انجکشن کے ذریعہ خون نکلوانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

۸۲۴
۲۱-۱۰-۱۳۵۵
عبد الواحد ظہور الکنار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں عموماً ڈاکٹر لوگ مریض کے مرض کی تحقیق کرنے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے اس کا خون بذریعہ سیرنج اور سوئی کے نکالتے یا نکلواتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کلانی یا کہنی کے کسی ممتاز رگ میں سیرنج کی سوئی ڈال کر تین چار چھوٹی شیشیاں خون نکال لیتے ہیں۔ پھر گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد ہاتھ کی درمیان انگلی میں سوئی چبھو کر خون کی تری کو کسی شیشی میں جمع کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس سے روزہ اور وضو

جائز رہتا ہے؟

اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

۹۲ الجواد

صورتِ مسؤلہ میں روزہ تو نہیں جائے گا لیکن اگر روزہ دار خون نکلوانے کے بعد نڈھال ہو جائے یا کمزوری کے سبب اسے روزہ رکھنا دشوار ہو جائے تو روزہ کی حالت میں اس قدر خون نکلوانا مکروہ ہے۔ روزہ دار اپنے اس شرعی عذر کو ڈاکٹروں کے سامنے پیش کر کے خون نکلوانے کے اوقات و نایسج میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ سیرنج کے ذریعہ جس قدر خون لیا گیا ظاہر ہے کہ وہ نجس اور ناقض وضو ہے اسی طرح سوئی کی نوک چبھا کر جس رستے ہوئے خون کو شیشی میں جمع کیا گیا اگر وہ اس قدر ہے کہ بہہ سکے (اور ظاہر یہی ہے) تو اس سے بھی وضو جائز رہے گا۔

مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ میں ایک طویل بحث کے بعد افادہ فرماتے ہیں۔

لَا يَشْتَرِطُ فِي النَّقْضِ بِمَا مِنْ
غَيْرِ السَّبِيلَيْنِ إِلَّا الْخُرُوجَ
بِالسَّيْلَانِ عَلَى ظَاهِرِ الْبَدَنِ
وَلَوْ بِالْقُوَّةِ فَلَا يَسْتَنِي مِنْ
الظَّاهِرِ حِسَابُ الْإِدْخَالِ الْعَيْنِ
لَأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الظَّاهِرِ شَرْعًا
أَصْلًا (فتاویٰ رضویہ)

سبیلین (ذکر و دبر) کے علاوہ جسم کے کسی اور
حصہ سے خروج نجاست اسی وقت ناقض وضو
ہوگا جب کہ وہ بدن کے ظاہری حصہ پر بہ جانے
کی صلاحیت رکھے اگر یہ بہاؤ اور خروج بالقوہ
ہو۔ آنکھ کے علاوہ جسم کا کوئی ظاہر محسوس حصہ
اس حکم سے باہر نہیں۔ ہاں آنکھ کی کٹوری شرعاً
اور اصلاً ظاہر بدن میں شامل نہیں۔

اس روش تحریر سے یہی واضح ہوا کہ صرف ہاتھ اور انگلیوں ہی سے بہنے کی مقدار
میں خون کا نکلنا ناقض وضو نہیں بلکہ جسم کے جس حصہ سے بھی اس مقدار میں خون،
پیپ، کٹھ پیپ وغیرہ نکلے یا نکلا جائے سب کا سب ناقض وضو ہے اور یہی معلوم
ہوا کہ اگر آنکھ کے پوٹوں کے اندرونی حصہ سے خون بہا اور آنکھ کی پوری کٹوری
میں چھایا گیا لیکن پلوں سے نیچے نہیں ڈھلکا تو وہ ناقض وضو نہیں ہے کیونکہ آنکھ
کا ظاہری ڈھیل جو پلوں کی چھاؤں میں ہے وہ نہ اصل کے اعتبار سے ظاہری جسم ہے
اور نہ شرع کے اعتبار سے جسم ظاہر ہے۔ اسی لئے غسل یا وضو میں آنکھ کی کٹوری کا

دھونا واجب نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے آنکھوں میں لینس لگایا ہوا ہے تو غسل جنابت میں اس کا نکالنا ضروری نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الانشاء

مدینۃ الاسلام ہالینڈ ۲۱ شوال ۱۴۱۵ھ

نیند کب وضو توڑتا ہے؟

مسئلہ ۸۲۵ :- ایل محمد یوسف گمان آسٹریڈم ہالینڈ

25-11-1985

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے ربانی اس مسئلہ میں کہ

ایک رات میں با وضو ہو کر نماز عشاء کے انتظار میں صوفہ پر بیٹھا بیٹھا سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو میں نے سمجھا کہ صرف اونگھ آئی ہے حالانکہ گھڑی کی طرف نگاہ کرنے سے معلوم ہوا کہ تقریباً پینٹالیس منٹ تک میں سوٹا رہا۔ ایسی صورت میں میرا وضو پلایا ختم ہو گیا؟ دلائل شرعیہ کے ساتھ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

۹۲ الجواد هو الہادی الصواب

مطلقاً نیند ناقض وضو نہیں ہے بلکہ نیند دو شرطوں کے ساتھ وضو کو توڑتی ہے۔ ۱۔ جبکہ سونے والے کا سرین (چوڑ) زمین، تختہ، سخت گدہ وغیرہ سے لگا ہوا نہ ہو۔ ۲۔ سونے والا ایسی غفلت کی نیند سو جائے کہ اس کے اعضاء کے جوڑ ڈھیلے پڑ جائیں۔

اگر سونے والے میں یہ دونوں شرطیں پائی جائیں گی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ اپنے اپنے سونے کی کیفیت یہ بتائی ہے کہ آپ صوفہ پر بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ اور صوفہ کا گدہ اس قدر دبیر ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے اخراج ریح کے مفاصل ڈھیلے نہیں ہوتے ہیں۔ لہذا آپ اگرچہ گھنٹوں تک سوتے رہے ہوں۔ آپ کا وضو نہیں گیا۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد اول میں ہے۔

ان نام مترجماً لا ینقض الوضوء اگر چار زانو بیٹھ کر سو گیا۔ تو ایسا سونا وضو کو

وَكذَٰلِكَ لَوْ تَمَرَّ مَتَوْرًا وَهُوَ اِنْ
يَبْسُطُ قَدَمَيْهِ مِنْ جَانِبٍ
وَيَلْصِقُ الْيَتِيَةَ بِالْاَرْضِ... ۱۵

نہیں توڑتا ہے اور اگر اس طرح سویا کہ اپنے
دونوں پاؤں کو ایک جانب نکال لیا اور سرین
کو زمین پر رکھ دیا جب بھی یہی حکم ہے۔
وضو نہ ٹوٹنے کے لئے سرین کا صرف زمین ہی پر رکھنا ضروری نہیں بلکہ تختہ
غذہ (روٹی کا سخت گدہ) اور زین وغیرہ پر ٹیک دینے کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ صاحب
دلائل قاہرہ مؤید ملت طاہرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

ان المصرح به في الخانية
نفسها والكتب قاطبة انه ان
نام على ظهر الدابة في سراج
او كاف لا ينتقض وضوءه لعدم
استرخاء المفاصل۔

فتاویٰ قاضی خاں اور دوسری معتد کتابوں
میں بھی اسکی وضاحت موجود ہے کہ اگر کوئی
شخص سواری کی پیٹھ پر یعنی زین یا منہ پر
سو گیا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ ایسی صورت
میں جوڑوں اندر نرمی اور کشادگی نہیں پائی جاتی ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالواحد قادری غفرلہ لوری مسجد امسٹرڈم۔ ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء

احلام سے کب غسل کرنا ہے

۸۲۶
۱۳۰۹ھ - ۱۱ - ۳

مسئلہ: محمد عباس واجتہدی، مسجد رضوی فریدالاسلام امسٹرڈم
کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام و علماء کرام اس مسئلہ میں کہ اگر خواب میں
احلام ہوتا ہو دیکھے اور لذت بھی محسوس کرے۔ لیکن بیداری کے بعد جسم یا کپڑے
کسی طرح کی تری نہ پائے تو خواب دیکھنے والے پر غسل فرض ہے یا نہیں؟ دوسری
صورت یہ ہے کہ احلام کا ہونا تو یاد نہیں ہے مگر جسم پر تری پایا جس سے گمان ہوا
ہو کہ تری ہے۔ یا منی و مذی کے درمیان مشکوک رہا تو ان صورتوں میں غسل
فرض ہوگا یا نہیں؟

الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ اولیٰ میں بالاتفاق غسل واجب نہیں اور صورتِ ثانیہ میں واجب ہے۔ ارشاد رسول مقبول علیہ السلام ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الرجل یجد الببل ولا یدکر احتلاماً قال یغتسل وعن الرجل یری انہ قد احتلم ولم یرجد بللاً قال لا غسل علیہ۔ (ابن حبان و ابو داؤد)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ جو بیدار ہونے کے بعد تری پائے اور اسے احتلام یاد نہ ہو؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ غسل کرے۔ اور اس شخص کے متعلق بھی سوال کیا گیا جسے احتلام تو یاد ہے لیکن تری نہیں پائی تو آپ نے ارشاد فرمایا اس پر غسل واجب نہیں۔۔

فتاویٰ بزازیہ مع الہندیہ میں ہے۔

کسی شخص کو احتلام ہوا اور اس نے تری نہیں دیکھی تو اس پر بالاجماع غسل واجب نہیں۔

اور علیہ میں ہے۔

وجوب الغسل اذا لم یتذکر حلماً وتیقن انہ مذی او شک فی انہ منی او مذی قول ابی حنیفہ ومحمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما)

جب خواب یاد نہ ہو اور تری کے متعلق یقین ہے کہ وہ مذی ہے یا مذی و منی کے درمیان وہ مشکوک ہے تو طرین (امام اعظم امام محمد) کے نزدیک اس پر غسل واجب ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں یہ بھی ہے

انتبہ ورائی علی فرشیہ او فخذہ المذی یلزمہ الغسل فی قول ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ تذکر اولاً ولم یتذکر

کوئی شخص خواب سے بیدار ہوا اور اپنے بستر یا ران پر تری (مذی) دیکھی تو امامین طرین کے نزدیک اس شخص پر غسل واجب ہے چاہے احتلام کا ہونا یاد ہو یا نہ ہو۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

حکم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ارشادات فقہاء علیہم الرحمہ کی روشنی میں آپ کے دونوں سوالوں کا جواب واضح ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ جامعہ مدنیۃ الاسلام بالینڈ

تولیہ بھیکو کر بدن پونچھ لینے سے غسل جنابت اترے گا یا نہیں؟

۸۲۶
مسئلہ: ایل محمد یوسف گمان نوری مسجد آسٹریٹم
۲۵-۱۱-۱۹۸۵ء

علمائے کرام و مفتیانِ عظام کا اس بارے میں کیا ارشاد گرامی ہے کہ سخت زکام (انفلونزا) کی صورت میں سرد و گرم پانی کا استعمال مزید نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ جب بھی میں زکام کی حالت میں غسل کرتا ہوں تو مرض مہینوں کے لئے لیا ہوا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر نہانے کی حاجت ہو جائے تو گرم پانی سے تولیہ بھیکو کر سر سے پاؤں تک بدن پونچھ لینے سے غسل جنابت اترے گا یا نہیں؟ اور حدث کی صورت میں اسی طرح اعضا، وضو کو پونچھ لینے کے بعد وضو کے لئے کفایت کرے گا یا نہیں؟ اور اسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل لطیف محمد یوسف

۹۱۶ الجواب اللہم ہذا ایۃ الحق والصدوق

اگر واقعی سرد و گرم پانی کا استعمال آپ کے لئے مضر اور تجربہ کی روشنی میں مرض کے بڑھنے کا سبب ہوتا ہے تو بجائے نہانے کے غسل و وضو میں آپ تیمم بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ نے خود ہی لکھا کہ گرم پانی میں تولیہ بھیکو کر پورے بدن کو پونچھ لیا جائے۔ تو ایسی صورت میں بجائے تیمم کے آپ پورے جسم کو پونچھ لیا کریں کہ یہی ضروری ہے۔ یونہی وضو میں بھی اعضا، وضو کو پونچھ لیا کریں۔ ہاں اگر گرم پانی سے پونچھنا بھی نقصان دہ ہونے لگے تو تیمم کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حالت جنابت میں غسل ضروری ہے اگر غسل کرنا واقعی نقصان

اور مرض کے طول کھینچنے کا سبب ہو تو پورے جسم کا مسح کرنا ضروری ہے۔ اور اگر مسح کرنا بھی نقصان دہ ہو تو تیمم ضروری ہے۔

زکام والوں کے لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سر کا بھیگونا نقصان دہ ہوتا ہو مگر جسم کا بھیگونا مضر نہ ہو تو ایسی صورت میں پورے جسم کا دھونا یا بھیگونا ضروری ہے اور سر پر مسح کرنے کی رخصت ہے۔ یعنی مریض کے فرار کے مطابق شریعت مطہرہ اس کے لئے سہولتیں فراہم کرتی ہیں۔

امام المحققین صاحب دلائل قاہرہ کثیرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ المولیٰ الغنی اپنے فتاویٰ مبارکہ (العطایا النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ) میں فرماتے ہیں۔

ان ضرع غسل رأسه لا غیر
مسحہ وغسل سائر جسده
وان ضر الاغتسال بماء باردا
اغتسل بحاراً أو فاتراً ان قدر
والا یتمم أو مسح رأسه
وغسل بدنه جسماً
یقتضیہ حالہ ۱۶ ص

اگر صرف سر کا دھونا نقصان دہ ہو تو سر کا مسح کرے اور دیگر اعضاء بدن کو دھولے۔ اور اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا نقصان دہ ہو تو گرم یا نیم گرم پانی سے غسل کرے اگر میسر ہو ورنہ تیمم کرے۔ یا سر کا مسح کرے اور باقی جسم کو دھولے۔ مرض کی جو کیفیت ہو اس کی رعایت کرے۔

امید ہے کہ اپنے پورے طور پر مسئلہ کو سمجھ لیا ہوگا۔ اگر کوئی دقت ہو تو دوبارہ سوال کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خدام الانباء والخطیب نوری سجاد مسٹر ڈوم بالینڈ
۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء

عورتیں اگر بغیر جوڑا کھولے غسل جنابت کریں

۸۲۸ مسئلہ: امین عبدالرؤف، نارتھ آسٹریڈوم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتیں کہیں اپنے بالوں کو

بالکل کھلا ہوا رکھتی ہیں، کبھی چوٹی گوندھ کر (جعدہ) اور کبھی جوڑا باندھ کر (صفہ) بنا لیتی ہیں سوال یہ ہے کہ غسل جنابت میں چوٹی یا جوڑا کا کھولنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا جوڑا باندھے ہوئے بھی غسل ہو سکتا ہے؟ بیٹنوا وتوجروا

۹۲ الجواد بعون المجیب الوہاب

جوڑا اور چوٹی کھولے بغیر بھی عورتوں کا غسل جنابت اتر سکتا ہے صحیح مسلم شریف میں ام المؤمنین حضرت سیدتنا ام سلمیٰ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے بال گندھواتی ہوں کیا نہانے میں کھول دیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
انما یکفیک ان تحشی علی اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لیا کرو
راسک ثلاث حثیات یہی تیرے لئے کافی ہے۔

ابوداؤد شریف باب المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل

میں ہے۔

اما المرأة فلا علیها ان عورت پر ضروری نہیں کہ اپنے گندھے
تنقضه لتغرف علی راسها بالوں کو کھولے۔ اس کے لئے کافی ہے کہ
ثلاث غرقات یکفیها۔ تین لپ پانی اپنے سر پر ڈالے۔

اور مسلم شریف ہی میں سیدہ طیہہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد موجود ہے۔

لقد كنت اغتسل انا ورسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم
من انا و واحد وما ازید علی میں اپنے سر پر صرف تین بار چلو سے پانی
ان افرغ علی راسی ثلاث ڈالتی (جعد مبارک کو نہ کھولتی تھی)
افراغات (ص ۱۵)

ان احادیث کو کریم کی روشنی میں روشن تر ہوا کہ عورتوں کو جوڑے یا چوٹی کی حالت

میں اگر غسل واجب ہو جائے تو انہیں جوڑے اور چوٹی کھولنے کی ضرورت نہیں
سارے جسم کو دھو کر سر پر تین لپ پانی بہائے غسل ہو جائے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم کہ۔ عبد الواحد قادری غفرلہ توری مسجد آسٹریٹوم۔ البینڈہ

ماہِ قلیل کو پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ ۸۲۹: شاکر حسین شاردھا کرائیت یورخ

22-8-1987

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ یورپ کے
غسل خانوں میں عموماً پلاسٹیک یا سیمینٹیڈ چھوٹے چھوٹے حوض ہوتے ہیں جو کسی
طرح بھی 10x10 (دہ دردہ) نہیں ہوتے۔ اگر وہ پانی سے بھرا ہوا ہو اور کوئی حنبی
یا محدث غسل یا وضو سے پہلے پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ
یا پاؤں اس میں ڈال دے تو کیا اس پانی سے وضو یا غسل کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں
کر سکتے ہیں تو اس ماءِ مستعمل کو قابلِ غسل و وضو بنانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ کیونکہ
اس قدر پانی کو ضائع کرتے ہوئے طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔

۹۲۶ الجواد بعون الجواد الوہاب

صورتِ مسئلہ میں حوض مذکورہ کا پانی مستعمل ہو گیا کہ خود پاک ہے مگر نجاست
حکمیہ کے پاک کرنے کی صلاحیت اب اس میں باقی نہ رہی۔ پس اس پانی سے نہ تو
غسل کر سکتے ہیں نہ ہی وضو۔ اور اگر کوئی کرے تو نہ اس سے غسل اترے نہ وضو کی
پاکی حاصل ہو۔ جیسا کہ فتح القدر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا یجوز
ص ۶۱ جلد اول میں ہے۔

اگر لوٹا کنویں (پٹی) میں گر پڑا اور اس کو
نکالنے کے لئے اپنا ہاتھ کہنیوں تک کنویں
میں ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ یہ مسئلہ
"غلامہ" میں منصوص ہے، بخلاف اس بات

إِنْ وَقَعَ الْكَوْنُ فِي الْجُبِّ
فَادْخَلَ يَدَا إِلَى الْمَرْفِقِ
لَا خَرَا جِبْهَ لَا يَصِيرُ مُسْتَعْمَلًا
لِضِّ عَلَيْهِ فِي الْخُلَاصَةِ. قَالَ

بِمَخْلَافٍ مَا لَوَادُخَلَ يَدَاهُ لِالتَّبَرُّدِ
لِعَدَمِ الضَّرْفِ وَرَدِّ

کے کہ اگر ہاتھ کو کنویں میں صرف ٹھنڈک حاصل
کرنے کیلئے ڈالا تو اس کا پانی مستعمل ہو جائے گا
کیونکہ یہ ضرورت (شرعی) نہیں ہے۔

جو پانی مستعمل ہو جائے اُسے پاک اور قابل استعمال (مطہر) بنانے کے
دو طریقے ہیں۔

۱۔ جتنا پانی حوض میں ہے اُس سے زیادہ مقدار میں ظاہر و مطہر پانی اس میں
ملا دیا جائے تو سارا کا سارا پانی ظاہر و مطہر (قابل وضو و غسل) ہو جائے گا جیسے اس
سے نجاست حقیقیہ کو پاک کیا جاسکتا ہے اسی طرح نجاست حکمیہ بھی پاک کیا جاسکتا ہے
۲۔ اس حوض کے پانی کو جاری پانی بنا دیا جائے یعنی حوض کے ایک طرف سے
اس میں پاک پانی ملایا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے۔ اگرچہ ادخال و اخراج
میں کمی بیشی ہو جب بھی وہ سب کا سب پانی ظاہر و مطہر ہو جائے گا کما فی الذکر
المختار والرد المحتار ص ۱۲۳۔

غَلَبَةُ المَخَالِطِ لَوْ مَا تَشَلَّى
كَمْ سَتَعْمَلِ فِي الأَجْزَاءِ فَإِنَّ
المُطْلَقَ أَكْثَرُ مِنَ النُّصْفِ
جَازَ التَّطْهِيرَ بِالْكُلِّ
وَالْأَدَلَّ

ملنے والے پانی کا غلبہ اگر ماہ مستعمل کے مثل
ہو تو اعتبار امتداد کا ہوگا۔ اگر ماہ مطلق
نصف سے زائد ہے تو سب سے
پاک حاصل کرنا جائز ہے۔ ورنہ
نہیں

بِمَجْرَدِ جَرِيَانِهِ بَانَ يَدْخُلُ
مِنْ جَانِبٍ وَيَخْرُجُ مِنْ أُخْرَى
حَالِ دُخُولِهِ وَإِنْ قَلَّ المَخَارِجُ
"بِحُرِّ" وَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ
مَمْتَلًا أَوَّلَ وَقْتِ الدُّخُولِ
لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ نَاقِصًا قَدْ دَخَلَ

صرف اس کے جاری ہونے سے کہ ایک طرف
سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے
نکالا جائے۔ اس کے داخل ہونے کی حالت
میں۔ اگرچہ خارج کم ہو "بحر" یہ ضروری
نہیں کہ داخل ہوتے وقت برتن بھرا ہوا ہو
کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہوکر

الماء حتى امتلاً وخرج برتن بھر جائے پھر پانی اس سے نکل جائے تب بعضہ طہرا یضاً... بھی وہ پانی پاک ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواجد قادری وارد حال جامع مسجد پاراماری بوسور نیام جنوبی امریکہ

زیادہ ٹھنڈا گرم پانی کا استعمال وضو میں

مسئلہ ۸۳۰: ایل منگل آلمیہ نیدرلینڈ

۱۹۸۹-۲-۲۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ یورپ میں اکثر و بیشتر ٹھنڈے اور گرم پانی کی ڈونلیس (کران) غسل خانہ اور باورچی خانہ میں استعمال کی جاتی ہیں۔ ٹھنڈا پانی اس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے کہ بغیر گرم پانی کی ملاوٹ کے اس کا استعمال نہایت دشوار و مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ اور گرم پانی اس قدر گرم ہوتا ہے کہ اگر اس میں چائے کی پتی ڈال دی جائے تو چائے تیار ہو سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس قدر ٹھنڈے یا گرم پانی سے وضو یا غسل درست ہے یا نہیں؟

۸۲۶ جواب اللہم ہدایۃ الحق والضواب

زیادہ ٹھنڈا یا زیادہ گرم پانی جس سے تکمیل سنت نہ ہو سکے مکروہ ہے۔ اور اگر وہ تکمیل فرض ہی سے روکے تو اس کا استعمال حرام و بد انجام ہے۔ نہ اس سے وضو ہونہ غسل..... یہاں نیدرلینڈ میں جو گرم پانی ٹلوں کے ذریعہ آتا ہے وہ الیکٹرک یا گیس کے ذریعہ گرم کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو آفتاب کی گرمی سے گرم شدہ پانی کا ہے بلکہ ضرر رسائی میں وہ زیادہ ہے۔

آفتاب کی گرمی سے گرم شدہ پانی کا حکم احادیث کریمہ میں منصوص ہے۔ چنانچہ سنن دارقطنی، باب الماء المسخن ص ۳۹ میں ہے۔

عَنْ أَمْرِ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا سَخِنَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءٌ فِي الشَّمْسِ فَقَالَ لَا تَفْعَلِي

ام المؤمنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے دھوپ میں پانی گرم کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے تمہارا!

يَا حَمِيْرًا فَاِنَّهٗ يُوْرَثُ الْبُرْصَ - اُنْدھ ایسات کرنا کیونکہ اس برص پیدا ہوتا ہے۔
 عَنْ عَمْرِو بْنِ اَرْوَقٍ - واقطنی نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
 مَوْقُوْفًا لَا تَغْسِلُوْا بِالْمَاءِ الشَّمْسِ سے موقوفاً یہ بھی روایت کی کہ تم لوگ دھوپ گرم کئے
 فَاِنَّهٗ يُوْرَثُ الْبُرْصَ ہوئے پانی سے غسل مت کرو کہ اس برص پیدا ہوتا ہے۔

لہذا یورپ یا غیر یورپ میں جہاں دونوں تلیں ساتھ ساتھ ہوں۔ وہاں
 دونوں پانی کو آپس میں ملا لینا چاہئے۔ جب گرم پانی کی گرمی اور ٹھنڈے پانی کی
 ٹھنڈک ختم ہونے کے قریب ہو جائے اور استعمال کرنے میں کوئی دشواری نہ سے
 تو اس پانی سے بلا کراہت وضو و غسل کر سکتے ہیں۔

یورپ میں برص کی بیماری کثرت سے ہے جسکے وجوہات میں سے دو وجہ
 تقریباً عام ہے ایک تو سور کے گوشت اور چربی کا استعمال دوسرے نہایت
 گرم پانی سے غسل۔ العیاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم۔ واللہ سبحانہ اعلم
 کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مدینۃ الاسلام بالہند

غسل میت کے بعد غسل کرنا

۸۳۱ مسئلہ: تدریان علیٰ امستردم مغربی۔
 ۱۹۸۹-۸۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں میت کو غسل دینے والا
 شخص اگر موقع نہ ملنے کی وجہ سے غسل نہیں کر سکا صرف وضو کر کے نماز جنازہ میں
 شریک ہو گیا تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ جبکہ میت کے غسل کا پانی (ماہ استعمال)
 غسل کے جسم اور کپڑے کے بعض حصوں پر پڑا ہو۔

۸۸۶ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

میت کے غسل دینے والوں پر غسل کرنا نہ واجب ہے نہ فرض۔ بلکہ صرف
 مستحب ہے۔ کما فی الدر المختار وغیرہ۔ کیونکہ موت اگرچہ
 عند الجمہور نجاست حقیقیہ کا سبب ہے جس میں استعمال کیا ہو پانی ماہ استعمال ہی نہیں

بلکہ ناپاک ہے، لیکن عام فقہاء کرام کے نزدیک وہ نجاستِ حکمیہ ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے تو اس تقدیر پر جو پانی جسم میت سے گزر کر بہا یا غسل دینے والوں کے جسم یا کپڑے پر لگا وہ ناپاک نہیں بلکہ ماہِ مستعمل ہی ہے اور ماہِ مستعمل اگرچہ مطہر نہیں لیکن جہاں لگے گا اسے ناپاک بھی نہیں کرے گا۔ بنا بریں علماء و محققین کے نزدیک میت کے نہلانے والوں پر نہانا صرف مستحب ہے اور ترکِ استحباب مواخذہ کا سبب نہیں۔ لہذا شخص مذکور کی صحت نمازِ جنازہ میں کوئی کلام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ خادم الافناء مدنیۃ الاسلام بالینڈ

مُحَدِّث کی مونچھوں کے لگنے سے پانی مستعمل ہونا یا نہیں؟

مسئلہ ۸۳۲: فیصلِ رحمت، دی ہیگ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے اپنی مونچھوں کو قلندرانہ ہئیت اختیار کرنے کے شوق میں کافی بڑھا لیا ہے کہ اس کی لمبائی تین سینٹی میٹر (تقریباً دو انچ) سے کم نہ ہوگی۔ جب وہ پانی پیتے ہیں تو مونچھ کے بالائی حصے پانی میں آجاتے ہیں۔ اور پانی کے بعض قطرے مونچھوں پر چمکنے لگتے ہیں۔ ایسی صورت میں انہوں نے جگ (واترکانت) سے منہ لگا کر پانی پیا۔ تو باقی ماندہ پانی کو دوسرا شخص بطور تبرک استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس پانی سے وضو کر سکتا ہے یا نہیں؟

۸۶۹ الجواب هو الہادی الی الصواب

شرع شریف میں مونچھوں کو گھٹانے اور ڈاڑھی کو بڑھانے کا حکم صریح ہے "اعفوا للخی وقصوا الشوارب" مونچھیں بڑھانا، ہنود اور نصاریٰ کا مذہبی شعار ہے جس کی مخالفت اہل اسلام کو لازم ہے۔ ارشادِ گرامی ہے خَالِفُوا الْيَهُودَ وَالْمُشْرِكِينَ۔ (الحديث)

فتاویٰ ہندیہ (فصل فیما لا یجوز بہ الوضوء) ص ۲۵ میں ہے
 إِذَا ادَّخَلَ الصَّبِيُّ يَدَهُ فِي كَوْزِ
 مَاءٍ أَوْ رِحْلَةٍ فَإِنْ عَلِمَ أَنَّ يَدَهُ
 طَاهِرَةً بَيِّنَةً يَجُوزُ التَّوَضُّؤُ بِهِ
 وَإِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ أَنَّهَا طَاهِرَةٌ
 أَوْ نَجِسَةٌ فَلَمْ يَسْتَحِبَّ أَنْ يَتَوَضَّأْ
 بِغَيْرِهِ وَمَعَ هَذَا لَوْ تَوَضَّأَ
 أَحْزَاكَ كَذَا فِي الْمَجِيطِ۔

اگر بچہ نے اپنے ہاتھ یا پاؤں کو کوزہ میں ڈالا تو
 اگر یہ یقین سے معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک ہے
 تو اس پانی سے وضو جائز ہے۔ اور اگر یقین سے
 نہیں معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا یا ناپاک
 تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کیا
 جائے اور اگر دوسرا پانی ہونے کے باوجود کسی نے
 اسی پانی سے وضو کر لیا تو جائز ہے۔ کذا فی المجیط۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء مدینۃ الاسلام بالہند

کھلیان کے اناج پر جانوروں کا پیشاب کر دینا

۸۳۳ مسئلہ :- مولانا محمد البیاس انجم علیہ السلام آباد اہیاری بہار (انڈیا)
 ۱۹۸۵ء-۱۱-۵
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اس مشین دور میں بھی دیہاتوں
 کے اندر دھان یا بیج وغیرہ کے دانوں کو ان کے پودوں سے چھڑانے (مالش یا
 دونی کرنے) کے لئے بیلوں یا سانڑھوں کا استعمال ہوتا ہے۔ اور مالش کے درمیان
 وہ جانور اناج ہی پر عموماً پیشاب، پاخانہ کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ اناج ایک دوسرے
 سے ملوث ہوتے رہتے ہیں۔ گویا پورے کا پورا اناج مشکوک بالنجاست ہو جاتا ہے
 لیکن جب مالش ختم ہو جاتی ہے تو کاشتکار اپنے اس مالش شدہ اناج میں
 سے دو چار کیلو دبنام رسولی یا صدقہ یا فقیرانہ نکال کر علیحدہ رکھ دیتے ہیں کبھی وہ
 اناج تکیہ دار شاہ صاحبان کو دے دیا جاتا ہے اور کبھی فقیر مسکین یا کسی مسجد
 مدرسہ کو دے دیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ دبنام رسولی اناج نہ تو عشر ہوتا ہے نہ ہی صدقہ
 واجبہ۔ سوال یہ ہے کہ اس اناج کے نکال دینے سے بقیہ اناج جس پر جانوروں
 نے پیشاب اور لید کیا وہ شرعاً پاک اور لائق اکل ہو جاتا ہے؟ یا اس کے پاک

کرنے کا کوئی اور طریقہ ہے؟ کیا وہ اناج امام مسجد یا مدرسین مدرسہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

محمد الیاس انجم علیم آباد اہیاری ضلع درجنگد بہار، انڈیا

۹۸۶ العجواد بعون الملك الوهاب هو الهادي الى الصواب

مسئلہ مذکورہ غالباً متصو ص نہیں بلکہ قیاسی ہے اور مقیس علیہ وہ جزیرہ ہے جس کی وضاحت محترم مذہب مہذب حضرت سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیر کبیر میں فرمائی، کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا جس میں یقیناً طور پر ایک ذمی ہے جسے پہچانتے نہیں۔ اس کے علاوہ اس قلعہ میں تمام کفار حربی ہیں۔ شرعاً ان کفار کا قتل حرام ہے (اگرچہ وہ مسلمانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے قلعہ بند ہو چکے ہوں) کہ مبادا اسی ذمی کا قتل نہ ہو جائے۔ ہاں اگر اس قلعہ میں سے بعض نکل بھاگیں یا کسی وجہ سے قتل کر دیئے جائیں تو اب باقی کا قتل کرنا جائز ہو جائے گا کیونکہ خروج یا قتل نے ذمی کی موجودگی میں شک پیدا کر دیا۔ اور یقیناً مجہول شک سے زائل ہو گیا۔ غنیۃ المستملی ص ۲۳ میں ہے۔

اگر ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں ایک ذمی ہے مگر معلوم نہیں وہ کون ہے، تو اس قلعہ میں رہنے والوں کو قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ مانع یقیناً موجود ہے۔ اور ان میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا یا اس سے نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ محرم (ذمی) کی موجودگی میں شک ہے۔

إِذَا فَتَحْنَا حَصَنًا وَفِيهِمْ ذِمَّةٌ
لَا يَعْرِفُونَ لَا يَجُوزُ قَتْلُهُمْ لِقِيَامِ
الْمَنَاعِ بِبِقِيَّتِهِمْ فَلَوْ قَتِلَ الْبَعْضُ
أَوْ أُخْرِجَ حَلٌّ قَتْلَ الْبَاقِي لِلشُّكِّ
فِي قِيَامِ الْمُحَرَّمِ۔

اسی پیارے قیاس پر سیر کبیر کے شراح حضرت علامہ اسپجالی علیہ الرحمہ نے کئی مسائل محدثہ کو قیاس کیا اور اس قیاس کو اپنے شیخ تاج اللہ والدین امام احمد بن عبدالعزیز کی طرف مرفوع کیا۔۔۔ پس صورتِ مسئلہ میں جبکہ بیل وغیرہ کے پیشاب نے اناج کے ایک حصہ کو یقیناً ناپاک کر دیا مگر بعد میں متعین نہیں رہا کہ کون سا حصہ ناپاک ہے۔ پھر اسی اناج میں سے کچھ اناج ہبہ یا صدقہ کر دیا (خواہ کسی نام سے)

تو وہ سارا اناج پاک ہو گیا، کیونکہ نجس اناج کی موجودگی میں شک واقع ہو گیا۔ اور اناج میں طہارت اصل ہے جو شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوگا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے "الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ" اور یہ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے۔ لہذا وہ اناج پاک بھی ہے اور لائق اکل بھی۔ جب وہ نکالا ہوا اناج عشر یا صدقہ واجبہ نہیں تو بدل کے طور پر یا بصورت ہبہ امام و مدرس سب کو دے سکتے ہیں نہ انہیں دینے میں کوئی حرج شرعی ہے۔ نہ لینے میں کوئی قباحت۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد فتاویٰ غفرلہ
نوری دارالافتاء آئسٹریڈم۔ ہالینڈ۔

ماءِ مُسْتَعْمَلٍ كَالِاسْتِعْمَالِ

۸۳۵ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی معظّم دین مثلاً پیر و مرشد، استاذ دینی اور عالم دین کے غسل یا وضو میں استعمال کیا ہو پانی جسے ماءِ مُسْتَعْمَلٍ کہتے ہیں، مریدوں، شاگردوں یا معتقدوں کے لئے پینا اور اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، دلیل میں صلح حدیبیہ کے موقع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ماءِ مُسْتَعْمَلٍ استعمال کرنا پیش کیا جائے ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ بعض عورتیں انتہاء عقیدت کی وجہ سے اپنے پیر یا عالم دین کے پاؤں کو دھو کر اس پانی سے آٹا گوندھتی ہیں تاکہ روٹی کھانے والے سائے لوگ اس سے برکت حاصل کر سکیں یہ درست ہے یا نہیں؟
محمد اسلم لالہ موسیٰ، گجرات، پاکستان

الجواب: هو الہادی الی الصواب۔

حصول طہارت اور دفع نجاست کے لئے جو پانی استعمال کیا گیا یا حالتِ حدیث میں جو پانی بدن کے کسی حصہ سے گزر گیا وہ ماءِ مُسْتَعْمَلٍ ہے اس کے متعلق علماء و اخاف کے تین قول ہیں ۱۔ وہ نجاست غلیظہ ہے۔ ۲۔ وہ نجاست خفیفہ ہے۔ ۳۔ وہ ظاہر

غیر مطہر ہے۔ یعنی وہ خود پاک ہے کہ بدن یا کپڑے کے جس حصہ پر پڑ جائے گا ناپاک نہیں کرے گا مگر خود وہ پانی وضو یا غسل کے لائق نہیں اور نہ ہی کسی ناپاکی کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہذا ماہِ مستعمل کو حصولِ برکت کے لئے بھی پینا جائز نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار میں ہے جلد ۱ ص ۱۴۰ رشیدیہ وَهُوَ طَاهِرٌ وَلَوْ مِنْ جَنْبٍ وَهُوَ الظَّاهِرُ: اور وہ "ماہِ مستعمل" پاک ہے اگرچہ جنبی کا ہو اور یہی قول ظاہر ہے۔ لکن یکرہ شربہ والعجن بہ ۵۱: لیکن اس کا پینا یا اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

درمختار کی اس عبارت پر علامہ ابن عابدین شامی نے یہ حاشیہ تحریر فرمایا۔

واقرة النهر بجملة الكراهة اور صاحب نہرنے اس کراہت کو کراہت تحریمی پر
على التحريمية لان المطلق محمول فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جب لفظ کراہت مطلق ذکر
منها ينصرف اليها۔۔۔۔۔ کیا جائے تو وہ کراہت تحریمی کی طرف لوٹتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور پر نور سید کائنات علیہ ازلہ التسلیمات کے ماہِ مستعمل اور گل شریف وغیرہ کا استعمال کیا جانا اور اس کے ایک ایک قطرہ کے حصول کے لئے صحابہ عظام کا آپس میں لڑ جانا یہ ان شخصیں واقعات میں سے ہے جو صرف حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات بابرکات کے ساتھ خاص ہے جیسے بعض مواقع پر آپ کے پیشاب مبارک یا جسم مبارک سے نکلے ہوئے بہتے ہوئے خون کا پیا جانا۔ اب ان واقعات کو کوئی کسی اور کے پیشاب یا بہتے ہوئے خون کی علت کے لئے پیش نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ سب خصائص کبریٰ سے متعلق ہیں۔ پس ماہِ مستعمل کو واقعہ حدیبیہ پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ جو لوگ ایسی جرأت کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔

ماہِ مستعمل سے آٹا گوندھنا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ گزرا۔ ہاں اگر وہ عالم یا پیر پست یا جینٹی نہیں تھا تو اس کے پاؤں پر بہا یا گیا پانی مستعمل نہیں ہوا۔ اور جب وہ مستعمل نہیں ہوا تو وہ غلیظہ، خفیضہ یا غیر مطہر بھی نہیں ہے بلکہ ظاہر و مطہر ہے اس کو کام میں جاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر نفیس طبیعت پر گراں نہ گزرے تو اس سے

آٹا بھی گوندھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء انڈر لینڈ
۲۷ صفحہ المنظرہ ۱۴۲۵ھ

بار بار غسل کرنا

مسئلہ ۸۳۶

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ یورپ میں خواہ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا اکثر لوگ دو دو بار تین تین یا کم از کم ایک بار غسل کرتے ہیں کیا ایسے لوگ عند الشرح پانی کو فضول خرچ کرنے والوں میں شمار ہوں گے یا نہیں؟ اور کیا شریعت کے نزدیک ایسا کرنا جائز و درست ہے؟

محمد طہا ہرشار دھالیلی ستاد

۹۲۶ الجواب هو الی الصواب

صفائی و ستھرائی یا گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنا کوئی بُری بات نہیں۔ اور اگر بدن نجس ہو تب تو طہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ غسل فرض اور سنت تو شریعت مطہرہ میں مامور ہے۔ ویسے بھی صفائی و پاکیزگی اسلامی شریعت میں محبوب و مطلوب ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الظہور شرط الایمان" پاکیزگی ادھا ایمان ہے۔ ہاں یونہی جی بہلانے اور بے ضرورت شرعی و طبی بار بار غسل کرنا کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے کہ تفسیح اوقات کے علاوہ پانی کا اسراف (فضول خرچی) بھی ہے۔ حدیث پاک میں اس سے نہیں وارو ہے "لا تسرفوا فی الماء وان کنتم علی شط فہر جاز" کہ پانی میں اسراف مت کرو اگرچہ تم جاری نہر کے کنارے بیٹھ کر پانی کو استعمال کر رہے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ یورپ کے غسل خانوں یا باورچی خانوں میں پانی کی کمی نہیں ہو کرتی ہے لیکن کثرت استعمال سے اس کا میٹر تو زیادہ اٹھتا ہے جسکی وجہ سے پیسے زیادہ بھرنے پڑتے ہیں اور یہ مسلمانوں کا مالی خسارہ ہوا۔ پس پانی کے استعمال میں بھی احتیاط ہی شرع کو محبوب ہے۔ ضرورت محسوس ہو تو روزانہ بھی نہا سکتے ہیں اور بے ضرورت

صرف انہی غسلوں پر اکتفا کیا جائے جو شرع میں مامور ہے۔ مثلاً جنابت کا غسل، جمعہ و عیدین کا غسل اور اگر چاہیں تو غسل مستحب کو بھی اس میں شامل کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ مکتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۵ ربیع النور ۱۴۲۵ھ

منی کے نکلنے پر غسل واجب کیوں؟

۸۳۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر گلاس دو گلاس پیشاب کیا جائے تو ادائے نماز کے لئے صرف وضو ہی فرض ہے لیکن دو چار قطرے اگر منی کے نکل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور منی ہی کی مثل اگر مذی یا ودی خارج ہو تو بچائے غسل کے صرف وضو ہی کیوں ہے؟ امید کہ تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں گے۔

سائل ہے اسلم گجراتی چودھری مقیم دی ہیک ہالینڈ۔

۹۲ الجواد۔ ہوالہادی الی الصواب۔

مطلقاً منی کے نکلنے سے آدمی جنبی نہیں ہوتا نہ اس پر غسل واجب ہوتا ہے بلکہ اس کا حکم بھی ودی یا مذی کی طرح ہے۔ یعنی ان سبھوں میں سے کسی ایک کے نکلنے سے وضو جانا رہتا ہے۔ ہاں غسل واجب ہونے کے لئے "عَلَىٰ وَجْهِ الدَّفْنِ وَ الشَّهْوَةِ" منی کا شہوت کے ساتھ اچھل کر نکلنا یا نکلنے کی کوشش کرنا ہے جس سے نام بدن میں بھر بھری آجائے بخلاف مذی و ودی اور پیشاب وغیرہ کے کہ ان کے نکلنے سے نہ تو شہوت کا غلبہ ہوتا ہے نہ ہی وہ اچھل کر نکلنے ہیں اور نہ ہی ان کے نکلنے سے نام بدن متمتع ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جب یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی کہ جس منی کے اخراج سے غسل واجب ہوتا ہے وہ وہ ہے جس سے سارا جسم متمتع اور فیضیاب ہوتا ہے پس اسی منی کے حصول کے بعد شکر یہ کے طور پر پورے جسم کا غسل واجب ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان مصری جلد دوم میں ہے۔
واجب غسل جمیع البدن منی کے نکلنے سے پورے جسم کا دھونا بالضرورت

واجب ہو جانا ہے جبکہ پیشاب اور پاخانہ کے ہونے پر پورے جسم کا غسل واجب نہیں بلکہ صرف بعض خاص اعضاء کا ہی دھونا (وضو کرنا) ضروری ہوتا ہے۔ اسکی چند وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ منی کے نکلنے میں تکمیل شہوت اور حصول لذت ہے اور یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کا اثر پورے جسم کو متاثر بلکہ متمتع کرتی ہے جس سے جسم لذت یاب ہوتا ہے۔ اسی سبب شریعت اسلامیہ نے پورے جسم کو دھونے کا حکم دیا تاکہ اس نعمت الہی کا شکر یہ ادا ہو۔ بخلاف اس کے پیشاب پاخانہ سے یہ لذت و استمتاع حاصل نہیں ہوتی۔

بَخْرُوجِ الْمَنِيِّ وَلَمْ يَجِبْ بِخُرُوجِ
الْبَوْلِ وَالْفَائِظِ وَإِنَّمَا وَجِبَ
غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الْمَخْصُوصَةِ
لَا غَيْرَ بِوُجُودِ أَحَدِهَا أَوْ
قِضَاءِ الشَّهْوَةِ بِانْتِزَالِ الْمَنِيِّ
اسْتِمْتَاعَ بِنِعْمَةٍ يَظْهَرُ أَثَرُهَا
فِي جَمِيعِ الْبَدَنِ وَهُوَ اللَّذَّةُ فَامْرُ
بِغَسْلِ جَمِيعِ الْبَدَنِ شُكْرًا
لِهَذِهِ النِّعْمَةِ وَهَذَا لَا
يَتَقَرَّرُ فِي الْبَوْلِ وَ
الْفَائِظِ الْخ.....

(وایضاً فی البدائع الصنائع جلد اول) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۸ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

حدیث اصغیٰ سے غسل واجب کیوں نہیں؟

۸۳۸ مسئلہ :- حضرت مفتی صاحب اقبال! السلام علیکم۔ ایک ضروری سوال یہ ہے کہ پاخانہ جو غلظت و نفرت میں منی سے زیادہ غلیظ اور قابل نفرت ہے۔ اس کے نکلنے پر غسل واجب نہیں اور منی اگر شہوت کے ساتھ نکل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ سوال تو غالباً مہمل ہے مگر بجائے غصہ ہونے کے جواب باصواب سے نوازنے کی زحمت فرمائیں۔

میں آپ کا دیرینہ خادم محسن صدیق ہوں آجکل کر دوہرہ (قرطبہ) اسپین میں مقیم ہوں۔ والسلام

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب ————— وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 پیشاب، پاخانہ اور منی تینوں نجاستِ غلیظہ ہیں مگر پیشاب پاخانہ کے وقوع
 سے حدیثِ اصغر (وضو ٹوٹنا) لاحق ہوتا ہے اور شہوت کے ساتھ منی کے اخراج سے
 جنابت (غسل کا لازم ہونا) لاحق ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیثِ اصغر کا وقوع
 بکثرت اور عام ہے اگر حدیثِ اصغر کے وقوع پر غسل لازم قرار دیا جائے تو یہ آسانی و
 نرمی (الدین یسر و یسرہ) کے خلاف ہوگا۔ اور جنابت تو کبھی کبھی لاحق ہوتی
 ہے۔ اس پر غسل کا وجوب بندگانِ الہی پر گراں نہیں گزرے گا۔ بلکہ اخراجِ منی کے بعد
 جو اعصاب میں افسردگی اور طبیعت میں درماندگی قدرتی طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا
 علاج غسلِ بدن سے بہتر اور کچھ نہیں ہے۔ اسلئے شریعتِ مطہرہ نے اخراجِ منی کے بعد
 غسل کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔ اور پھر اسلئے بھی کہ قرآن پاک میں احکامِ جنس سے متعلق مبالغہ
 کا صیغہ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا **وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا** جنابت کے
 بعد حکمِ طہارت میں بعض اعضاء کو خاص نہیں فرمایا گیا جیسا کہ وضو میں بعض اعضاء کو خاص
 کیا گیا ہے۔ اس سے روشن ہوا کہ پورے بدن کی طہارت شریعتِ مطہرہ کو مطلوب
 ہے جس کو غسل کہا جاتا ہے۔ **واللہ سبحانہ اعلم**

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن۔ نیدر لینڈ

۸ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

مصنوعی دانت کے ساتھ غسل

۸۳۹۔ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماءِ حقانی و مفتیانِ ربانی اس مسئلہ کے درمیان کہ
 آجکل یورپ و امریکہ میں لوگ بطور ضرورت یا بطور فیشن مصنوعی دانت لگانے لگے
 ہیں، جو قدرتی دانتوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف و شفاف ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے
 کہ وضو یا غسل کے وقت ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا نہیں؟

دل روشن۔ اسٹریٹوم ہالینڈ

۸۶۷ الجواب — هو الہادی الی الصواب —
 ضرورتاً مصنوعی دانتوں کے لگانے اور اس کے استعمال کرنے میں شرعاً کوئی
 حرج و قیاحت نہیں ہے۔ وضو تو بہر حال ہو جائے گا کہ وضو میں کئی سنت ہے۔ اگر
 منہ میں پانی نہ بھی پہنچے تو کراہتا ہی ہے وضو ہو جائے گا۔ البتہ غسلِ فرض میں کئی کرنی
 فرض ہے۔ اور کئی کا مطلب ہے منہ کے تمام اندرونی پُرزوں، حلقوں میں پانی کا اچھی
 طرح بہ جانا۔ اگر وہ مصنوعی دانت اس طرح موزوں کئے گئے ہیں کہ وقتِ ضرورت نکال
 سکتے ہیں یا تھوڑی مشقت کے بعد نکل جاتے ہیں تب تو غسلِ فرض کے وقت ان کو
 نکالنا ضروری ہے۔ اور پانی کو کھلے ہوئے مسوڑھوں میں پہنچانا ضروری ہے۔ اور اگر
 مصنوعی دانت اس طرح فٹ کئے گئے ہیں کہ نکل نہیں سکتے یا نکالنا بہت دشوار ہے
 تو غسل ہو جائے گا اسے نکالنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ «الضرورة تبسیر
 المحظورة»
 واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن۔ نیدرلینڈ

۱۳۲۲ھ

کافر کا جوٹھا

مسئلہ ۸۲۰:۔ اس مسئلہ میں — حضرت مفتی صاحب قبلہ کا کیا ارشاد گرامی
 ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امتیوں کے لئے ناپاک چیزوں کو حرام اور
 پاک چیزوں کو حلال فرماتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے وَیُحَلِّکُمْ
 عَلَیْہِمَا الطَّیِّبَ وَیُحَرِّمُ عَلَیْہِمَا الخَبَیْثَ۔ اب یہ بتایا جائے کہ کافر و مشرک
 کا جوٹھا مذہب حنفی میں پاک ہے یا ناپاک؟ اگر پاک ہے تو اس کا جوٹھا کھانا حلال و
 درست ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب نواز کرامان فرمائیں گے۔ مستفیق۔ عبدل، راؤل حنیفی شیخ۔ ہالینڈ

۸۶۷ الجواب — وهو الہادی الی الصواب —
 قرآنِ عظیم کے آیات و جمل کو نہایت احتیاط کے ساتھ صحیح صحیح لکھنا ضروری ہے

کہ مبادا تحریف قرآنی کا بھیانک الزام نہ آجائے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اصل میں وہ جملہ مبارکہ جو سوالنامہ میں ہے یوں ہے "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ۔ الاعراف (۱۵۷)"

صورت مسئلہ میں یہ کہنا تو صحیح ہے کہ حلال و حرام کا اختیار اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمایا ہے کہ وہ پاکیزہ اشیاء کو حلال اور ناپسندیدہ اشیاء کو اہل ایمان کے لئے حرام فرماتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن پاک چیزوں کو حلال نہیں فرمایا وہ بھی اہل ایمان کے لئے حلال و لائق اکل ہو جائے۔ مثلاً حلال پرندوں کی بیٹ عند الشرع پاک ہے مگر اس کا کھانا حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔ زمین سے نکلنے والی بیشتر اشیاء مثلاً مٹی، پتھر، معدنیات وغیرہ اگر یہ سب پاک ہیں بلکہ پاک کرنے والے ہیں لیکن ان سب کا کھانا حلال و جائز نہیں۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ آدمی کا جوٹھا پاک ہے (سُورَةُ الْأَدْمِيِّ طَاهِرٌ) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سب کے جوٹھوں کا کھانا پسندیدہ اور لقمہ تر بھی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی کا جوٹھا کپڑے یا بدن پر لگ جائے اور اس کو صاف کئے بغیر کوئی نمازی نماز پڑھے تو اس نماز کو ڈھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ قاعدہ کلیہ ہماری شریعت نے وضع نہیں فرمایا ہے کہ "کسی چیز کا پاک ہونا اسکے حلال و لائق اکل ہونے کو مستلزم ہے" یہ تو صرف اپنا وہم و خیال ہے جو باطل ہے.... کافر و مشرک بھی کہلانے کو آدمی ہیں اور ان کا جوٹھا مذکورہ معنی میں پاک ہے (بیشتر طریقہ ان کے ہونٹوں پر شراب کا اثر نہ ہونہ ان کی مونچھیں اتنی لمبی ہوں جن پر شراب کا اثر رہ جاتا ہے) ان کا جوٹھا کپڑے یا بدن میں لگ جانے سے کپڑا یا بدن نجس نہیں ہوگا یہی حکم ان کے پسینے کا بھی ہے۔ باقی رہا اس کے جوٹھے کو لقمہ تر سمجھنا تو یہ اس کا اودھن کے لئے مناسب و پسندیدہ نہیں جسے نغاث لاہوتی و سردی بوسے سے ہوں اور عام مسلمانوں کے لئے بھی اس سے احتراز ہی مناسب ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

معذور کے لئے شرعی سہولتیں

۸۴۱ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مثلاً زید کو گیسٹیک کی بیماری ہے ایک عرصہ سے اس کا علاج کر رہا ہے مگر کامل طور پر افاقہ نہیں ہوتا ہے۔ زید کی کیفیت یہ ہے کہ ہر چند منٹ پر ریح (ہوا) خارج ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اتنا موقع اسے نہیں ملتا کہ وہ دو چار رکعت نماز بغیر ریح خارج کئے ہوئے پڑھ لے۔ ایسی صورت میں زید کے نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اور اس کے لئے شریعت میں کیا سہولت ہے؟

بیتنا و تو جروا
سائل : اصغر علی ویلفریت عبدل عرف انبالہ، آمسٹرڈم ہالینڈ

۹۲۷ الجواب — هو الہادی الی الصواب
ایسا شخص جس کا وضو بار بار ٹوٹ جائے خواہ ریح کے نکلنے سے خواہ پیشاب کے قطرے آنے سے خواہ کسی زخم سے خون وغیرہ بہنے سے یا بار بار بھر منہ تھے ہونے وغیرہ سے تو وہ عند الشرع معذور ہے۔ اس کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ کسی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اگر اس شخص کو اتنی مہلت نہیں ملتی ہے کہ وہ کامل وضو کرنے کے بعد اُس وقت کی فرض نماز بغیر عذر کے لاحق ہوئے ادا کر لے تو وہ شخص معذور ہے اور شریعت میں معذور کے لئے جو سہولتیں ہیں ان کا وہ مستحق ہے

یعنی اب جبکہ اس کا عذر ثابت ہو گیا تو وہ اُس وقت تک معذور رہے گا جب تک نماز کا ایک وقت کامل عذر کے لاحق ہوئے بغیر نہ گزر جائے۔

معذور کے لئے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ پہر نماز کے پورے وقت کے

لئے اُس کا ایک ہی وضو کافی ہے۔ کہ پورے وقت میں اگر وہی عذر جس کے سبب وہ معذور

قرار دیا گیا ہے سیکڑوں بار لاحق ہو جائے جب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں اگر دوسرا

ناقص وضو لاحق ہو جائے تو البتہ وضو جانا ہے گا۔ مثلاً ایک شخص کثرت ریح کی وجہ سے

شرعاً معذور ہو گیا پھر اس نے وقت نماز داخل ہونے پر وضو کر لیا۔ اور وقت نماز کے خارج

آئے دونوں صورتوں میں وہ استحاضہ ہے یعنی حیض کا خون نہیں ہے۔ بلکہ رگوں سے نکلنے والا خون ہے۔ جب آیام مقررہ سے زیادہ خون بہنے کو آتا ہے تو وہ مستحاضہ ہے۔ مستحاضہ پر واجب ہے کہ حیض کے آیام سے فارغ ہونے کے بعد غسل طہارت (جو فرض ہے) کرے۔ پھر ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے۔ اور ایک وضو ایک وقت کی تمام نمازوں (تلاوتوں وغیرہ) کے لئے کافی ہے۔ یعنی اس کے لئے وہی شرعی سہولتیں ہیں جو کسی معذور کیلئے ہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

جَاءَتْ قَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِيشَ فَاظْمَرَتْ حَبِيشَ بَارِغَاهُ رِسَالَتٍ فِيهَا حَاضِرَةٌ هَوْنِيٌّ أَوْ عَرْضٌ
 إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْمَا يَرْسُولُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مَسْتَحَاضَةٌ
 فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي اسْتَحَاضُ فَمَا الْمَهْرُ أَفَادُعُ الصَّلَاةِ؟ قَالَ لَا
 إِتْمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَبِيشٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَبِيشَتَكَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ
 وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاعْسَلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيئَكَ
 ذَلِكَ الْوَقْتُ

فاطمہ بنت حبیش بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مستحاضہ عورت ہوں پاک نہیں رہتی کیا میں نماز کو چھوڑ دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں وہ تو رگ سے بہنے والا خون ہے حیض نہیں ہے۔ ہاں جب تم کو حیض آئے تو نماز چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو خون کی نجاست کو دور کرنے کیلئے غسل کر لو۔ پھر ہر نماز کے لئے وضو کرو (اور نماز پڑھ لو) یہاں تک کہ حیض کا دوسرا وقت مقررہ آجائے۔

جس طرح کس معذور کا وضو نماز کا وقت نکلنے سے ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح استحاضہ والی عورتوں کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن وقت داخل ہونے کے بعد جب اس نے وضو کر لیا تو جب تک وہ وقت باقی ہے اس وضو سے نماز فرض و سنت و نفل جس قدر چاہے پڑھ سکتی ہے، قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہے اس کو بغیر حائل کے چھو سکتی ہے۔

نوٹ: حالت استحاضہ میں جہاں تک ممکن ہو سکے ہم بستری (مجاہد) سے بچنا احسن و اول ہے مگر کر لیا تو ناجائز و حرام نہیں ہے۔ زمانہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیویوں سے ان کے شوہر مجاہد فرماتے تھے جو اس کے جواز و حلت کی دلیل ہے لہذا کراہت تنزیہی کے ساتھ اس حالت میں وطی کرنا

جائز و مباح ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ
 کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

ٹائیٹلون کے موزوں پر مسح

۸۲۳ مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل بیشتر ٹائیٹلون یا
 اونی سوئی موزے استعمال ہوتے ہیں۔ ٹائیٹلون موزے اس قدر مضبوط اور دیر پا
 ہوتے ہیں کہ بغیر جوتے کے اسے تنہا پہن کر میلوں میل پیدل چلا جاسکتا ہے
 اور وہ پھٹنے کا نام نہیں لیتا۔ اسی طرح بعض اونی موزے بھی مضبوط اور ضخیم ہوتے
 ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان موزوں پر سردی کے موسم میں مسح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
 اور اس مسح کی وجہ سے چوبیس گھنٹے تک بغیر پاؤں دھوئے نماز ادا کرنے کی سہولت
 شرعی طور پر مل سکتی ہے یا نہیں؟

بینوا و تو جوا

سائل:- کبیر الدین بنگالی۔ مقیم حال آسٹریڈم ولایت۔ ہالینڈ

۹۲ الجواد ۷۸۶ وهو الہادی الی الصواد

مذہب حنفی کے مطابق جن موزوں پر مسح کرنا جائز و درست ہے وہ وہ
 موزے ہیں جو چمڑے سے بنے ہوں یا ان کا ٹلا چمڑے کا ہو۔ یا پھر ایسی دسینے
 (مثلاً کیرمیچ) چیز سے بنا ہو کہ اس پر مسح کرتے وقت پانی کی تری (دہنی) قدم کی
 جلد تک نہ پہنچے۔

سائل نے جن موزوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی موزہ ایسا نہیں جن پر
 مسح کرنا شرعاً درست ہو۔

حضرت شیخ الاسلام برہان الملہ والدین ابوالحسن علی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور
 آفاق تصنیف "ہدایہ اول" کتاب الطہارات میں تحریر فرمایا۔

ولا يجوز المسح على الجوربين امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر جلدی موزوں

عند ابی حنیفۃ الا ان
 یكون مجلدین او متعلین۔ ہوں یا انکا تلو اچڑے کا ہو تو مسح جائز ہے۔

پرسح کرنا جائز نہیں ہاں جو موزے چڑے کے
 موزوں پر مسح صحیح ہونے کے لئے ایک اور بھی شرط ہے اور وہ یہ
 کہ موزے ایسے ہوں جو پنڈلی تک ہوں۔ خود بخود نیچے نہ آجائیں۔

واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم
 کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ مجلس علماء انیسٹریٹ
 ۲۱، صفر المظفر ۱۴۲۵ھ



احکام شرع کا اجمالی بیان

احکام شرع کی تقسیم

۸۲۲ھ - مولانا سید عبدالمتان جامعی روٹرڈم، نیدرلینڈ
۵-۱۲-۱۹۸۵ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
احکام شرع کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور ان کا علیحدہ علیحدہ حکم کیا ہے؟ امید قوی ہے کہ
ہر قسم کو الگ الگ تحریر فرما کر اس کے حکم سے آگاہ فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے۔
۹۲۷۔ الجواد بعون الملك الوهاب هو الهادي الى الصواب

اس باب میں ائمہ کرام مختلف ہیں اور کلام فقہاء مضطرب ہے۔ مسلم الثبوت
نے مشہور احکام شرع کی تعداد پانچ بتایا۔

واجب - مندوب - مکروہ - حرام اور مباح

مگر یہ تقسیم احکام نہایت اجمالی اور مذہب شوافع کے مدد و معاون ہے
کیونکہ ان کے نزدیک فرض و واجب اور سنت و نفل میں فرق نہیں ہے۔

اسی لئے بعض فقہاء احناف نے اپنے مذہب مہذب کی رعایت کرتے ہوئے
احکام شرع کو سات قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ فرض - واجب - سنت - نفل - حرام
مکروہ اور مباح۔ اور اس کا ذکر بھی مسلم الثبوت میں موجود ہے۔

پھر فقہاء متاخرین میں اہل تحقیق و تخریج حضرات (مثلاً صاحب درمختار،
ردالمحتار، بحر الرائق اور منحة الخالق وغیرہم) نے احکام شرع کو نو قسموں پر تقسیم
کیا اور ہر ایک کا حکم واضح کیا۔

لیکن سب سے عمدہ تحقیق انیق اور تصحیح و تطبیق امام اہل سنت مجددین و

ملت، صاحب حجۃ قاہرہ مؤید ملت طاہرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ
الغنی کی ہے۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ مبارکہ جلد اول میں احکام شرع کی ایسی
تقسیم فرمائی جو تمام خلل واضطراب سے پاک اور اس باب میں گویا ایسا عطر مجموعہ
ہے جو فقہاء احناف کے تمام نصوص و تصریحات پر مشتمل ہے۔ اور وہ یہ ہے
فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی
اساات، مکروہ تنزیہی۔ خلاف اولیٰ اور مباح۔

تقسیم بالا پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ جانب فعل (امر) میں احکام کی
پانچ قسمیں ہیں جس کے بالمقابل جانب ترک (نہی) میں بھی پانچ قسمیں ہیں۔
اور ہر ایک قسم قسم اول کے بالمقابل اور نظیر ہے۔ اور گیارہویں قسم مباح خالص کی
ہے۔ یعنی کل احکام شرع گیارہ ہیں جنکی اجمالی تعریف و حکم یہ ہے۔

① فرض وہ حکم شرع ہے جو بنص قطعی جزاً ثابت ہو اور جس کو اولیٰ کئے بغیر مسلمان
برتی الذمہ نہ ہو۔ اگر اس کا حکم کسی عمل میں ہے تو اسکے بغیر وہ عمل کا عدم اور
باطل قرار پائے گا اس کا ناک خواہ عادتاً ہونا اور مستحق عذاب نار ہے پھر اگر
فرض فرض اعتقادی ہو تو اس کا منکر ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے۔ اور
اگر اس کی فرضیت عام و خاص پر روشن ہو تو ایسی فرضیت کا منکر اجماعاً
قطعاً کافر ہے۔

② واجب۔ وہ حکم شرع ہے جو دلائل شرع سے بطور ظنیث ثابت ہو۔
اگر وہ واجب اعتقادی ہے تو اس کا منکر فاسق و گمراہ ہے۔ اور اگر وہ واجب
عملی ہے تو اس کی ادائیگی عمل میں ضرور ہے بغیر اس کے عمل ناقص اور واجب
الادار ہے گا۔ عادتاً اس کا چھوڑنے والا مستحق عذاب نار اور نادرا چھوڑنے
والا گنہگار ہے۔

③ سنت مؤکدہ۔ جس کے کرنے کی تاکید سنت سے ثابت ہو یا سید
ہالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہمیشہ وہ عمل کیا ہو مگر بیان جواز کے

لئے کبھی اُسے ترک بھی فرما دیا ہو۔ اس کا چھوڑ دینا وجہ عذاب و عتاب ہے۔ یعنی عادتاً چھوڑنے والا مستحق عذاب اور نادراً چھوڑنے والا مستحق عتاب ہے اور اسی اصطلاح میں اسات بھی کہتے ہیں جو سنتِ موکدہ کے بالمقابل ہے۔

④ سنتِ غیر موکدہ: اسی کو سنتِ زائدہ بھی کہتے ہیں جس کے بجالانے کی تاکید سنت سے ثابت نہ ہو خواہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں۔ اس کو بجالانا ثواب اور چھوڑ دینا اگرچہ عادتاً ہو وجہ عذاب نہیں ہاں مورثِ نفرت و عتاب ہے۔

⑤ مستحب۔ جس کی بجا آوری عند الشرع محبوب و پسندیدہ ہو اور اس کا ترک کر دینا عذاب و عتاب کا سبب نہ ہو۔ خواہ اس عمل نے سید کائنات علیہ الصلوٰات والتسلیمات کی عملی زندگی میں باریابی حاصل کی ہو یا نہیں کسی عمل کے مستحب و مندوب ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کو ائمہ اسلام یا علماء کرام نے پسند فرمایا ہو اس کا کرنا وجہ ثواب اور نہ کرنا وجہ عتاب و سزائش نہیں۔

نوٹ: یہ پانچوں وہ افعالِ شرعیہ ہیں جن کی بجا آوری شرع کے نزدیک مقصود و مطلوب و محبوب ہے اور ان کے مقابل پانچ ممنوعاتِ شرعیہ ہیں جن کا ترک عند الشرع مطلوب و محبوب ہے۔

⑥ حرام: یہ فرض کے بالمقابل ہے جس کی ممانعت یہ نص قطعی ثابت ہو۔ لہذا اس سے بچنا ضروری (فرض) ہے۔ اور اس فعل کا مرتکب ہونا خواہ عادتاً ہو یا نادراً استحقاقِ عذاب کو لازم کرتا ہے۔ کیونکہ شرعاً اس کا ارتکاب گناہِ کبیرہ اور فسق ہے۔

⑦ مکروہ و تحریمی: وہ ہے جس کی ممانعت دلائلِ شرعیہ سے بطور دلیل قطعی ثابت ہو۔ یہ واجب کے مقابل ہے۔ اس کا قائل مستحق عذاب اور گنہگار ہوتا ہے مگر اس کا گناہ حرام سے کم ہے۔ اگر کسی عبادت میں واقع ہو تو عبادت

کو ناقص بنا دیتی ہے لہذا اس عبادت کا اعادہ عند الشرع مطلوب ہے۔
 ⑧ اساعت: یہ مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی کے درمیان گویا برزخ ہے
 یعنی تحریمی سے کچھ خفیف اور تنزیہی سے کچھ زیادہ محسوس۔ لہذا یہ سنت مؤکدہ
 کے بالمقابل ہے۔ عادتاً اس کے فاعل پر عذاب اور نادرًا اس کے فاعل
 پر عتاب ہے۔

⑨ مکروہ لا تنزیہی: وہ ہے جس کا کرنا شرع شریف کو پسند نہیں۔ لیکن
 اگر کوئی اس کا مرتکب ہو جائے تو وہ مستحق عذاب نہیں ہوگا۔ ہاں قابل سزائش
 ہو سکتا ہے۔ یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل میں ہے۔

⑩ خلاف اولیٰ: یہ مستحب کے مقابل ہے یعنی نہ کرنا بہتر ہے اور کر لینے
 پر کوئی عذاب و عتاب یا سزائش نہیں۔

⑪ مباح: جس کی حلت و حرمت، وجوب و کراہت وغیرہ پر کوئی دلیل شرع
 موجود نہ ہو جس کا کرنا اور نہ کرنا شریعت کے نزدیک برابر ہو۔ لہذا اس کے
 فاعل و تارک پر نہ ثواب مرتب ہوگا اور نہ عذاب و عتاب۔

بجلا آخری امر بالمعروف کی تعبیر یوں بھی ہو سکتی ہے کہ مستحب سے زیادہ اہم سنت
 غیر مؤکدہ ہے، اور سنت غیر مؤکدہ سے زیادہ اہم و اکد سنت مؤکدہ ہے۔ اور سنت مؤکدہ

سے زیادہ منوری واجب، اور واجب سے بہت زیادہ منوری فرض ہے۔ اسی طرح
 نہی عن المنکر کی جانب بھی کہہ سکتے ہیں کہ خلاف اولیٰ سے بڑا مکروہ تنزیہی ہے اور

مکروہ تنزیہی سے زیادہ بڑا اسات ہے اور اسات سے بدتر مکروہ تحریمی ہے
 اور مکروہ تحریمی سے زیادہ اور بڑا گناہ کا کام حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ مسجد نوری امسٹروم الینڈہ

مفتی کی تعریف

۸۲۵ میلہ۔ مولانا سید عبدالمتان جاسمی روٹرڈم
 ۲۶-۱-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع ادام اللہ تعالیٰ ظلہم علینا و علی جمیع اہل السنۃ والجماعۃ اس مسئلہ میں کہ مفتی کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی عملی لیاقت کیا ہونی چاہئے؟ آجکل عموماً کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل کو مفتی کا لقب سے دیا جاتا ہے اور عوام لقبی مفتی یا خاندانی مفتی اور اصل مفتی شرع میں فرق نہیں کر پاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اس طرز عمل سے مفتی شرع کی ہتک ہوتی ہے۔ احکام شرع سے متعلق نہایت واضح اور روشن جواب نے سرفرازی عطا فرمایا میں نے اپنے جامعہ کے اساتذہ کرام کو بھی دکھلایا جس کو پڑھ کر بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آپ کو ڈھیر سی دعائیں دیتے رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان حضرات کی پُر خلوص غائبانہ دعاؤں کو قبول فرمائے اور آپ کے علمی و فنی فیضان کو عام سے عام تر کرے۔ آمین۔ طالب دعا۔ عبدالمنان جامعی

۷۶ الجواد اللہم اھدنا الصواب

اصل میں مجتہدین کرام ہی مفتی ہوتے تھے جن کو فقیہہ کہا جاتا تھا اور جس کے اندر اجتہاد کی قوت یا اجتہاد کی بصیرت کا فقدان ہوتا اسے فقیہہ (مفتی) کہلانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ چنانچہ البحر الرائق جلد اول میں ہے۔

فلیس الفقیہ الا المجتہد
عندہم واطلاقہ علی المقلد
الحافظ المسائل مجازاً
کہ مجتہد ہی اصل میں فقیہہ (مفتی) ہوتا ہے
اور غیر مجتہد (مقلد) پر فقیہہ کا اطلاق اگرچہ وہ
مسائل شرعیہ کا حافظ ہو صرف مجازاً ہے۔

مفتی کے اندر اعلیٰ درجہ کی شرعی علمی لیاقت، حکیمانہ فکر و نظر اور مجتہدانہ بصیرت بایں معنی ضروری ہے کہ وہ مسائل محدث میں اپنی اجتہادی بصیرت اور قوت علمیہ فقیہیہ سے کوئی ایسی رائے قائم کر سکے جس کا ثواب خطا پر غالب ہو۔ صرف فقہی جزئیات و مسائل کے حافظ و عالم کو مجازاً تو مفتی کہا جاسکتا ہے لیکن علماء اہولیتین کی نظر میں وہ مفتی نہیں ہوگا۔

لیکن آپ نے جس زبوں حالی پر افسوس کا اظہار کیا ہے وہ جائے افسوس ہی

نہیں، لائق مذمت ہے کہ جن حضرات کو شرعی علم سے کوئی لمس نہیں مقصد شرع کا ادراک نہیں۔ بلاد و عباد کے احوال سے دور کا واسطہ نہیں آئیں نہ صرف مفتی و فقیہ کہا جاتا ہے بلکہ رئیس الافناء، فقیہہ النفس، مفتی اعظم اور نہ معلوم کیا کیا کہا اور لکھا جاتا ہے۔ الامان والحفیظ۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں بار بار اس اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ”تفقہ کارکن اعظم مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد و عباد پر نظر ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نئے مسائل صرف عبادات و عقائد و حجت و حرمت طہارت و نجاست ہی سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ معاملات و معاشرت، اخلاق و عادت اور اس سے بھی آگے سیاسی تصورات اور حکومتی انتظامات وغیرہ سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے بہت سے معاملات کا حقہ بین الاقوامی قوانین اور اس کے اصولوں سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

اس لئے ایک مفتی ان احوال و متعلقات سے بے نیاز ہو کر اور کسی گوشہ تنہائی میں سو کر اپنے فرائض کو پورے طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ لہذا مفتی کے لئے یہ بھی ناگزیر ہے کہ وہ ملکی اور بین الاقوامی قوانین اور اس کی تبدیلیوں پر بھی نگاہ رکھے۔ اور معاملات و معاشرتی تغیرات کا بھی اسے علم ہوتا رہے۔ یعنی احوال بلاد و عباد سے وہ باخبر رہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے مفتی کی ایسی جامع تعریف و توصیف فرمائی ہے کہ اس کے بعد اس پر کچھ اور اضافہ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

”تفسیر حدیث، اصول و ادب، ہیئات و ہندسہ، توفیت (بقدر ضرورت) کتب فقہیہ کا کثیر مشغلہ، اشغال دنیویہ سے بیگزونہ فراغ، قلب اور توجہ الی اللہ، نیت لوجہ اللہ اور ساتھ ہی ساتھ توفیق من اللہ اور مہارت اتنی ہو کہ اس کی امہابت اس کی خطا پر غالب ہو اور جب خطا

واقع ہو تو رجوع سے عارضہ کرے جو ان شرائط کا جامع ہو اور اس بحر ذخار میں شادری کر سکتا ہو وہ مفتی ہو سکتا ہے۔ ۱۵

ان تمام خوبیوں کے علاوہ مفتی ہونے کے لئے اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ وہ کسی کہنہ مشوق تجربہ کار مفتی کی خدمت میں رہ کر افتاء کے اسرار و رموز اور زبان و بیان کی نوک و پلک کی درستگی کا فن سیکھے۔ بایں ہمہ وہ اپنے کو مفتی نہیں بلکہ سچے دل سے ناقل سمجھے اور مفتیانِ کرام کا خادم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سے پہلے کا جواب آپ نے ملاحظہ فرمایا پسند آیا جس کے لئے مشکور ہوں۔ باری تعالیٰ آپ کے طفیل مجھے بھی سمجھ بوجھ کی دولتِ عظمیٰ سے نوازے آمین۔ وصلى الله تبارك وتعالى على حبيبنا وسيدنا محمد وآله وصحبه وسلم۔

کتبہ عبدالواجد فتاویٰ عنقرضہ

خادم الافناء، نوری مسجد، مسٹرڈم، ہالینڈ

نوٹ :- اگر مفتی، افتاء، اور فتویٰ وغیرہ سے متعلق آپ مزید معلومات حاصل فرمانا چاہتے ہیں نیز اصولِ افتاء وغیرہ سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فقیر پر تقصیر کی مختصر تالیف "الاصول الفقہی من اقادات الرضوی" یعنی فتویٰ نویسی کے رہنما اصول، کا ضرور مطالعہ کریں۔

عبدالواجد فتاویٰ عنقرضہ

کتاب الصلوة

(نمازوں کا بیان)

نیدرلینڈ کی بعض راتوں میں عشاء کا وقت نہیں آتا ہے

مسئلہ ۸۲۶ :- اردمان، نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی آفسٹرڈم
۶-۷-۱۹۸۶
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ وغیرہ چند یورپین
ممالک میں تقریباً دو مہینے شفقِ ابيض کے غائب نہ ہونے کی وجہ سے نمازِ عشاء کی
فرضیت و عدم فرضیت کے متعلق علمائے اہلسنت کے درمیان اختلاف ہوا۔ بعض علماء
نے نمازِ عشاء بہ نیتِ قضا پڑھنے کا حکم دیا اور بعض نے شفقِ احمر کے بعد ہی نمازِ عشاء
کی فرضیت کا قول کیا۔ آخر اذکر قول کی تحریری تائید یورپ میں مقیم اکثر علماء نے
کی۔ بعض علماء نے توجوش تائید میں یہاں تک لکھا کہ ”فرضیتِ عشاء کا قول (شفقِ
ابيض کے غروب سے قبل) مسلکِ حق مذہبِ اہلسنت کے بالکل مطابق ہے اور اس
کی فرضیت کا منکر حد شرع کو توڑنے والا اور منکر نماز ہے۔“

جواب طلب امر یہ ہے کہ اس طرح تائید کرنے سے امام اعظم علیہ الرحمہ اور ان
کے ہم مذہب کی عظمتِ خدا داد تو مجروح نہیں ہوتی؟ اور کیا اس طرح تائید کرنے سے
مؤیدین پر کوئی شرعی حکم تو نافذ نہیں ہوتا؟

۹۲۶ الجواد اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

واقعی یورپ کے چند ممالک بشمول ہالینڈ کی اڑسٹھ راتوں میں شفقِ ابيض
نہیں ہونے پاتا ہے کہ سورج مائلِ بطولع ہو جاتا ہے۔ یعنی صبح صادق ہو جاتی

ہے نمازوں کی فرضیت چونکہ وقت کے ساتھ موقت و مقید ہے جب وقت ہی نہیں آیا تو فرضیت کا سوال ہی نہیں ہوتا ہے جیسے عصر کے وقت میں مغرب اور مغرب کے وقت میں عشاء کی نماز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وقت نہ آنے کی وجہ سے ابھی وہ فرض نہیں ہوئی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں صاف و صریح ارشاد خداوندی ہے۔

”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا“

(ایمان والوں پر وقت کے ساتھ نماز فرض ہے) اور یہ بھی مسلم ہے کہ امت مسلمہ پر روزانہ (چوبیس گھنٹے میں) پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ لہذا مذکورہ راتوں میں عشاء کا وقت مقدر ماننا پڑے گا اور اس کو بہ نیت قضا پڑھنی ہوگی۔ اس کی تقدیر یوں ہے کہ قرب قیامت میں خروج دجال کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ جس میں نمازوں کے اوقات کو مقدر ماننے کا حکم حدیث پاک سے منصوص ہے۔ لہذا جن علماء کرام نے ان مخصوص راتوں میں عشاء کی نمازیں بہ نیت قضا پڑھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مذہب حنفی کے مطابق صحیح حکم دیا۔ اور جن علماء نے اس حکم کی تغلیط کی یا اسے مذہب مہذب حنفی کے یا مذہب اہلسنت کے خلاف کہا۔ یا ایسا حکم دینے والوں کو فرضیت نماز کا منکر (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہا۔ دراصل وہی حضرات مذہب حنفیت کی حدوں کو پار کر جانے والے ہیں۔ کیونکہ شفقِ احمر کے غائب ہونے پر امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک عشاء کا وقت آتا ہی نہیں۔

”کَمَا فِي فِئَاوِي قَاضِي خَانَ وَالْهِنْدِيَّةِ قَالَ ابُو حَنِيفَةَ

رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي يَلِي الْحُمْرَةَ حَتَّى

لَوْ صَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الْحُمْرَةُ وَلَمْ يَغِبِ الْبَيَاضُ

الْمُعْتَرِضُ الَّذِي يَكُونُ بَعْدَ الْحُمْرَةِ وَلَا يَجُوزُ عِنْدَكَ“

یہ عبارت قاضی خاں کی ہے جو شفقِ ابيض کی غیوبت سے قبل عشاء کی نماز کے عدم جواز پر صراحتاً دال ہے۔ اور یہ قول امام مذہب کا ہے۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں صاف و صریح ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَمْ يَجِدْ وَقْتَ الْعِشَاءِ وَ
الْوَتْرِيَّانِ كَانَ فِي بَلَدٍ يَطَّلِعُ
الْفَجْرَ فِيهِ كَمَا يَغْرِبُ الشَّفَقُ
أَوْ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ لَمْ
يَجِبْ عَلَيْهِ هَكَذَا فِي التَّبَيُّنِ.

جن ملکوں میں شفق ابھین غائب ہوتے
ہی یا غائب ہونے سے پہلے ہی صبح صادق
طلوع ہو جاتی ہے ان ملکوں میں نماز عشاء
اور نسا زوتر واجب نہیں ہے۔ ایسا ہی
تبیین میں بھی ہے۔

بعض حضرات کا یہ دعویٰ کہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے مذکورہ قول سے رجوع فرمایا
ہے مگر عند التحقیق آپ کا رجوع فرمانا صحیح نہیں ہے۔ کما فی فتح القدیر۔
در این صورت حال مؤیدین حضرات کا بائیں جملہ ہائے مذکورہ تائید کرنا
جبراً لا علی الشریعۃ یا ناواقفیت پر دال ہے، انہیں اپنے تائیدی جملوں
کے نازیبا کلمات سے رجوع کرتے ہوئے ان علماء کرام سے معافی طلب کرنی
چاہئے جنہوں نے صحیح مسئلہ کی وضاحت و اشاعت کی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء
وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ

نوٹ:- ممالک مذکورہ میں جب عند الامام عشاء و وتر کا وقت چند راتوں میں
آتا ہی نہیں تو بجائے دوسرے ائمہ مذاہب کی تقلید کے حضرات صاحبین علیہم الرحمہ
کے قول (شفق امر کی غیوبت کے بعد) عشاء کا وقت مقدر مانا جائے اور اسی کے
مطابق ان ممالک کا ٹائم ٹیبل (اوقات الصلوٰۃ) تیار کیا جائے۔

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء، آمسٹرڈم ^{بالہند}
یکم شوال ۱۴۲۶ھ

سوال ۸۴۶ کی تائید و توثیق نائب مفتی اعظم تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد
اختر رضا خان صاحب عرف ازہری میاں خلیف اسعد اعلم حضور سیدی مفسر اعظم ہند
ذمبیہ واجد سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے فرمائی۔ لیکن جب سوال مذکور ہی پر حضرت
والا مدظلہ العالی سے جواب طلب کیا گیا تو مندرجہ ذیل جواب عنایت فرمایا جو نہایت
معلوماتی اور مفید ہے لہذا اہل علم کے استفادہ کے لئے فتاویٰ یورپ میں شامل

کیا جا رہا ہے۔ (مردّب)

۴۸۶ الجواب :- فی الواقع ہمارے امام اعظم ہمام اقدم سراج الائمة ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب یہ ہے کہ عشاء کا وقت شفق ابین کے غروب کے بعد شروع ہوتا ہے، اور یہی مذہب اجلہ صحابہ کرام مثل صدیق و ابو ہریرہ و عائشہ صدیقہ اور تابعی جلیل عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ بلکہ غالباً عامۃ الصحابہ کا یہی مذہب ہے اور شفق احمر کی روایت کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور اس قول سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجوع ثابت نہیں۔ اور قول امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی احوط ہے تو وہی من حیث الدلیل اقویٰ ہے جس سے بلا ضرورت عدول جائز نہیں۔ رد المحتار میں فرمایا۔

قوله (والیہ رجح الامام) ای الی قولہما الذی ہو روایة عنہ ایضاً وصرح فی المجمع بان علیہ الفتویٰ و رد لا المحقق فی الفتح بانہ لا یساعدا روایة اولیٰ او لاریة الخ وقال تلمیذہ العلامة قاسم فی تصحیح القدری ان رجوعہ لم یثبت لما نقلہ کافہ من لدن الائمة الثلاثة الی الیوم من حکایة القولین و دعویٰ عمل عامۃ الصحابة بخلافہ خلاف المنقول۔ قال فی الاختیار الشفق البیاض ہو مذہب الصدیق و معاذ بن جبل و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قلت رواہ عبد الرزاق عن ابی ہریرة و عن عمر بن عبد العزیز و لمیر و البیهقی الشفق الاحمر الا عن ابن عمر و تمامہ و اذا تعارضت الاخبار والآثار فلا یخرج

وقت المغرب بالشك كما في الهداية وغيرها
قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو
الاصح ومشى عليه في البحر مؤيداً له بما قدمناه
عنه من انه لا يعدل عن قول الامام الا لضرورة
من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارة
وفي السراج قولهما اوسع وقوله احوط .. ملخصاً.

اور جب قول امام سے بے ضرورت عدول جائز نہیں اور ضرورت مفقود
اور یہ عذر کہ نماز کو قضا ہونے سے بچانا ہے، ضرورت شرعیہ نہیں جس کے سبب
امام اعظم کے مذہب مہذب سے عدول جائز ہو۔ حالانکہ وہی من حیث الدلیل
اقوی ہے اس لئے کہ وہی احوط ہے۔ جیسا کہ ابھی تصریح رد المحتار سے گزری اور
اس سے عدول میں مقتضائے احتیاط کا خلاف لازم آتا ہے۔ اور وقت سے پہلے
نماز عشاء پڑھ لینے کا شبہ قویہ موجود ہے جس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ تو ثابت
ہوا کہ ضرورت بھی امام اعظم کے قول پر عمل کی طرف داعی ہے۔ اور اس کے خلاف فتویٰ
محل نظر ہے۔ اور اس کی تائید وہ بھی اس طور پر کہ یہ قول مسلک حقہ اہلسنت کے
بالکل مطابق ہے۔ مبالغہ سے خالی نہیں۔ اور دوسرے قول کی نسبت یہ تعریض بھی
اس سے ظاہر ہے کہ وہ معاذ اللہ مسلک اہلسنت کے مطابق نہیں۔ حالانکہ وہ قول
قول امام ہے۔ اور اس قول مخالف پر فرضیت عشاء ایسی قطعی ماننا کہ قول مؤید
" اس کی فرضیت کا منکر حدیث شرع کو توڑنے والا اور منکر نماز ہے " بہت سخت ہے
کہ خلافیت میں نوبت بتکفیر مسلم پہنچانا ہے۔ اور تکفیر مسلم کا ہرگز یہاں کوئی محل
نہیں۔ نہ اس کا یہاں ادنیٰ شبہ موجود۔ تو یہ سخت جرات ہے اور ضرور امام اعظم علیہ الرحمۃ
والرضوان پر جسارت و بے باکی پہنچی۔ علماء کرام تو یہ احتیاط فرمائیں کہ قائل کے کلام
جس کے ظاہری معنی کفری ہوں مگر اس میں کوئی پہلو وہ بھی ہو جو کفری نہ ہو تو وہ اس
کے کفر کا فتویٰ نہ دیں بلکہ منع فرمائیں۔ درمختار میں ہے۔

اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر واحد
يمنغه فعلى المفتي الميل لما يمنعه "رد المحتار
میں ہے" لایکھی بکفر مسلم امکان حمل کلامہ
علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو
روایة ضعيفة اه

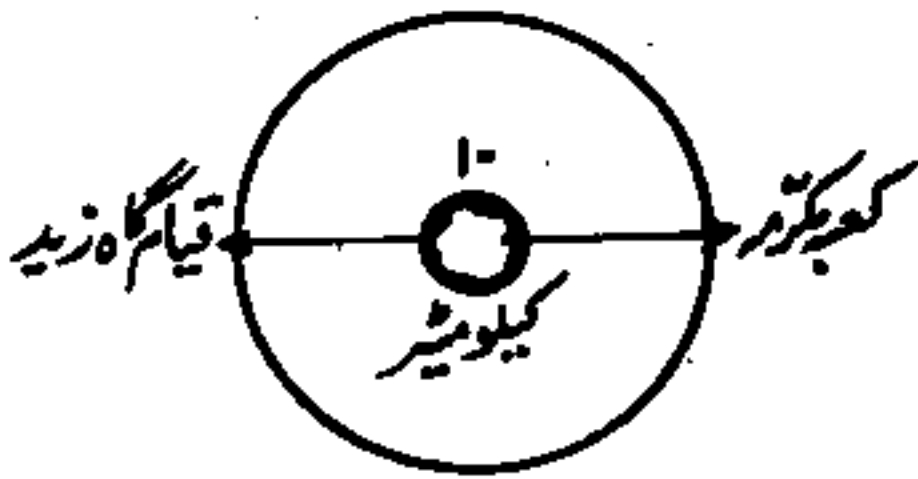
اور جوش تائید میں مؤید صاحب کا یہ حال کہ ایک مسئلہ خلافت میں جس میں کفر کا
ادنی شائبہ بھی نہیں، تکفیر مسلم پر حرأت فرمائیں اور امام اعظم کا بھی خیال نہ فرمائیں
واللہ تعالیٰ ہوا الہادی وهو تعالیٰ اعلم مؤید پر اس سے توبہ لازم
ہے۔ واللہ تعالیٰ۔ فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ مہر ازہری میاں

۶ رزی قعدہ ۱۳۰۶ھ مہر مرکزی دارالافتاء

قبلہ اگر سمت نقیضین پر واقع ہو

۸۴۷ مسئلہ :- فیضان الرحمن سبحانی کرن تو رکیر لا۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید دنیا کی
ایسی جگہ پر ہے جہاں سے مکہ مکرمہ کی مسافت دونوں سمت سے برابر ہے یعنی جس
جگہ کا طول ۱۷۰° ڈگری اور عرض 25.21



درجہ ہو (یہ جگہ بحر الکابل میں ہے) اس جگہ سے
زید کی رخ ہو کر استقبال قبلہ کرے گا؛ بطور نقشہ
میں اسے واضح کئے دیتا ہوں تاکہ سوال کی

وضاحت ہو جائے۔ سبحانی متعلم شرعی کالج مرکز الثقافة السنیہ کالی کٹ۔

۷۸۶

اگر وہاں پہلے سے سمت قبلہ متعین ہے تو اسی کا اتباع کیا جائے "کما فی
رد المحتار علی الدر المختار" اور اگر سمت قبلہ متعین نہیں ہے تو مقامی دیندار

لوگوں سے سمت قبلہ معلوم کیا جائے کما فی الشامی ایضاً۔ اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت میسر نہ ہو کہ وہاں انسان آبادی ہی نہ ہو اور احیانا لوگ سیر تفریح کی نیت سے وہاں پہنچ جاتے ہوں۔ تو حین قرآن و دلائل (مثلاً تلو اور چاند سورج کے ذریعہ یا اصطلاب کے ذریعہ) سے قبلہ کا تعین ہو سکے کرے اور اسی کے مطابق عمل پیرا ہو۔

اور قرآن و دلائل معلوم نہ سے بھی قبلہ کا تعین نہ ہو سکے تو آخری صورت تحریر کی ہے جس طرف دل جمعی اور دل کا فتویٰ ہو اسی طرف نماز کی کا قبلہ ہے۔ لیکن سائل کے سوال سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسے سمت قبلہ معلوم ہے لیکن وہ ایسے مساوی اور معتدل مقام پر ہے جہاں سے دونوں مخالف سمتیں جہت قبلہ کے رخ پر ہیں۔ اس صورت میں سائل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ دونوں سمتوں میں سے کس سمت نماز میں متوجہ ہو؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق وہ دونوں سمتوں میں سے جس سمت بھی رخ کرے گا اس کی نماز ہو جائے گی "فَاَيُّهَا تَوَلَّوْا فَتَحَّ وَجْهَ اللّٰهِ" کیونکہ صحت نماز کی شرط تو توجہ الی الشطر المسجد الحرام ہے جو دونوں سمتوں میں سے ہر ایک سے حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ویسے اس مسئلہ کا تعلق اصطلاب سے ہے اگر ہمارے جواب سے آپ کو اطمینان نہ ہو تو مناسب ہو گا کہ اس فن کے ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے۔ بزرغیر ہندو پاک میں اب اس کے جانکار بہت کم رہ گئے ہیں جو بھی ہیں غنیمت ہیں ان سے معلومات حاصل کی جائے مثلاً انڈیا میں بحر العلوم مفتی عبدالمتان صاحب اعظمی اور خواجہ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسن صاحب وغیرہما کو اس فن میں خاصا دسترس ہے خواجہ صاحب حصول علم و فراغت میں اگرچہ میرے ساتھی ہیں مگر میں ان کا احترام اپنے بزرگوں کی طرح کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے ذوق علمی کی بنیاد پر کسی ایسے فنون حاصل کئے جن کو انہوں نے پڑھا نہیں تھا انہیں میں سے اصطلاب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے

سے پہلے جو رات و دن ایسا تھا جس میں پانچوں نمازوں کا وقت پوہیں گھنٹے میں جتنے جتنے وقفہ سے آتا تھا اسی وقفہ کا اندازہ لگا کر ہر ایک نماز کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہوگا۔

اس طرح چھ ماہ کی ایک رات میں تقریباً ایک سو ستھتر بار نماز مغرب اور اسی قدر نماز عشاء پڑھنی ہوگی۔ پھر اسی طرح دن کا بھی اندازہ لگا کر فجر و ظہر اور عصر کی نمازوں کا وقت مقرر کرنا ہوگا اور انہیں بھی تقریباً مقدار مذکورہ ہی میں ادا کرنا ہوگا۔
 ۱۷ اقرب المقامات کا اندازہ۔ یعنی گلوب کے جس فرضی خط پر وہ مقام (نور تھ پول اور ساؤتھ پول) واقع ہے اسی خط پر شمال یا جنوب میں (طولاً لا عرضاً) جو قریب ترین معتدل مقام ہو جہاں ہر پانچ نماز کا وقت اوقات نماز کی علامات شرعیہ کے مطابق آتا ہے۔ پس اسی کے ساعات و دقائق کا اندازہ لگا کر اپنے یہاں بھی اوقات نماز کا تعین کر لیا جائے۔

نوٹ: اقرب الايام المعتدلة یا اقرب المقامات المعتدلة میں اگر اوقات نماز کی علامات شرعیہ کا ظہور متمیز نہ ہو سکے جیسے یورپ امریکہ کے بعض ممالک میں چند ایام سرما کے اندر کسی شے کا سایہ سایہ اصلی کے علاوہ دو چند بڑی بات ہے ایک چند بھی نہیں ہونے پاتا کہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ یا بعض لیال گرما میں شفق ابھرنے کے غروب سے بہت پہلے صبح صادق جلوہ بار ہو جاتی ہے تو وہاں گھڑیوں سے بھی اوقات نماز کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ وَعَلِمُهُ أَتَمُّ وَاحْكُمْ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَى النَّبِيِّ وَالْآلِ وَسَلَّمَ

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الانشاء مجلس علماء نیدرلینڈ
 اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ

نیدرلینڈ میں جمعہ واعیاد

مسئلہ ۸۴۹۔ لیاقت علی دل محمد آمسٹرڈم۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے بہت سارے ممالک جہاں کبھی بھی اسلامی قوانین کا حکومتی سطح پر اجراء نہیں ہوا، ان ملکوں میں جمعہ اور عیدوں کی نماز کے قیام کا کیا حکم ہے؟ جب کہ یہاں کی کسی حکومت نے اسلامی احکام پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو نہیں روکا۔ بلکہ اسلامی اعمال کی بجا آوری میں بایں طور مسلمانوں کی مدد و معاون رہی کہ اگر پبلک کی کسی متعصب جماعت نے اسلامی عبادت گاہوں کی توڑ پھوڑ کرنا چاہی تو حکومتوں نے اس کی حفاظت کی اور توڑ پھوڑ سے بچایا۔ جو اب یا صواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں۔ فقط۔

۹۲

الجواب

جمعہ و اعیاد کی صحت و جواز اور قیام کے لئے اسلامی شہر ہونا ضروری ہے ممالک مذکورہ جہاں کبھی بھی اسلامی سلطنت سایہ فگن نہیں ہوئی وہاں جمعہ و عیدین کی نمازوں کا قیام یا اطل ہے۔ ظہر کی فرضیت مسلمانوں کے سروں سے نہیں ملتی اور مسلمان اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ نماز جمعہ کی وجہ سے وہ نماز ظہر سے بری الذمہ ہو گیا۔ حالانکہ حقیقتاً ایسا نہیں۔

ہاں عامۃ الناس جو ان ملکوں میں قدیم زمانہ سے جمعہ و عیدین کی نمازیں پڑھتے آ رہے ہیں انہیں جمعہ سے نہیں روکا جائے کہ ممکن ہے وہ بد عقیدگی کا شکار ہو جائیں اور کبھی کبھی وہ جو خدا و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نام لیتے ہیں اس سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ علماء کو چاہئے کہ مصلحتاً اس مسئلہ کی وضاحت مجمع عام میں نہ کریں بلکہ حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ انفرادی طور پر مسلمانوں کو صحیح مسئلہ کی طرف بلا تے رہیں۔ کلمہ والتاس علی قدر عقولہم واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری مجدد آسٹریٹم ۶ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نوٹ: سوال ۸۳۲ سائل مذکور کی طرف سے مرکزی دارالافتاء رضوانگر، بریلی انڈیا بھیجا گیا جس کا جواب نائب مفتی اعظم، نبیرہ امجد علی حضرت، خلیف اسعد حضور مفتی اعظم، حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں نے اپنے قلم فیض

رقم سے عطا فرمایا جس کی تصویر و توثیق علامہ قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی نے کی
وہو ہذا۔ (مرتب)

۹۲) الجواب: فرضیت و صحت و جواز جمعہ سب کے لئے اسلامی شہر ہونا
شرط ہے۔ جو شہر اسلامی نہیں جیسے روس، فرانس کے بلاڈان میں جمعہ
فرض ہے نہ صبح نہ جائز بلکہ ممنوع و باطل و گناہ ہے اس کے پڑھنے سے
فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب
ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ و عیدین جائز ہوں۔ اگرچہ
وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلام کو نہ روکتے ہوں (فتاویٰ رضویہ جلد ۲
۱۶-۱۵) اور دارالحرب میں سکونت مکروہ ہے جبکہ کوئی منفعت جائزہ
دینی یا دنیوی مظنون نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری و تادری غفرلہ
۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ

مہر

موسم سرما میں ہالینڈ کے اندر نماز عصر

۸۵۰ فیصلہ: فیروز احمد خاں آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
یورپ کے کئی ملکوں میں سردی کی مخصوص تالیخوں میں کسی مستطیل شے کا سایہ
سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل نہیں ہونے پاتا کہ سورج غروب ہو جاتا ہے (یعنی جس
طرح گرمی کی مخصوص راتوں میں سورج اٹھارہ ڈگری کو مس نہیں کر پاتا کہ صبح صادق
طلوع ہو جاتی ہے) ظاہر ہے دریں صورت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ظہر کا وقت
نہیں نکلتا اور عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دنوں
میں عصر کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھی جائے گی یا پہلے؟ نیت قضا کی ہوگی یا ادا کی؟

یا پھر یہاں کے باشندوں پر ان دنوں کے عصر کی نماز فرض ہی نہیں ہے؟

سائل: فیروز سکریٹری نوری مسجد نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی آمسٹرڈم

۶۸۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

صورتِ مسئلہ میں نمازِ عصر کی فرضیت و عدم فرضیت کے باب میں علماء کرام کا اختلاف ہے جیسا کہ ان شہروں کے اندر آیامِ گرمائی بعض راتوں میں نمازِ عشاء کی فرضیت و عدم فرضیت کے باب میں۔ لیکن اس باب میں مختار و مناسب و معتد قول یہ ہے کہ عصر و عشاء کی نمازیں فرض ہیں اور نمازِ عصر کے لئے غروبِ آفتاب سے پہلے اندازہ سے وقت مقرر کر لیں (جیسا کہ نیدرلینڈ میں مقیم علماء اہلسنت نے حضرت استاذی المکرم بحر العلوم مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری کے تعاون سے اوقاۃ الصلوة ترتیب دیا ہے) اور انہیں اندازہ کردہ اوقات میں عصر و عشاء کی نمازیں ان مخصوص دنوں میں بریت قضا پڑھ لیا کریں۔ در مختار میں ہے

وفاقد وقتہما مکلف بہما فیقدر لہما بہ یعنی
البرہان الکبیر واختارہ الکمال وتبعہ

ابن الشحنة (۱۵)

اور ردالمحتار میں ہے

إذ علمت ذلك ظهرك أن من قال بالوجوب
يقول به على سبيل القضاء لا الأداء

اس قولِ معتد کی تائید حدیثِ اسراء سے بھی ہوتی ہے جن میں وارد ہے کہ بالآخر پانچ نمازیں فرض رہیں اور اس میں کس خطہ زمین اور موسم کا فرق نہیں کیا گیا ہے۔ اور اس حدیثِ پاک سے بھی اس قولِ مختار کی تائید ہوتی ہے جس میں لا جہل لعین کا ذکر ہے کہ اس کے خروج کا پہلا دن "یوم کسندہ" دوسرا دن "یوم کشہیا" تیسرا دن "یوم کجمۃ" اور بقیہ آیام "کایامکم" ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ایک دن کی

نمازیں کافی ہیں۔ تو حاکم شرع، شائع شریعت علیہ السلام والتحیت نے ارشاد فرمایا۔
 "لا اقتدر والله" نہیں بلکہ اوقات نماز کا اندازہ لگالینا۔ حضرت علامہ محقق
 فتح القدیر میں اور علامہ شامی علیہما رحمہم فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں فقد اوجب
 اکثر من ثلاث مائة عصر قبل صيرورة الظل مثلاً او
 مثلین وقس علیہ الخ

یعنی خروج دجال کے اس پہلے ایک دن میں سایہ کے ایک یا دو مثل ہونے
 تک تین سو سے زائد عصر کی نمازیں واجب ہو جائیں گی اور اسی طرح دوسری نمازیں بھی
 دوسرے وقتوں میں..... ان تمام شواہد و دلائل کی روشنی میں یہ زیادہ مناسب رہیگا
 کہ ان دنوں میں جبکہ کسی شئی کا سایہ سایہ اصلی کے علاوہ دوگنا نہیں ہو پاتا۔ عصر کی
 نماز سورج ڈوبنے سے آدھ گھنٹہ قبل پڑھ لیا کریں۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم۔
 عبد الواحد قادری غفرلہ لوری دارالافتاء، آسٹریڈ

۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

شافعی اما کی اقتداء کن صورتوں میں درست ہے؟

۸۵۱ مسئلہ: جمیع حنفی طلبہ مرکز الثقافت السنیہ

ذوالہجرت والکرم والمحتشم حامی سنت ماحی بدعت پیر طریقت، مفتی

شریعت حضرت مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

ہم لوگ شمالی ہندوستان کے وہ طلباء ہیں جو حصول علم کے شوق میں "مرکز
 الثقافت السنیہ کالی کٹ کیرلا" کے اندر زیر تعلیم و تربیت و تعلم ہیں۔ یہاں کے طلباء
 اور اساتذہ کرام صدقہ شوائف ہیں۔ ہم حنفیوں کو بھی نمازوں میں ان کی اقتداء و اتباع
 کرنی پڑتی ہے۔ وضو کے بعض مسائل میں وہ حنفیت کی رعایت کرتے ہیں۔ مگر مندرجہ
 ذیل باتوں کی وجہ سے ہم لوگوں کی طبیعت متوشش رہتی ہے اور یہ شبہ ہوتا ہے کہ معلوم
 نہیں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟۔

- ① امام صاحب کی ڈاڑھی حنفی حد شرع کے مطابق نہیں بلکہ چھوٹی ہے۔
 - ② امام صاحب مانگ پر نماز پڑھتے ہیں اور بیشتر مقتدی مانگ ہی کی آواز پر رکوع و سجود کرتے ہیں۔
 - ③ امام صاحب لوہے کی چین والی گھڑی (خواہ دستی ہو یا جیبی) استعمال فرماتے ہیں نماز اور غیر نماز میں بھی۔
 - ④ سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام صاحب اتنا لمبا وقفہ کرتے ہیں کہ باسانی ایک یا دو بار سورہ فاتحہ پڑھی جاسکتی ہے۔
 - ⑤ امام صاحب کے پیچھے پہلی اور دوسری صفوں میں کافی نابالغ بچے رہتے ہیں، اسکے پیچھے بھی بالغوں کی صفیں رہتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔
- ان تمام باتوں کی وجہ سے ہم لوگوں کو شبہ رہتا ہے۔ اس لئے حضور اللہ سے گزارش ہے کہ مدلل جوابات عنایت فرما کر ہم لوگوں کو اطمینان بخشیں اور بتائیں کہ ہم لوگوں کی نمازیں ہوتی ہیں یا نہیں؟

سائلین: جمیع حنفی طلباء، مرکز الثقافت السنیہ، کرن تورا کالی کٹ، کیرلا، ہند

الجواب بعون الملک المجیب الوہاب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

فہم جواب سے قبل جن امور میں اشکال و شبہات ہیں ان کا جواب ذہن نشین لیا جائے تاکہ متعلق سوالوں کا جواب باسانی سمجھ میں آجائے۔ وَمَا تَوْفِیْقِي إِلَّا بِاللّٰهِ اَلْبَدِ الْمَرْجِعُ وَالْمُنَاب۔

ڈاڑھی (ریش) کا ایک مشت طول و عرض میں رکھنا واجب ہے۔ حضرت محقق سیدنا عبدالمحق بخاری محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ہ گداشتن آل بقدر قبضہ واجب ست (اشعۃ اللغات ص ۱۸۱)

اور ایک مشت یعنی چار انگل سے کم کرنا یا کرانا حرام ہے۔

شارفہ حنفی کی مشہور کتاب مع رد الموار ص ۲۶۱ میں ہے۔

يَحْرَمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعَ لِحْيَتِهِ، وَهُوَ تَعَالَى اعْلَم
 ② مانگ (آلاء مکبر الصوت) پر جماعت کی نماز پڑھانا مکروہ ہے کہ وہ سنت
 صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (نصب مکبرین) کا ہادم اور اس سے بے نیاز کرنے والا
 ہے۔ پھر اس کی آواز بھی ضرورت سے زیادہ بلند ہوتی ہے جو شروع نماز کے
 خلاف ہے۔

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَوَاتِكَ وَلَا تَخَافُ بِهَا وَابْتِغِ
 بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا

مانگ کی صدا پر ارکان نماز میں انتقالات سے متعلق علماء اہلسنت کے
 درمیان نماز کی صحت و عدم صحت کا مسئلہ ہر چند کہ مختلف فیہا ہے لیکن مانگ کے
 انجینیروں اور اسکی معلومات رکھنے والوں کی راجح تحقیق یہ ہے کہ مانگ سے نکلی ہوئی آواز
 متکلم کی بعینہ آواز نہیں ہے بلکہ صدا ہے یعنی جو آواز مائیکروفون میں داخل ہوتی ہے
 بعینہ وہی آواز نہیں نکلتی بلکہ اس میں مشین طاقتیں (الیکٹریک کی رو) ملکر اس آواز کو
 بڑھادیتی ہیں اور اب آواز صرف متکلم کی آواز نہیں ہوتی بلکہ متکلم و مشین کی مشترک آواز
 ہوتی ہے۔ لہذا فقہاء کرام نے وضاحت فرمائی کہ اس کی آواز صدا ہے کسی چیز سے
 ٹکرائی ہوئی آواز) اور صدا پر نہ سجدہ تلاوت واجب اور نہ ہی انتقالات ارکان نماز
 درست۔ لہذا جماعت کی نماز میں اس کا استعمال چند در چند خرابیوں بلکہ فساد
 نماز کا باعث ہے۔

لیکن موجودہ دور میں عموم بلوی کی وجہ سے عام مسلمانوں کی نمازوں کے فساد
 کا فتویٰ دینا محتاط تقاضوں کے خلاف ہے لہذا اس مسئلہ پر ارباب علم و فن صاحب
 تقویٰ و طہارت علماء کرام کو سر جوڑ کر بیٹھنے اور مثبت اقدام کی ضرورت ہے کیونکہ مانگ
 کی ممانعت کا مسئلہ کوئی منصوص مسئلہ نہیں ہے اسی لئے اس میں اباحت کی گنجائش
 ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

③ گھڑی کی زنجیریں (چین) خواہ چاندی کی ہوں یا سونے کی یا پھر وہ ہاتھوں میں

کی جاتی ہوں یا جسموں میں لٹکا کر یا پھر گلوں میں سب مردوں کو حرام ہے اور دیگر
 دھاتوں کی بھی ممنوع ہیں کیونکہ سونا روں کے یہاں چین یکے از قسم زیورات ہے
 اور زیورات میں صرف ایک انگوٹھی بشرطیکہ صرف ایک انگ والی ہو اور ساڑھے
 چار ماشہ (چار گرام) سے زائد وزن کی نہ ہو مردوں کو حلال ہے۔ باقی زیورات کا استعمال
 حرام ہے۔ اور جن چیزوں کا استعمال ممنوع ہوا انہیں پہن کر نماز ادا کرنا یا امامت کرنا
 مکروہ تحریمی ہے۔ ہنکذا فی احکام شریعت للامام احمد رضا
 قدس سرہ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

④ عند الاحناف سورہ فاتحہ کے احتشام پر اتنی دیر تک خاموش رہنا کہ تین بار
 سُبْحَانَ اللَّهِ کہا جاسکے ترک واجب ہے جو موجب سجدہ سہو ہے۔ کما
 نص علیہ فی التنبیہ وغیرہ

⑤ صرف نابالغ ہونا قطع صف کو مستلزم نہیں ہاں اگر نابالغ کے ساتھ نا سمجھ
 تقریباً ۱۰ سال کے بھی ہوں یا اگر بالغ ہے مگر مجنون ہے تو اس پوری صف
 لوں کی نماز مکروہ ہوگی۔ کہ صبیانیت و مجنونیت وجہ قطع صف ہے اور قطع صف
 کراہت نماز ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم۔ _____ علامہ جواب شافعی امام
 اقتداء کے تین احکام ہیں۔

① اگر وہ امام مذہب حنفی کے فرائض و شرائط نماز، اور شرائط وضو و امامت
 رعایت کرتا ہو اگرچہ واجبات و سنن کی رعایت نہ کرتا ہو تو اسکی اقتداء جائز
 ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ قوله ان يتقن للراعات ای فی الفرائض
 شروط و ارکان فی تلك الصلوة وان لم يراع في الواجبات
 سنن کما هو ظاهر سیاق کلام البحر و ظاهر کلام
 المنیة ایضاً ص ۳۱۶۔ پھر اسی فتاویٰ شامی میں ہے "ان علم
 احتیاط منہ فی مذہباً فلا کراہة فی الاقتداء بہ (ص ۳۲۸)
 جواز اقتداء کی اس صورت میں بھی بعض امور کے اندر اس کا اتباع مکروہ ہے

مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہا میں..... اور اگر مذکورہ رعایتوں کے باوجود وہ نماز وتر دو سلاموں کے ساتھ پڑھتا ہو، یعنی دو رکعتوں کے بعد فصل کرتا ہو، تب بھی اس کی اقتدا صحیح نہیں ہے۔ ”صحیح الاقتداء فیہ بشافعی لم یفصلہ بسلام..... لا ان فصلہ علی الاصح (شامی باب الوتر ص ۴۲۸)“

② اگر وہ امام فرائض و شرائط نماز حنفی اور طہارت کی رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتداء ہی جائز نہیں۔

③ اگر اس امام کے بارے میں رعایت و عدم رعایت کا کچھ بھی حال معلوم نہ ہو تو اس کی اقتداء مکروہ ہے۔ (کما فصلہ فی البحر السراوق ص ۴۶)“

صورت مسئلہ میں جن پانچ باتوں سے متعلق سائلین نے وضاحت کی ہے ان میں اکثر ترک و جوب پر دال ہیں۔ ترک فرائض و شرائط بدرجہ اولیٰ اور صحیح العقیدہ شافعی کا واجبات و سنن میں حقیقت کی رعایت نہیں کرنا عدم صحیح اقتداء کو مستلزم نہیں۔ لہذا جو نمازیں بصورت مذکورہ ان کی اقتداء میں ادا کی گئیں صحیح ہوئیں۔ البتہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت علیہ الرضوان والرحمۃ نے اس مسئلہ کی توضیح و تنقیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ”اگر اقتداء جائز بھی ہو تو افضل یہ ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتداء کرے“ (فتاویٰ رضویہ ترتیب جدید ص ۵۰۵)۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۲۵ اگست ۱۳۲۷ھ

خادم الافناء مجلس علماء نیدرلینڈ واسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

شرائط امامت

مسئلہ ۸۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ۔

ہماری شہر لیبلی ستاد میں ایک طویل عرصہ سے ایک شخص جو زبان اردو اور

قرآن شریف پڑھنے سے واقف ہے البتہ فن تجوید سے کما حقہ آگاہ نہیں ہے۔ امامت

کرتا ہوا آرہا ہے، محفل میلاد شریف، نیاز فاتحہ، اور دیگر امور دینیہ وہی انجام دے رہا ہے، البتہ تین سالوں سے ہم لوگوں نے ایک عالم کو ان کاموں کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اور پرنے امام کو شہر کی اکثریت نے نائب امام کی جگہ پر مقرر کر دیا ہے چنانچہ امام صاحب کی غیر موجودگی میں وہ امامت کرتے ہیں۔ ادھر ایک عالم کا یہ کہنا ہے کہ مسجد کا نائب امام چونکہ قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتے ہیں لہذا اگر کوئی اس کی اقتداء میں نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، بلکہ اگر کسی عالم کی موجودگی میں مذکورہ نائب امام نماز پڑھائے تو کسی بھی مقتدی کی نماز نہیں ہو سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ نائب امام مذکور کے پیچھے صرف عالم کی نماز نہیں ہوگی یا سارے مقتدیوں کی؟ جبکہ یہ عوام کا مقرر کردہ نائب امام ہے۔ بیواؤ تو جبروا۔

اراکین مجلس الفردوس لیلی ستاد ۶ جولائی ۲۰۰۶ء

۷۸۶

۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

صحت امامت کے لئے مسائل طہارت و نماز کا جاننا اور قرآن پاک کا صحیح پڑھنا ضروری ہے اگر کوئی عالم دین بھی تلاوت قرآن میں ایسی غلطیاں کرے جس سے معنی بدل جائے یا حروف کی تبدیلی سے لفظ قرآن مہل بن کے رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے تو ان صورتوں میں خود اس کی نماز نہ ہوگی تو دوسرے مقتدیوں کی خواہ وہ عالم ہو یا عامی کیسے نماز ہو سکتی ہے؟ کیونکہ مقتدیوں کی صحت نماز کا دار و مدار امام کی صحت نماز پر ہے۔ "فان صلوة الماموم مبنیة علی صلوٰۃ الامام (فتاویٰ رضویہ)"

صورت مسئلہ میں جس نائب امام سے متعلق استفسار ہے اگر وہ قرآن پاک ایسا پڑھتا ہے جس سے اس کی نماز ہو جاتی ہے تو اس کی اقتداء کرنے والے بھی عالم و عامی کی نمازیں ہو جائیں گی اگرچہ دوسرے لوگ مخارج حروف کی ادائیگی میں اس سے زیادہ قادر و مشاق ہوں۔ ہاں عند الشرع محبوب و مطلوب اور افضل و اولیٰ یہ ہے کہ مخارج حروف کی ادائیگی زیادہ صحت کے ساتھ ادا کرتا ہو وہ احق امامت ہے۔

کما فی فتاویٰ الرضویۃ " لان الامام کما کان اکمل
کان افضل اه واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری مغلہ۔ ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ ۶ جولائی ۱۳۲۱ھ

قادم الانشاء، القسطنطنیہ اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ

نماز میں صحتِ اعراب کا خیال

مسئلہ ۸۵۳ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ
کے بارے میں کہ اگر کوئی امام یا منفرد اپنی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھتے وقت رَبِّ
العَالَمِیْنَ، کو رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا و توجروا
السائل، محمد ممتاز علی۔ ایم کرامت علی۔ لائسنسٹ نمبر 1338 HX آملیرہ

۷۱۶ الجواب بعون الملک الوہاب

تلاوت کے اندر چند طریقوں سے غلطیاں واقع ہوتی ہیں جن میں سے ایک
اعراب کا بدل جانا بھی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ بدل جانا اور بدل دینا
میں بعد اللشہرین ہے۔ اگر کسی تالیٰ قرآن نے عمداً قرآن پاک کے اعراب کو بدل دیا
تو فسادِ نماز سے پہلے اس پر فسادِ ایمان کا حکم نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ تحریف ہے جو
عند اللشہر کفر ہے۔ اور جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اگر سہواً اعراب
بدل گیا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اعراب کے بدلنے سے اس لفظ یا عبارت کا معنی
فاسد ہوا یا نہیں؟ اگر معنی فاسد (خراب ہونا بگڑ جانا) نہیں ہو تو نماز ہو جائے گی اور
اگر معنی فاسد ہو گیا ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ تالیٰ قرآن کی
زبان سے واقعی بدلا ہوا اعراب ادا ہوا ہے یا صرف سننے والوں کو بدلا ہوا معلوم ہوا
اگر پڑھنے والے نے اعراب صحیح ادا کیا اور سننے والوں کو بدلا ہوا معلوم ہوا اگرچہ لفظ
مسموع کا معنی فاسد ہو پھر بھی نماز ہو جائے گی کہ غلطی تالیٰ کی نہیں بلکہ سامعین کی سماعت
کی ہے اور اگر تالیٰ کی زبان سے بدلا ہوا اعراب ادا ہوا ہے جس سے معنی فاسد ہو جائے

ہے تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ اس نماز کا پھر سے پڑھنا فرض ہے۔ بلکہ بعض اعرابی غلطیوں پر تو کفر تک کا حکم نافذ ہو جاتا ہے ایسی صورت میں تالی قرآن پر فرض ہے کہ صحت اعراب کی ہر ممکن کوشش کرے اور جب تک صحت اعراب و صحت مخارج حروف برقرار نہ ہو جائے امامت نماز کی جرات نہ کرے بلکہ صحت تلاوت پر قادر ہونے سے پہلے اپنی نمازیں بھی کسی صحیح خواں کی اقتدا میں ادا کرے۔

صورتِ مسئلہ میں عَالِمٌ اور عَالِمٌ کافر ہے۔ عَالِمٌ کا معنی ماسوا اللہ (ساری مخلوقات) اور عَالِمٌ کا معنی کسی چیز کی حقیقت جاننے والا ہے، عَالِمٌ کی جمع حالت جبریں عَالِمِیْن اور عَالِمِکِ کی جمع عَالِمِیْن ہے اور یہ دونوں الفاظ قرآنی ہیں دریں صورت معنی فاسد تو نہیں ہوا البتہ اس سے ربوبیت الہیہ کی یگانہ تحدید مفہوم ہوئی لہذا اس امام یا منفرد پر فرض ہے کہ اپنی اعرابی غلطیوں کی تصحیح کرے۔ صورت مذکورہ میں فسادِ معنی مستحق نہیں ہوا تو اس کی نماز کے عدم صحت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

ہکذا فی الفتاویٰ الہندیہ والرضویہ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الافناء والقضاء

القرآن اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ۔ ۳، جمل، دسمبر ۱۹۲۱ء

امام اگر مکبر بھی ہو

۸۵۳ء: ممتاز علی کرامت علی۔

۵-۱۲-۹۵۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر اقامت اگر امام خود کہہ رہا ہو تو مقتدیوں کو صفوں کی درستگی اور نماز شروع کرنے کے لئے کس وقت کھڑا ہونا چاہئے یعنی حتیٰ علی الصلوة پر یا حتیٰ علی الفلاح پر؟

سائل: امام مسجد رضوی فریدالاسلام، رستن بلخ سٹراٹ، آسٹریڈم

الجواب: بعون الملک الوہاب

جب امام ہی تکبیر اقامت کہہ رہا ہے یعنی مؤذن و امامت کی ذمہ داری ایک ہی

شخص ادا کر رہا ہے تو جب تک تکبیر اقامت کے مکمل کلمات (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَك) امام نہ کہہ لے اس وقت تک مقتدی کو صف کی درستگی یا نماز شروع کرنے کی نیت سے کھڑا نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ

هكذا في الهندية والمحيط فتاویٰ ہندیہ اور محیط میں ہے کہ اگر مؤذن
 "وان كان المؤذن والامام واحداً اور امام ایک ہی ہے پس اگر اس نے مسجد کے
 فان اقام في المسجد فالقوم لا يقومون اندر ہی تکبیر اقامت کہی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ
 ما لم يفرغ عن الاقامة - ہو جب تک وہ تکبیر اقامت سے فارغ نہ ہو جائے (۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۵ دسمبر ۱۹۹۵ء

تکرار سورت یا قرآن معکوس

مسئلہ: ۸۵۵: قاری حفیظ الرحمن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر چار رکعتوں والی یعنی سنت نماز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الناس زبان پر جاری ہوگئی اور ایک یا دو آیتوں کے بعد اس کا خیال آیا تو کیا بقیہ تینوں رکعتوں میں سورہ الناس ہی پڑھے یا اس سے اوپر والی سورتوں کو ملائے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک عالم دین امام مسجد نے سورت تراویح میں پہلی رکعت میں سورہ نصر اور دوسری میں عمداً سورہ اخلاص پڑھا تو اس سے نماز میں فساد یا کراہت آئی یا نہیں؟ المستفتی امام مسجد الکریم، آسٹریڈم دوست

الجواب

قرآن معکوسہ (ترتیب سورت کے خلاف پڑھنا) زیادہ سخت ہے تکرار سے لہذا اگر عمداً بھی پہلی رکعت میں سورہ الناس کو پڑھا ہو تو بقیہ رکعتوں میں سورہ الناس پڑھنا چاہئے۔

یہ نماز تراویح میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ فرض نمازوں میں ایسا کرنا مکروہ تنزیہی

ہکذا فی رد المحتار والفتاویٰ الرضویہ ص ۲۶۶ . واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۹ جولائی ۱۹۸۶ء

نوری دارالافتاء، نوری مسجد، آمسٹرڈم

نماز میں قرأتِ سنونہ

مسئلہ: لطیف یوسف گمان

۸۵۶-۳-۳-۸۴۶ حضور مفتی صاحب قبلہ! اکثر اماموں سے سننے میں آتا ہے کہ فلاں نماز میں طوال مفصل اور فلاں نماز میں قصار مفصل پڑھنا چاہئے۔ یہ سب کیا چیز ہیں؟ وضاحت کے ساتھ بتانے کی زحمت گوارا کریں۔ ہو سکے تو مثالوں کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ ہم لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔ ایل یوسف گمان، نوری مسجد، آمسٹرڈم

۸۵۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

چند سورتوں کے مجموعہ کا نام طوال مفصل ہے۔ پھر چند سورتوں کے مجموعے کا نام اوساط مفصل ہے اور آخری چند سورتوں کے مجموعے کا نام قصار مفصل ہے یعنی چھبیسویں پارہ کی سورہ حجرات^{۴۹} سے تیسویں پارہ کی سورہ بروج^{۸۵} تک کی تمام سورتیں طوال مفصل کہلاتی ہیں اور سورہ بروج^{۸۵} سے سورہ بینہ^{۹۸} تک کی تمام سورتیں اوساط مفصل کہلاتی ہیں جبکہ سورہ بینہ^{۹۸} سے سورہ الناس^{۱۱۴} تک کی تمام سورتیں قصار مفصل کہلاتی ہیں۔ درمختار میں ہے تہ

من الحجرات الی آخر البروج سورہ حجرات سے اخیر سورہ بروج تک طوال۔ اور
طوالہ ومنها الی آخر لم یکن سورہ بروج سے سورہ لم یکن تک اوساط اور بقیہ
اوساطہ وبقیہ قصار۔ سورتیں آخر تک قصار کہلاتی ہیں۔

تویر الابصار اور درمختار میں یہ بھی ہے کہ۔

یست فی الحضرة امام و منفرد طوال مقیم ہونے کی صورت میں امام و منفرد دونوں کیلئے
المفصل فی الفجر والظہر و فجر اور ظہر میں طوال مفصل اور عصر و عشاء میں

اوساطہ فی العصر والعشاء و اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل
قصارہ فی المغرب ای فی کل کی ایک پوری سورہ کا ایک رکعت میں پڑھنا
رکعت سورہ ۵۱ سنت ہے۔

ائمہ مساجد کے کہنے کا یہی مطلب ہوا کہ مثلاً فجر و ظہر میں ان سورتوں کو پڑھنا
سنت ہے جو طوال مفصل ہیں اور نماز عصر و عشاء میں ان سورتوں کو پڑھنا سنت ہے
جو اوساط مفصل ہیں اور نماز مغرب میں ان سورتوں کا پڑھنا سنت ہے جو قصار مفصل
کہلاتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ توری دارالافتاء، ۳ مارچ ۱۹۸۶ء

ترکستانی حکومت کے ائمہ کی اقتدار

مسئلہ: فیصل رحمت آسٹریڈم
۱۳-۵-۸۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ کے اندر ترکی حنفی
مسلمانوں کی درجنوں مساجد ہیں لیکن ان میں دو طرح کے امام ہیں ایک وہ جن کو
ترکی کی گورنمنٹ مقرر کرتی اور وہی ان کے مشاہرہ وغیرہ کا انتظام کرتی ہے۔ یہ ائمہ
مساجد عموماً ڈارھی نہیں رکھتے۔ اپنی گورنمنٹ کے فیصلہ کے مطابق عیدین وغیرہ کرتے
ہیں خطبہ جمعہ بھی وہی پڑھتے ہیں جو ان کی حکومت بھیجتی ہے۔ یعنی احکام شرع پر احکام حکومت
کو عملاً فوقیت دیتے ہیں۔ اور دوسرے وہ امام ہیں جن کو اپنے ملک سے عام ترکی مسلمان
بلواتے ہیں وہ وہ ہوتے ہیں جن کو ترکی کی جماعت صوفیہ (عموماً نقشبندی حضرات) یہاں
بھیجتے ہیں یہ ائمہ مساجد حنفی حد شرع کے مطابق ڈارھی رکھتے ہیں صوفیوں کے سے اوراد و
اشغال میں مصروف رہتے ہیں ترکی کے متدین صوفی علماء کے فیصلوں کے مطابق عیدین
کرتے ہیں حالات کے مطابق خطبہ جمعہ و عیدین دیتے ہیں اور ہندو پاک کے علمائے
احناف سے رابطے بھی رکھتے ہیں اور حکومت دینیہ میں شریک بھی ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے
کہ ان دونوں قسم کے اماموں کی اقتدار میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: فیصل رحمت۔ خیرن ستین ۱۷، آسٹریٹوم

۷۸۶

الجواب

صورتِ مسئلہ میں ترکی گورنمنٹ کی جانب سے مقرر کردہ اماموں کی اقتداء جائز نہیں کہ ترک واجب کی وجہ سے وہ فاسق معین ہیں اور فاسق معین کی امامت مکروہ تحریمی ہے جس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے کما فی فتاویٰ الحجۃ والغنیۃ وغیرہما من الاسفار الکثیرہ پھر موجودہ ترکی گورنمنٹ اہل اہوا بھی ہے جس کے عیدین کا فیصلہ عموماً سعودی گورنمنٹ کے ماتحت ہوتا ہے جس کو رویتِ ہلال یا اصولِ شرع سے کوئی واسطہ نہیں ہے اسکے فیصلوں پر آنکھ بند کر کے عمل کرنا اہل ہوا ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اور اہل ہوا کی اقتداء ناجائز ہے۔ فتح القدر باب الامتہ ص ۳۳ میں ہے۔

لا تجوز الصلوة خلف اهل الاهواء اہل ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔
ہاں جو ائمہ مساجد حد شرع کے مطابق ڈاڑھی رکھتے ہیں اور دیگر اعتبار سے بھی صالح امامت میں ان کی اقتداء جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۹۸۸ء

خادم الافناء، ورلڈ اسلامک مشن نیدر لینڈ

خدمت امامت پر اجرت لینا

۸۵۸
مسئلہ: حاجی محمد یوسف، مقیم دی ہیگ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے امام صاحب دو ماہ کی تھپی لیکر مکان چلے گئے۔ اس مسجد کے صدر یا سکریٹری نے کسی عالم دین سے عارضی طور پر نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی، دو ماہ گزرنے کے بعد مسجد کی طرف سے اس عالم دین کو ایک رقم دیدی گئی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ دوبارہ سہ ماہ بھی ایسا ہی ہوا۔ یعنی عالم دین کو معلوم ہے کہ آمد و رفت کے اخراجات کے علاوہ

کبھی کچھ ملے گا۔ تو کیا وہ رقم اس عالم دین کے لئے حلال ہے اور اس عالم دین کی افتاء میں نماز درست ہے؟ حاجی محمد یوسف مقیم مسجد غوثیہ دینیہ ہانج

۹۲ الجواب ۸۶

اذان و امامت اور تعلیم قرآن و فقہ براجرت کو علماء متاخرین نے ضرورتاً جائز قرار دیا ہے۔ لہذا اجرت امامت خواہ صراحتاً ہو یا دلالتاً جائز ہے۔ کما انصوا علیہ فی الکتب الکثیرہ۔ صورت مسئلہ میں رقم مذکور عالم مذکور کے لئے جائز و حلال ہے اور اس کی افتاء درست ہے۔ اسے اجارہ فاسدہ نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ قرآن سے اجرت کی تعیین معلوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالوہاب قادری ۲۵/۱۱/۱۹۹۹ء
درالافتاء، جامعہ مدینۃ الاسلام، البینہ

نماز اور لاؤڈ اسپیکر

۸۵۹ مسئلہ : مولانا نورا احمد نہیں، فرانس

۱۶-۸-۲۰۰۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد و عبادت کی بڑی جماعتوں میں تکبیرات انتقالات کے لئے مکبرین کو قائم کرنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ بجائے مکبرین کے اسی کام کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی صدا پر مقتدیوں کا رکوع و سجود کرنا صحت نماز کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ امید کہ ہر سوالات کے مدلل جوابات سے نواز کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔
المستفتی: (مولانا) نورا احمد حقانی، جامع مسجد البنت حنفی، نہیں فرانس

۹۲ الجواب ۸۶ بعون المحیب الوہاب

نماز عیدین کی بڑی جماعتوں کے لئے مکبرین کا نصب فرمانا سنت سے ثابت نہیں ہاں ظہر کی نماز میں ایک مرتبہ ۵۵ میں اور دوسری مرتبہ ۱۱۵ میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقتداء سید کائنات علیہ التسلیمات میں تکبیرات انتقالات کو بذات خود عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک پہنچانا ثابت ہے اس

وجہ سے اسے سنت صدیقی کہہ سکتے ہیں، پھر اس فعل حسن پر سید المرسلین علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سکوت فرمانا نہ صرف اسکے جواز کی بلکہ استحباب و استحسان کی بین دلیل ہے۔ امام طحاوی کی روایت ہے۔

صَلَّىٰ بِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَمَازِ الظُّهْرِ
ظہر کی نماز پڑھائی۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے وهو قاعد و ابو بکر يسمع الناس تكبيره كما سرکار دو عالم نے یہ نماز بیٹھ کر پڑھائی اور حضرت ابو بکر، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں کو سناتے رہے۔۔۔۔ اور اسی حدیث پاک کے ذیل میں فتح الباری میں ہے ص ۱۳۱ ان هذا القصة كانت في ذي الحجة سنة خمس من الهجرة، کہ یہ ۵ھ ماہ ذی الحجہ میں واقع ہوا۔

اور دوسرا واقعہ ماہ بیج الاول شریف ۱۱ھ کا ہے کہ وصال مبارک سے صرف دو ایک دن قبل ظہر کی نماز کے وقت حضرت عباس اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کندھوں کو سہارا دیتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے تو سیدنا صدیق اکبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے حکم سے نماز پڑھا رہے تھے لیکن جب عین نماز ہی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا احساس ہوا تو مصلیٰ امامت سے پیچھے ہٹنے لگے مگر امام المرسلین علیہ علیہم السلام نے اشارہ سے منع فرمادیا تو حضرت ابو بکر اپنی جگہ پر ٹھہر گئے پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ امامت پر جلوہ بار ہو کر نماز ظہر پڑھانے لگے حضرت ابو بکر جو امامت کی نیت فرما چکے تھے اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے لگے اور آپ کی تکبیرات کی آواز سن کر اس آواز کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچانے لگے۔ بخاری شریف ص ۹۵ میں ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم
وجد من نفسه خفة وخرج
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں
افاقہ محسوس فرمایا تو حجرہ عائشہ سے نماز ظہر کے

بین رجلین احدهما العباس
 لصلوة الظهر و ابو بکر یصلی
 بالناس فلما رآه ابو بکر ذهب
 لیتأخر فادعی الیه النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم بان لا یتأخر فقال
 اجلسانی الی جنبہ فاجلسا
 الی جنب ابی بکر قال فجعل
 ابو بکر یصلی وهو یاتم بصلوة
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 والناس بصلوة ابی بکر

(بخاری ص ۹۵ و مسلم جلد اول ص ۱۴۸)

مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ و ابو بکر یسمعہما التکبیر کہ حضرت ابو بکر
 عام مصلیوں کو تکبیرات انتقالات سنا تے رہے۔ ص ۱۴۹۔

ان حدیثوں سے مکبر کے جواز و استحسان کا ثبوت ملتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب
 امام کے تکبیر کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچ سکے تو مقتدی اپنی تکبیرات کی آواز بلند کر سکتا ہے
 لاؤڈ اسپیکر ایجادات نو میں سے ایک نوا ایجاد آلہ ہے جس کا حکم شرع شریف میں
 منصوص نہیں۔ لہذا اس کے ذریعہ نکلی ہوئی آواز کو صدا، بازگشت یا تلقین عن الحاج
 پر محمول کرتے ہوئے بعض علماء نے اس کے اتباع کو ناجائز اور مفسد نماز قرار دیا اور بعض
 علماء نے ذرا نرم گوشہ اختیار کرتے ہوئے اسے ہادیم سنت بدعت مکروہہ اور عبث
 قرار دیا جبکہ بعض علماء اس کی اباحت و جواز کے قائل ہوئے بلکہ مفید و معاون ہونے کی
 وجہ سے بڑی جماعتوں کے لئے اسے مستحسن گردانا۔ حضور مفسن اعظم ہند علیہ الرحمہ و الرضوان تاجین
 حیات نماز میں اس کے استعمال کو ناجائز و عبث اور اس کی صدا پر انتقالات ارکان
 نماز کو مفسد نماز فرماتے رہے۔ ہند و پاک کے بیشتر علماء اہلسنت حضور مفسن اعظم علیہ الرحمہ

کی پیروی کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کے قائل ہے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ اور مجاز و ماذون خلافت بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر المدین دارالعلوم رضویہ منظر اسلام بریلی شریف لاؤڈ اسپیکر پر نمازوں کے جواز و صحت پر فتویٰ دیتے رہے۔ ہندو پاک کے مقتدر اور صاحبانِ افتاء، حضرات حضرت بحر العلوم کی پیروی میں اسپیکر کی صدا پر جواز و صحت کے قائل ہے فقیر پچھال ۱۳۶۹ھ سے اب تک (۱۳۲۳ھ) مکرر الصوت اور اسکی صدا پر افتاء کا وہی حکم سائلین کو بتانا رہا جو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا تھا۔ لیکن ہالینڈ میں مقیم علماء ہندو پاک اور ائمہ مساجد اترک و مغاربہ کی آپسی بحث و تمحیص کے بعد لاؤڈ اسپیکر سے متعلق یہ مال و نتیجہ سامنے آیا کہ عالمی طور پر مالک کے استعمال نے عموم بلوی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اور جہاں اس مسئلہ میں شدت ہے وہاں عام طور پر مسلمانوں میں افتراق و انتشار ہے اور شریعت میں عموم بلوی کو نصوص کی حیثیت حاصل ہے۔

پھر لاؤڈ اسپیکر کا بدعت مکروہہ ہونا بھی اصول شرع کے مطابق ثابت نہیں کہ مکبرین کا نصب کرنا اور اس کا سنت نبویہ ہونا ثابت نہیں ہوا کہ وہ ہادم سنت قرار پائے۔ باقی رہی اسکی آواز کا صدا ہونا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدا پر سجدہ تلاوت واجب نہیں لیکن اگر کوئی سجدہ کر لے یا پوری جماعت آیت سجدہ کی صدا پر سجدہ تلاوت کر لے تو کیا یہ سجدہ کرنا ناجائز و گناہ ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ تبرصغیر کی پڑانی بیشتر مسجدیں اور ترکی جو مسجدوں کا ملک ہے اس کی اکثر مسجدیں گنبد دار ہیں جن میں تلاوت کے علاوہ تجیروں کی آوازیں بھی گونجتی ہیں اور مقتدی ان آوازوں یا امام و صدا کی مشترک آوازوں پر رکوع و سجود کرتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی عالم دین یا مفتی نے مسجدوں میں گنبدوں کی تعمیر کو ناجائز نہیں کہا نہ ہی اسکی صدا پر بڑھی گئی نمازوں کو لٹانے کا حکم دیا۔ لہذا احتیاط اس میں نہیں ہے کہ عامۃ المسلمین کی نمازوں کو فاسد قرار دے کر مسلمانوں کو گنہگار ثابت کیا جائے۔ بلکہ مسلمانوں کی یہی خواہی اور احتیاط اس میں ہے کہ نمازوں کو فساد اور مسلمانوں کو گنہگار ہونے سے بچایا جائے اسلئے میں اس میں بھلائی دیکھتا

ہوں کہ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو اذان و خطبات جمعہ و اعیاد وغیرہم کی طرح نماز باجماعت (جبکہ امام کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچتی ہو) میں جائز قرار دیا جائے لعل اللہ یحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔

لاؤڈ اسپیکر سے متعلق مقدمہ بالاتمہید اس کی آواز پر نماز کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے جواز و صحت کی جانب رہنمائی کرتا ہے اس لئے جو حضرات نماز میں اسے استعمال کرتے ہیں اسے منع کر کے عند الشرع زیر بار ہونا نہیں چاہتا کہ ممانعت دلیل شرع کی محتاج ہے اور اباحت کے لئے سکوت شرع کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علیہ واکرہ وسلم۔

کتبہ عبد الواجد قادری ۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ

۶ اگست ۲۰۰۲ء دارالافتاء اسلامک فونڈیشن نیڈرلینڈ

تراویح سے پہلے وتر

۸۶۰ مسئلہ: فیروز احمد

۱۸-۳-۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تریذ نے رمضان المبارک میں عشاء کی نماز باجماعت سے پڑھی مگر تراویح کی چند رکعتیں نقص و منوکی وجہ سے پھوٹ گئیں۔ تراویح کے بعد وتر کی جماعت شروع ہوگئی اب زید چھٹی ہوئی تراویح پڑھے یا وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے۔ خلاصہ جواب سے سرفراز فرمائیں۔ بینوا و توجروا المستفتی ما قظ فیوز احمد امام غوثیہ سید امسٹرم

۸۶۱ الجواب: هو الہادی الی الصواب

زید جب فرض عشاء باجماعت سے پڑھ چکا ہے تو وہ وتر باجماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کی چھٹی ہوئی رکعتیں وہ وتر کے بعد پوری کر لے کیونکہ تراویح کا وقت عشاء کے وقت کے بعد سے صبح صادق تک ہے، یعنی وتر کا وقت بھی، لیکن تراویح وتر سے پہلے اور وتر کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ نماز تراویح سے متعلق

فتاویٰ ہندیہ ص ۱۷۸، فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۱ اور تبیین الحقائق ص ۱۷۸ میں ہے
والصحيح ان وقتها ما بعد العشاء الى طلوع الفجر قبل
الوتر وبعد الصبح یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک
ہے خواہ وتر سے پہلے پڑھے یا بعد میں۔ اور منیہ شرح غنیہ میں ہے وہو المنظار
کہ یہی قول پسندیدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ توری دارالافتاء، البینڈہ

۱۸ ربیع الاول شریف ۱۴۰۸ھ

فرض نمازوں کی قرأت

مسئلہ ۸۶۱: محمد شریف گلاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرض نمازوں کی ہر ایک
رکعت میں ایک سورۃ کریمہ کا پڑھنا ضروری ہے؟ یا ایک سورۃ کی کچھ آیتیں پہلی
رکعت میں اور کچھ آیتیں دوسری رکعت میں پڑھنی چاہئے۔ نیز یہ بھی واضح کیا جائے
کہ فجر کے فرض میں کم از کم کتنی آیتیں اور زیادہ سے زیادہ کتنی آیتیں پڑھنی چاہئے؟
المستفتی: محمد شریف گلاب، امام سولہ مسجد، البینڈہ

الجواب: هو المعین الى الصواب

فرض کی ہر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد (ان سورتوں میں سے جنہیں
مختلف نمازوں میں پڑھنا مسنون ہے)، پوری ایک سورۃ کریمہ کا پڑھنا افضل و
مستحب ہے، والافضل ان یقراء فی کل رکعة الفاتحة وسورة
کاملة فی المكتوبة (عالمگیری ص ۱۱۱) اور اگر ایک ہی سورۃ کی بعض آیتیں
پہلی رکعت میں اور بعض آیتیں دوسری رکعت میں پڑھے یا دو سورتوں میں سے
پڑھے جب بھی بلا کراہت جائز و صحیح ہے، ولو قرأ بعض السورة فی رکعة
وباقیہا فی رکعة قیل یکرہ والصحيح انه لا یکرہ (غنیہ ص ۱۱۱)

فجر کی فرض نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد دونوں رکعتوں کے اندر کم از کم چالیس درمیان آیتیں (نہ بہت بڑی ہوں نہ بہت چھوٹی) اور زیادہ سے زیادہ تو آیتیں پڑھنی سنت مستحب ہے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مقیم ہوں اور وقت میں وسعت ہو۔
البحر الرائق ص ۲۳، فتح القدر اور منیۃ المصلی مع شرح غنیۃ میں ہے۔

« فالسنة فی حضرت ان یقرأ فی صلوة الفجر فی الترتین
باربعین آية وسطا هو الادنی و خمسين اوستین وهو
الادسط والاعلیٰ علی الزیادة علی الستین الی
المائة (منیۃ ص ۳۰۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الوجد قادری غفرلہ، ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ نوری دارالافتاء آسٹریٹم

نماز میں نبی علیہ السلام کا نام سنکر درود پڑھنا

مسئلہ ۸۶۲: فیصل مدارن، آسٹریٹم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب نے قرآن جہری میں « وَكَبْرَةٌ تَكْبِيرًا » پڑھا تو مقتدیوں کی زبان سے بے عزم و ارادہ کے جہرا « اللَّهُ أَكْبَرُ » نکل گیا اور جب اسی امام نے دوسری رکعت میں « مَا كَانَ مُحَمَّدٌ » پڑھا تو سب اس نے صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا۔ پھر اس کے بعد « أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ » پڑھا اب امام کو تشویش ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ جب امام سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے عمداً درود شریف پڑھا تھا یا سہواً زبان سے نکل گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ عمداً نہ سہواً بلکہ اسم گرامی سننے کے بعد عادتاً کہہ دیا اس میں میرے ارادہ کا کوئی دخل نہیں تھا۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بدلائل شرعیہ جو اسے نواز کر شکر یہ کا موقع دیں۔

فیصل مدارن۔ عارضی امام مسجد غوثیہ رضویہ، بالینڈ۔

۹۲ جواب ہوالہادی الی الصواب۔ اللہ اکبر یا صیغہ درود الیسا کلام نہیں

ہے جس سے نماز میں نقصان ہو۔ اگر ان کلمات مبارکہ کا صدر مقتدی یا امام سے عمدتاً بھی ہوتا تو فساد نماز کا حکم ہرگز نہیں دیا جاتا بلکہ زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ کہا جاتا، صورتِ مسئلہ میں جبکہ مقتدی نے بے ساختہ اللہ اکبر کہا اور امام نے عادتاً صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو نماز صحیح ہوگئی کوئی خرابی نہیں آئی۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۵ میں ہے۔

ولو قال اللهم صل على محمد او قال الله اكبر لا تقصد صلواته بالاجماع ان لم ير له به الجواب اه۔ اور دو صفحہ کے بعد اسی فتاویٰ میں ہے "ولو قراء رجل ما كان محمد ابا احد من رجالكم وصلتي رجل في الصلوة لا تقصد صلواته اه والله تعالى اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۶ شعبان ۱۳۱۲ھ

خادم الافناء، جامعہ مدینۃ الاسلام ہالینڈ

مقتدی اکرام امام کو تھوٹا گمان کرے

۸۶۱
السئلہ: مولانا عبد الغفار نوری

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مقتدی کے گمان میں تھوٹا ہے تو کیا اس مقتدی کی نماز اس امام کی اقتداء میں درست ہے؟

سائل: عبد الغفار نوری۔ سکریٹری جنرل مجلس علماء نیدرلینڈ

الجواب: بعون الملك الوهاب

کسی مسلمان سے متعلق بدگمانی حرام ہے اور اپنے امام سے بدگمان ہونا اشد نہایت بد انجام ہے۔ قال عز وجل "ان بعض الظن اشم" اللہ تعالیٰ "ولا تحسسوا" لہذا اس مقتدی پر توبہ لازم ہے۔ اگر اس شخص کا گمان اپنے امام سے متعلق صحیح ہو تو اس تھوٹے امام کی اقتداء مسلمان کو جائز نہیں۔ کہ وہ تھوٹ کے سبب عند الشرع فاسق و فاجر ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الکذب فجور والفجور یجری

إلى التّائير» اور فاسق و فاجر کو امام بنانا گناہ ہے اسکے پیچھے بڑھی ہوئی نمازوں کو لوٹانا واجب ہے۔

اور اگر مقتدی مذکور کا گمان صحیح نہیں ہے اور صحتِ امامت کے شرائط امام مذکور میں موجود ہیں تو دیگر تمام مقتدیوں کی نمازیں اس کی اقتداء میں صحیح ہیں۔ مگر اس بدگمان مقتدی کی نماز اپنی بدگمانی کی وجہ سے واجب الاعدادہ ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواجد قادری غفرلہ ۲ صفر الظر ۱۳۲۲ھ ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء

امام اگر حروف کے مخارج میں امتیاز نہ کرے

۸۶۲ھ: حافظ وقاری عن سلام مصطفیٰ ربانی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عالم صاحب ہیں جو امامت کرتے ہیں لیکن ان کا تلفظ صحیح نہیں ہے۔ جیم کی جگہ زاء کی آواز اور ظا کی جگہ جیم کی آواز نکلتی ہے۔ اسی طرح ہائے ہوز کی جگہ حائے حطی اور الف کی جگہ عین کی آواز نکلتی ہے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

۹۲۶ الجواب: هو الہادی الی الصواب

نماز کے صحیح ہونے کے لئے صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن عظیم کی قرأت ضروری ہے جب قرأت ہی صحیح نہیں تو عالم مذکور کی خود اپنی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی ہے۔ اور جب اپنی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی ہے تو مقتدیوں کی نماز کب صحیح ہوگی؟

عالم مذکور فی السؤال پر لازم ہے کہ وہ اپنی نماز صحیح کرنے کے لئے کسی صحیح خواں سے صحتِ مخارج کے ساتھ حروف کی ادائیگی کے طریقے سیکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ جب تک اس کی کوشش جاری رہے گی خود اس کی اپنی نماز جائز ہوگی۔ جب تک وہ صحتِ مخارج پر قادر نہیں ہو جائے اس سے پہلے وہ امامت نہیں کر سکے گا۔ اور اگر وہ بالآخر امامت کرنا چاہے تو قوم کو اس کی اقتداء کرنی جائز نہیں ہے۔ صاحب دلائل قاہم مؤید ملت طاہرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ العفیٰ عنہ اپنے فتاویٰ میں ارشاد

فرماتے ہیں۔ ” اگر (امام) ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حروف کی تبدیلی جیسے ع، ط، ص، ح، ظ کی جگہ ا، ت، س، ک، ن، پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے جس طرح بعض جہاں نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں..... تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتد پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے۔ کما حقہ و رجحہ المحقق فی الفتح، والحلی فی الغنیة وغیرہما فی غیرہما اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد و غیر قواعد اس کی اس کے پیچھے نہ ہو سکیں گی۔ فان الصلوة مبنیة علی صلوة الامام“ الخ

پس صورتِ مسئلہ میں کسی مقتدی کی نماز جائز نہیں جس نے پڑھی ہو سب کا لوٹنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواجد قادری خادم الافناء، مجلس علماء ہند، لندن۔ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

اگر دو چار آدمی ملکر نماز پڑھیں تو کس طرح کھڑے ہوں

۸۶۵ء: سبجانی، کالی کوت، کیرلا، ہند

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض شوافع بلا اکثر شوافع جب کسی کو تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو از دیاد ثواب کی نیت سے اسکے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر دوسرا تیسرا شخص آتا ہے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اسی کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس طرح کھڑے ہونے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟ شوافع حضرات سے پوچھنے پر وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ تو ایسا ہی ہے لیکن دلیل کی ہمیں خبر نہیں۔ اور احناف کے نزدیک یہی طرز عمل اختیار کرنا درست ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب سے نواز کر مشکوٰۃ و ممنون فرمائیں گے۔

ایف سبجانی، مرکز الثقافت التینیہ کیرلا۔

۸۶ الجواب اللهم هداية الحق والصواب

احناف کے نزدیک بھی یہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا سائل نے بیان کیا۔ اگر تنہا نماز فرض پڑھنے والا امامت کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تو بعد میں آنے والا اس کی اقتداء کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے مسئلہ (شرعی طریقہ) یہ ہے کہ اگر مقتدی تنہا ہے تو امام کے داہنی جانب کھڑا ہو جائے۔ اور اگر مقتدی دو یا دو سے زائد ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں کیونکہ امام کے اعلیٰ بغل یا ایک ہی جانب دونوں کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

اور اگر امام کے پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہئے اگر وہ آگے نہ بڑھے تو کسی طرح اشارہ کر دیا جائے تاکہ اس کو اطلاع ہو جائے اور وہ از خود آگے بڑھ جائے۔۔۔۔۔ تنہا تنہا نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز میں سے ستائیس درجوں تک (باختلاف روایت) فضیلت و فوقیت رکھتی ہے۔ اور یہ امر محقق ہے کہ دو یا دو سے زائد اشخاص اگر ملکر نماز پڑھیں تو وہ عند الشرع جماعت کی نماز ہے۔ کما رواہ ابن ماجہ و امام احمد والطبرانی عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشنان فما فوقها جماعة ورواہ امام احمد عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشنان خیر من واحد، وثلاثة خیر من اثنين، واربعة خیر من ثلثة، فعليكم بالجماعة، ورواہ الامام محمد بن حسن شیبانی فی کتاب الآثار من استلالة الکریما الامام الاعظم سیدنا ابی حنیفة النعمان عن سیدنا ابراہیم قال اذا زاد علی الواحد فی الصلوة فهي جماعة۔

محرر مذہب حضرت سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ (قال وبہ نأخذ وهو قول ابی حنیفة)

صحیح البہاری (مرتبہ ملک العلماء، تلمیذ الرشید امام اہل السنۃ مجدد الملة علیہا الرحمہ) "باب بکرم تكون جماعة" اور ابو داؤد و نسائی میں حضرت سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کا مل کر نماز پڑھنا کیلئے نماز پڑھنے سے بہتر ہے جیسا کہ امام احمد کی روایت سے بھی معلوم ہوا ہاتھ سے اشارہ کر کے آگاہ کر دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے تاکہ وہ تنہا نماز پڑھنے والا امامت کا قصد کرے۔ ابھی آپ لوگوں کا ذوق تحسین بیدار ہے اور علمی مشغلہ بھی جاری ہے اگر خود سے نتیجہ کریں تو کثیر دلائل اکٹھا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری عفرہ۔ اسلامک فاؤنڈیشن نیر لینڈ۔ ۹ شعبان العظمیٰ ۱۴۲۳ھ

ترکی نماز تین رکعتیں ہیں یا ایک رکعت

مسئلہ ۸۶۶: طلباء حنفی مرکز الثقافت السنیہ کیرلا۔
۱۴۲۳-۶-۱۲

کیا فرماتے ہیں علماء اذی اوصاف و مفتیان احناف اس مسئلہ میں کہ زید چونکہ حنفی المذہب ہے۔ بہ یک نیت و ترکی تین رکعتیں پڑھتا ہے مگر بکر اس پر معترض ہے اور کہتا ہے کہ تین رکعتیں پڑھنا حکم رسول علیہ السلام کے سراسر خلاف ہے اور اپنے دعویٰ پر یہ حدیث پاک پیش کرتا ہے "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لا توتروا بثلاث و اوتروا بخمس او بسبع ولا تشبہوا بصلوة المغرب۔ لیکن جب زید حنفی نے اس حدیث شریف کے سننے کے بعد حضرت ابی ابن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ روایت پیش کی۔

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث" تو بکر کہنے لگا کہ امر درج میں فعل سے زیادہ قوی ہوتا ہے لہذا امر پر عمل ہوگا نہ کہ فعل پر؟ امید ہے جواب شافی و کافی عطا فرما کر ہم لوگوں کی مشکلات کو حل فرمائیں گے۔

طلباء حنفی، شرعی کالج مرکز الثقافت السنیہ، کیرلا، ہند۔

۹۲ الجواد اللهم هداية الحق والضوابط

نماز وتر باختلاف ائمہ واجب بھی ہے اور سنت بھی، مگر دلائل ظنی الثبوت کے پیش نظر اس کا وجوب ہی مؤکد و مزیح ہوتا ہے۔ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم کتب احادیث میں ہے۔

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر حق واجب على كل مسلم

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وتر لازم واجب ہے ہر مسلمان پر۔

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا۔

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وتر پڑھنا ضروری ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

بزار نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا

قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الوتر واجب على كل مسلم

انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر وتر کا پڑھنا واجب ہے۔

ان واضح اور غیر مبہم ارشادات عالیہ کے علاوہ بھی درجنوں احادیث کریمہ کتب احادیث میں مرقوم و مروی ہیں جن سے نماز وتر کا واجب و مؤکد ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال اختلاف ائمہ کی وجہ سے اگر کوئی احتیاطاً اس کی نیت میں واجب و سنت مؤکدہ کی قید نہ لگا کر صرف وتر کا ارادہ و نیت کرتا ہے تو وہ قابل اعتراف نہیں بلکہ بہتر ہے۔

وتر کی رکعات میں بھی ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے مذہب کی تائید و توثیق احادیث کریمہ سے کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک مقلد و مقتدی اپنے اپنے امام کی تقلید و اقتداء میں اسی کی تفضیل و ترجیح کا بھی قائل ہے۔

لیکن اصول و انصاف یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ائمہ اور علماء راہنمائی کا اختلاف ہو جائے تو ایسی راہ اختیار کرنا افضل و مناسب ہے جس سے ممکن حد تک اختلاف علماء سے بچا جاسکے۔ مثلاً نماز تراویح احادیث کریمہ کی روشنی میں کسی کے نزدیک آٹھ رکعتیں ہیں۔ کسی کے نزدیک بارہ اور کسی کے نزدیک بیس رکعتیں تو بیس والے قول کو اختیار کرنا اس لئے افضل و مناسب ہے کہ اس میں اختلاف ائمہ کا رفع ہے۔ یعنی آٹھ اور بارہ والے اقوال از خود بیس میں داخل ہو گئے اور بیس والے قول کی بھی تائید ہو گئی۔ بخلاف آٹھ یا بارہ پر عمل کرنے سے کہ اس میں ایک دو اقوال ائمہ کا خلاف ضرور لازم آئے گا۔۔۔۔۔

یہی حال نماز وتر کا ہے یعنی ایک یا تین رکعتوں کا ثبوت درجنوں احادیث کریمہ سے ہے اور بعض احادیث کریمہ کی روشنی میں تین سے زائد رکعتوں کا بھی ثبوت ملتا ہے (اپنی اپنی سمجھ کے مطابق) لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی تین سے زائد کا قول نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ ثواب ایک یا تین میں منحصر ہے۔ وتر کی تعداد رکعات سے متعلق ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال و مذاہب کا جائزہ لیجئے تو حق واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ (وہی ہذا ملخصاً)

مذہب مالکی: حضرت قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی اندلسی (۵۹۵ھ) اپنی ممتاز و مطول تصنیف ہدایۃ المجتہد جلد اول میں فرماتے ہیں۔

فان مالکاً رحمہ اللہ استحب ان یوتر بثلاث یفصل بینہا بسلام (الی قولہ)

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعتیں وتر پڑھی جائیں اور ان میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔

گویا امام مالک کے نزدیک وتر حقیقتاً ایک رکعت ہے لیکن اس کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دو رکعتیں ہوں۔ ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعتوں پر مشتمل ہے یعنی جب بھی دو رکعتوں پر ایک رکعت کا اضافہ ہو جائے گا وہ سب ملکر وتر ہو جائے گا۔

فالوتر عندنا على الحقيقة اما ان يكون ركعة واحدة ولكن من شرطها ان يتقدمها شفع واما ان يري ان الوتر المأمور به وهو يشتمل على شفع وترفاته اذا زيد على الشفع وتر صار الكل وترًا۔

مذہب شافعی: ترجمان مذہب حضرت علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی علیہ الرحمہ (۶۶۲ھ) اپنی مشہور کتاب "شرح المہذب (بیرونی) جلد چہارم میں فرماتے ہیں۔

وترہائے نزدیک بالاتفاق سنت ہے اور ترکم ازکم بالاتفاق ایک رکعت اور اس کا درجہ کمال کم سے کم تین رکعتیں ہیں، پھر اس سے زیادہ کامل پانچ سات، نو اور گیارہ رکعتیں ہیں۔ اور گیارہ رکعتیں بنا بر شہرت ائمہ مذہب شافعی کے نزدیک سب زیادہ رکعتیں ہیں۔

الوتر سنة عندنا بلا خلاف واوله ركعة بلا خلاف وادنى كماله ثلاث ركعات واكمل منه خمس ثم سبع ثم تسع ثم احدى عشرة وهي اكثر على المشهور في المذهب

مذہب حنبلی: مرجع العلماء حضرت علامہ امام عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی (۶۲۰ھ) اپنی معتمد علیہ کتاب "المغنی" جلد ۱ ص ۲۲۴ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا اس سے زیادہ رکعتیں پڑھی جائیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ان احمد قال ان المذهب في الوتر الى ركعة وان اوثر ثلاث او اكثر فلا بأس

مذہب حنفی: حضرت علامہ امام احمد شمس الدین محمد بن احمد المعروف امام شمس (۵۲۸ھ) اپنی مبسوط "کتاب المبسوط" ص ۱۶۳ میں فرماتے ہیں کہ

ان الوتر ثلاث رکعات لا یسلم
الافی اخرهن عندنا (الی قولہ)

و تر صرف تین رکعتیں ہیں کہ ہمارے نزدیک تیسری
رکعت میں سلام پھیرا جاتا ہے (اس درمیان میں
تین رکعتوں کی ثبوت میں تین حدیثیں ہی پھر فرماتے ہیں)

رائی عمر رضی اللہ عنہ سعد ایوثر رکعة
فقال ما هذا "البتیراء" .. وانما
قال ذالك لان الوتر اشتهران
النبي صلی اللہ علیہ وسلم نہی
عن "البتیراء" وقال ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما اجزت
رکعة قط ولا نثه لوجاز الاکتفاء
برکعة فی شیء من الصلوات
لدخل فی الفجر قصر
بسبب السفر ..

اور جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد
کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ تم
کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو؟ حضرت عمر نے یہ بات
اسلئے کہی تھی کہ وتر کے بارے میں یہ مشہور ہو چکا تھا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز (ایک رکعت) سے
منع فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم
میں ہرگز ایک رکعت نماز کے جواز کا قائل نہیں ہوں۔
اگر ایک رکعت نماز شروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے
فجر کی نماز میں قصر کا حکم ہوتا اور فجر کی نماز
ایک رکعت پڑھی جاتی

البتیراء: دم بریدہ نماز (ایک رکعت) کی ممانعت احادیث کریمہ میں اس
قدر کثرت سے ہے کہ ان سبھوں کو جمع کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ ہاں جس کو
تفصیل درکار ہو وہ علامہ زبیری کی نصب التلویہ، حافظ ابن حجر کی درایۃ،
علامہ عینی کی عمدۃ القاری، علامہ شوکانی کی نیل الاوطار، علامہ امام محمد بن
حسن شیبانی کی مؤطا اور حافظ نور الدین عیشی کی مجمع الزوائد وغیرہ
کتاب شرعیہ کا مطالعہ کرے۔

اور جہاں تک وتر کے تین رکعت ہونے کی بات ہے اگر ائمہ اربعہ کے مذاہب
کا انصاف سے مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ کسی نے بھی تین رکعت کی ممانعت نہیں
کی۔ بلکہ کسی نے تین رکعت کی طرف جواز کا اشارہ کیا تو کسی نے اسے کامل کا درجہ دیا۔
اور کسی نے تین پر عدم حرج کی مہر لگا دی۔ البتہ مذہب حنفی اور اس کے ائمہ نے

ایک رکعت کی ممانعت و مخالفت کی اور اس کو احادیث کثیرہ سے ثابت کیا۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا راستہ اختیار کیا جائے جس میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی مخالفت لازم نہ آئے۔ اور وتر کی ایک رکعت پڑھنے میں باختلاف روایت چاروں اماموں کی مخالفت لازم آتی ہے۔ کیونکہ وتر کے بارے میں مذاہب اربعہ کی یہ تفصیل گزر چکی ہے۔

(۱) وہو یشتمل علی شفع و وتر (وہ جنت و طاق رکعتوں پر شتمل ہے۔)
 عند المالکی۔ (۲) و ادنی کمالہ ثلاث رکعات (اس کا درجہ کمال کم از کم تین رکعتیں ہیں) عند الشافعی۔ (۳) وان او تر بثلاث (اور اگر تین رکعتیں پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں) عند الحنبلی۔ (۴) ان الوتر ثلاث رکعات (وتر کی صرف تین رکعتیں ہیں) عند الاحناف۔

اور اگر ایک رکعت پڑھنے میں مذاہب ثلاثہ کی شوق اول کی تائید ہوتی ہے تو شوق ثانی کی تردید ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر "صلوة البتداء" جس کی ممانعت مخصوص و مخرج ہے اس پر عمل کی جرأت ہوتی ہے۔ اور تین رکعت پڑھنے میں کسی کا خلاف لازم نہیں آتا۔ بلکہ ہر ایک کے قول و مذہب کے مطابق عامل عہدہ برآ ہو جاتا ہے۔

سائل نے جس حدیث پاک کو وتر کی تین رکعتوں کے خلاف پیش کیا ہے اس کو حافظ علی ابن عمر (۳۸۵ھ) نے اپنے مجموعہ احادیث "سنن دارقطنی" ص ۲۵ میں بروایت حضرت تیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرمایا ہے لیکن یہ حدیث پاک ائمہ ثلاثہ کے مذہب کے خلاف بھی ہے جیسا کہ ائمہ مذاہب کے اقوال سے ابھی روشن ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث کریمہ کے معارض و خلاف ہے جو اس سے زیادہ قوی اور ثقہ راویوں کی روایت سے مشہور ترین کتب احادیث میں مرقوم و مروی ہیں۔ مثلاً بخاری، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ میں۔ تیسری بات یہ ہے کہ خود سنن دارقطنی میں اسکے خلاف روایتیں موجود ہیں۔ جس صفحہ پر یہ حدیث مسطور فی السوال دارقطنی میں مذکور ہے اس کے تین ہی صفحات کے بعد ص ۲۸ پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت معترض کو نظر نہیں آئی تعجب ہے۔

عن عبد الله بن مسعود قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فرمایا جیسے دن کے وتر (نماز مغرب) کی تین رکعتیں ہیں ویسے ہی رات کے وتر کی تین رکعتیں ہیں۔

اس حدیث پاک نے "لا تشبہوا بصلوة المغرب" کا جواب بھی دے دیا کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے اندر تمام صفتوں و فضلوں اور عادتوں میں متحد و یکساں ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مشابہت کے لئے کسی ایک صفت میں متحد ہونا کافی ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص زید کو شیر کے مشابہ کہے یا لومڑی کے مشابہ بننے سے روکے "تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زید کو شیر کی طرح پنچہ، دم اور دانت وغیرہ بھی ہے۔ یا لومڑی کی طرح وہ شیر کے ارد گرد چوڑی بھرتا ہے، لومڑی کی طرح شیر کا پس ماندہ کھانا ہے، لومڑی کی طرح اپنے جسم کی بناوٹ رکھتا ہے وغیرہ۔ بلکہ اس مشابہت کا صرف یہ مطلب ہے کہ زید شیر کی طرح طاقتور جواں بہت ہے۔ اور یہ کہ لومڑی کی طرح مطلبی خود غرض چالاک نہیں ہونا چاہئے۔

لا تشبہوا بصلوة المغرب میں اس تشابہ سے روکا گیا ہے کہ مغرب کی تیسری رکعت میں کسی سورت یا چھوٹی تین آیتوں کا ملانا واجب نہیں جبکہ وتر میں ملانا واجب ہے۔ عداً اگر نہیں ملایا تو نماز ہی نہیں ہوگی اور سہواً نہیں ملا سکا تو بعد دم سجدہ سہو نماز نہیں ہوگی۔

تو وتر کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے سے لا تشبہوا بصلوة المغرب کے حکم عالی کی پیروی ہو جاتی ہے جو ہر وتر پڑھنے والا کرتا ہے۔

اور حدیث مذکور (عن ابن مسعود) میں نماز مغرب سے مشابہت کا حکم ہے یعنی وہ بھی تین رکعتیں ہیں تو وتر بھی تین رکعتیں ہیں۔ لہذا مشابہت و عدم مشابہت دونوں طریق پر مسلمانوں کا عمل ہے۔

معترض کو لا تو تروا بثلاث تو یاد رہا مگر اذ تروا بنحس وغیرہ یاد نہیں رہا۔ اگر واقعی

اُسے امر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنے کا ذوق ہے تو اپنے ہی مذہب کے مطابق وہ وتر کی گیارہ رکعتیں پڑھا کرے۔

بکر (شافعی) صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ لا تو تروا بثلث میں صیغہ نفی کے ساتھ ممانعت ہے اور نہ ہی عن البتیرا میں نہیں کے ساتھ ممانعت ہے اور نہ ہی کی کثرت کے مقابلہ میں نفی شاذ ہے لہذا اب وہ خود ہی فیصلہ کرے کہ فوقیت و اہمیت نفی کو حاصل ہے یا نہیں؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء نیدرلینڈ

اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

ہجڑے کی تہہ پیر و ندہن

۸۶۴ مسئلہ: غلام سرور حناں۔ ساؤتھ ہال، انگلینڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سچڑا آدمی جو تقریباً تیس سال کا ہے اس میں عورت و مرد میں سے کسی ایک کی پوری پوری علامت نہیں ہے یعنی اس کو ڈارمی کے بال بھی نہیں ہیں اور پستان کا ابھار بھی نہیں ہے معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ پیشاب کرنے کا آلہ بھی عورت یا مرد کی طرح نہیں ہے۔ اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کو مرد غسل دے یا عورت؟ کفن تین دیا جائے یا پانچ؟ جنازہ کی وہ مسنون دعائیں جو تذکیر و تانیث کی ضمیروں کے ساتھ ہیں ان میں مذکر کی ضمیریں استعمال کی جائیں یا مؤنث کی؟ امید کہ پوری وضاحت کے ساتھ جواب سے شاد کام فرمائیں گے۔

المستفتی غلام سرور حناں، مسلم ریسٹورنٹ ساؤتھ ہال

۹۲ الجوار هو المجیب الی الصواب

غالباً سائل کو ابھی طرح معلوم ہے کہ اگر ہجڑے میں نر کی علامت واضح ہے تو اس کا حکم نر کا ہے اور اگر اس میں مادہ کی علامت واضح ہے تو اس کا حکم مادہ کا ہے یعنی تغسیل و تدفین و تکفین میں عورت و مرد کا فرق ملحوظ رکھا جائے گا اور نماز

جنازہ کی نیت و دعاء میں تذکیر و تانیث کا امتیاز برتا جائے گا۔

اور اگر علامات متعارضہ ظاہر ہوں یعنی کچھ علامتیں مرد کی اور کچھ عورت کی تو ایسوں کو فقہ کی زبان میں خنثی مشکل کہا جاتا ہے اور خنثی مشکل کا ظاہر روایت میں حکم یہ ہے کہ اسے بجائے غسل کے تیمم دیا جائے پھر اگر اس کا تیمم دینے والا اس کا محرم (مرد عورت) ہو مثلاً باپ بھائی، ماں بہن تو اسے تیمم کرانے کیلئے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر تیمم کرنے والا غیر محرم ہو تو ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کر لے، اور کفن عورتوں کی طرح پانچ عدد دیا جائے (عام عورتوں کو ریشمی کفن بھی دے سکتے ہیں لیکن خنثی مشکل کو ریشمی کفن نہیں دیا جائے گا)۔ درمختار اور رد المحتار جلد اول میں ہے۔

و یتیم الخنثی المشکل اور خنثی مشکل جب قریب البلوغ ہو جائے تو
لومراہقاً الخ شامی ص ۸۳
اسے تیمم کرانے۔

اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۸۲ میں ہے۔

الخنثی یکفن کما تکفن المرأة خنثی مشکل کو احتیاطاً عورتوں کی طرح کفن دیا
احتیاطاً و یجتنب الحریر الخ جائے البتہ ریشمی کفن سے گریز کیا جائے۔

دعاء جنازہ تو عورت و مرد دونوں کے لئے ایک ہی ہے جب اس کو پڑھے تو کسی
لفظ یا ضمیر کو بدل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر نماز جنازہ میں بعض وہ مسنون
و مروی دعائیں پڑھی جائیں جن میں مذکر مؤنث کی ضمیریں ہیں جو عورت و مرد کے لئے
الگ الگ ضمیروں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، تو خنثی مشکل کے لئے مذکر کی ضمیریں ہاتھمال
کی جائیں گی کہ اصل تذکیر ہی ہے۔ اس لئے فقہ کی کتابوں میں کہیں خنثی مشکلا نہیں کہا گیا
بلکہ تذکیر ہی کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے۔ رد المحتار و درمختار جلد خامس ص ۶۳ میں ہے
لم یقل مشکلا لانه لم یتعین احد الامرین فجاء علی الاصل
و هو تذکیر۔

البتہ دفن کے وقت عورت کی طرح اس کی قبر پر پردہ کر لیا جائے گا اور ممکن
ہو سکے تو اس کے محرم اسے قبر میں اتاریں گے۔ کما فی السالی علی الدفن المختار ص ۸۳

وندب تسجیة قبره اور اسکی قبر کو کپڑے سے ڈھک دینا مستحب ہے

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۵ شعبان ۱۴۰۵ھ

نوری دارالافتاء، نوری مسجد، آسٹریڈم

مردہ کا پہرہ کون کون دیکھ سکتا ہے؟

مسئلہ ۸۶۸: عبد المجتہد بیچن، دی ہیگ۔

۲۲-۳-۱۴۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میت کا دیدار مرد و عورت میں سے کون کون کر سکتے ہیں؟ تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر عنذ اللہ ماجور ہوں۔ عبد المجتہد بیچن دی ہیگ، ہالینڈ

SCHALKBURGERSTRAAT 90 2372 AN-DENHAAG

۹۲ الجواد بعون الملك الوہاب

اصل یہ ہے کہ جس طرح مرد کا اجنبیہ عورتوں کو دیکھنا جائز نہیں ایسے ہی عورت کا اجنبی مردوں کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ کما رواہ الترمذی و احمد ابو حنبلہ عن ام المومنین سیدتنا ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مردہ عورت کے لئے اس کا شوہر اور مردہ مرد کے لئے اسکی بیوی بھی اجنبی ہے لانقطاع النكاح بالموت“ بایں ہمہ شوہر اپنی مردہ بیوی کو دیکھ سکتا ہے اور بیوی اپنے مردہ شوہر کو دیکھ یا چھو سکتی ہے بلکہ غسل بھی دے سکتی ہے۔ کما فی الدر المختار والمعتمدات الاسفار۔

شوہر کو منع کر دیا جائے گا بیوی کو غسل دینے اور چھونے سے البتہ اسکو دیکھنے کی اجازت ہوگی صحیح قول کی بنا پر اور بیویوں کو غسل دینے اور چھونے کی اجازت ہوگی۔

يمنع زوجها من غسلها و
مشها لا من النظر اليها على
الاصح وهي لا تمنع من
ذلك الخ

اور موت سے جس طرح نکاح منقطع ہوتا ہے اسی طرح رشتہ و نسب بھی
کما فی الحدیث الشریف ہاں وہ لوگ دیدار کر سکتے ہیں جن سے زندگی
میں پردہ کرنا درست نہیں تھا مثلاً باپ دادا نانا، بھائی بھتیجا بھانجا، چچا ماموں بیٹا پوتا
اور نواسہ وغیرہ۔

اور جن لوگوں سے پردہ کرنا حیات میں واجب تھا انہیں چاہیے کہ میت
کا دیدار کر کے اُسے اذیت نہ پہنچائیں کہ جن باتوں سے زندگی میں اذیت پہنچتی ہے
ان سے بعد موت بھی اذیت پہنچتی ہے۔ اور وہ لوگ یہ ہیں جنہیں دیدار میت
کی اجازت نہیں ملنی چاہیے۔ کفار و مشرکین، بد مذہب و مرتدین، چچا ماموں خالہ
اور چھوپھی کے بیٹے، بہنوئی، دیورا جیٹھا اور جوان داماد و خسر وغیرہم۔ محرمات کی
تفصیل کتب فقہ سے حاصل کریں کہ اسے یہاں نقل کرنا طوالت کا سبب ہے۔
اور وہ اجنبیہ عورتیں جو مرد سے اس کی زندگی میں پردہ کرتی تھیں

یا پردہ کرنا ان پر واجب تھا ایسے مردہ مرد کا دیدار اجنبیہ عورتیں نہ کریں کہ اس سے
مردہ کو اذیت ہوتی ہے۔ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در مختار کے ماشیہ
رد المحتار میں فرماتے ہیں لان المیت یتأذى بما یتأذى به الحي حتی دس سے
زندوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ عورتوں
کے حق میں بہتر یہ ہے کہ نامحرم اس کا دیدار نہ کرے۔ اور مردوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ
اجنبیہ عورتیں اسے نہ دیکھیں۔ اور دونوں کے حق میں بہتر یہ ہے کہ روزنامی کی وجہ سے

ماز جنازہ یا تدفین وغیرہ میں تاخیر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الافاضا، مجلس علماء نیدرلینڈ

۲۳ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ - ۱۵ - ۲۰۰۱ھ

سوال شکرین کے جواب میں عبدالقادر جیلانی کہنا

۸۶۱، عابد علی۔ دی ہیگ

۱۳-۱۱-۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ واقعہ جو حضور غوث اعظم کے دھوبی سے متعلق ہے کہ جب اس کا انتقال ہو گیا تو قبر میں نیکرین نے اس سے مشہور سوالات کئے اور اس دھوبی نے تینوں سوالوں کے جواب میں "عبدالقادر جیلانی کہا" پھر اسکے لئے جنت کی کھڑکیاں کھول دی گئیں۔ اس واقعہ کی کوئی اصل ہے یا نہیں اور یہ کس کتاب میں ہے؟ حاجی خدابخش، آسٹریڈم، ہالینڈ

۹۲۶ الجواد ہوالہادی الی الصواب

غالباً یہی واقعہ یا اس کے مثل "تفویح الخاطر" میں ہے لیکن اسکے بیان میں تحقیق ضروری ہے۔ یونہی مبہم طور پر بلا توضیح کے بیان کرنا خلاف احتیاط ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ وہو اعلم۔

غیر مسلم کے جنازہ میں شریک ہونا

۸۴۰ مسئلہ: عابد علی، دی ہیگ

۱۳-۱۱-۱۳۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مسلم کے جنازہ میں شریک ہونا اور تعزیت کے لئے اسکے یہاں جانا کیسا ہے؟ عابد علی، دی ہیگ۔

۹۲۶ الجواد ہوالہادی الی الصواب

غیر مسلم سے مراد اگر کافر مرتد ہے مثلاً قادیانی وغیرہ تو اسکے جنازہ و تعزیت میں جانا حرام حرام اشد حرام نہایت بد انجام ہے۔ اگر اسے مسلمان سمجھ کر (العیاذ باللہ) اس کے جنازہ و تعزیت میں کوئی شریک ہو تو شریک ہونے والے پر نہ صرف خوف کفر ہے بلکہ اس پر تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح لازم ہے کہ مرتد کو مسلمان سمجھنا عند الشرع کفر ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر غیر مسلم سے مراد کافر اصلی ہے یعنی نسلاً بعد نسل وہ کافر ہے اور اس سے مسلمان کو کوئی قرابت نہیں یعنی نہ وہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا نہ بھائی وغیرہ تو اس کے بھی کسی کام میں خواہ جنازہ ہو یا تعزیت ہرگز شریک نہ ہو..... اور اگر اس سے قرابت قریبہ ہے تو حتیٰ قرابت کی اولیگی کے

لئے اس کے جنازہ کے ساتھ مگر دور دور چلنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور زبانی تعزیت میں بھی (جبکہ تأسف قلبی نہ ہو) حرج نہیں۔ حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح

میں ہے: "ویتیبعہ جنازتہ من بعد - واللہ تعالیٰ اعلم"

کتبہ عبدالواحد قادری خادم الانشاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۳ رذی قعدہ ۱۴۲۱ھ ۹ فروری ۲۰۰۱ء

مردے کو کب تک روکا جائے؟

قبر پر کوئی علامت قائم کرنا

۸۶۱-۸۶۲ مسیئلہ محمد شریف گلاب زولہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ اگر کوئی مسلمان وفات پائے تو اس کی میت کو کب تک روک سکتے ہیں؟ یعنی اسے جلد سے جلد دفن کر دینے کا حکم ہے یا اس کے رشتہ داروں کے آنے کا انتظار کیا جائے گا خواہ اس انتظار میں دو ایک دن کی دیر ہی کیوں نہ ہو جائے؟

۲ مسلمانوں کی قبر پر بطور علامت کوئی پتھر لگانا اور اس پتھر پر اس مردہ کا نام تاریخ پیدائش و وفات لکھنا جائز ہے یا نہیں دونوں سوالوں کا جواب حدیث اک کی روشنی میں دیں۔ محمد شریف گلاب ۱۵۲ ۸۰۱۲۴۴ زولہ۔

۹۸۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

جب موت کا کمال یقین ہو جائے تو میت کو جتنی جلد ممکن ہو سکے اس کی منزل (قبر) تک پہنچا دینے کا اسلامی حکم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔

عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قول اذا مات احدکم فلا تجسوا
بیس عوایہ الی قبرہ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو لہراتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی تم میں سے مر جائے
تو اسے دیر تک مت روکو بلکہ اسے اسکی قبر تک پہنچا دو

اور بخاری و مسلم کی روایت ہے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اسرعوا با
لجنازة فان تک صلحة فخير
تقدمونها الیہ وان تک سوی
ذک فشر تصعونه عن
رقابکم۔

(بخاری و مسلم)

اسی سلسلہ کی ایک اور روایت اس طرح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا جنازہ کو اسکی منزل تک پہنچانے میں
جلدی کرو کہ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے اسکی
جسکی طرف تم آسے لے جا رہے ہو اور اگر وہ نیک
نہیں ہے تو وہ ایک بُری چیز ہے جسے تم اپنی
گرن سے اتار رہے ہو۔

عن حصین ابن وحوح ان طلحة
بن البراء مرض فاناک الشبی
صلی اللہ علیہ وسلم یعود لا
فقال انی لاری طلحة الا
قد حدث بہ الموت فاذنونی
بہ وعجلوا فانہ لا ینبغی لجمیفة
مسلمان تحبس بین ظہرائی
اہلہ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت حصین ابن وحوح سے روایت ہے کہ طلحہ
ابن براء بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے پھر ارشاد
فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ کی موت کا وقت
قرب ہے، تجلی ہے۔ بعد موت مجھے اس کی خبر کر دی
جائے اور (تجھیز و تدفین میں) جلدی کی جائے کیونکہ
کسی مسلمان کی میت کے لئے مناسب نہیں ہے
وہ اپنے گھر والوں کے درمیان دیر تک رہے

اس مضمون کی اور بھی احادیث کریمہ ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مردہ کو زیادہ
دیر تک نہیں روکنا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے جلد سے جلد اسے اس کی قبر تک
پہنچا دینا چاہئے۔ تدفین موتی کے لئے یورپ کے ممالک میں خاص کر چھٹی کے ایام
میں دشواریاں ضرور ہیں اور اگر چھٹی کے ایام میں دفن ہی کرنا چاہیں تو بڑھتی کرشی
میں لاکھوں روپیہ کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے اس سے دل برداشتہ ہونے کی
ضرورت نہیں، اگر وارثان میت اس خرچ کو باسانی برداشت کر سکتے ہوں تو برداشت

کرنا ہی چاہئے کہ وہ قبر کا کرایہ تو مستقل طور پر ادا کرتے ہی رہتے ہیں اور اگر تھپی کے دنوں میں تجھیز و تدفین کے المضاعف خرچ کو باسانی برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں یا خرچ نہیں کرنا چاہتے ہوں تو شریعت اس کے لئے انہیں مجبور نہیں کرے گی کیونکہ میت کو پھولنے پھٹنے سے محفوظ رہنے کے لئے کمپنی یا گورنمنٹ ایسا انتظام کر دیتی ہے کہ نعش کو ہفتہ عشرہ تک کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہو تعالیٰ اعلم

جواب:۔ جی ہاں قبروں پر بطور علامت پتھر لگانا جائز اور سنت سے ثابت ہے پتھر پر میت کا نام اور تاریخ وفات وغیرہ لکھنا علمائے اسلام کے نزدیک جائز و مستحب ہے اور ممانعت کثابت کی حدیث منسوخ ہے۔ کما حقہ الحاکم، علامتی پتھر لگانے پر یہ حدیث صحیح دلیل صریح ہے۔

حضرت عبدالمطلب ابن وداعہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان ابن مظعون نے وفات پائی تو ان کا جنازہ لاکر دفن کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم دیا مگر اسے اٹھانہ سکا تو پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر تشریف لے گئے اور اپنی آستینیں چڑھائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جس شخص نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی وہ کہتے تھے کہ گویا میں ابھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھولا۔ پھر اس پتھر کو خود ہی اٹھائے اور قبر کے سر پرانے رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگانا ہوں اور انہیں کے پاس اپنے فوت ہونے والے گھر والوں

عن المطلب بن ابی وداعہ قال
لَمَّا مَاتَ عُمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ
أَخْرَجَ بِجَنَازَتِهِ فَدَفَنَ أَمْرَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَلَمْ
يَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَفَقَامَ إِلَيْهِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعِيهِ قَالَ لِلْمَطْلَبِ
قَالَ الَّذِي يَخْبِرُنِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ
إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَسَرَ عَنْهَا
ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ
وَقَالَ أَعْلَمُ بِهَا قَبْرًا خِيًّا وَادْفَن

الیہ من مات اہلی (ابوداؤد) کو دفن کروں گا۔ (رواہ ابوداؤد)
 روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون ہی کے قریب حضور پرفور
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شہزادہ حضرت ابراہیم اور اپنی شہزادی
 حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دفن فرمایا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔
 کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء جامعہ مدنیۃ الاسلام البیتہ

۵ دسمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

بے نمازی کی نسا از جنازہ

مسئلہ ۸۷۳۔ امین قرآن، نوری مسجد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ مسلمان جس نے جان بوجھ
 کر اپنی نمازوں کو چھوڑا، روزوں کو ترک کیا مگر مسلمانیت کا دعویٰ کرتا رہا یا آخر
 اس نے خود کشتی کر لی کیا اس کے جنازہ کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے؟ بعض علماء اور
 مفتیان کرام کا کہنا ہے کہ اس کے جنازہ میں شریک نہیں ہوتا چاہئے۔ صحیح مسئلہ سے
 آگاہ کریں۔ المستفی۔ امین قرآن، نوری مسجد۔

۹۲۶ الجواب بعون الستار الوہاب۔ کثیر صحابہ کرام اور ائمہ حنبلیہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کے نزدیک بے نمازی کافر ہے اور اس کے کفر کی تائید میں درجینوں صحیح
 حدیثیں ہیں۔ لیکن ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بے نمازی کافر تو نہیں
 البتہ فاسق فاجر مستحق عذاب بار و غضب قہار میں گرفتار اور سخت سزاؤں کا سزاوار
 ہے۔ اس نے اپنی شامت اعمال کی وجہ سے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ مسلمانوں کو کیا
 پڑی ہے کہ اپنا فرض چھوڑ دیں مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ اس کو غسل و کفن دیں۔
 نماز جنازہ پڑھیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ درمختار باب صلوٰۃ
 الجنائز میں ہے۔ ہی فرض علی کل مسلم مات، خلاف اربعة بغاۃ
 وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب، ومکابری فی مصر لیلہ، وحنان

خفق غیر مروتہ الخ ہر مسلمان مردہ کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے سوائے چار آدمیوں کے، یعنی، ڈاکو جبکہ ڈکیتی کی حالت میں ماسے جائیں، راتوں کو شہر میں غنڈہ گردی کرنے والا، اور گلا گھونٹنے والا جس نے کسی بار گلا گھونٹ کر لوگوں کو مار ڈالا ہو۔۔۔ علماء کرام اور مفتیان اسلام بغرض زجر و تنبیہ پر بے نمازیان خود اس جنازہ میں شریک نہ ہوں مگر عامۃ المسلمین کو جنازہ سے نہ روکیں تو اس میں حرج نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالواجد قادری غفرلہ ۸، جیل ۱۳۰۸ھ

نماز جنازہ اور دفن کے بعد دعا کرنا

۸۷۴ مسئلہ :- فیصل ننھے خاں۔ آمسٹرم

۱۵-۵-۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جنازہ کی نماز ہو جانے کے بعد اسی میت کے لئے خصوصاً دعا کرنی اور پھر میت کے دفن کرینے کے بعد قبر کے ارد گرد کھڑے ہو کر یا کچھ دور چلنے کے بعد اسی میت کے لئے خصوصاً دعا کرنی از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے تو پھر جنازہ کے بعد پھر دفن کے بعد پھر کچھ دور چلنے کے بعد بار بار دعا کرنا عبث بلکہ خدا کی رحمت سے نا امیدی پر دل ہے۔ برائے مہربانی شرعی دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں نوازش ہوگی۔
فیصل کیراؤف مسجد نوری آمسٹرم، ہالینڈ۔

۸۷۶ الجواد اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

دعا وہ خصوصی عبادت بلکہ منفرد عبادت ہے کہ اس کا حکم و جواز زمان و مکان اور تعداد کی قید و بند سے آزاد ہے "وَإِلَّا عَوْنِي لَسْتُ جِبِّ لَكُمْ" کسی آیت و حدیث، اجماع و قیاس سے مقامات مذکورہ میں دعا کرنا ممنوع نہیں بلکہ ان مقامات پر دعاؤں کے عموم و شمول کی تائید صریح اولہ شرعیہ سے ثابت ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ شرح الصدور مصری ص ۱۲۴ میں فرماتے ہیں۔

قد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت و دلیله من القرآن قوله تعالیٰ "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ"

متعدد حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ بیشک دعائِ میت کو نفع دیتی ہے اور اسکی دلیل قرآن پاک سے یہ ارشاد خداوندی ہے۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت سیدنا ملا علی قاری علیہ الرحمہ "شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں ان دعاء الاحیاء للاموات نفع لهم۔

بیشک زندوں کی دعائیں مردوں کے لئے نفع بخش ہیں۔

وقد توارث السلف و اجمع علیہ الخلف۔

سلف صالحین اور خلف راشدین سب کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔

اتفق اهل السنة ان الاموات ینفعون من سعی الاحیاء

استدلال کثیرہ کے بعد فرمایا، کہ اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زندوں کی سعی (دعا، استغفار) سے نفع اٹھاتے ہیں۔

بالفرض اگر دعاء سے متعلق یہ سب تصریحات ہمارے اسلاف کرام کے یہاں نہیں ہوتیں تو بھی ہمارے عمل کے لئے اسی قدر کافی ہوتا کہ اس کی ممانعت شرع شریف میں وارد نہیں ہے لیکن اندھے معترض کے اعتراض کو سامنے رکھتے ہوئے ان حقائق کا انکشاف ضروری معلوم ہوا جس سے ہمارے اسلاف کا دستور مسلم معلوم ہو جائے....

ورنہ معترض کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ دعاء کی تکرار و تعدد و تکثیر بہر حال مطلوب شرع ہے۔ ورنہ صرف دو رکعت نماز میں اپنی جگہ سے ہٹنے اور سلام پھیرنے سے پہلے بار بار کلماتِ دعاء کا ورد کیا جانا کیا معنی رکھتا ہے؟

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دعاؤں کی ترغیب و تاکید فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شب و روز صبح و شام، ہر ساعت و آن دعاؤں میں مصروف رہا کرتے۔

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "کشف الغمۃ مصری" ص ۱۴۲ میں فرماتے ہیں۔
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحییٰ علی الدعاء
 ان دعاؤں، صدقوں اور نیکیوں کا شوق و ذوق
 والصدقة والقرب المہدات
 دلایا کرتے جو اموات کے لئے بطور ہدیہ ان کے
 رشتہ داروں اور بھائیوں کی طرف سے بھیجی جاتی تھی
 لااموات من اقا ربہم و اخوانہم و
 یقول ان ذلک ینفعہم۔ اور فرماتے تھے بیشک یہ سب انہیں نفع دیتا ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زندوں کی دعائیں
 مردوں کے لئے نہایت نفع بخش اور مشکل کشا ہیں لیکن اب وہ دلائل شرعیہ مطالعہ
 کیجئے جن کی روشنی میں نماز جنازہ کے بعد خصوصی دعاء کا ثبوت واضح ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد، ابن ماجہ اور بیہقی شریف میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ الْمَيِّتِ فَخَلِّصُوا
 لہ الدعاء جب میت پر نماز پڑھو چکو تو اخلاص کے ساتھ
 اس کے لئے دعا کرو۔

بدائع الصنائع ص ۳۱۱ میں ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے وہ
 تنہا نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ جنازہ چونکہ موجود تھا
 اس لئے سیدنا فاروق اعظم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ دوبارہ نماز جنازہ
 پڑھنا چاہی تو نبی کریم زوف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم آقائے ارشاد فرمایا۔

الصَّلَاةُ عَلَى الْجَنَائِزِ لَا تَعَادُ وَلٰكِنْ
 اِلَاعَ لِلْمَيِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لہ جنازہ پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی جاتی ہاں اس
 میت کے لئے دعاء و استغفار کر لو۔

علامہ غزالی کی مہبوط ص ۶۶ مصری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس اور حضرت
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک جنازہ پر قدرے تاخیر سے تشریف لائے کہ نماز جنازہ ہو چکی
 تھی تو جنازہ کے قریب تشریف فرما ہو کر اس کے لئے دعاء و استغفار فرمایا۔ نیز اسی مہبوط

میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا فاروق اعظم
امام العادلین کے جنازہ میں تاخیر سے حاضر ہوئے تو حاضرین سے فرمایا۔

ان سبقتونی بالصلوة علیہ آپ لوگوں نے نماز جنازہ میں مجھ سے پہل کر لی تو
فلا تسبقونی بالدعاء لہ ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے پہل مت کیجئے۔

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد تنہایا اتفاقاً دعاء نہیں کی جاتی تھی بلکہ نماز جنازہ ہی
کی طرح اہتمام اور جماعت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دعاء فرماتے تھے۔

علامہ ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں رقمطراز ہیں کہ حضرت سیدنا مولیٰ علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

تحرّمشي حتى اتاه وقال اللهم

بھرجل کر میت سے نزدیک تر ہوئے اور عرض کیا

بارالہا! یہ تیرا بندہ اور بندہ کا بیٹا ہے آج تیری بارگاہ

میں حاضر ہوا تو اس کے گناہوں کو بخش دے اور

اس کی قبر کو کشادہ فرما دے میں اسکی بھلائی کے سوا

کچھ نہیں جانتا اور تو اس کے احوال سے زیادہ باخبر ہے۔

نماز جنازہ کے بعد جس طرح احادیث کریمہ سے مکرر دعا کرنے کا ثبوت ملتا ہے

اسی طرح دقن میت کے بعد بھی احادیث پاک اور نصوص فقہیہ سے دعاء خاص کرنے

کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن جو عمل ہی نہیں کرتا چاہے تو آپ اس کو ہزار سمجھائیے اور دلیل

پر دلیل پیش کرتے رہئے اسے عمل نہیں کرنا ہے نہیں کرے گا۔ بلکہ عمل کرنے والوں

کو درغلانے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو شیطان

تزویر اور بد مذہبوں کی فریب کاریوں سے بچائے۔ آمین

ابوداؤد شریف ص ۱۲۱، بیہقی شریف ص ۵۶، مستدرک ص ۳۶ میں بجملاء

مقاربہ یہی عبارت ہے مگر یہ کلمات بیہقی کے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی میت کے

اذا فرغ من دفن الميت قال دفن سے فارغ ہوتے تو ارشاد فرماتے۔ اپنے میت

استغفروا لمیتکم و سلوالہ کیلئے استغفار کرو۔ اور اسکے ثابت بقول رہے کیلئے خدا سے
التثبیت فان الآن یسئل۔ سوال کرو۔ اسلئے کہ وہ ابھی ابھی سوال کیا جائے گا۔

سراج المنیر شرح جامع الصغیر میں "التثبیت" کا معنی ہے ای اطلبوا لہ
منہ ان یثبت لسانہ وجنانہ لجواب الملکین "یعنی تم سب مل کر
دعا کرو کہ نیکرین کے سوالوں کا جواب دیتے وقت اس کی زبان لڑکھڑانے سے
اور دل متوتش ہونے سے محفوظ رہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت صحیح مسلم شریف ص ۱۶ میں
محفوظ ہے کہ

ثم اقموا حول قبری وتدر دفن کے بعد میری قبر کے گرد اگر داتنی دیر تک
ما تخرجوا حول قبری وتدر مہر رہنا کہ اونٹ نحر (ذبح) کیا جائے اور اس کا
حتى استانس بکم وانظر گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تمہارے ساتھ انس حاصل
مادا اراجع بہ رسل بہ۔ کرتا رہوں۔ اور دیکھ لوں کہ منکر نیکر کو کیا جواب دیتا ہوں۔

مراجعة شرح مشکوٰۃ میں "استانس بکم" کی شرح اس طرح ہے "ای
یدعائکم و اذکارکم و قرائتکم واستغفارکم" یعنی تمہاری
دعاؤں، ذکروں، قرآن خوانی اور کلمات استغفار سے۔ ان احادیث کریمہ روشن
ہو کہ دفن میت کے بعد عزیز واقارب خصوصاً دعا و درود خوانی، قرآن خوانی، اور
کلمات استغفار میں اتنی دیر تک مشغول رہیں کہ سوالات نیکرین ہو جائیں اور اس کا
اندازہ وہی ہے جو وصیت بالا میں ارشاد فرمایا گیا۔

پھر یہ کہ صرف اس وقت دعا کرنے کو کافی نہ سمجھ لے بلکہ مسلسل میت کی بخشائش
اور بلند کی درجات کے لئے دعا کی جاتی رہے تاکہ مردوں کی دعا سے زندہ اور
زندوں کی دعا سے مرد سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الانشاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہجیہ

قبر پر اذان کہنا

مسئلہ ۸۷۵:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ہم سو رہی مسلمانوں میں نسلاً بعد نسل یہ ہوتا آیا ہے کہ اپنے مردوں کو دفنانے کے بعد عام لوگ فاتحہ پڑھ کر رخصت ہو جاتے ہیں مگر ایک دیندار آدمی ٹھہر جاتا ہے جو چند منٹوں کے بعد قبر سے قریب کھڑے ہو کر اذان پکارتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اب جبکہ پاک و ہند سے کچھ مسلمان یہاں ایلیڈا کر مقیم ہو گئے ہیں اس اذان پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بدعت و ناجائز ہے۔

المستفتی: ابراہیم سدل معرفت حاجی فاروق، اینڈ ہون

۹۲ جواب:- شریعتِ مطہرہ سے ہرگز اذانِ قبر پر پمانت کی کوئی دلیل نہیں اور کسی امر سے شریعت کا منع نہ فرمانا اس امر کے جواز کی دلیل ہے۔ پس جو حضرات دفنِ میت کے بعد قبر پر اذان کہتے ہیں وہ اپنے مردوں کو نفع پہنچاتے اور اپنے ناماً اعمال میں ثواب کا اضافہ کرتے ہیں۔ جو اذان نہیں کہتے وہ کسی فرض و واجب کے تارک نہیں۔ البتہ فوائدِ نافعہ اور ثواب سے محروم ہوتے ہیں اور جو منع کرتے یا روکتے ہیں وہ مداخلت فی الشرع اور زبانِ کوبے لگام چھوڑنے کی وجہ سے شرعی گرفت میں آتے ہیں۔ امام اہلسنت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے اذان علی القبر کے جواز و استحسان پر احادیثِ کریمہ سے پندرہ اور عباراتِ فقہیہ سے درجنوں دلائلِ قاہرہ باہرہ پیش فرما کر اس کے فوائدِ کاملہ نامہ کو واضح فرمایا بلکہ آج سے نو سال پہلے خاص اسی مسئلہ کے استحسان و فوائد پر ایک رسالہ "ایذان الابر فی اذان القبر" تحریر فرما کر عوام اہلسنت پر احسانِ عظیم فرمایا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً اکابلاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء نوری دارالافتاء

۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء

بغیر وضو کے اذان دینا

۸۷۶ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ بغیر وضو کے اذان کہنے میں کوئی شرعی حرج ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے بے وضو کے اذان دیدی تو کیا اس اذان کو لوٹانا چاہئے؟ کیا اذان دینے کے لئے عالم ہونا شرط ہے؟

بیٹو! تو جرو! المستفتی: کریم اللہ شطاری بخرانانہ (غزناطہ) اسپین

۹۸۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب —————

بغیر وضو کے اذان کہنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ اور جو اذانیں کراہت کے ساتھ ہوئیں ان کا اعادہ شرع کو محبوب ہے۔ حضرت شیخ علامہ حسن بن علی شرنبلالی علیہ الرحمہ نے نور الایضاح میں لکھا ”ویکرة التلحین واقامة المحدث واذانہ“ کہ گاگا کرا اذان کہنا اور بے وضو کی اقامت و اذان مکروہ ہیں۔

علامہ سید احمد طحاوی حنفی علیہ الرحمہ نے ”طحاوی علی مراقی الفلاح“ حاشیہ نور الایضاح میں عبارت بالاکی تائید میں یہ حدیث پاک پیش کی ”لا یؤذن الامتوضی“ با وضو شخص ہی اذان دے۔

فقہاء کرام علیہم الرضوان نے جہاں جہاں مطلقاً لفظ کراہت استعمال فرمایا ہے عموماً اس کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے اور جو عمل کراہت مطلق کے ساتھ انجام دیا گیا ہو اس کو لوٹایا جائے گا۔ وهو المطلوب عند الشرع۔

اذان کہنے کے لئے مؤذن کا عالم دین ہونا شرط نہیں ہے البتہ اسے اوقات نماز کا عالم ہونا چاہئے یعنی وہ جانے کہ مثلاً نماز فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے۔ نماز ظہر کا وقت کب نکل جاتا ہے وغیرہ۔ فاسق کی اذان بھی مکروہ ہے خواہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو اور اسکی کہی ہوئی اذان بھی لوٹائی جائے گی۔ حاشیہ شامی باب الاذان میں ہے

ویکرة اذان فاسق ولو عالماً: فاسق کی اذان مکروہ ہے اگرچہ وہ عالم ہو۔ (عبارت درمختار)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن۔ بیدر لینڈ

مسجد کے اندر اذان پکارنا

مسئلہ ۸۷۷ :- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان اول مسجد میں دینا کیسا ہے؟ خطبہ کے وقت کی اذان پہلی یا دوسری تیسری صف میں کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا مفتی اشرف قادری صاحب جو بہت دنوں تک پاراماری بو (سرینام) میں رہ چکے ہیں وہ خطبہ کی اذان مسجد میں کہنے کو شدت سے منع کرتے ہیں کیا ان کا منع کرنا صحیح ہے؟

سائل :- حاجی جھام، پوترنجیت ہالینڈ۔ جامعہ مدینۃ الاسلام دین باخ

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

اعادیت کریمہ اور فقہ اسلامی کی روشنی میں کوئی بھی اذان خواہ پنجوقتہ نمازوں کی ہو یا جمعہ و خطبہ کی مسجد میں دینا خلاف سنت یعنی مکروہ ہے۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ خلافت میں صرف خطبہ جمعہ کے وقت نماز جمعہ سے پہلے ایک اذان ہوتی تھی اور وہ اذان مسجد نبوی کے دروازے پر ہوتی تھی۔ تحویل قبلہ کے بعد جب دروازہ سمت مخالف میں بنایا گیا جب بھی وہ اذان دروازہ مسجد کریم ہی پر ہوتی تھی۔ ابو داؤد شریف حصہ اول کتاب الصلوة باب النہایوم الجمعة ص ۱۶۲ میں ہے۔

عن السائب بن یزید قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر تشریف فرما ہو جاتے تھے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی اسی طرح حضرت سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ خلافت میں بھی ہوتا رہا۔

پھر جب مدینہ منورہ اور اس کے ارد گرد مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو جمعہ کے خطبہ سے پہلے مدینہ شریف کے بازار میں (مقام زورا) ایک اور اذان کا اضافہ ہوا۔ اور اس کے اضافہ

کا حکم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ دور عثمانی سے آج تک وہ اذان ہوتی آرہی ہے کسی صحابی کسی تابعی، کسی مجتہد کسی امام یا کسی عالم دین نے اس کے مشروع ہونے کا انکار نہیں کیا۔ لہذا وہ سنت متوارثہ قرار پائی۔ اب اسے اذانِ اول کہا جاتا ہے۔ ابو داؤد شریف ہی میں ہے۔

اخبرني السائب بن يزيد ان
الاذان كان اوله حين يجلس
الامام على المنبر يوم الجمعة
في عهد النبي صلى الله عليه
وسلم وابي بكر وعمر فلما
كان خلافة عثمان وكثر
الناس امر عثمان يوم الجمعة
بالاذان الثالث فاذن به على
الزوراء فثبت الاعلى ذلك
مخبری حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے
کہ پہلے پہل وہی اذان ہوتی تھی جبکہ امام خطبہ جمعہ
کے لئے المنبر پر بیٹھ جاتا تھا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے زمانہ مبارکہ میں۔ پھر جب خلافت عثمانی کا
دور آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے جمعہ
کے دن مقام زوراء پر تیسری اذان کا حکم دیا۔
پھر اسی پر عمل ہونے لگا۔ الخ
يَوْمِنَا هَذَا

واضح رہے کہ حدیث سائب میں اذانِ اول کو تیسری اذان کہا گیا ہے یہ دراصل
اقامت کے حساب سے ہے یعنی اقامت نماز سے متصل ہونے کے اعتبار سے اذانِ
اول ہے اور اذانِ خطبہ اذانِ ثانی ہے اور اس سے پہلے کی اذانِ ثالث یعنی
تیسری اذان ہے۔ وہو اعلم۔

فقہ کی درجنوں قابل اعتبار و اعتماد کتابوں میں اذالوں کے خارج مسجد ہونے
کا حکم اور داخل مسجد ہونے کی ممانعت و کراہت موجود ہے۔ بندہ ناچیز نے ۱۹۵۸ء
میں ایک مختصر رسالہ بنام ”احیاء سنت“ ترتیب دیا تھا جس میں فقہ حنفی کی معتد علیہا کتب
فتاویٰ کے حوالوں سے کسی بھی اذان کا خصوصاً اذانِ خطبہ کا داخل مسجد ہونا خلاف سنت
(مکروہ) واضح کیا تھا جس کو بعد میں مخلص حضرات نے بڑے اشتہار کی شکل دے کر
ذرائع کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا۔

مختصر یہ کہ اذانِ خطبہ یا کسی بھی اذان کا پہلی یا دوسری تیسری صفت میں ہونا یا حدودِ مسجد کے اندر ہونا مکروہ ہے۔ ہدایہ کی شرح فتح القدر جلد دوم باب صلوة الجمعہ ص ۲۹ میں علامہ امام ابن الہمام کمال الملہ والدین لکھتے ہیں۔

کراهة الاذان في داخله : کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت العلامة مولانا مفتی اشرف قادری زید مجتہد اشرف اللہ تعالیٰ فی الدارین ایک جید سنی عالم دین اور مرشد طریقت ہیں وہ اگر مسجد میں اذان کو منع فرماتے ہیں تو احادیث و فقہ اسلامی کی روشنی میں منع فرماتے ہیں اور وہ اس منع کرنے میں مُصِيب و مُثَاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق گوئی کی دولتِ عظمیٰ پر مسلمان خصوصاً علماء دین کو نصیب فرمائے آمین یا رب العالمین بے کرۃ التبیٰ الکریم الامین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافئدة امدنیۃ الاسلام۔ دی ہجڑہ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ - ۱۸ ستمبر ۱۹۹۲ء

کیا ہر اذان کا جواب واجب ہے؟

۸۶۸ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ کیا ہر اذان کا جواب دینا چاہئے یا صرف ان اذانوں کا جو نمازوں کے لئے دی جاتی ہیں؟ اس مسئلہ کو کئی مولویوں سے ہم نے دریافت کیا تو مختلف جواب ملنا ہے۔ بعض نے کہا کہ اذانوں کا جواب عملی طور پر دینا واجب ہے یعنی اذان سن کر مسجد کے لئے روانہ ہونا، یا اذان کے بعد نماز میں مصروف ہو جانا۔ لیکن آندھی کی اذان یا نولود کے کانوں میں اذان یا بعد دفن عند القبر کی اذان کے بعد چونکہ کوئی نماز یا جماعت نہیں ہے لہذا اس کا جواب بھی نہیں سوال یہ ہے کہ یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟

محمد شبیر خدابخش ہاردرویک، ہالینڈ

۸۶۷ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب

جواب اذان سے متعلق احادیث متبرکہ اتنی عام ہیں کہ ان کا ظاہری تفسیر تمام

افانوں کے جوابوں کو بھی ثابت کرتا ہے۔ اور جواب اذان کا وجوب عند الفقہاء قولی طور پر بھی روشن ہے چنانچہ بحر الرائق ص ۲۹۵۔ درمختار ص ۳ اور عالمگیری ص ۲۹ وغیرہ کتب فتاویٰ میں ہے والظاهر وجوبها باللسان لظاہر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول الخ کہ ظاہر مذہب یہی ہے کہ اذان کے جواب کا وجوب قولی طور پر ہے جیسا کہ حدیث پاک کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ ”جب تم مؤذن کی آواز سنو تو ویسے ہی کہو جیسا کہ وہ کہتا ہے۔“

بہر حال یہ حکم وجوبی ہو یا استجبابی لیکن کسی خاص اذان کے ساتھ مقید نہیں ہے تو بے دلیل شرع سے اذان نماز کے لئے مستعین کر دینا بے اصل ہے۔

ہمارے معتمد علیہم مفتیان کرام کی آرا یہی ہے کہ خواہ آندھی کے وقت کی اذان ہو یا نومولود کے کانوں میں دکی جانے والی۔ یا پھر دفن میت کے بعد کہی جانے والی اذانیں سب کا جواب دینا اس شخص پر ہے جو مؤذن کی آواز سن رہا ہے۔

فتاویٰ شامی ص ۳۶۹ میں ہے۔

هل يجيب اذان غير
الصلوة كالاذان للمولود
لما رة لا ثمتنا والظاهر
نعم ولذا يلتفت في
حيثه كمامر
وهو ظاهر الحدیث

کیا نماز کے علاوہ والی اذانوں کا بھی جواب دینا ہے جیسے بچہ کی ولادت کے وقت کی اذان کا؟ میں نے اپنے ائمہ کرام کا اس سلسلہ میں کوئی ارشاد نہیں دیکھا لیکن ظاہر یہی ہے کہ ان سب کا بھی جواب دینا چاہئے اور اسی طرح ہر اذان میں حتیٰ علی الصلوة اور حتیٰ علی الفلاح کے وقت دائیں بائیں مڑنا چاہئے۔

یہی ظاہری الفاظ حدیث کا مفاد ہے۔

والله تعالى اعلم بحکم عبدالواحد قادری غفر له والافناء۔ ذریعہ بصرہ۔ مجمع الخوام ص ۲۱۷

اذان سے قبل درود و سلام

سئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یورپ کی اکثر مسجدوں میں اذان پکارنے سے پہلے مؤذن " الصلوة والسلام علیک
یا رسول اللہ۔ الصلوة والسلام علیک یا حبیب اللہ۔ الصلوة والسلام علیک
یا نبی اللہ بلند آواز سے کہنا ہے۔ مسجد میں موجودہ حضرات بھی مؤذن کا ساتھ دیتے
ہوئے ان کلمات کی تکرار کرتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر اس کے بعد مؤذن اذان پکارتا ہے جس کا
جواب حضار مسجد دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اذان یا تکبیر اقامت سے پہلے مذکورہ صلوة
وسلام پڑھنا کیا از روئے شرع درست ہے یا ناجائز و حرام؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ
اذان کا جواب صرف مسجد میں موجود لوگوں پر ضروری ہے یا دوسرے مسلمان پر بھی؟
محمد الیاس بولن اینڈ ہون۔ ہالینڈ

بینوا و توجروا

۹۸۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ گرامی میں مطلقاً درود و سلام
پڑھنے کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس حکم میں کسی خاص ہمت یا وقت کی ممانعت
نہیں ہے۔ اور حکم مطلق کو اپنی طبیعت سے مقید کر دینا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔ اذان
واقامت کے وقت درود و سلام پڑھنے کی اباحت و جواز کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ
اس کی ممانعت شریعت میں نہیں۔ اور اباحت و جواز حسن نیت کی وجہ سے استجاب کے
دائرہ میں آجاتا ہے لہذا اس کے کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اذان سے پہلے یا بعد میں درود و
سلام کا پڑھنا یا تکبیر اقامت سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔

جو اس کے عدم جواز یا حرام ہونے کا مدعی ہے دلائل و براہین کا پیش کرنا اس
پر لازم ہے۔ لقولہ علیہ الصلوة والسلام البینة علی المدعی ہا ہا ہا
بُرْهَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

اذان کا جواب صرف مسجد میں حاضر باش مسلمانوں ہی پر نہیں بلکہ جو بھی مسلمان اذان
کے کلمات سنیں سب پر جواب دینا ضروری ہے۔ ہاں اگر متعدد اور مسلسل اذانوں کی آوازیں
آ رہی ہوں تو صرف پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے اور بس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن ہندری لینڈ

نام اقدس سنکرانگو ٹھا چومنا

۸۸۰ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان یا اقامت میں نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنکر صلوة وسلام پڑھنا اور انگو ٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا از روئے شرع شریف جائز و درست ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اس پر عمل ہیں اور بعض حضرات منع کرتے ہیں دونوں میں کون صحیح ہے؟ حالت نماز یا حالت خطبہ میں اگر نام مبارک سنا جائے تو سننے والوں کو درود شریف پڑھ کر انگو ٹھوں کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بعض لوگ فاتحہ اور ایصال ثواب کے وقت جو قرآن مقدس کی مختلف با فضیلت آیات مبارکہ پڑھی جاتی ہیں اس میں نام مبارک آتا ہے اس وقت نام مبارک سنکر درود پڑھنے اور انگو ٹھوں کو چومنے آنکھوں سے لگانے کو منع کرتے ہیں کیا یہ منع کرنا صحیح ہے۔ امید کہ ہر ایک سوال کا علیحدہ علیحدہ جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

سائل :- عبدالرؤف نوزانی بکھم بیورک بیلجیم ۲۶ رجب ۱۳۳۳ھ

۹۱۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواد

(ع) اذان و اقامت کے کلمات میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ سنکر درود وسلام پڑھنا پھر انگو ٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا نہ صرف جائز و درست بلکہ مستحب و مندوب اور بہائے اسلاف علیہ الرحمہ کا محبوب عمل ہے۔

فتاویٰ شامی باب الاذان کتاب الصلوة میں ہے۔

استحب ان يقال عند سماع
اولی من الشہادۃ "صلی اللہ
لیک یا رسول اللہ" وعند الثانیۃ
تہا "قرت عینی بک یا رسول
" ثم یقول "اللہم متعینی
بصیر" بعد وضع ظفری
مستحب یہ ہے پہلی بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ
اللہ سنتے وقت صلی اللہ علیک یا رسول اللہ
اور دوسری بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ
سنتے وقت قُوَّةَ عَیْنِی بِکَ یا رسول اللہ کہے
پھر دونوں انگو ٹھوں کے ناخنوں کو دونوں
آنکھوں پر رکھ کر اللہم متعینی بالسمع

الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاتَّهَ وَالْبَصْرَ كَيْ جَوَّاسَا كَرِيءَ كَا حَضْرًا قَدَسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَائِدًا اِلَى الْجَنَّةِ" (ص ۲۹۳ رشیدیہ) نرناؤں كا جنت كى طرف جانے ميں۔۔

اگر آپ كو اس كا تفصیلی جواب چاہئے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکة امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ كا رسالہ مبارک "تقبیل الابهامین" كا مطب العریجی جو فتاویٰ رضویہ شریف میں شامل ہے

(۲) جو حضرات نام اقدس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سنکر درود پاک پڑھتے انگوٹھوں كو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں وہ بشارت بالا مذکورہ کے انشاء اللہ تعالیٰ مستحق ہوں گے۔ قیامت کے دن دخول جنت کے لئے مالک جنت ساتی كوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان كى قیادت فرماتے ہوئے جنت میں لے جائیں گے اور جو اس سے منع کرتے ہیں وہ بشارت بالا سے محروم رہیں گے صحیح وہ ہے جو اسلاف کرام مکرم علیہم حضرات كى روش پر چل رہا ہے۔ اور غلط وہ ہے جو ان كا مخالف ہے۔

(۳-۴) حالت نماز، تلاوت قرآن پاک، خطبہ جمعہ وغیرہ میں خاموش رہنے اور قراءت كو سننے كا حکم ہے۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ جب قرآن پاک كى تلاوت كى جائے تو اسے غور سے سنا اور خاموش رہو تاكہ رحم كئے جاؤ۔۔۔۔۔ اذ اخرج الامام (رای للخطبة) فلا صلوة ولا كلام خطیب جب خطبہ دینے کے لئے منبر پر آجائے تو اس کے بعد نہ كوئی نماز ہے نہ ہی كوئی بات چیت ہے۔

اگر كوئی شخص تلاوت کے وقت یا حالت نماز میں درود و سلام پڑھنے لگا پھر انگوٹھوں كو چومنے اور آنکھوں سے لگانے لگا تو قرآنی حکم کے خلاف عمل ہوا جو حرام ہے۔ یہی كام اگر خطبہ کے درمیان واقع ہوا تو حکم شرع اور آداب خطبہ کے خلاف ہوا جو ناجائز ہے لہذا جہاں جہاں ممانعت شرعی موجود ہے وہاں درود و سلام پڑھنے اور تقبیل ابہامین سے گریز كیا جائے گا اور جہاں شرع نے منع نہیں فرمایا وہاں اس پر عمل ہوگا كہ مستحب ہے۔

جو لوگ قل شریف کے وقت یا خطبہ کی اذان کے وقت یا خطبہ و نماز کے دوران ان باتوں سے روکتے ہیں صحیح کرتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ ہی نے منع فرمایا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۵ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

کھاتے وقت اذان کا جواب دینا

مسئلہ ۸۸۱: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر اذان کے وقت کوئی مسلمان کھانا کھانے، افطاری کرنے، یا بیت الخلاء کے اندر قضاء حاجت میں مصروف تھا تو اس اذان کا جواب کس طرح اور کب دینا چاہئے۔ یا اُسے اذان کا جواب دینے کی حاجت نہیں؟ جواب باصواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔

نور الاسلام بٹ، آسٹریڈم اوسٹ ہالینڈ

۹۲۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

یہ سب اعذار شرعی ہیں لہذا ان لوگوں کو اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ ہاں اگر کھانا کھانے، افطاری کرنے اور قضاء حاجت سے وہ اذان کے فوراً بعد فارغ ہو گئے ہوں تو جواباً کلمات اذان کو کہہ لیں اور اگر دیر سے فارغ ہوئے ہوں تو جواب دینے کی حاجت نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے درمختار کی شرح ردالمحتار میں لکھا۔

هل يجب بعد الفراغ من هذه
المذكورات ام لا ينبغي انه ان
لم يطل الفصل فنعذر وان
طال فلا۔ (ردالمختار کتاب الصلوة باب الاذان)

اعذار شرعی کے ختم ہونے کے بعد کیا معذورین
جواب دیں گے یا نہیں؟ جواباً فرماتے ہیں کہ اگر
اذان ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تو جواب
دیں گے۔ اور اگر زیادہ دیر گزری تو جواب
نہیں دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ مجلس علماء نیدرلینڈ

۵ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

تکبیر اقامت بیٹھکر سے یا کھڑا ہو کر؟

۸۸۲ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی و مفتیان ربانی کثر اللہ تعالیٰ امثالہم۔ اس مسئلہ میں کہ سورنیام سے ہم لوگ ہالینڈ آکر مقیم ہو گئے ہیں لیکن سورنیام یا ہالینڈ میں سنیوں حنفیوں کی کسی مسجد میں ہم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ تکبیر اقامت کے وقت امام یا مؤذن نماز کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ سبھی حضرات حتیٰ علی الصلوٰۃ سننے کے بعد کھڑے ہوتے ہیں اور اختتام تکبیر سے پہلے اپنی صفوں کو درست کر لیتے ہیں۔ پھر بھی امام صفوں کی درستی کی تاکید فرما کر نماز شروع کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔ ادھر چند برسوں سے جبکہ ہم لوگوں نے ہندوستان آنا جانا شروع کیا ہے تو وہاں دیکھا کہ سنیوں کی بعض مسجدوں میں تکبیر اقامت کے وقت امام و مقتدی بیٹھے رہتے ہیں اور حتیٰ علی الصلوٰۃ کے وقت نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور بعض مسجدوں میں دیکھا کہ امام و مقتدی سب ہی تکبیرات سے پہلے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں بلکہ جب تک امام اپنی جگہ پر کھڑا نہیں ہوتا ہے اس وقت تک تکبیر شروع نہیں کی جاتی ہے۔ ان لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرات بھی سنی ہیں قادیانی یا غیر مقلد نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سنی حنفی ہونے کے اعتبار سے ہم لوگوں کا عمل صحیح ہے یا ہندوستان میں بعض مدعیان سنی کا؟ اگر دلائل شرعیہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں تو ہمارے وثوق و اطمینان قلبی کا زیادہ باعث ہوگا۔ ویسے آپ مفتی ہیں ہاں، نہ میں بھی جواب دیکر سبکدوش ہو سکتے ہیں اور ہمیں مطالعہ دلیل کا حق نہ ہوگا۔

فقط المستفتی حاجی محمد ابراہیم عبیدل
صدر "انجمن" فیض الاسلام دی ہیک ہالینڈ

۹۲۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب

ضابطہ شرعیہ، عبارات فقہیہ اور سنت سنیہ حضرات صحابہ کرام و اسلاف عظام کے مطابق آپ لوگوں کا عمل صحیح و مستحب ہے اور جن مدعیان سنیہ کا اپنے ذکر کیا ان کا عمل غیر صحیح اور مکروہ ہے۔

جہاں تک مسئلہ مذکورہ کے دلائل شرعیہ و عقلیہ کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں

درجنوں کتابیں دلائل شرعیہ سے معمور ہیں۔ بندہ ناچیز نے بھی "احیاء سنت" نامی رسالہ

میں اس مسئلہ کو مدلل کیا ہے۔ من شاء فلیرجع الیہا

تکبیر اقامت کہنے کی مختلف صورتیں ممکن ہیں جیسے مکبر و امام ایک ہی شخص ہو یا مکبر امام کے علاوہ ہو (اور ٹوٹا ایسا ہی ہوتا ہے) پھر یہ کہ تکبیر کے وقت امام مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر پھر تکبیر کے وقت امام مصلیٰ امامت پر مصلیوں، مقتدیوں کے سامنے سے آتا ہے یا پیچھے یا اعلیٰ بقل سے یہ ساری صورتیں ممکن ہیں۔

اگر مکبر و امام ایک ہی شخص ہے تو جب تک تکبیر کے کلمات پورے طور پر ختم نہ ہو جائیں نہ امام مصلیٰ امامت پر بٹھے اور نہ مقتدی نماز کے لئے کھڑے ہوں۔

فتاویٰ ہندیہ جز اول مطبوعہ کوئٹہ پاکستان ۵۷ میں ہے۔

وان كان المؤذن والامام واجداً
فان اقام في المسجد فالقوم
لا يقومون ما لم يفرغ من
الاقامة
اگر مؤذن اور امام ایک ہی شخص ہو اور وہ تکبیر اقامت مسجد کے اندر کہہ رہے تو حاضرین اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک وہ تکبیر اقامت سے فارغ نہ ہو جائے۔

اور اگر مکبر و امام علیحدہ علیحدہ دو شخص ہیں تو تکبیر کے وقت امام مسجد میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود نہیں ہے اور تکبیر شروع ہو گئی پھر امام مصلیٰ امامت پر حاضرین کے سامنے سے آیا جیسا کہ مسجد نبوی شریف وغیرہ مساجد میں اس کا اہتمام ہے۔ تو جیسے ہی امام پر حاضرین کی نگاہ پڑے سارے حاضرین کو بیک وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کا سان بدائع الصنائع میں تحریر فرماتے ہیں۔

ثم ان دخل الامام من قدام
الصفون فكلما راوا قاموا
لانته كما دخل المسجد قام
مقام الامامة
پھر اگر امام صفوں کے سامنے سے داخل ہو تو جس وقت مقتدی امام کو دیکھیں کھڑے ہو جائیں اسلئے کہ جب امام مسجد میں داخل ہو گیا تو وہ امامت کی جگہ پر پہنچ گیا۔

اور فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ کوئٹہ پاکستان الجزا الاول ۵۷ میں ہے۔

وان كان الامام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما راوا الامام
اور اگر امام مسجد کے اندر صفوں کے آگے سے داخل ہوا تو سارے مقتدی کھڑے ہو جائیں جیسے ہی امام کو دیکھیں۔

پھر اگر امام اور مقتدی سب ہی مسجد میں موجود ہیں اور مکیب نے تکبیر کہنا شروع کر دیا تو ابتداء تکبیر کے وقت کھڑا ہونا نہیں چاہئے بلکہ جب مکیب حتی علی الصلوة یا حتی علی الفلاح پر پہنچے تو امام و مقتدی سب ہی کو نماز کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئے یہی عبارات فقہیہ کا مفاد یہی ضابطہ شرعیہ اور یہی صحابہ و اسلاف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت سننیہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری المعروف فتاویٰ ہندیہ جز اول ص ۵ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان میں ہے۔

وان كان المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حتى على الفلاح عند علماءنا الثلاثة وهو الصحيح۔
اور اگر مؤذن (اور تکبیر اقامت کہنے والا) امام کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے اور سارے نمازی امام کے ساتھ مسجد ہی میں موجود ہوں۔ تو تمام مقتدیوں کے ساتھ امام نماز کیلئے اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن (مکیب) حتی علی الفلاح کہے۔ ہمارے تینوں علماء (امام اعظم ابوحنیفہ قاضی الاسلام امام یوسف مدون مذہب امام محمد کے نزدیک اور وہی صحیح ہے۔۔۔۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے۔

والقيام امام ومؤتمحين قيل حتى على الفلاح خلافا لغير فعندنا عند حتى على الصلوة

فقہ کی معتد و مستند کتاب "ملتی الابجر" اور اسکی شرح "مجمع الانهر" میں ہے جب مؤذن اقامت میں حتی علی الصلوة کہے تو اس وقت امام اور جماعت کے لوگ کھڑے ہوں ہمارے تینوں اماموں کا یہی مذہب ہے۔

کنز الدقائق میں اس عمل کو مستحب کہا گیا ہے۔

قولہ والقیام لانه امر بہ یستحب
المسارعة الیہ اطلقہ فی شمل
الامام والماموم ان کان الامام
بقرب المحراب

یعنی حتی علی الفلاح پر کھڑا ہونا اسلئے ہے کہ اقامت
کہنے والے نے اقامت کا حکم دیا ہے تو کھڑے ہونے
کیلئے اس وقت امام و مقتدی کو جلدی کرنا مستحب ہے حکم
اس وقت ہے جب امام مصلی امامت کے قریب موجود ہو۔

اور اگر مقتدی حضرات مسجد میں موجود ہیں مگر امام موجود نہیں ہے اور تکبیر اقامت شروع
ہوگئی پھر امام مقتدیوں کے پیچھے یا اعلیٰ بغل سے مسجد میں داخل ہوا تو ایسی صورت میں
کھڑے ہونے کیلئے تکبیر کے ختم ہونے یا مکبر کے حتی علی الصلوة یا حتی علی الفلاح
کہنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا بلکہ امام جس جس صف سے گزرتا ہوا مصلی امامت پر
پہنچے گا ان ان صفوں کے مقتدیوں کو امام کو دیکھتے ہی کھڑا ہو جانا چاہئے۔

در مختار کتاب الصلوة میں ہے۔ فیقوم
کل صف ینتھی الیہ الامام
علی الاظہر۔

اگر امام مسجد میں نہیں ہے بلکہ اقامت کے وقت باہر
سے مسجد میں داخل ہوا تو جس صف کے قریب گزرتا جائے
اس صف والوں کو چاہئے کہ کھڑے ہو جائیں۔ قول اظہر یہی ہے

اور بدائع الصنائع کتاب الصلوة مطبوعہ مصر ص ۲ میں ہے۔

وان دخل من وراء الصفون
فالصحیح انہ کلمما جا ورضا
قام ذلک الصف

اور اگر امام تکبیر اقامت کے وقت صفوں کے پیچھے
سے مسجد میں داخل ہوا تو صحیح یہ ہے کہ جس صف
کے پاس گزرے اس اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں

انہ میں دو باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اجمالی طور پر یہی مگر جواب مکمل
ہو جائے اور مسائل کی سمجھ میں پوری طرح بات آجائے۔

بعض ائمہ احناف کے نزدیک حتی علی الصلوة کے وقت کھڑے ہونے کا حکم ہے
لیکن بعض ائمہ احناف کے نزدیک حتی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کا قول ہے۔۔۔۔۔ ان
دونوں قولوں میں درحقیقت کوئی اختلاف و مغایرت نہیں ہے۔ بلکہ حتی علی الصلوة پر کھڑا
ہونا شروع کرے اور حتی علی الفلاح پر پوری طرح کھڑا ہو جائے پس دونوں قول پر عمل

ہو جائے گا۔ اگر اٹھنے میں جلدی ہوگئی جب بھی صحیح مذہب پر عمل ہوا اور تاخیر ہوگئی جب بھی۔
 ۲۔ اگر کوئی نمازی مسجد میں اس وقت داخل ہوا کہ مکبر نے تکبیر پہنی شروع کر دی ہے
 تو آیا وہ دوسرے نمازیوں کے اٹھنے کا انتظار کھڑے کھڑے کرے یا بیٹھ جائے اور دوسرے
 نمازیوں کے ساتھ حتیٰ علی الصلوة یا حتی علی الفلاح پر کھڑا ہو؟ اس سوال کے جواب میں
 فقہاء اسلام نے فرمایا کہ اسے کھڑے کھڑے نماز کے شروع ہونے کا انتظار کرنا مکروہ ہے
 اسے چاہئے کہ ایسی صورت میں وہ مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی بیٹھ جائے اور جب مکبر
 حتیٰ علی الصلوة پر پہنچے تو وہ کھڑا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ پاکستان جز اول ص ۵۷ میں ہے۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة
 يكره له الانتظار قائماً ولكن
 يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن
 قوله حتى على الفلاح كذا في
 المضمرة۔

اگر کوئی نمازی مسجد کے اندر تکبیر اقامت کے وقت
 داخل ہوا تو اس کے لئے نماز کے شروع ہونے کا انتظار
 کھڑے ہو کر کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر اس وقت
 کھڑا ہو جب مؤذن تکبیر میں حتیٰ علی الفلاح کہے
 ایسا ہی مضمرات میں ہے۔

میں نے آپ کے سوال کے جواب میں یہ بھی کہا ہے کہ تکبیر اقامت کے وقت بیٹھے رہنا
 اور حیلان کے وقت کھڑا ہونا سنتِ سلف اور سنتِ صحابہ ہے اس کا سنتِ سلف ہونا
 تو عبارت فقہیہ بالا سے ثابت ہے۔ باقی رہا سنتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہونا تو اس سلسلہ
 میں عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الاذان۔ باب صبی يقوم الناس مطبوعہ بیروت
 ص ۱۵۳ جلد ۵ کی یہ عبارت سامنے ہونی چاہئے فرماتے ہیں۔

وكان النس رضي الله عنه يقوم
 اذا قال المؤذن قد قامت
 الصلوة۔

کہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے
 لئے اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن
 قد قامت الصلوة کہتا تھا۔

یہ وہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے مسلسل دس سال تک
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے کا شرف حاصل کیا اور

آپ کے شانہ یوم معمولات کے فیضیاب ہوتے رہے۔ ان سے ایک ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں روایت ہیں۔ صرف بخاری و مسلم نے ان سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں لینے کا فخر حاصل کیا ہے۔ یہی وہ صحابی رسول ہیں جن کی آل اولاد حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقبول دعاؤں کی چھاؤں میں پھلتی پھولتی رہی۔ آپ کے سامنے آپ کی اولاد کی تعداد تقریباً سو تھی۔ آپ بصرہ میں مقیم وہ آخری صحابی ہیں جن کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی جن سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار ملاقات کا شرف حاصل فرمایا۔ (تہذیب، تذکرۃ الحفاظ)

عمدۃ القاری شرح بخاری کے اسی صفحہ کی ایک اور عبارت ذہن نشین کیجئے۔

فرماتے ہیں۔

وفی المصنف کرة هشام یعنی اور مصنف میں ہے کہ حضرت ہشام بن عسروہ ابن عروہ ان یقوم حتی یقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

مختصر یہ کہ صحابہ کرام سے لیکر ائمہ متاخرین بلکہ صاحبانِ فتاویٰ حضرات تک کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ تکبیر اقامت کے شروع ہی سے نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اور یہ بھی نہیں کہا کہ حتی علی الصلوة یا اس کے بعد کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں یہ ضرور کہا گیا ہے کہ تکبیر اقامت کے وقت امام اور مقتدی بیٹھے رہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حتی علی الصلوة یا حتی علی الفلاح سے پہلے یا قد قامت الصلوة سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے..... اس کراہت سے بچنے کے لئے ان تینوں قولوں میں سے کسی ایک پر عمل کر لینا گویا استحباب کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں دیوبندی مذہب کے لوگ کچھ زیادہ ہی شدت برت رہے ہیں کیونکہ ان کے بعض مولویوں نے صفوں کو سیدھی کرنے کا بہانہ بنا کر تکبیر اقامت کے شروع وقت سے ہی کھڑے رہنے کی اجازت دیدی ہے۔ جیسا کہ مولوی اشرف علی کے بعض فتاویٰ مولوی محمد شفیع دیوبندی کے ”رفع الملامہ عن القيام عند اول الاقامة“ اور مولوی رشید احمد لدھیانوی کے ”ارشاد الانام بحواب ازالة الالہام“ رسالوں سے

ظاہر و باہر ہے۔ لیکن میں دیوبند مدرسہ کے ایک سابق مفتی اور استاذ الادب مولوی اعزاز علی دیوبندی کی ایک ایسی عبارت پیش کر دوں جو ”مدعی لاکھ پربھاری ہے گواہی تیری“ ثابت ہو اور دیوبندیوں کے لئے راہ فرار مسدود ہو جائے۔

تورالایضاح مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

قوله والقیام ای ومن الادب قوم اور امام اگر محراب کے قریب ہیں (یعنی قیام القوم والامام ان کان حاضرًا مسجد میں موجود ہیں) تو ادب میں سے یہ بقرب المحراب وقت قول چمک وہ اقامت کہنے والے کے قول حتیٰ علی المقیم حتیٰ علی الفلاح لان القطع بدکھڑے ہوں کیونکہ اقامت کہنے والے المقیم فی ضمن قوله هذا کے اس قول کے ضمن میں قیام کا حکم موجود ہے امر بالقیام فیجاب پس اس کا جواب دو (عملاً)

خدا کا شکر ہے دیوبند مدرسہ کے استاذ الادب کو حتیٰ علی الفلاح کے وقت امام و مقتدی کے کھڑے ہونے کو ادب (مستحب) کہنے کی توفیق تو ملی۔ کاش کہ اسی ادب کو حاصل کرنے کے لئے اس مسئلہ کے اختلاف کو ختم کر دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ الموفق الی الصواب۔

مکتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

مسجد اور اس کے متعلق مسائل

۸۸۳ھ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ مسلم آبادی کے درمیان ایک چھوٹی سی مسجد تھی لیکن آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی اور نمازیوں کے لئے مسجد تنگ ہوتی گئی، برسات اور گرمی کے موسم میں نمازیوں کو ادائے نماز میں بھید تکلیف ہونے لگی اور آبادی ایک جانب اتنی بڑھ گئی کہ وہ مسجد آبادی کے کنارہ پر آگئی، مسلمانوں کی متفقہ رائے سے موجودہ آبادی کے درمیان ایک وسیع و عریض

مسجد کی بنیاد ڈال دی گئی ہے اور اس کی تعمیر بھی شروع ہو چکی ہے۔ یہاں کی مسلم آبادی کو مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات شرعی طور پر درکار ہیں اور یہ کہ پہلی فرصت میں مدلل جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

۱۔ ایک مسجد کے ہوتے ہوئے اگرچہ وہ نمازیوں کے لئے تنگ ہو دوسری مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ پرانی مسجد (جو تنگ اور ناکافی ہے) کو شہید کر کے اس جگہ دینی مدرسہ یا اسکول یا بنچایت گھر کی تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔ پرانی مسجد کے کارآمد اور بوسیدہ سامانوں کو بیچنا، خریدنا اور اپنے مکان وغیرہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ فروخت شدہ سامان کی رقم نئی مسجد یا اسلامی مدرسے میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

۵۔ نئی مسجد میں جو الیکٹریک پنکھے اور روشنی کا انتظام کیا گیا ہے کیا اس کے پنکھے اور دوسرے سامان ضرورت کے وقت امام صاحب یا مسجد کمیٹی کے دوسرے افراد اپنے گھر لے جا کر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مینواد توجروا

محمد سمیع الزماں خان بشیب پور، ہوٹریہ الہند

۹۲۷ الجواب هو الہادی الی الصواب

۱۔ مسلمانوں کے اعداد و شمار اور اسکی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ایک آبادی میں متعدد مسجدیں تعمیر ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس بات کا خیال ہمیشہ رکھنا چاہئے کہ دوسری مسجد کی تعمیر کہیں پہلی مسجد کی ویرانی کا سبب نہ بن جائے۔ خدا نخواستہ اگر ایسا ہو تو دوسری عیسوی مسجدوں کی تعمیر حرام ہوگی کہ یہ مسجدیں پہلی مسجد کی ویرانی و خرابی کا سبب بن گئیں

قال تبارک و تعالیٰ

لَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجدوں میں ذکر الہی سے منع کرے اور اس کی خرابی میں کوشش۔

سُئِيَ فِي خَرَابِهَا

وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا " ویرانی میں کوشش کرنا " کی تفسیر معتمد علیہم مفسرین کرام کے نزدیک یہ ہے کہ یا تو مسجد کو منہدم کر دیا جائے یا اسے نمازیوں سے محروم (معتل) کر دیا جائے۔ چنانچہ تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی میں ہے " وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا

ای بِالْهَدْمِ أَوِ التَّعْطِيلِ " وہو اعلم " جب کوئی جگہ ایک مرتبہ مسجد شرعی کے حکم میں آگئی تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جاتی ہے اب اس کو ویران کرنا، اسے مسمار کر کے اس جگہ کوئی دوسری عمارت بنانا خواہ وہ عمارت مدرسہ و خانقاہ کے نام سے ہو یا اسکول و پنچایت کے نام سے حرام ہوا انجام ہے۔ چنانچہ ہدایہ فتح القدیر، درمختار، شامی اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے (یہ عبارت درمختار کی ہے)

ولو خرب ما حوله واستغنى عنه اوداگر کسی مسجد کا ماحول دارو گرد (ویران) بقی مسجداً عند الامام ہو جائے (مسلمانوں سے خالی ہو جائے) پھر بھی ابداً الى قيام الساعة و امام اعظم کے نزدیک اسکی مسجدیت تا قیام قیامت بہ یفتی! اور یہی قول مفتی ہے۔

سوالنامہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس آبادی میں مسلمانوں کی کثرت ہے لہذا پُرانی مسجد کے ماحول میں جو مسلم آبادی ہے ان پر لازم ہے کہ وہ پنجوقتی نمازوں سے اس کو آباد و معمور رکھیں۔ ورنہ اس سزا کا انتظار کریں جو مسجد کو ویران کرنے والوں سے متعلق قرآن پاک میں بتائی گئی۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ وہو اعلم

صحیح حدیث پاک میں اصناعۃ المال (مال کو برباد کرنے) سے منع فرمایا گیا ہے (بخاری ص ۹۵۸) لہذا پُرانی مسجد کا جو استعمال شدہ پُرانا سامان ہے، یا جو مال بوسیدہ ہو گیا ہے اگر کوئی مسلمان اسے خرید کر کسی جگہ میں لگانا چاہے تو خرید بھی سکتا ہے اور مقام اہانت سے بچکے اسے لگا بھی سکتا ہے۔ اور نیت خیر کے ساتھ مسجد کی نفع رسانی کے لئے اسے بیچا بھی جاسکتا ہے۔

لیکن مسجد کے سامانوں کی خرید و فروخت کوئی فرد واحد اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ کام مسجد کی کمیٹی کے ایسی صلاح و مشورے سے ہو یا قاضی شہر کی اجازت سے اگر قاضی شہر نہ ہو تو اعلم علماء بلد کی اجازت سے۔ پھر اگر فروخت شدہ اشیاء سے حاصل شدہ رقم کی ضرورت پُرانی ہی مسجد کو ہو تو اولاً اس رقم کو پرانی ہی مسجد میں لگائی جائے اور اگر اس رقم کی حاجت پُرانی مسجد کو نہیں ہے تو اس کو نئی مسجد میں بھی لگاسکتے ہیں۔

فتاویٰ شامی ص ۵۱۳ جلد ۳ میں ہے۔

فیباع نقضه باذن القاضي
و یصرف ثمنه الی بعض
المساجد

تو مسجد کا پُرانا مسلمان قاضی کی اجازت سے بیچ دیا جائے اور اس کی موصولہ قیمت مسجدوں میں لگادی جائے۔

ہدایہ مع فتح القدر در مختار مع رد المحتار میں ہے۔

وان تعذرا عاده عینہ الی
موضعه بیع و صرف ثمنہ
الی الحرمة صرفاً للبدل
الی المبدل۔

اشیاء مسجد کا استعمال اگر ان ہی جگہوں میں دوبارہ ممکن نہ ہو تو فروخت شدہ اشیاء کی قیمت اسی مسجد پر صرف کی جائے کہ یہ چھٹا انہی اشیاء کا صرف کرنا ہے کیونکہ بدل مبدل کا ٹوٹن ہوتا ہے۔

اگر پُرانی مسجد کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو نئی مسجد کو دی جاسکتی ہے جیسا کہ ابھی فتاویٰ شامی سے گذرا۔ ہاں اگر موصولہ رقم کے خورد برد ہو جائے گا اندیشہ ہو اور پُرانی مسجد کو اسکی حاجت نہ ہو تو مدنی اسلامی کی ضروریات میں بھی اس رقم کو خرچ کیا جاسکتا ہے یا مدرسے کے ارباب حل و عقد کے ذریعہ وہ رقم مدرسہ کو دی جاسکتی ہے۔

رد المحتار میں ہے

ینبغی متابعة المشائخ المذكورین
فی جواز النقل بلا فرق بین
مسجد او حوض کما اتفق
به ابو شجاع و الامام

مشائخ مذکورین مثلاً علامہ ابو شجاع اور علامہ ابن حجر وغیرہما کی اس باب میں پیروی کرنی چاہئے کہ ایک مسجد کی اشیاء فروخت شدہ کی رقم دوسری مسجد یا حوض میں لگائی جائے جیسا کہ انہوں نے

الحلوانی

یہی فتویٰ دیا ہے۔۔

جب وقت ضرورت حوض میں اس رقم کے لگانے کا جواز ہے تو مدرسہ اسلامی

میں کیوں نہ ہوگا؟

وہو اعلم

۵۔ نہیں ہرگز نہیں مسجد کا کوئی سامان امام یا مسجد کمیٹی کے افراد اپنے گھر لے جا کر استعمال میں نہیں لاسکتے کہ یہ حرام ہے اور مسجد میں بھی اتنی ہی دیر تک استعمال کر سکتے ہیں جتنی دیر عام نمازیوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر امام نے مسجد کے اندر درس و تدریس کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے تو مسجد کا پنکھا یا مسجد کی روشنی صرف اتنی ہی دیر استعمال کر سکتا ہے جتنی دیر عام نمازی استعمال کر سکتے ہیں۔

بحر الرائق ص ۲۵۰ جلد ۵ میں ہے۔

متولی المسجد لیس له ان یحمل مسجد کے متولی کے جائز نہیں ہے کہ وہ مسجد کا چراغ

سراج المسجد الی بیتہ۔ ۱۰ اپنے گھر میں لہجائے۔

اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے

ان اراد انسان ان یدرس اگر کوئی شخص مسجد کی روشنی میں کسی کتاب کے
الکتاب بسراج المسجد (الی ان پڑھانے کا ارادہ کرے۔ تو ایسا کرنے کی اجازت
قال، و فی ما زاد علی ثلث اللیل تہائی رات سے زیادہ کی نہیں ہے کہ عشاء
لیس لہم تاخیر الصلوة مستحب کا آخری وقت ہے تو اسکے بعد مسجد کی
فلا یكون لہم حق التدریس ۱۰ روشنی میں اسے پڑھانے کا حق نہیں ہوگا۔

اور یہ حکم صرف مسجد کی روشنی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر وہ سامان
(مال و متاع) جو مسجد کی ملکیت ہے اس میں ذاتی مفاد کے لئے کوئی تصرف
نہیں کر سکتا ہے۔ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ۔

واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

عورتوں کا مسجد وغیرہ میں جانا

۸۸۲ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمانہ موجودہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو خواہ جوان ہوں یا بوڑھی نماز جمعہ و عیدین ادا کرنے کے لئے مسجدوں میں جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عورتوں کو مسجدوں اور عید گاہوں میں جانے کی اجازت تھی بلکہ نس عورت کے پاس اور طہن یا حجاب کے کپڑے نہیں ہوتے وہ اپنی سہیلیوں سے اودھار مانگ کر استعمال کرتیں اور مسجد نبوی یا عید گاہ میں جاتی تھیں۔ موجودہ زمانہ میں ہماری بہو بیٹیاں حسب ضرورت دکانوں، بازاروں میں جایا کرتی ہیں۔ بلکہ اسلامی محافل (جلسہ سیرت النبی، جلسہ میلاد النبی، تبلیغی جلسہ دعوت اسلامی، حلقہ ذکر، اسلامی درس، اور اعراض بزرگان دین وغیرہم) میں بے روک ٹوک جایا کرتی ہیں بلکہ بعض جلسہ و جلوس میں انہیں دعوت دیکر بلایا جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ صرف ادائے نماز کے لئے مسجدوں سے انہیں روکا جاتا ہے؟ جبکہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے "لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ" (کتاب الجمع، اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مسجدوں سے مت روکو۔

امید ہے کہ کافی شافی جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

سائل۔ محمد فیصل مدارن۔ دیپنتر۔ ہالینڈ

۸۸۶ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب

حکم شرع تو آپ بعد میں سماعت فرمائیں گے چونکہ آپ نے ایک حدیث پاک یاد دلادی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ احادیث کریمہ ہی کی روشنی میں پہلے اپنے سوال کو جواب سمجھ لیجئے پھر آئمہ اسلام جہم اللہ تعالیٰ نے ان احادیث مبارکہ سے جو معطر کشید فرمائی ہے اس کی خوشبو سے مشام ایمان کو معطر کرنے کی سعی کروں گا۔ وبالله التوفیق

صحیح بخاری۔ باب الجمعة۔ باب هل علی من لا یشہد الجمعة میں ہے۔

- ① لَا تَمْنَعُوا أُمَّاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔
ابوداؤد شریف کتاب الصلوة۔ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد میں ہے۔
- ② لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كَمَا الْمَسَاجِدُ مسجدوں سے اپنی عورتوں کو منع مت کرو اور

بیوتھن خیر لھن

اُن کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔

- ابوداؤد شریف کتاب الصلوة۔ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد میں ہے۔
- ③ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوة المأتة فی بیتها افضل من صلواتها فی حجرتها وصلواتها فی محذعها افضل من صلواتها فی بیتها۔
- حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر کے گوشہ (چھوٹی کوٹھری) میں اسکا نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے اسکے گھر (گھر) میں نماز پڑھنے سے۔

ابوداؤد شریف کتاب الصلوة باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد کی ایک روایت یہ بھی ہے۔

- ④ قَالَ لَا تَمْنَعُوا أُمَّاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهِنَّ تَفَلَاتُ
- ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو لیکن وہ اپنے عام استعمال (پیلے کپیلے) کپڑوں میں نکلیں۔

مسلم شریف جلد اول کتاب الصلوة۔ باب خراج النساء الی المسجد میں ہے

- ⑤ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدْتَ أَحَدًا مِنْ كُنَّ الْمَسْجِدِ فَلَا تَمْسُ طَيْبًا۔
- ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو خوشبو کو ہاتھ نہ لگائے۔

- مسلم شریف کتاب الصلوة ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔
- ⑥ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِمَرْأَةٍ أَصَابَتْ بِخُورٍ فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْأَخْيَرَةَ
- رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔

اور اخیر میں ایک اور حدیث پاک سماعت کر لیجئے جس کو صحیح مسلم شریف نے کتاب الصلوٰۃ میں حضرت عمرؓ بنت عبد الرحمن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

⑤ تَقُولُ لَوَاتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحَدَتْ النِّسَاءَ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ جدت (بناؤ سنگھار) کو ملاحظہ فرمالتے تو ان کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔

ان تمام احادیث مبارکہ کو اگر سامنے رکھئے تو موجودہ زمانہ کی عورتوں (الاما شاہ اللہ) کا جو حال اور نت نئے فیشنوں کا جال ہے آپ کا دل خود پکار اٹھے گا کہ اُمّہ اسلام نے ان پر جو ممانعت کا پہرہ بٹھایا ہے وہ اجازت استجابی اور نہی تنزیہی کے مقابلہ میں زیادہ ضروری تھا۔

جیسا کہ اس کا کامل احساس صدر اول ہی میں حضرت ام المؤمنین سیدہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ اور خلیفہ ثانی امام العادین سیدنا عمر فاروق اعظم اور بعض دوسرے صحابہ ازرائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ہو چکا تھا اور انہوں نے اجازت نبوی کے باوجود اس زمانہ مبارکہ کی ان عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکا جو عورتیں اسلامی پیکر کا نمونہ تھیں اور صحبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلا واسطہ فیضیاب ہو چکی تھیں کیونکہ حضرات مانعین کے سامنے احادیث کریمہ کی وہ روایتیں بھی تھیں جن میں عورتوں کو خلوت کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت سیدتنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد لوگ جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیکر ہم پر سبقت لے گئے ہیں ہم یہ ثواب کس طرح پائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو عورت گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پالے گی۔ (روح المعانی جلد ۱۱)

آج کل عورتیں جس قدر دیدہ زیب بلکہ نظر فریب لباسوں میں ملبوس ہو کر اور دلکش خوشبوؤں سے معطر ہو کر تقاریب، محافل اور بازاروں کے لئے نکلتی ہیں اگر خدا نخواستہ یہی حال زمانِ سعادت نشان میں بھی ہوتا تو کیا انہیں مسجدوں اور عید گاہوں میں جانے کی اجازت ہوتی۔ ہرگز نہیں جیسا کہ سیدہ طیبہ طاہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنا اظہار خیال فرمایا..... پھر یہ کہ نماز کا مقصد رضائے الہی اور ثواب کا حصول ہے جو عورتوں کو مسجد سے زیادہ اس کے مکان کے صحن میں اور صحن سے زیادہ مکان کے اندر اور مکان سے زیادہ خاص کمرہ میں اور کمرہ سے زیادہ کمرہ کے کسی گوشہ میں حاصل ہے پھر خواہی نخواستہ ہی اسے مسجد ہی میں جانے کی کیا حاجت ہے؟ باقی رہا حصول علم دین کے لئے کسی مسجد کسی مدرسہ اور مکتب وغیرہ میں جانا اور کسی دیندار معلم سے علم دین حاصل کرنا یہ تو صرف جائز و مباح ہی نہیں بلکہ مسلمہ عورتوں کے لئے بھی ویسے ہی واجب ہے جیسے مردوں کے لئے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ" علم دین کا سیکنا ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری ہے۔ اور جہاں تک سینما اور تھیٹر ہاؤس وغیرہ میں جانے کا تعلق ہے تو یہ فاسقات عورتوں کا شیوہ ہے۔

ضرورت شرعی کی وجہ سے عورتیں بغیر محرم کے اپنے محلے، اپنے شہر و آبادی اور بازار میں جا سکتی ہیں۔ ہاں حالتِ مسافرت میں اسکے ساتھ شوہر یا کسی محرم کا ہونا لازمی و ضروری ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

مخضّب اللّٰحیة و امامتہ

۸۸۵ مسئلہ، ما قولکم ایہا العلماء الدین المتین و حامل
الفتیاء الشرع المبین رحمکم اللہ عزوجل فی ہذا الامر۔

ان امامنا الصلوة الجمعة خاصة . وهو يعمل في معمل
النصارى ويخضب اللحية بالسوداء في كل الاسبوع . وهو
يترك صلوة الظهر والعصر عنوماً ويترك صلوة المغرب
احياناً لعمل المعمل . ولكن اذا جاء في الدار فيصلى صلوات
الفوائت كلها قبل صلوة الوقتية .

فهل لنا صلوة الجمعة وصلوة الوقتية باقتدائه
صحيح جائز ام لا ؟
بينوا وتوجروا

عيسى بن ايان من ربي رياطي مقيم بالامستردام ، هولنده

٤٨٦
٩٢ الجواب هو الهادى الى الصواب

الاختصاب بالسواد جائز للمجاهدين فقط ولغيرهم حرام
كما ثبت مع صحة الحديث بتحريمه لغير اهل الجهاد .
فله الاختصاب بالسواد حرام . وترك الصلوة بغير عذر
حرام وتاركها فاسق . والعمل في معمل النصارى اهل الخسار
ليس بعذر عند الشرع . فالامام المذكور مرتكب الحرام عمداً
متوالياً فوجب اهانتة على المسلمين شرعاً . وفي تقديمه
للإمامة تعظيمه وهو حرام . كما قال الامام العلامة لابن
العابدين شامى في فتاواه جلد ١ ص ٥٢٣ " لان في تقديمه
للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهما الاهانة شرعاً " وفي
الغنية اضافه عليها " وفيه اشارة الى انهم لو قدموا
فاسقون يا شمون "

فيا ايها الاخى السائل لاتصل باقتدائه صلوة الجمعة
وغيرها من صلوات الخمس لان اقتدائه اثم وفي هولنده
صحة الصلوة الجمعة مشكوكة لفقد الشرط من شرائطها

كعدم السلطان وبلد الاسلام۔ فعليك صلوٰۃ الظهر يا اخي!
وان اديت صلوٰتاني اقتدائه فوجبت اعادتها والتوبه
على من صلى خلفه۔ والله تبارك وتعالى اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء مسجد نوری آسٹریڈ
۲۱ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

پندرہ سال کے حافظ کی امامت

۸۸۶ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا گذشتہ سال
جامعہ سے حافظ قرآن ہوا۔ قرآن پاک بہت ہی صحت کے ساتھ پڑھتا ہے نماز کا بھی
پابند ہے۔ ابھی اس کی عمر پندرہ سال نو مہینہ کی ہے لیکن اس کو ایک سال پہلے سے
احتملام ہوتا ہے جیسا کہ خود اسی حافظ کا بیان ہے۔ البتہ اب تک اس کے چہرے پر
ڈاڑھی کا آغاز نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کی امامت کی صحت میں لوگوں کو شک
ہے۔ خود ہمارے امام صاحب کا کہنا ہے کہ نماز تراویح کے لئے اس کی امامت درست
ہے لیکن فرض و واجب نمازیں وہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ حافظ مذکور کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر درست
ہے تو صرف نماز تراویح میں یا فرض و واجب تمام نمازوں میں؟ خلاصہ جواب سے
مشکور و ممنون فرمائیں۔ اسحق روزن۔ تیل بیورخ۔ ہالینڈ

الجواب هو الہادی الی الصواب

سوال نامہ کے مندرجات سے یہ بات مستحق ہوگئی کہ حافظ مذکور عند الشرع بالغ
ہے کہ اس کی عمر پندرہ سال مکمل ہو چکی اور یہ کہ وہ محتلم بھی ہے اور شریعت کے نزدیک
ان دونوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا بالغ ہونے کے لئے کافی ہے۔ اگر وہ صحت تلاوت
کے ساتھ ساتھ مسائل طہارت و صلوٰۃ سے بھی واقف ہے تو وہ صالح امامت ہے۔ ہر
ایک نماز کی وہ امامت کر سکتا ہے۔ اس کی امامت پر لوگوں کا اعتراض جہالت و نادانی

لگایا جائے۔ علامہ شامی اپنے فتاویٰ ص ۵۲۵ میں لکھتے ہیں۔

الظاہر انہا تنزیہیۃ ایضاً
الظاہر ایضاً کما قال السحمتی
ان المراد به الصبیح الوجہ
لانہ محل الفتنة (وفیہ ایضاً)
علۃ الکراہۃ خشیۃ الشہوۃ
وهو الاظہر۔۔۔

امرد کی امامت کا مکروہ ہونا قول ظاہر کے
مطابق مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ علامہ
رحمتی نے فرمایا کہ مرد سے مراد حسین و جمیل
چہرہ والا ہے کہ محل فتنہ ہے اور ردالمحتار ہی
میں ہے کہ کراہت کی وجہ شہوۃ کے غالب
ہونے کا خوف ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

اور فتح القدر جلد اول ص ۳۰۷ میں ہے۔

ومرجعہا... الی خلاف
الاولی

کراہت کا مرجع خلاف اولیٰ کی طرف ہے
مطلق کی طرف نہیں۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بحکمۃ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ
۷/طوال المکرم ۱۴۱۵ھ

اسکرٹ کے ساتھ نماز

۸۸۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل عورتوں کی قمیص
کا بازو ایسا بنتا ہے کہ پہننے کے بعد بازو کا ایک چوتھائی حصہ کھلا رہتا ہے اور اسکرٹ
(SKIRT) میں بھی پنڈلی کا نیچلا حصہ کھلا رہتا ہے۔ ان دونوں لباسوں کے ساتھ نماز
صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا
سعیدہ رمضان علی ہلیفر سوم ہالینڈ

۸۸۶ جواب: هو الی الی الصواب

پردہ عورتوں کے لئے واجب ہے خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، اس میں
سستی کا ہلی جائز نہیں۔ اور خاص کر یورپ کے ملکوں میں مسلمان مرد اور عورتیں اسلام
کا سفیر اور نمائندہ ہیں، جہاں انہیں اسلامی بنیادی اصولوں کو عمدگی کے ساتھ پیش
کرنے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کو ایسے لباس کے ساتھ نامحرموں کے سامنے جانے کی اجازت ہی نہیں جس سے بے پردگی ہوتی ہو۔ پھر حالت نماز میں تو اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جن لباسوں کا ذکر سوال نامہ میں ہے اور جس سے بازو اور پنڈلی کا کچھ حصہ عریاں رہتا ہے اگر اس کے اوپر سے کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے جو مکمل بازو اور پنڈلی کو ڈھانک لے تو اس قسم کے ساتھ عورت کی نماز باطل ہوگی اور اس اسکرٹ (سایہ لہنگا) کے ساتھ بھی۔ اور اگر اسی حال میں اس کو کسی غیر محرم نے دیکھ لیا تو گنہگار بھی ہوئی۔ ہاں اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جواز کا فتویٰ ہوگا۔ لقولہ تبارک وتعالیٰ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالیٰ کسی ذات کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (البقرہ) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ القرآن اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

نمازی کے جیب میں اگر تصویریں ہوں

۸۸۸ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور میں تصاویر سے الگ تھلگ رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ شاید بایں ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا کہ حالت نماز میں اس کے پاس تصویریں نہ ہوں۔ یورپ کی بات تو الگ ہے۔ مسلم ممالک کہلانے والے مثلاً پاکستان، سعودی عرب اور عرب امارات و ترکی وغیرہم میں نوٹوں اور سکوٹوں پر وہاں کے سربراہوں کی تصویریں ہوتی ہیں اور حالت نماز میں نمازیوں کے جیب اور منی بیگ میں وہ نوٹ اور سکوٹے موجود ہوتے ہیں۔ لہذا پوچھنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ سرفراز گلزار۔ آسٹریڈم۔ ہالینڈ۔

۸۸۹ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب

تصاویر کھینچنے اور کھینچانے کی حرمت احادیث مشہورہ متواترہ سے ثابت ہے اور نصوص ممانعت کے ہوتے ہوئے بغیر عذر شرعی کے اس کی اباحت کی کوئی صورت

نہیں بنتی ہے۔ لہذا جن نام نہاد اسلامی ممالک کے سربراہوں نے اپنی رضا سے تصویریں کھینچوائیں اور انہیں عام کیا وہ سب اس حرام کے مرتکب ہوئے۔ ہاں اگر وہ سب اس کی اباحت کے بھی قائل ہوں تو اس کا حکم نہایت سنگین ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ضروری کاغذات (نوٹ، ڈرائیونگ لائسنس، دوکانوں یا درآمد و برآمد کے لائسنس، پاسپورٹ اور ویزا وغیرہم) اور سکے وغیرہ جن پر ملکی قانون کے مطابق تصویریں ہوتی ہیں، ان سب کو جیب یا پرس میں رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ان چیزوں کو ساتھ رکھنے پر مجبور ہے اس لئے اس کا کوئی اثر نماز پر نہیں ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

حیض کی حالت میں نماز پڑھنا

۸۸۹ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورتوں کے لئے کلمات طہیات اور تسبیح و اذکار کا ورد جائز ہے یا نہیں؟ کوئی حائضہ عورت درجنوں عورتوں کے ساتھ، مسائل دینیہ سیکھنے کے لئے ایک مجلس میں شریک ہوئی۔ دوران اجلاس جب نماز کا وقت آیا تو عورتیں نماز میں مصروف ہو گئیں اور وہ حائضہ عورت بھی شرم و غیرت کی وجہ سے دوسری عورتوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئی اور اٹھ بیٹھ کرنے لگی۔ سوال یہ ہے کہ حائضہ کے لئے نماز میں شریک ہو جانا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ ہمیشہ محمد شفیق نورخاں، نوردیک، لائیدن

۸۸۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

بیشک حائضہ عورتوں کے لئے کلمات اسلام، درود و استغفار اور تسبیح و اذکار کا پڑھتے رہنا جائز اور وجہ ثواب ہے بلکہ قرآنی آیات دعائیہ بہ نیت دعا پڑھنا بھی جائز ہے۔ البتہ تلاوت کلام پاک پھر اس کا چھوٹا مسجد سے گزرنا اور نماز پڑھنا حالت حیض میں حرام ہے کیونکہ اس کی شدید ممانعت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اتى لا اجل المسجد لحائض ولا جنب (رواه ابوداؤد)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں مسجد کو نہ تو حائضہ عورتوں کے لئے حلال کرتا ہوں اور نہ ہی جنبیوں کے لئے۔

بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے دین میں کمی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

أَلَيْسَتْ إِحْدَاكُنَّ إِذَا حَاضَتْ لَا تَصُومُ وَلَا تَصَلِّي (بخاری)
کیا ایسا نہیں ہے کہ تم میں کی کوئی عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو نہ روزہ رکھتی ہے اور نہ ہی نماز ادا کرتی ہے۔

حضرت سیدہ طیبہ سائبرہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

كنا نحيض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فنومر بقضاء الصوم ولا نومر بقضاء الصلوة (رواه البخاری والمسلم)
عہد رسالت علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں جب ہم عورتیں حائضہ ہوتی تھیں تو ہمیں روزہ کے قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

حيض چونکہ عموماً بہر ماہ عورتوں کو آتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر خاص رحم و کرم فرمایا کہ اس سے نماز کا وجوب ختم فرما دیا تاکہ وہ مشقت میں نہ پڑیں البتہ روزہ بارہ مہینوں کے اندر صرف ماہ رمضان المبارک میں فرض ہوتا ہے اس لئے برائے رحمت و مہربانی حیض کی حالت میں اس کو ساقط کر دیا اور بعد میں بحالت طہارت اس کے قضا کا حکم دیا۔

حائضہ عورتوں پر نماز روزہ مسجد سے گذرنا اور قرآن حکیم کو تھپونا، پڑھنا وغیرہ حرام ہے۔ صرف شرم و حیا کی وجہ سے یہ حرام باتیں عورتوں کو حلال نہیں ہو جائیں گی۔ ان الحکم الا للہ، حکم تو صرف شریعت کا چلتا ہے جس عورت نے شرم و غیرت کی وجہ سے دکھلائے کی اٹھک بیٹھک کی۔ اس نے شریعت کی دکی ہوئی رعایت و رحمت کا عملاً انکار کیا اور اپنے ہم جنسوں کو دکھو کر دیا۔ وہ اپنے اس غلط فعل پر بارگاہ الہی میں توبہ کرے اور معافی

طلب کرے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ عبد الوجد قادری غفرلہ، اسلامک فٹیشن
نیدرلینڈ، ۵/ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

نمازی کے آگے سے گذرنا

۸۹۰ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین حاملانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے آگے قبلہ کی دیوار ہے اس کے اور دیوار کے
درمیان کوئی سترہ نہیں ہے ایسی صورت میں ایک بچہ بار بار زید کے آگے سے آتا جاتا
ہے یا کوئی مصلیٰ اپنی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے زید کے آگے سے گذر جانا چاہتا
ہے تو کیا شرع کی طرف سے اسے گذرنے کی اجازت ہے؟

مفتی احمد رضا بریلوی، مدرسہ دارالافتاء، لاہور

۸۹۲

۹۱۲ الجواد ہوالہادی الی الصواد

شریعت کے نزدیک بچے، پاگل اور نیند میں سوئے ہوئے لوگ مرفوع القلم
ہوتے ہیں یعنی ان پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔ اگر بچے کسی نمازی کے آگے
سے گذر جائیں تو ان کے لئے معافی ہے۔ اور نمازی کی نماز میں بھی کوئی خرابی نہیں آئیگی
..... اگر قبلہ کی دیوار اور زید (مصلیٰ) کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ خاشع مصلیٰ کی نگاہ
حالت نماز میں عادتاً دیوار تک نہیں پہنچ پاتی ہے تو دیوار کی طرف سے کوئی بھی آدمی
گذر سکتا ہے۔ اور اگر اتنا فاصلہ نہیں ہے بلکہ پلوں کو کشادہ کر دینے پر دیوار تک نظر
آجاتی ہے تو نمازی اور دیوار کے درمیان سے گذرنا جائز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے۔

لو يعلم الماربین یدی المصلی
ماذا علیہ لکات یقف
اربعین خیر لہ من ان
یمربین یدیہ

اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والا جان
لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اپنے لئے
چالیس (سال) تک ٹھہرے رہنے کو
بہتر خیال کرے۔

اس حدیث پاک سے کسی نمازی کے آگے سے گزرنے کی شناعت معلوم کی جاسکتی ہے۔ محدثین کرام نے اربعین سے مراد اربعین سنہ (چالیس سال) کیا ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم۔ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ دارالافتاء مجلس علماء انڈر لینڈ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

خطبہ جمعہ اور اس سے متعلق مسائل

مسئلہ ۸۹۱: کیا حکم ہے شریعت اسلامیہ کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ اول و آخر عربی میں ہو مگر عوام مسلمان کو مسائل دینیہ سیکھانے کے لئے درمیان میں اگر مقامی زبان (مثلاً پُچ، انگلش، اردو، پنجابی وغیرہ) استعمال کی جائے تو شرعی طور پر اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ درمیان خطبہ سامعین کو کسی دینی بات کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ ایک نمازی ایسے وقت مسجد میں داخل ہو کہ خطبہ کی اذان ختم ہو رہی ہے اور خطیب خطبہ شروع کرنے والا ہے اور آنے والے شخص کو اسی وقت یاد آیا کہ آج اُس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو کیا وہ اسی وقت فجر کی قضا پڑھ سکتا ہے۔ امید ہے کہ تمیزوں سوالوں کا جواب باصواب عنایت فرما کر عنذ اللہ مشکور ہوں گے۔

مسائل: مجیب الحق رجب

سٹیپول (ایئر پورٹ) ویسٹ آسٹریلیا

۹۱۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

خطبہ جمعہ میں کسی بھی غیر عربی زبان کی ملاوٹ سنت متواترہ کے خلاف یعنی مکروہ ہے۔ ہر خطیب کو اس سے بچنا چاہئے اور اسی روش پر چلنا چاہئے جس پر خیر القرون کے خطبیا کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلتے رہے۔

اگر مسائل دینیہ کی تعلیم صحیح معنوں میں مقصود ہے تو خطبہ سے قبل یا نماز کے بعد اس کا صحیح وقت ہے۔ جن جن دلوں میں دین کی وقعت و اہمیت ہوگی اور دین سیکھنے کا جذبہ ہوگا وہ خطبہ سے پہلے آجائیں گے یا نماز کے بعد ٹھہرے رہیں گے۔

۲ خطبہ سنتا بھی عبادت ہی ہے اسی لئے فقہاء اسلام نے درمیانِ خطبہ سلام، کلام یہاں تک کہ تلاوت کلام پاک اور نماز سے بھی منع فرمایا ہے۔
منعہ الخالق میں ہے۔

تیکرہ الکلام حال الخطبة وكذا
قراءة القرآن وكذا الصلوة وكذا
ما يشغل عن سماع الخطبة۔
اور شرح زاہدی میں ہے۔

خطبہ کے درمیان بات چیت کرنا، قرآن پاک کی تلاوت
کرنا، نماز پڑھنا اور ایسے ہی ہر اس کام میں مشغول
ہونا جو خطبہ سننے میں محفل ہو مکروہ تحریمی ہے۔
خطبہ سننے والے کے لئے ہر وہ کام مکروہ تحریمی
ہے جو نماز میں مکروہ ہے خواہ وہ کام کھانے پینے
سے متعلق ہو خواہ کھیل کود سے خواہ ادھر ادھر
متوجہ ہونے سے اور فتاویٰ خلاصہ میں ہے کہ جو
کام حالتِ نماز میں حرام ہے وہ سب خطبہ سننے
کی حالت میں بھی حرام ہے۔

يكره لستمع الخطبة ما
يكره في الصلوة من اكل
وشرب وعبث والتفات و
نحو ذلك (وفي الخلاصة)
كل ما حرم في الصلوة حرم
حال الخطبة ۱۰

۳ خطبہ کے وقت ہر نماز کی ممانعت ہے۔ مگر قضا نمازوں میں ترتیب واجب
ہے لہذا اگرچہ خطبہ ہو رہا ہو تو آنے والا شخص پہلے اپنی قضا نماز (نماز فجر) ادا کرے گا
پھر خطبہ سنے گا۔ اور اگر آنے والا شخص بعونہ تعالیٰ صاحب ترتیب ہے تو جب تک وہ اپنی
قضا نماز یا نمازوں کو ادا نہیں کرے گا خطبہ یا نماز جمعہ میں بھی شریک نہیں ہو سکتا ہے ہاں
اگر ظہر کا وقت نکل جانے کا گمان غالب ہو تو ظہر کی نماز فرض پہلے پڑھے گا پھر بقیہ قضا
پڑھے گا۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم۔
عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

تراویح میں تین بار سورہ اخلاص پڑھنا

مسئلہ ۸۹۲ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اکثرین نے ختم تراویح میں

دیکھا ہے کہ حافظ صاحب جس رات کو قرآن پاک ختم فرماتے ہیں تو سورۃ اخلاص رات کو پڑھتے
شریف) کو بسم اللہ کے ساتھ تین بار پڑھتے ہیں۔ چونکہ دوسری نمازوں میں ایسا نہیں
دیکھا جاتا ہے اسلئے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟ جواب
باصواب کے ساتھ تشفی فرمانے کی زحمت گوارا کریں۔

سائل: شیخ محمد شفیق۔ آلیرہ ہائن۔ ہالینڈ

۸۶ الجواد۔ ہوالہادی الی الصواب

نماز تراویح چونکہ سنت ہے فرض نہیں۔ اور فرض و واجب نمازوں کے علاوہ
میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ کسی دوسری سورۃ کی تکرار (بار بار پڑھنا) ناجائز و مکروہ نہیں
بلکہ اس کے استحسان میں علماء کرام اور ائمہ اسلام کا اختلاف ہے۔ یعنی بعض علماء
نے اسے مستحسن مانا اور بعض نے مستحسن نہیں مانا۔ لیکن مستحسن نہیں ماننے کا یہ مطلب نہیں
کہ ایسا کرنا ناجائز یا نادرست ہے۔ بلکہ صرف یہ کہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے۔

غیر فرض نمازوں میں کسی سورت کا بار بار
پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ فعل کا معاملہ
وسیع تر ہے۔

لا یکرہ تکرار السورۃ فی
التطوع لان باب النفل
اوسع

پھر اسی میں ہے۔

ختم قرآن کے وقت سورہ قل هو اللہ احد
کے تین بار پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن
نہیں جانا۔ لیکن فقیر ابو الیث نے فرمایا
کہ اہل علم حضرات اور ائمہ کرام نے اسے مستحسن
جانا ہے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج
نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قراءة قل هو الله احد ثلاث مرآة
عند ختم القرآن لم یستحسنها
بعض المشائخ وقال الفقیه ابو الیث
هذا الشئ استحسنه اهل
القرآن وائمة الامصار فلا
یأس به

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نئی دہلی

۱۴ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

کتاب الزکوٰۃ

(زکات کا بیان)

نصاب، حوالانِ حول، چند نصابوں کی زکوٰۃ کی طرح ادا کی جائے

۸۹۳ مسئلہ :- حاجی محمد فاروق، اینڈ ہون، ہالینڈ

۱۹۸۶-۱-۱-۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ اوزان (کیلو کیلو گرام)

میں کتنی چاندی یا کتنا سونا کا ایک نصاب بنتا ہے؟ حوالانِ حول سے شمسی سال مراد ہے یا قمری! اگر کوئی مسلمان چند نصابوں کا مالک ہو تو سونا چاندی میں اس کی زکوٰۃ کس حساب سے کتنی نکلے گی؟ پوری وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں تاکہ نیدر لینڈ کے مسلمانوں کی آسانی کے لئے میں اس کا ترجمہ ڈچ زبان میں کروں، اس طرح حضور کے ساتھ میں بھی ثواب میں شریک ہو جاؤں گا۔

آپ کا نام :- محمد فاروق، صوبہ

۸۶۹ الجوار اللہم ہدایۃ الحق والصواب

جو عاقل بالغ آزاد مسلمان (خواہ مرد ہو یا عورت) ساتھ سے سات (۷) تولہ یعنی رائج الوقت وزن میں ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ (۲۵-۸۷) سونا یا ساتھ سے باطن تولہ چاندی (چھ سو گیارہ گرام باسٹھ پوائنٹ چاندی) کا تہہ مالک ہو۔ یہ ان چاندی سونا دونوں میں سے کسی ایک کا مالک ہو وہ شریعت اسلام کے نزدیک صاحب نصاب

کہلاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ساڑھے ستاسی گرام سونا (تقریباً) کا ایک نصاب ہوتا ہے یونہی چھ سو ساڑھے گیارہ گرام چاندی (تقریباً) کا ایک نصاب ہوتا ہے۔ ایک نصاب کے کم سونا یا چاندی یا اس کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں۔ یونہی ایک نصاب کے بعد جب تک نصاب کے پانچویں حصہ تک سونا یا چاندی نہ پہنچ جائے اس کے درمیانی وزن پر زکوٰۃ معاف ہے۔ جیسا کہ آنے والے نقشہ سے ظاہر ہوگا۔

۲۵۵
حولانِ حول سے مراد قمری سال ہے جس کا حساب چاند سے ہوتا ہے عموماً تین سو پچھن دنوں کا ایک قمری سال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں شمس سال کا اعتبار نہیں ہے۔ ایک قمری سال گزر جانے کا نام حولانِ حول ہے۔ اور جب نصاب پر ایک قمری سال گزر جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت بھی نماز روزے کی طرح قطع ہے اس کا منکر عند الشرع کافر اور اگر منکر نہ ہو لیکن صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہ نکالے یا زکوٰۃ نکالنے میں تاخیر اور بہانہ بازی کرے تو وہ شریعت کے نزدیک فاسق و فاجر اور مستحق عذاب الیم ہے۔

عامۃ المسلمین کے سمجھنے کے لئے میں چاندی سونا کی زکوٰۃ کا ایک نقشہ پیش کر رہا ہوں تاکہ اہل نصاب حضرات کو چاندی سونے کی زکوٰۃ نکالنے میں آسانی ہو اس نقشہ میں دو مقداروں کے درمیان جو مقدار نہیں لکھی گئی ہے اس کی زکوٰۃ معاف ہے مثلاً نقشہ کے پہلے خانہ میں ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ سونا کی مقدار ہے جس کی زکوٰۃ دو گرام اٹھارہ پوائنٹ ہے اس کے بعد ایک سو چار گرام چوراسی پوائنٹ ہے جس کی زکوٰۃ دو گرام باسٹھ پوائنٹ ہے۔ اور ستاسی کے بعد ایک سو چار تک کوئی مقدار نقشہ میں نہیں ہے۔ لہذا درمیانی مقدار کی زکوٰۃ معاف ہے مثلاً کسی کے پاس ایک سو چار گرام سونا ہے تو اس کو صرف ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ سونا ہی کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اسی طرح نقشہ میں جہاں جہاں دو مقداروں کے درمیان کسی مقدار کی وضاحت نہیں ہے اس میں پہلی والی مقدار ہی کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

سونا کے ایک نصاب کے ایک کیلو سونا تک کی زکوٰۃ کا نقشہ

۱	۲	۳	۴	۵
سونا کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ پوائنٹ گرام	سونا کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ پوائنٹ گرام	سونا کی مقدار پوائنٹ گرام
۸۷-۲۷	۲-۱۸	۲۷۹-۵۲	۶-۹۹	۲۷۱-۷۱
۱۰۲-۸۲	۲-۶۲	۲۹۷-۱۷	۷-۲۲	۲۸۹-۱۸
۱۲۲-۳۱	۲-۶	۳۱۲-۲۸	۷-۸۶	۵۰۶-۶۵
۱۲۹-۷۸	۲-۲۹	۳۳۱-۹۵	۸-۲۰	۵۲۲-۱۲
۱۵۷-۲۵	۲-۹۲	۳۲۹-۲۲	۸-۷۲	۵۳۱-۵۹
۱۷۲-۷۲	۲-۲۷	۳۶۶-۸۹	۹-۱۷	۵۵۹-۶
۱۹۲-۱۹	۲-۸	۳۸۲-۲۶	۹-۶۱	۵۷۶-۵۳
۲۰۹-۶۶	۵-۲۲	۴۰۱-۸۲	۱۰-۵	۵۹۳-...
۲۲۷-۱۲	۵-۷۸	۴۱۹-۳۰	۱۰-۲۸	۶۱۱-۲۷
۲۴۲-۶۰	۶-۱۲	۴۳۶-۷۷	۱۰-۹۲	۶۲۸-۹۳
۲۶۲-۷	۶-۵۵	۴۵۲-۲۳	۱۱-۲۶	۶۴۶-۳۱

چاندی کے ایک نصاب کے ایک کیلو تک کی زکوٰۃ کا نقشہ

۱	۲	۳
چاندی کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ کی مقدار پوائنٹ گرام	چاندی کی مقدار پوائنٹ گرام
۶۱۱-...	۶۲	۱۵-۲۹
۶۳-...	۹۲	۱۸-۲۵

نوٹ۔ اگر کسی کے پاس ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ ہی سونا ہو تو صرف ایک نصاب

۲۶۱۸
کی زکوٰۃ دو گرام اٹھارہ پوائنٹ نکالنی ہوگی۔ اور اس سے کم سونا کا وہ مالک ہے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح اگرچہ سو گیارہ گرام باسٹھ پوائنٹ سے کم چاندی کا مالک ہے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

نوٹ :- چاندی یا سونے پر جس دن سال پورا ہوگا اسی دن کے بازار نرخ کا اعتبار ہوگا۔ اگر سال کے اختتام سے پہلے یا بعد میں نکالی جائے تو ان دنوں کے نرخ کا اعتبار نہ ہوگا۔ مثلاً محرم ۱۴۲۴ء کی بائیس تاریخ کو کوئی مسلمان صاحب نصاب ہو گیا تو اس نصاب پر ایک سال گزرنے کے بعد ۲۳ محرم ۱۴۲۵ء کو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر صاحب نصاب چاندی یا سونا ہی زکوٰۃ میں دینا چاہتا ہے جب تو بازار بھاؤ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہاں اگر کرنسی نوٹوں یا کسی دوسری اشیا میں زکوٰۃ دینا چاہے تو ۲۳ محرم ۱۴۲۵ء میں چاندی، سونا کا عام بازار بھاؤ معلوم کرنا ہوگا اور اس دن جو چاندی، سونا کا نرخ ہوگا اسی حساب سے کرنسی نوٹوں کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الخطیب نوری مسجد آسٹریڈم

۲ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

بینک میں جمع شدہ نوٹوں کی زکوٰۃ

۸۹۱
سبیلہ :- محمد عباس ہشیورتی فریدالاسلام
۱۵-۱۰-۱۹۹۲
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مسلمان کے پاس چاندی سونا کا نصاب نہیں صرف وہ کاغذی گلدروں (نوٹوں) کا مالک ہے لیکن اس کے نزدیکی نوٹ ہمیشہ بینک میں رہتے ہیں۔ حسب ضرورت کبھی کبھی وہ کچھ گلدروں سے لے کر بھی سکتا ہے لیکن کچھ گلدروں کی عیاد کی طور پر (فیکس ڈیپوزٹ) جمع ہیں جس کو عیاد کہا ہونے پر نکال سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس مسلمان پر زکوٰۃ و فطر واجب ہے یا؟ اگر واجب ہے تو وہ کس طرح اور کب زکوٰۃ نکالے گا؟

خادم۔ محمد عباس

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والضوادی

اگر ایک سال سے اتنے گنڈر (الینڈ کی کرنسی) بینک میں جمع ہیں جس سے چاندی کا ایک نصاب (یعنی چھ سو بارہ گرام چاندی) خریدا جاسکتا ہے۔ تو وہ مسلمان صاحب نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ و فطر واجب ہے۔ اور جب وہ حسب ضرورت بینک سے اپنی کچھ رقم جب چاہے نکال لینے پر قادر ہے تو سال تمام ہونے کے بعد ہی اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی بھی واجب ہو جائے گی۔ اور ادائیگی میں تاخیر ہونے پر گنہگار ہوگا۔

ہاں جو رقم کسی میعاد کی پابندی کے ساتھ جمع ہے کہ اس سے پہلے نکالنا ممکن نہیں یا ممکن تو ہے مگر نہایت دشواریوں کے بعد تو اس میعاد جمع شدہ رقم کے ہر سال کے اختتام پر زکوٰۃ واجب ہوتی جائے گی۔ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب وہ بینک سے روپیہ نکالنے پر قادر ہوگا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ کل رقم نکالنے کے بعد ہی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی بلکہ اگر نصاب کا ایک خمس نکالنے پر بھی قادر ہو گیا تو اس خمس کی زکوٰۃ کی ادائیگی اسی وقت واجب ہو جائے گی۔ والمسئلۃ کلھا فی کتب الاسفار کالذرر والغرر
ورد المحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء، جامعہ مدنیۃ الاسلام، دیوبند، الینڈ

بدمذہبوں کو زکوٰۃ دینا

۸۹۵ مسئلہ: مولانا مطیع الرحمن اشرفی، گوپاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ و فطر کی رقموں کو دیوبندی وہابی، رافضی، خارجی، نیچری، قادیانی، مودودی، تبلیغی وغیرہم کے مدارس میں دینا درست ہے یا نہیں؟ اور دینے والوں کے ذمہ سے زکوٰۃ و فطر ادا ہوا یا نہیں؟ جو لوگ ان مدارس میں دیتے ہیں وہ یہ سوچ کر دیتے ہیں کہ وہاں بھی تو قال اللہ اور قال الرسول کی تعلیم ہوتی ہے۔ المستفتی: محمد طبع الرحمن اشرفی، گوپاپور ضلع سمٹی پور۔

بعون الملک الوہاب

۹۱ الجواب

جماعتِ مذکورہ فی السوال کے اکثر اکابر رہنما کے اقوال کفریہ خبیثہ پر علماء عرب نے
عمد نے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا اور فرمایا جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کے عذاب و
کفر میں شک کرے وہ بھی انہیں میں سے کافر و جہنمی ہے اور جماعتِ مذکورہ کے متبعین
کا حال اب تک یہی ہے کہ وہ ان طواغیت کو اپنا ولی و رہنما اور دینی پیشوا گردانتے ہیں
لہذا وہ سب کے سب فرقِ باطلہ میں سے ہیں۔ ان کی حمایت حرام اور اعانت نہایت بد انجام
و جہات نام ہے۔ قال تعالیٰ عزوجل وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
ان کے یہاں قال اللہ کی تعلیم عظمتِ الہی کے لئے نہیں بلکہ اہانتِ الہی اور کذب
پاری تعالیٰ نسبت کرنے کے لئے ہے اور قال الرسول کا درس تعلیم رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں بلکہ (معاذ اللہ تعالیٰ) انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام
اور دیگر معظمین کے عیوب و نقائص تلاش کرنے کے لئے ہے جو حال اسرائیل کے
یہودیوں، جیفر و رلوہ کے مزائنیوں کی تعلیم و تربیت کا ہے وہی حال ان گروہوں کی
تعلیمات کا ہے۔ لہذا ان کے مدارس میں زکوٰۃ و فطر کی رقمیں دینا حرام اور ان کے دیئے
سے فطرہ و زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی کیونکہ اولئے زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے اور
فقیر کا صاحب ایمان ہونا ضروری ہے اور وہاں تو ایمان ہی نہیں تملیک کیونکہ تحقق ہو
تویر الابصار ص ۹۳ میں ہے لایجوز صرفہا لاهل البدع“ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ فادم الافناء والقضاء مجلس علماء نیدرلینڈ

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ - ۱۳ جولائی ۲۰۰۱ء

کرایہ پر چلنے والی گاڑیوں اور مکانات پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۸۹۶
مسئلہ: عابد علی، دی ہیگ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے پاس اپنی رہائش
کے علاوہ اور بھی مکانات ہیں جو کرائے پر لگے ہیں۔ اور استعمالی کار کے علاوہ دیگر کاریں

کئی ہیں جو کسی (کرایہ) میں چلتی ہیں تو کیا ان مکانات کی مالیت یا کاروں کی قیمت پر بھی زکوٰۃ ہے؟ یا صرف ان کی آمدنیوں پر؟

المستفتی:- عابد علی یوساٹت مجلس علماء نیڈر لینڈ

۷۸۶

بعون الملك الوہاب

الجواب

وہ مکانات یا کاریں جو کرایہ پر چلتی ہیں یا کرایہ پر چلانے کے لئے خریدی گئی ہیں ان کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں اگر اتنی آمدنی ہو جاتی ہے جس سے سونے یا چاندی کا ایک لٹاب بن جائے اور اس آمدنی پر سال بھی گزر گیا ہو (حولانِ حول) تو اس پر زکوٰۃ ہے۔ رہائشی مکان یا استعمال کے لئے لی گئی کاروں پر یا اس کی مالیت پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

ہاشمی حضرات مصرفِ زکوٰۃ کیوں نہیں؟

۸۹۷ مسئلہ ۱۔ محمد عمران علوی مسجد عابدین آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوٰۃ جن لوگوں کو دینے

کی ممانعت ہے اس میں سرفہرست ہاشمی مسلمان اور کفار و مشرکین آتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ساداتِ کرام کو کفار کے ساتھ کیوں گنایا جاتا ہے۔ جبکہ ایک قابلِ تعظیم

ہے اور دوسرا لائقِ توہین؟ پھر زکوٰۃ کا مال ہاشمی سادات کو دینے سے کیوں زکوٰۃ ادا نہیں

ہوگی؟ سائل ۱۔ خادم السادات محمد عمران علوی کیروف امام مسجد عابدین آسٹریڈم

۷۸۶

الجواب

ختم اور آدمی دونوں کا گوشت حرام ہے ایک انتہائے نجاست کی وجہ سے،

دوسرا انتہائے کرامت کی وجہ سے۔ اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں آسکتی ہے تو تعجب ہے

کہ آپ کا سوال پھر اس کا جواب آپ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دین کی ابھی

کچھ عطا فرمائے آمین۔

زکوٰۃ یہ اصل مال کا میل کچیل ہے جس کے نکال دینے سے سارا مال پاک صاف

ہو جانا ہے۔ یہ انہی لوگوں کو دینا چاہئے جو اس کے مستحقین ہیں اور جس کی تفصیل قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہاشمی حضرات نسی اعتبار سے پاک صاف طیب ظاہر ہیں جنکے آباء و اجداد کی طہارت مسلم و موکد و مبتین ہے لہذا انہیں مال کا میل کچیل دیکر ان کے پاکیزہ خدو خال کو مندرجہ کرنے کی حرات نہیں کی جائے گی۔ اسی لئے شریعت طاہرہ نے انہیں صدقات واجبہ دینے سے منع فرمایا ہے اور یہ تاکید فرمائی ہے کہ اگر ہاشمی حضرات میں سے کوئی عسرت کی زندگی گزار رہا ہو تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے پاک مال اور پاک کمائی سے نہایت ادب و احترام کے ساتھ ان کی خدمت عالیہ میں نذر گزارنا چاہئے۔ اگر وہ اس نذر کو قبول فرمائیں تو ہمارے لئے سعادت دارین کا سبب ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ قادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ
۱۴۲۱ھ

صرف کاغذی نوٹوں پر زکوٰۃ و قربانی

۸۹۸ مسئلہ :- عاشق حسین دہلی سلیوٹر سٹریٹ ۳
۱۹۸۶-۱۲-۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حاملان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کاغذی کرنسی جسے ہالینڈ میں گولڈن گلڈر (موجودہ یورو) کہا جاتا ہے وہ سونا کے مثل ہے یا چاندی وغیرہ معدنی قیمتی اشیاء کے؟

اگر کسی کے پاس اتنے گولڈن ہیں جس سے کئی نصاب چاندی کے خریدے جاسکتے ہیں لیکن سونا کا ایک نصاب بھی نہیں خریدا جاسکتا تو ایسی صورت میں صرف کاغذی کرنسی رکھنے والا صاحب نصاب کہلائے گا یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ و قربانی اور صدقہ فطر واجب ہو گا یا نہیں؟ بتیو اور توجروا۔

۸۹۶ الجواب هو الہنادی الی الصواب

سونا اور چاندی دونوں ثمن حقیقی و خلقی ہیں۔ جبکہ کسی ملک کی کاغذی کرنسی خواہ اس کا نام جو بھی ہو نہ ثمن حقیقی ہے نہ ثمن خلقی بلکہ موجودہ حالات کے تناظر میں زیادہ سے

زیادہ اُسے زرا اصطلاحی اور ثمن عرفی کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ بھی ایک مستند اور مقوم مال ہے جس کا خاص و عام میں لین دین ہوتا ہے۔ سونا چاندی سے متعلق امام اہلسنت مجدد دین و ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

لَا تَهْمَا خَلْقًا لِّلثَمَنِیَّةِ وَلَا تَبْدِیلِ
لِخَلْقِ اللّٰهِ۔ (کفل الفقیہ)

چاندی، سونا ثمن ہونے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدلی نہیں جاتی۔

اور کاغذی کرنسی سے متعلق اسی "کفل الفقیہ القاہم فی احکام قرطاس الدرہم"

میں فرماتے ہیں۔

سلعة باصله لانه قرطاس و
و ثمن بالاصطلاح لانه یعامل
به معاملة الاثمان وهذا
الرقوم المكتوبة علیه تقديرات
ثمنیة بالثمن الاصلی كما
علت۔ فهو اصطلاح لامضائفة
فیه الخ

اصل میں یہ (نوٹ) ایک متاع ہے اسلئے کہ یہ کاغذ کا ایک پرچہ ہے اور ثمن اصطلاحی ہے اس لئے کہ اسکے ساتھ ثمن کا سامعہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ رقم جو اس پر مقوم ہیں یہ اس کی ثمنیت کا ثمن اصل سے اندازہ ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا..... تو یہ ایک ثمن اصطلاحی ہے اس میں کچھ بھی مضائقہ نہیں۔

مختصر یہ کہ نوٹ نہ ثمن حقیقی ہے نہ ثمن مثل ہے نہ ثمن دستاویزی وغیرہ ہے۔ اور نہ ہی سونا، چاندی یا کسی معدنی قیمتی اشیاء کے مثل و مشابہ ہے۔ ہاں وہ اپنے قدر و اہمیت کے اعتبار سے۔ سونا کے ساتھ مربوط کیا جاسکتا ہے۔ مگر شریعت مطہرہ کی نظر میں چونکہ چاندی بھی ثمن حقیقی ہے اس لئے خاص صدقہ فطر کے باب میں وہ شخص صاحب نصاب کہلائے گا۔ جو اپنی کرنسی نوٹوں کے ذریعہ چاندی کا ایک مکمل نصاب خرید سکتا ہو کیونکہ اس میں فقرا کا نفع ہے اور فقہاء کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ جس صورت میں فقرا کا فائدہ زیادہ ہو اس کو اختیار کرنا النسب ہے۔

جب چاندی کا ایک نصاب ان نوٹوں سے خرید سکتا ہے تو وہ صاحب نصاب ہے جو لان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔

قربانی کے باب میں یہ دیکھا جائے گا کہ چاندی کے جتنے نصاب اس کے پاس ہیں اس کی زکوٰۃ کی رقم سے ایک چھوٹا جانور یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ خریدنا ممکن ہے یا نہیں اگر ممکن ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی ورنہ نہیں..... مثلاً کوئی شخص صرف اتنے نوٹوں کا مالک ہے جس سے چاندی کا الگ الگ دو نصاب (بارہ سو تیس گرام چوبیس پوائنٹ چاندی) خرید سکتا ہے جس کی زکوٰۃ تقریباً ساڑھے تیس گرام چاندی ہوتی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ۳۰ گرام چاندی یا اس کی قیمت سے ایک سالہ بکری یا کسی بڑے جانور (جس کی قربانی ہوتی ہے) کا ساتواں حصہ خریدا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر خریدا جاسکتا ہے تو قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ، نوری مسجد، مشرق ۲۲، ۸۹، ۶

نوٹوں سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

۸۹۹ مسئلہ:- ذاکر نکتہ حسان، ویلی سلیوٹر سٹریٹ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی آدمی سونا کے نصاب کا مالک ہو مگر اس کی زکوٰۃ نوٹوں میں نکالنا چاہے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بیٹنوا دل توجروا

۸۹۶ الجواب بعدین السوہاب

جی ہاں نوٹ بھی مال متقوم، ثمن اصطلاحی و عرفی ہے لہذا نوٹوں کے ذریعہ بھی زکوٰۃ و فطر کی ادائیگی ہو جائے گی خواہ فقیر و مسکین (مستحقین زکوٰۃ) ان نوٹوں کو ابھی اپنے مصرف میں لایا ہو یا نہ لایا ہو۔ صرف ان نوٹوں پر قبضہ ہو جانے یا ملکیت تفویض کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے صرف اباحت کافی نہیں۔ لہذا زکوٰۃ نکالنے والوں پر ضروری ہے کہ مستحقین زکوٰۃ کو مال زکوٰۃ کا مالک بنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ، نوری مسجد

عشر بٹائی دار پر یا مالک زمین پر؟

مسئلہ ۹۰۰۔ عنزیر الحسن، نیس فرانس

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ جن باغات اور کاشت کی اراضی کی پیداوار بٹائی پر منحصر ہے اس کا عشر یا نصف عشر مالک زمین پر ہے یا بٹائی کرنے والے کاشتکار پر؟ یا دونوں پر؟ اور عشر یا نصف عشر کاشت کے سلسلہ میں کئے گئے اخراجات وضع کرنے کے بعد ہے یا کل پیداوار پر؟ واضح جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

۹۰۶ الجوار بعد الوہاد

باغات اور کاشت کی زمین میں مزدوروں کی مزدوری، ہل، بیل اور مشین کا خرچہ اور اس کی سنبھالی کی اجرت، علاقائی اصول و ضوابط کاشتکاری کے مطابق زمین کے مالک یا بٹائی دار یا دونوں ادا کریں گے۔ البتہ عشر یا نصف عشر ان دونوں (مالک زمین اور بٹائی دار) پر اپنے اپنے حقہ کے مطابق نکالنا ضروری ہوگا۔

ہو سکتا ہے کہ مالک زمین مسلمان ہو اور بٹائی دار غیر مسلم، یا دونوں مسلمان ہو بہر حال دونوں پر عشر یا نصف عشر نکالنا واجب ہے تاکہ "وَمِمَّا زَقَفْنَا لَهُمْ يُنْفِقُونَ" پر عمل ہو جائے کیونکہ ان دونوں میں سے اگر ایک عشر نکالتا ہے اور دوسرا نہیں تو زمین کے ذریعہ جس قدر رزق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس سب میں سے انفاق نہیں ہوا۔ اسی لئے فقہائے کرام نے ان سبھوں پر عشر یا نصف عشر واجب قرار دیا ہے جو زمین کی پیداوار میں حصہ دار ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

لا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وکری الاغفار وغیر ذلک فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجته الارض.....

مزدوروں کی مزدوری، ہل، بیل کا خرچہ، سنبھالی کی اجرت پیداوار سے محسوب نہیں ہوگی، زمین کی پیداوار سے جو کچھ حاصل ہوا ان سب میں عشر یا نصف عشر نکالنا واجب ہے۔

اور بدائع ص ۵۶ میں ہے

والعشر يجب في الخارج والمخارج پیداوار میں عشر واجب ہے اور جب پیداوار دونوں
بیخما فیجب العشر علیہما۔ کے درمیان مشترک ہے تو عشر بھی ان دونوں پر واجب ہوگا۔
پھر اس بدائع میں چند سطروں کے بعد ہے ولو عارها من كافر فكذلك
الجواز (يجب العشر على المستعير الكافر) عندهما لان العشر عندهما
في الخارج على كل حال اهـ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، نوری دارالافتاء، آسٹریڈم

زکوٰۃ ہیں دی گئی رقم کا اگر کچھ حصہ گورنمنٹ واپس کرے

۹۰۱ مسئلہ: عابد علی بوساطت مجلس علماء نیدر لینڈ۔
۱۱-۹-۲۰۰۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صاحب نصاب نے شرعی
حساب سے اپنی زکوٰۃ ادا کر دی۔ مثلاً ایک ہزار گلڈر پر پچیس گلڈر بطور زکوٰۃ نکال کر
مستحقین زکوٰۃ کو دے دیا۔ تو اس پچیس گلڈر کا کچھ حصہ (۲۵٪) یہاں کا انکم ٹیکس آفس بغیر
کسی مطالبہ کے واپس دیتا ہے۔ کیا صاحب نصاب گورنمنٹ کی اس واپس کردہ
رقم کو لے سکتا ہے؟ جواب با صواب سے نوازیں۔

المستفتی: عابد حسین بیچن دی ہیگ

۹۰۲ الجواز بعون الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جو رقم یہاں کی گورنمنٹ یا انکم ٹیکس آفس نے اپنی خوشی
یا قانون ملکی کے مطابق زکوٰۃ دینے والوں کو واپس کی، اس کا لینا صاحب نصاب کے
لئے جائز و مباح ہے۔ اور اگر مطالبہ کے بعد ملے جب بھی جائز ہے۔ کما فی اللہ ہدایہ
المال الذی حصل عن الحرینی (باقی طریق ای بلا عندہ، فهو
مباح عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء مجلس علماء نیدر لینڈ

شہی مرہون سے فائدہ اٹھانا

قرض کی زکوٰۃ مقروض پر یا قرض دینے والے پر؟

۹۰۲ مسئلہ :- حاجی محمد حبیب انگریز، غنی پور، ترونی۔

۱۳۲۱ھ-۶-۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک کاشت کی زمین زید نے بکر سے ٹھیکہ پر لی اور اس کے بدلہ میں دس ہزار روپیہ بکر کو دیا۔ بکر نے ٹھیکہ کی کوئی میعاد مقرر نہیں کی بلکہ زید سے کہا کہ جب تک تمہارا روپیہ میں نہ لوٹا دوں تم اس زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھاؤ۔ سوال یہ ہے کہ اس زمین سے نفع حاصل کرنا زید کے لئے از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کا روپیہ جو بکر کے پاس ہے اس کی زکوٰۃ زید پر واجب ہے یا بکر پر؟ بیٹو اور توجروا۔ سائل امجد حبیب انگریز، غنی پور، ترونی، بہار انڈیا

۹۲۷ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

صورتِ مسئلہ میں نہ ٹھیکہ ہے نہ بیانی بلکہ یہ صورت قرض و رہن کی ہے۔ بکر کی زمین دس ہزار روپے کے عوض زید کے پاس رہن ہے اور رہن سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز نہیں، اور قرض کا فائدہ سمجھ کر بکر کی زمین سے کچھ حاصل کرنا بھی جائز نہیں کہ اس کو فقہاء کرام نے احادیث کریمہ کی روشنی میں رہا شمار فرمایا ہے۔

زید کا روپیہ جو بکر کے پاس ہے اس کا مالک زید ہی ہے اس کی زکوٰۃ زید پر واجب ہوگی۔ لیکن اوائے زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب کل یا بقدر نصاب یا بقدر خمس نصاب رقم واپس ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ علامہ اجماعی، دارالافتاء، اسلامک فونڈیشن، لندن

کسی جامعہ یا مدرسہ کو زکوٰۃ دینا

۹۰۳ مسئلہ :- شکر، دی ہیگ، ہالینڈ

۱۹۹۶ھ-۲-۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت علامہ ارشد الفتاویٰ

صاحب زید لطف نے نہایت محنت و کاوش کے بعد ہالینڈ کے مشہور شہر دی ہیگ میں اپنے احباب و مخلصین کے تعاون سے ایک عظیم الشان عمارت خریدی جس میں جامعہ مدنیۃ الاسلام کے نام سے ایک دینی ادارہ کو قائم فرمایا۔ چند برسوں کے بعد موجودہ عمارت کو فروخت کر کے اس سے کہیں زیادہ عظیم الشان دوسری عمارت خریدی اور اس میں جامعہ کا کام وسیع پیمانہ پر چلنے لگا۔ ہالینڈ کے مختلف شہروں کے علاوہ بلجیم وغیرہ سے بھی محققا و قرأت اور درس تفسیر و حدیث کے لئے طلباء کا داخلہ جامعہ میں لیا گیا، ملک بیرون ملک کے مدرسین و ملازمین کا تقرر ہوا۔ اب وہ جامعہ ایک کمیٹی کے ذریعہ چل رہا ہے۔ بیرونی مدرسین و طلباء کے قیام و طعام اور دیگر اساتش کا انتظام بھی جامعہ ہی کی طرف سے جامعہ میں ہوتا ہے۔ جو طلباء یہاں زیر تعلیم ہیں سب خود کفیل ہیں کیونکہ گورنمنٹ انہیں وظیفے دیتی ہے اور ان کے والدین بھی فقیر و مسکین نہیں ہیں۔ پھر ان طلباء کے کھانے پینے اور رہنے کا اہتمام جامعہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ و فطر کی رقم جامعہ مذکور میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی دیدے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

سائل: شکر صاحب دین۔ دی ہیگ ہالینڈ

۹۲ الجواب اللہم ھک اذیۃ الحق والصواب

کسی بھی اسلامی مدرسہ، جامعہ، انجمن کو زکوٰۃ و فطر کی رقم اس شرط پر دینی جائز ہے کہ اس کا مہتمم یا سکرٹری اس رقم کو خاص تملیک فقیر مسلم میں صرف کرے کیونکہ ادائے زکوٰۃ کے لئے کسی مسلمان فقیر یا مسکین کا اس مال زکوٰۃ پر قبضہ کرنا ضروری (شرط) ہے بالفرض اگر جامعہ کے مہتمم نے مال زکوٰۃ و فطر سے صرف مطبخ چلایا اور اس کا کھانا فقیر و مسکین طلباء کو کھلانا سنا پھر بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ کھلانے میں صرف اباحت کی صورت پائی گئی ملکیت کی نہیں اور یہاں ملکیت ضروری ہے۔ زکوٰۃ و فطر کی رقم سے جامعہ یا مدرسہ دینیہ کی تعمیر فرس کا انتظام اور ملازمین و مدرسین کی تنخواہیں نہیں دی جاسکتی۔ اگر مہتمم ناظم نے زکوٰۃ کے پیسے سے یہ سب کام کیا تو وہ سخت گناہ مستحقین عذاب نار ہوئے اس پر جب ہے کہ توبہ کریں اور جس سے زکوٰۃ کی رقم لی ہے انہیں واپس کریں۔

زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی ہے جب تک کہ زکوٰۃ کی رقم مصارف زکوٰۃ میں نہ پہنچ جائے اور اس پر تملیک فقیر ثابت نہ ہو جائے۔

اگر یہاں کے مسلمان اپنی قوتِ بازو سے جامعہ کا تعاون نہیں کر سکتے ہیں اور اس کو اچھی طرح چلانے کی سکت نہیں رکھتے ہیں تو اللہ و رسول جل و علی و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا مال بطریق حیلہ شرعی اس کی بقاء اور ترقی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے یعنی زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ صدقات واجبہ کس نیک صالح بندہ خدا کو جو مصرف زکوٰۃ بھی ہو بہ نیت زکوٰۃ دیکر اس کے ملک کر دیا جائے اور وہ بہ نیت ثواب غلہ جات یا کتابیں وغیرہ (جس میں چیز کی ضرورت جامعہ کو ہے) خرید کر جامعہ کے حوالہ کر دے یا بطور چندہ جامعہ کو نقدی دیدے۔ پھر اراکین جامعہ جس طرح اور جس جائز کام میں چاہیں اسے خرچ کریں۔ اس طرح زکوٰۃ والوں کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور یہ دونوں فریق بھی ثواب کے مستحق ہوں گے۔ المسئلة الحيلة منصوبة في الدر المختار و رد المحتار والمعتمدات الاسفار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد الواحد قادری غفرلہ فوری دارالافتاء ۱۳۹۶ھ

مسجد کے مکس میں زکوٰۃ کی رقم دینا

مسئلہ ۹۰۴۔ فرہاد گمان، بلائیس سٹراٹ، آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ یورپ کے کسی ملکوں میں یہ رواج ہے کہ صاحب نصاب از خود فقراء اور مساکین کو تلاش کر کے زکوٰۃ نہیں دیتے نہ ان کے گھروں پر کوئی زکوٰۃ لینے کے لئے آتا ہے بلکہ اکثر مسجدوں میں ایک زکوٰۃ و فطرہ کا بکس رکھ جاتا ہے اور دوسرا مصالح مسجد کے چندہ کے لئے۔ صاحب نصاب حضرات اپنی اپنی زکوٰۃ و فطرہ رقیں اس میں رکھ دیتے ہیں۔ اور عید الفطر کے بعد مسجد کے ارکان اپنی صوابدید کے مطابق اس رقم کو مدارس و دارالیتیٰ وغیرہ کو بھیج دیتے ہیں، یا کسی معتد شخص کے ذریعہ جماعت فقراء و مساکین کے درمیان تقسیم کرا دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں صاحب نصاب حضرات کی زکوٰۃ و فطرہ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

اور یہ صورت شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ فریادگمان، بلائیس سٹوٹ آسٹریڈم ہالینڈ۔

۹۸۶ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

ادائے زکوٰۃ کے لئے کسی معتد شخص کو یا کسی مسلم جماعت کو وکیل بنا دینا شرعاً جائز ہے لیکن زکوٰۃ اسی وقت ادا ہوگی جبکہ وہ رقم کس مسلم فقیر کی ملک میں پہنچ جائے۔ جن جماعتوں کو یا معتد شخص کو اہل نصاب حضرات اپنی زکوٰۃ کا وکیل بناتے ہیں ان وکیلوں پر فرض ہے کہ جلد سے جلد زکوٰۃ کی رقم مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کر کے سبکدوش ہو جائیں مدارس و دارالیتامیٰ تک زکوٰۃ کی رقم بھیجنے میں اگر مزید خرچ ہو تو وہ خرچہ زکوٰۃ کی رقم سے وضع نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کمی کو وکیل اپنے پاس سے پورا کرے گا۔ زکوٰۃ میں صرف وہی رقم محسوب ہوگی جو مستحقین زکوٰۃ کے قبضہ میں آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری، جامعہ مدنیۃ الاسلام

۸ صفر ۱۴۱۲ھ

نابالغ بچیوں کے زیورات پر زکوٰۃ

۹۰۵ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ماں باپ نے سونے کے زیورات بنا کر اپنی بیٹیوں کو ہبہ کر دیا تو ان زیورات پر زکوٰۃ ہے یا نہیں خلاصہ جواب دیکر مشکور ہوں۔ حاجی گلاب، زولہ، نیدرلینڈ

۹۸۶ الجواب

اگر واقعی ماں باپ نے وہ زیورات بیٹیوں کی ملک میں دیدیئے تو اگرچہ وہ زیورات ہر ایک کی ملک میں بقدر نصاب یا اس سے زائد ہو اور اس پر سال بھی گزر گیا ہو ماں باپ یا نابالغ بیٹیوں میں سے کسی پر اسکی زکوٰۃ واجب نہیں۔ ماں باپ پر اسلئے نہیں کہ وہ انکی ملک نہیں ہے اور بیٹیوں پر اس لئے نہیں کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے احکام شرع کی وہ متحمل نہیں جب بالغ ہو جائیں گی تو زکوٰۃ کا حکم ان پر عائد ہوگا۔ واللہ اعلم

عبدالواحد قادری خادم الانار، جامعہ مدنیۃ الاسلام۔ دی بنگلہ

۸ صفر ۱۴۱۲ھ

سونے چاندی کی زکوٰۃ اس کی قیمت میں ادا کرنا

۹۰۶ مسئلہ :- رابعہ مصباح النساء، فرینک فورٹ

۱۳۲۳-۱-۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی کے اتنے زیورات میرے پاس موجود ہیں جن کے پانچ لکھ بنتے ہیں، میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ یورپ کنسی میں نکالنا چاہتی ہوں۔ لیکن دریافت طلب بات یہ ہے کہ زیورات کی قیمت زکوٰۃ نکالنے کے وقت کی معتبر ہے یا زیورات بونانے کے وقت کی؟ کیونکہ جب تک قیمت کا صحیح تخمینہ نہ ہو زکوٰۃ کی صحیح مقدار نکالنی مشکل ہے۔ امید کرتی ہوں کہ صحیح صحیح جواب دے کر عن اللہ ماجور ہوں گے۔ رابعہ مصباح النساء، فرینک فورٹ، جرمنی

۹۱۲ الجواد اللہم ہدایۃ العون والقواد

جی ہاں جب چاندی یا سونے کی زکوٰۃ کسی کرنسی میں ادا کی جائے گی تو چاندی سونے کی قیمت کا معلوم ہونا ضروری ہوگا۔ چاندی سونے یا اس کے زیورات کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کی قیمت عند الشریع معتبر نہیں اور نہ ہی خریدگی کے وقت کی قیمت معتبر ہے بلکہ جس دن اس پر قمری سال کا اختتام ہوگا اسی دن کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً کسی نے دس محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو اتنے زیورات خریدا جو ایک لکھ یا اس سے زیادہ ہے۔ آئندہ محرم سے پہلے پہلے اس شخص نے کچھ اور زیورات یا سونا خریدا تو ۹ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو ان تمام زیورات یا سونا کی جو قیمت ہوگی ان ساری قیمتوں کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالنا ہوگا۔ اگر اس نے سال تمام سے پہلے زکوٰۃ نکال دی ہے تو سال تمام کے دن حساب کر لے، کم دیا ہے تو پورا کرنے اور زیادہ دیا ہے تو آئندہ سال محسوب کرے

ہنکذا فی الفتاویٰ الترضویۃ وغیرہما من کتب الفقہ والفتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری خادم الافشاء اسلامک فونڈیشن سید لینڈ

۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ ۵ اپریل ۱۳۲۳ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر

۹۰۷
سئلہ: عابد رضا، بھونیشور اڑیسہ

۲۱-۱-۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مدرسہ یا کسی اسکول کی عمارت بنوانے کیلئے زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

عابد رضا۔ عابدہ مڈل اسکول، ٹوڈیہ بھونیشور (انڈیا)

۹۱
۹۲

الجواب

اسکول و مدارس یا عیگاہ و مساجد میں تملیک کی اہلیت نہیں اور اداۓ زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے لہذا ان عمارتوں میں زکوٰۃ کی رقم نہیں لگ سکتی ہے اس جہاں دینی ضرورت داعی ہو وہاں حیلہ کیا جاسکتا ہے مثلاً مسجد مدرسہ کی عمارت کی شدید ضرورت ہے اور صدقات واجب کے علاوہ کوئی اور آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے تو کسی مسلمان فقیر کو زکوٰۃ کی رقم بریت اداۓ زکوٰۃ دیکر یہ ترغیب دی جائے کہ وہ اس رقم سے مسجد یا مدرسہ بنوادے پھر وہ مسلم فقیر زکوٰۃ کی رقم کو اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد اس رقم سے عمارت بنوادے تو زکوٰۃ دینے والے کے علاوہ فقیر بھی ثواب کا مستحق ہوگا اور مسلمانوں کا ایک اہم کام بھی ہو جائے گا۔ والعیلہ لہ ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلك بالصرف الی هذا الوجوه لا فیكون یتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقیر ثواب بناء المساجد القنطرة ماہ (شرح شرح الاشباہ ص ۶۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ ۲۱ محرم ۱۳۲۳ھ

امام یا معلم کو بنام تحفہ، زکوٰۃ کی رقم دینا

۹۰۸
سئلہ: میر حسن، سنوتیل بیو، بالینڈ

۸-۱۰-۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عید کے دن رشتہ داروں،

یا پڑوسیوں کے بچوں کو عیدی کے نام پر کچھ روپے پیسے دیئے جاتے ہیں۔ یا امام و معلم کو تحفہ کے نام پر روپے پیسے دیئے جاتے ہیں۔ اگر دینے والا زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت کر لے تو اس طرح اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ جبکہ لینے والوں نے صرف عیدی یا نذرانہِ خلوص سمجھ کر لیا ہو۔ مدلل جواب سے نوازنے کی زحمت گوارا کریں۔

سائل: میرن حسنوتیل بیورخ

۷۸۶

العوار بعون الله الوهاب واليه المرجع والمآب

بیشک وہ معلم و امام یا پڑوسی و رشتہ دار جنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ان کو بنام عیدی یا بنام تحفہ یا نذرانہ روپیہ پیسہ دینے اور ادائے زکوٰۃ کی نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ خواہ لینے والوں نے عیدی یا تحفہ ہی سمجھ کر لیا ہو۔

بلکہ اگر زکوٰۃ دینے والوں نے ادائے زکوٰۃ کی نیت کی مگر زبان سے عیدی یا تحفہ کہہ کر دیا جب بھی زکوٰۃ ہی ادا ہوگی۔ خاص کر وہ حضرات جو مصرف زکوٰۃ ہیں مگر شرم و غیرت کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے۔ لَا يَسْتَعْلُونَ التَّاسَّ الْحَافَا انہیں بجائے زکوٰۃ کے تحفہ تحائف ہی کے نام پر دینا افضل ہے مگر نیت ادائے زکوٰۃ کی ہو۔ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے اور نا کچھ بچوں میں قبضہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے اس لئے اگر زکوٰۃ کی رقم بچوں کو دی جائے تو ان کے کسی ولی اقریب کے ذریعہ مال زکوٰۃ پر ان کے لئے قبضہ ثابت ہو جانا چاہئے۔

خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الزکوٰۃ ص ۲۲۳ میں ہے۔

لو دفع علی صبیان اقاربہ دراهم
فی ایام العید یعنی عیدی بنیۃ
الزکوٰۃ (الی) اوالی المعلم
بنیۃ الزکوٰۃ

اگر کسی نے عید کے دنوں میں اپنے رشتہ داروں کے بچوں کو زکوٰۃ کی نیت سے عیدی دے دی یا زکوٰۃ ہی کی نیت سے معلم کو دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

غزایون البصائر کتاب الزکوٰۃ ص ۲۲۱ میں ہے

العبرة لنیۃ الدافع لالعلم دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے جسے زکوٰۃ

المدفوع۔ جا رہی ہے اسکے علم کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ ہی میں ہے۔

لا اعتبار لتسمیة فلوا نام لینے کا اعتبار نہیں۔ اگر کسی نے زکوٰۃ کے
ستماہیة او قرضا مال کا نام ہبہ یا قرض رکھ دیا تب بھی اصح قول
تجزیہ فی الاصح۔ کے مطابق زکوٰۃ ہی ادا ہوگی۔

پس صورتِ مسئلہ میں بیشک زکوٰۃ ہی ادا ہوگی چاہے مال زکوٰۃ کا نام کچھ بھی
رکھ دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الولید قادری غفرلہ، مہمد لوری آمسٹرڈم

۲۱ فروری ۱۹۸۶ء

یورپ کی زمین عشری ہے یا خراجی؟

۹۰۹ سائل: سلیمان پشاوروی نہیں، فرانس۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرانس، جرمنی اور ہالینڈ وغیرہ
یورپین ممالک میں لاکھوں ایکڑ زمین کاشت کی جاتی ہے جس کی کاشت عموماً غیر مسلم کرتے
ہیں۔ لیکن کہیں کہیں مسلمانوں نے بھی کاشت کی کچھ زمینیں گورنمنٹ سے لے رکھی ہیں۔
ان زمینوں میں سبزی، ترکاری اور مختلف اناج نیز پھل فروٹ وغیرہ کی کاشت کی جاتی
ہے۔ دیگر کاشتکاروں کی طرح مسلمانوں سے بھی ان زمینوں کا سالانہ کرایہ گورنمنٹ
ممول کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان ملکوں کی زمینیں عندالشرع عشری ہیں یا خراجی؟
ملا سکی پیداوار پر عشر واجب ہے یا نصف عشر؟ کاشت کے ہر حصہ زمین کو میراب
سے لے کے پانی کے نلوں کا گورنمنٹ کی طرف سے انتظام ہے جس کا پیسہ زمین کے کرایہ
کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے۔ سائل: سلیمان، پاک گیرج نہیں، فرانس۔

۹۱۰ الجواب: بعون الوہاب

ان ملکوں کی زمینیں نہ عشری ہیں نہ خراجی۔ کہ نہ تو یہ زمین مسلمانوں کی مفتوحہ ہے
مسلمانوں کی ملکیت اس پر مسلم ہے۔ نہ ہی مسلمان بادشاہوں نے بطور حسن سلوک

غیر مسلموں کو لوٹائی ہے۔۔۔ بہر دو صورت یہاں کی زمینوں کی پیداوار پر عشر واجب ہے کہ فرضیت عشر بے تقید دلائل شرعیہ سے ثابت ہے "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" وقد صرحوا الفقهاء بان فرضیۃ العشر ثابتہ بالکتاب والسنة والاجماع وبانہ یجب فیما یسن بعشری ولا خراجی" کافی رد المحتار و فی فتاویٰ الرضویہ مگر زمین کی جو تفصیل سوال میں ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے زمین اور پانی کا کرایہ کاشتکار کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اس پیداوار پر عشر نہیں بلکہ نصف عشر ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ ۱۲ صفر ۱۴۱۵ھ

جامعہ مدنیۃ الاسلام ہالینڈ

سودی آمدنی خلیفہ ہے اس پر زکوٰۃ نہیں

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان سودی کار بار دینا ہے (بجدا) کرتا ہے وہ مسلم و غیر مسلم سب سے دیئے ہوئے قرض پر مختلف شرح سے نفع حاصل کرتا ہے اور منافع کی رقم کا حساب الگ تھلگ بھی نہیں رکھتا ہے یعنی سود مورد دونوں رقموں کو ایک ساتھ رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں منافع کی رقم پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے یا نہیں جبکہ منافع کی رقم ہر سال کسی نصابوں کو پہنچ جاتی ہے۔ ایسا جواب عنایت فرمائیے کہ ہم کم پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں آسانی آجائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اچھا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

سائل :- مختار (بیدل) یونی سیف اسٹریٹ 5NZ برمنگم (یو کے)

۹۲ الجواد ۸۶

ان ممالک میں بھی مسلمانوں کو قرض دیکر اس سے منافع حاصل کرنا اصطلاحاً

سود (ربا) ہے جو عند الشرع حرام ہے۔

عَنْ عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ حَضْرَتِ عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيمِ

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ قَرْضٍ جَزْرٌ مُنْفَعَةٌ فَهُوَ رِبَا" (کنز العمال)

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا " ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کی جائے سود ہے " (کنز العمال)

اور رباً مالِ خبیث ہے جس کو لوٹانا واجب ہے، اس کا مالک مالک نہیں بلکہ غاصب ہے۔ اور جب ملکیت ثابت نہیں تو اس کی زکوٰۃ بھی نہیں، اگرچہ وہ مالِ خبیث نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب سے بھی زیادہ ہو جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے۔ شخص مذکور فی السوال پر توبہ فرض ہے اور یہ بھی فرض ہے کہ جس جس مسلمان سے بنام منافع اس نے اپنے دیئے ہوئے قرض پر رقم وصول کی ہے۔ ان سب کو ان کی رقمیں واپس کرے اور اگر وہ لوگ نہ ملیں تو ان کے وارثوں کو حسب سہام شرعی دیدے اور اگر ان کے وارثین کا بھی اتہ پتہ نہ چلے تو ان تمام رقموں کو راہِ خدا میں صدقہ کر دے تاکہ ان کی روحوں کو ثواب پہنچے اور اس غاصب سود خور کے گناہ میں کمی ہو۔ علامہ محمد امین عابدین شامی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

وكان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لان الكل واجب التصدق ليه فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه مثله في البرازيه والقنية

اگر خبیث مال بقدر نصاب ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ اس (سود خور) پر سب مال کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ تو اس کے ایک حصہ کے صدقہ (زکوٰۃ) کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح یہ مسئلہ فتاویٰ بزاز اور قنیه میں بھی ہے۔

اب اگر اس کے اپنے مال سے سود کی رقم کا علیحدہ کرنا خاصا دشوار ہے تو جب سے اس خبیث مال کو طیب مال میں ملایا اس وقت سے لیکر اب تک جس قدر سال اس پر گزرے سال کی زکوٰۃ پورے مشترک مال پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔

وخلط السلطان المال بنصوب بماله ملكه فتجب زکوٰۃ۔ اھ

اگر بادشاہ نے غصب کئے ہوئے مال کو اپنی ملکیت والے پاک مال میں ملا دیا۔ تو اس مال کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بکتبہ عبدالواجد قادری خادم الافشاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

فریج وغیرہ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۹۱۱ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کے گھر میں اپنی ضرورت کے لئے واشنگ مشین (کمپرا دھونے کی مشین) فریج آئس بجس دکھانے پینے کے سامان کو ٹھنڈا رکھنے یا برف جمانے کی مشین، مائیکرو ویف دکھانا گرم کرنے کی مشین وغیرہ موجود ہے۔ اور چاندی یا سونے کے زیورات کا نصاب بھی اس کے پاس موجود ہے تو کیا سامان مذکورہ کی بھی زکوٰۃ دینی واجب ہوگی؟ بینوا و توجروا
سائل - خادم رسول - سو ترمیر - البینڈ

۹۱۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

نی زمانہ سامان مذکورہ کا شمار ضروریات زندگی یا اثاث خانہ میں ہے جس کا استعمال متوسط گھرانوں میں عام ہو چکا ہے۔ مذکورہ سارے سامان مال تو ہیں مگر مال غیر نامی ہیں لہذا ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے اسکی ادائیگی

۹۱۲ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے، مگر ابتدا سال میں وہ ایک مخصوص رقم علیحدہ کر لیتا ہے اور جب مستحقین زکوٰۃ میں سے کوئی آجاتا ہے تو وہ اسی رقم میں سے اسکی مدد کرتا ہے اور جب کسی غریب مسلمان بچی کی شادی بیاہ ہوتی ہے تو وہ اسی رقم میں سے اسکا تعاون کرتا ہے اور جب سال تمام ہوتا ہے بقیہ رقم کو بھی مستحقین میں بانٹ دیتا ہے کیا اس طرح سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟
سائل - خادم رسول، سو ترمیر، البینڈ

۹۱۳ الجواب هو الہادی الی الصواب

جب وہ صاحب نصاب ہے تو سال تمام ہونے سے پہلے بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ مستحقین زکوٰۃ کی شادی بیاہ میں اشیاء خورد و نوش یا اشیاء خاصہ و پیش

خرید کر اس کی ملکیت میں دے دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے بلکہ بعض صورتوں میں یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس طرح وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھی سبکدوش ہوتا رہتا ہے اور فقراء و مساکین کی بروقت مدد بھی ہوتی رہتی ہے۔

سال مکمل ہونے پر صدقہ کئے ہوئے پیسہ کا حساب کر لے۔ اگر زکوٰۃ کی رقم سے کم صدقہ کیا ہے تو اسے پورا کرے۔ اور اگر زیادہ صدقہ کر دیا ہے تو اُسندہ سال کی زکوٰۃ میں منہا کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ مجلس علماء نیدر لینڈ

۲۱ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مدیر یا انجمن کی رقم پر زکوٰۃ

۹۱۳ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی دارالعلوم یا مدرسہ یا انجمن میں عام مسلمانوں کی طرف سے امدادی فنڈ میں پیسے جمع ہوتے ہیں اس میں زکوٰۃ و صدقات اور نفلی تبرعات کے علاوہ مدرسہ و انجمن پر وقف شدہ مکانات و اراضیات کی آمدنی بھی جمع ہوتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مدرسہ و انجمن کی جمع شدہ رقم پر (جن سے سیکڑوں نصاب بن سکتے ہیں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا اسحاق دوست علی رکابین ہالینڈ

۹۱۴ الجواب: هو الہادی الی الصواب

مدرسہ و انجمن اور ان جیسے دوسرے فلاحی اداروں کی رقموں پر کوئی زکوٰۃ نہیں کیونکہ اس جمع شدہ مال کا کوئی مالک نہیں ہے۔ اور جب کوئی مالک نہیں تو زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ وہ رقم تو نیکی کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے جس کی حیثیت راہِ خدا میں وقف کردہ اموال کی ہے اور مال موقوف پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ
خادم اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

بینک کے منافع پر زکات کی صورت

۹۱۴ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے بینکوں میں جو میعاد کی یا غیر میعاد کی روپے جمع کئے جاتے ہیں ان روپیوں سے بینکوں کے ذریعہ مختلف قسم کی تجارت ہوتی ہے اور صنعت کے کارخانے چلائے جاتے ہیں۔ پھر اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ مختلف کارندوں اور مالکوں پر فیصد کے حساب سے تقسیم ہوتا ہے اور جس نفع کا مختصر حصہ بینک میں جمع کرنے والے حضرات کو بھی ملتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی کی اتنی مالیت بینک میں جمع ہے جس سے ایک نصاب مکمل ہو جاتا ہے تو اس مال پر جو منافع سال کے اخیر میں ملا، کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ عثمان علیخان۔ روٹرڈم۔ ہالینڈ

۹۱۵ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

سوال میں معاملہ کی جو صورت بیان کی گئی ہے اسے مضاربہ کہا جاتا ہے جس کا منافع کارندہ اور مالک مال دونوں کے لئے حلال ہے۔ سال کے اختتام سے پہلے جو نفع ملے گا نصاب کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ نفع کی رقم پر سال کا گزرنا واجب زکوٰۃ تکمیل ضروری نہیں ہے۔ مثلاً نصاب کا سال یکم محرم کو تمام ہوتا ہے مگر ذی الحجہ کی ۲۹ تاریخ کو ہزار روپیہ نفع کا آگیا تو یکم محرم کو نصاب کے علاوہ اس ہزار روپیہ نفع کی بھی زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض زمین کی زکوٰۃ واجب ہے

۹۱۵ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اس لئے زمین خرید کرتا ہے کہ جب قیمت زیادہ ہو جائے گی تو اس کو بیچ کر نفع حاصل کیا جائے گا۔ اب اگر ایسی کوئی زمین دو سال چار سال تک خریدنے والے کے پاس

رہ گئی تو اس زمین کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا
عثمان علیخاں، روڈ روم، ہالینڈ

۹۱۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

جی ہاں جو زمین فروخت کرنے کے لئے خریدی گئی ہو وہ مال تجارت ہے اور سال تمام ہونے کے بعد مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ اگر وہ زمین دسیوں سال تک فروخت نہ ہو تب بھی ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے گی اور اس بات پر اجماع ہے کہ نقدی یا مال تجارت کی زکوٰۃ سالانہ ڈھائی فیصد (۲٪) واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ "القرآن" اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

۴ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

مہر کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۹۱۶ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی زید سے ہوئی جس کی مہر ایک سونے کا کنگن (۵۰ گرام) اور پانچ سو ایرو نقد (یورپین کرنسی) مقرر ہوئی۔ کنگن مہر مہر مہر میں زید نے اپنی منگوتہ کو نکاح کے بعد دیدیا اور نقدی چونکہ مہر مؤجل تھی اس لئے اب تک اس کی ادائیگی نہیں ہوئی ہے۔

کنگن کے علاوہ کوئی اور زیور یا نقدی ہندہ کے پاس نہیں ہے اگر اس کو مہر مؤجل کی رقم مل جائے تو وہ صاحب نصاب ہو جائے گی۔ واضح ہو کہ نکاح کو ایک سال سے زائد ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مہر کی ملکیت بہر طور بیوی کو حاصل ہے مگر مہر کا کچھ حصہ اس کے پاس ہے اور کچھ حصہ شوہر کے قبضہ میں ہے تو کیا سال گذر جانے پر ہندہ کے اوپر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے گی؟

سائل: محمد ایوب، ریاست علی، کامین، ہالینڈ

۹۱۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

بیشک مہر بیوی کا حق ہے مگر جس قدر مہر پر فی الحال اس کا قبضہ ہے وہ نصاب کو نہیں پہنچتی اور جو رقم اُسے صاحبِ نصاب بناوے وہ اس کے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ دینِ ضعیف میں مستغرق ہے۔ پھر وہ اپنے شوہر (زید) کو اس کی ادائیگی کے لئے مجبور نہیں کر سکتی۔ پس صورتِ مسئلہ میں ہندہ پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ صاحبِ نصاب نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ شامی اور تنویر الابصار وغیرہ میں بسوط کے حوالہ سے ہے۔ دینٌ ضعیفٌ وہو ما یکون بدلا عما لیس بمال کالمہر ویدل الخلع اہ اور قاضی خاں میں ہے

وفی الدین الضعیف لا تجب الزکوٰۃ ما لم یقبض ما تى جب تک اس میں سے بقدر نصاب پر قبضہ نہ ہو جائے اور اس پر سال نہ گزر جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء انڈیا

۹ رجب المرجب ۱۲۲۲ھ

فساق و فحشا کو زکوٰۃ دینا

۹۱۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ کوئی ایسا مسلمان جو شراب اور ہیروین کا عادی ہے۔ اپنی بیوی تک کی جائز کمائی کو ہیروین میں خرچ کر دیتا ہے۔ اگر اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا ویتوجروا

سائل:- محمد رفیق منگل۔ اینجیل دونک۔ آمسٹرڈم

۹۱۷ الجواب

هو الہادی الی الصواب

اگر وہ مسلمان مستحقینِ زکوٰۃ میں سے ہے یعنی فقیر، مسکین وغیرہ ہے تو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے اور جب وہ پائی گئی تو مشروط کا وجود یقینی پایا جائے گا

لیکن ایسے شخص کو جو گناہِ کبیرہ کا عادی ہو اور غالب گمان ہو کہ زکوٰۃ کی رقم کو بھی وہ اسی میں صرف کرے گا تو زکوٰۃ دینا لائق و مناسب نہیں بلکہ دینے والا گنہگار ہوگا۔ قَالَ تَعَالَىٰ وَلَا تَعَادُوا عَلَی الْاَشْجِرِ وَالْعُدْوَانِ۔ ارشادِ الہی ہے۔ گناہ اور نافرمانی پر کسی کی مدد مت کرو۔
 طحاوی علی المراقی الفلاح ص ۲۳۵ میں ہے۔

لَا يَنْبَغِي رَفْعُهَا لِمَنْ عِلْمٌ
 اِنَّهُ يَنْفِقُهَا فِي سِرِّهِ اَوْ
 مَعْصِيَةِ اِه

زکوٰۃ ایسے شخص کو نہیں دینا چاہئے جس
 کے متعلق علم ہو کہ وہ اُسے اسراف یا
 گناہ کے کاموں میں خرچ کرے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰمٌ لِّمَا فِي سُرُوْرٍ اَوْ
 مَعْصِيَةٍ اِه

نیدرلینڈ۔ ۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ۔ ۱۵ ستمبر ۲۰۰۲ء



کتاب الصوم

(روزوں کا بیان)

روزہ اور عیدین کا تعین تاریخ شمسی سے

مسئلہ ۹۱۸: حاجی عبدالقیوم، انٹورپ، بلجیم
 ۱۸-۲-۱۹۹۵ء
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بلجیم اور ہالینڈ کی کچھ مسلم تنظیمیں (جن میں اکثریت انڈونیشین، مغربی اور کچھ ترکی مسلمانوں کی ہے) یہ سب روزے اور عیدین کے سلسلہ میں سعودی عرب کے اعلانات پر عمل کرتی ہیں۔

اور کچھ تنظیمیں (جن میں اکثریت سورینیائی، ہندوستانی مسلمانوں کی ہے) ہالینڈ کے مقامی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلوں پر عمل کرتی ہیں۔ اور چند جماعتیں (جن میں کچھ سورینیائی اور اکثر پاکستانی مسلمان ہیں) آبزرویٹری اور انگلینڈ میں مقیم علماء کرام کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہیں اور شمسی تاریخوں کے مطابق روزے اور عیدین کے ہفتوں، مہینوں قبل ان کا تقرر کر دیا کرتے ہیں۔ مثلاً فلاں تاریخ کو پہلا روزہ یا عید ہے اور فلاں تاریخ شمسی کو بقر عید ہے۔

مذکورہ تینوں قسموں میں سے شریعت اسلامیہ کے مطابق کون سی تنظیم یا جماعت ہے جو اب دیکر مشکور و ممنون فرمائیں۔ ارکان نور الاسلام، انٹورپ، بلجیم۔
 ۸۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

ہمارے علماء نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ ماہ رمضان یا عیدین

کی آمد کے لئے ستاروں کے ماہرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، کیونکہ روزہ کا وجوب حدیث نبوی کے مطابق ماہ شعبان کے اکمال یعنی تیس دن پورے ہونے پر یا انتیس^{۲۹} شعبان کو ماہ رمضان کا چاند ثابت ہو جانے پر موقوف ہے، صرف چاند کی ولادت (نیومون) یا بجملہ دیگر "الفصال شمس و قمر" کا علم ہو جانے پر نہیں ہے۔ چنانچہ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب رکن المحتار العلامة الشامی لابن عابدین میں ہے۔

صَحَّحَ بِهِ عَلَمَانَا مِنْ عَدَمِ
الاعتماد على قول اهل النجوم
في دخول رمضان لان ذلك
مبني على ان وجوب الصوم
معلق بروية الهلال لحديث
"صوموا لروية"

ہمارے علماء نے صراحت فرمائی کہ دخول ماہ رمضان کے سلسلہ میں اہل توفیقیت کا قول قابل اعتماد نہیں کیونکہ روزے کا وجوب انتیسویں شعبان کو چاند کی رویت بصری پر موقوف ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔

حدیث شریف میں روزہ رمضان کا وجوب رویت ہلال پر موقوف و مبین رکھا گیا ہے تو لید ہلال یا علم ہلال کی سرے سے کوئی بات نہیں ہے۔ پھر بھی ہمارے بعض جَدت پسند حضرات نے غالباً خارجی اثر کے دباؤ میں اگر یہاں رویت کا معنی علم فرمایا اور اس بات کی کوشش کی کہ چلئے اگرچہ رویت ہلال (چاند کا سر کی آنکھوں سے دیکھنا) متحقق تو نہیں ہو سکا لیکن آبرو و ٹیڑی کے ذریعہ نیومون (قران شمس و قمر) کا علم تو حاصل ہو گیا کہ دنیا کے کسی بھی خطہ ارض کے افق پر چاند کی پیدائش ہو چکی ہے اس طرح حدیث نبوی "صوموا لروية ای صوموا لعلمه" پر تو عمل ہو گیا۔ الامان والحفیظ۔

گر ہمیں ست مکتب و ملا کا پفلاں تمام خواہ شد
فقیر اقم الحروف عن اللہ عنہ اہل علم حضرات کی بارگاہوں میں تو کچھ عرض کرنے کی
جسارت نہیں رکھتا ہے۔ البتہ سائل کی معلومات میں غالباً اضافہ کے لئے یہ بتانا

ضروری سمجھتا ہے کہ احکام شرع میں خصوصیت کے ساتھ استعمال ہونے والے الفاظ کے وہی معنی و مفہوم حجت ہوتے ہیں جو قرن اول سے آج تک جمہور علماء کے درمیان متعارف ہیں۔ ورنہ دور کیوں جائے؟ جس صوم کے وجوب کا روایت پر انحصار و وقف ہے۔ اس صوم کا معنی شرعی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے اپنے آپ کو باز رکھنا ہے۔ لیکن صوم صرف اسی معنی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے دوسرے معنی بھی لغتوں میں موجود ہیں یہاں تک کہ قرآن عظیم میں بھی صوم کا معنی عدم تکلم (رنہ بولنا) ہے تو کیا کوئی مسلمان شرعی معنی سے چشم پوشی کر سکتا ہے جو قرن اول سے آج تک عند العلماء متعارف ہے۔ حاشا وکلاً۔ اسی طرح صلوة حج، زکوٰۃ وغیرہ اصطلاحات شرعیہ کا حال ہے کہ اگر انہیں دوسرے معنوں میں محمول کیا جائے تو نظام شریعت ہی تتر بتر ہو جائے گا۔ گویا وہ ایک موم کا کھلونا ہے جب چاہا جیسا چاہا بنا لیا پھر بگاڑ دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ہاں روایت کا معنی علم بھی ہوتا ہے مگر اس وقت جبکہ اس کے بعد دو مفعول موجود ہوں کیونکہ ایسی صورت میں روایت افعالِ قلوب میں شمار ہو کر متعدی بدو مفعول ہوتی ہے۔ اہل علم کے نزدیک یہ قاعدہ اگرچہ مشہور و معروف ہے مگر سائل کے سکون قلب کے لئے ایک معتمد علیہا حوالہ بھی حاضر خدمت ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں۔

قوله رُوِيَ تَهُمَا (بِضْمِ الرَّاءِ) رُوِيَ تَهُمَا میں رَأَيْتُ کے ساتھ اور ہمزہ جزم کے ساتھ ہے (رُوِيَ) جس کا معنی سرکی آنکھوں سے دیکھنا ہے کیونکہ متعدی بیک مفعول ہے (جیسے کہ رُوِيَ تَهُمَا میں صرف ایک مفعول ہے) اور یہی رائی کا معنی جاننے کے بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ متعدی بدو مفعول ہو۔

(عمدة القاری شرح بخاری ۱۰ ص ۲۹۵)

لہذا جو حضرات صوم والروایت میں روایت کا معنی علم سمجھتے ہیں وہ دکھلائیں کہ اس میں دو مفعول کہاں پوشیدہ ہے؟ اور ہرگز نہیں دکھلا سکتے تو

تو اسلافِ کرام کا منہ کیوں چڑھاتے ہیں۔

شمسی تاریخوں سے قمری مہینوں کا تعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دونوں کا مستقر و منزل ایک نہیں ہے اسی لئے ارشاد ہوا "لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ" پس جو لوگ قمری مہینوں کی ابتداء و انتہا کا حساب شمسی تاریخوں یا آبروٹیری کی اطلاعات پر رکھتے ہیں وہ شریعت کو نہیں اپنی طبیعت کو امام و مقتدا بناتے ہیں۔

سعودی "ام القریٰ" کلینڈر کے مطابق اپنے روزے اور عیدین نیز دیگر تعطیلات کا تقرر کرتی ہے۔ تعطیلات کا تقرر کلینڈر کے مطابق کرنا یہ اس کی مجبوری ہو سکتی ہے لیکن روزے کی ابتداء و انتہا پھر عیدین سعیدین کا تقرر علم ہیئت کے ذریعہ بنائے گئے کلینڈر کے مطابق کرنا اسلامی شرع کے خلاف ہے۔ لہذا مذکورہ دونوں صورتیں آبروٹیری کے اعلان و اطلاع کے مطابق یا سعودی اعلان کے مطابق و تسری مہینوں کی ابتداء و انتہا اور اس کا تعین شرعی طریق پر عمل کے قابل نہیں۔

رویت ہلال کمیٹی نیدرلینڈ کا ایک شعبہ مجلس علماء بھی ہے جو بعض امور دینیہ اور رویت ہلال کا فیصلہ کرتی ہے۔ اگر وہ فیصلے حدود شرع میں رہ کر ہوتے ہیں تو وہ قابل تعریف و عمل ہیں۔

سائل نے ہالینڈ کی مسلم تنظیموں کو تین قسموں پر منقسم کیا ہے۔ اب جواب بالا کی روشنی میں اسے خود فیصلہ کرنا ہے کہ کون کون سی تنظیم اسلامی اصولوں کے مطابق چل رہی ہے اور کون کون نہیں۔ جو تنظیمیں اسلامی اصولوں کے مطابق چل رہی ہوں یقیناً وہی حق پر ہیں اور انہیں کے ساتھ رہنے میں بہتری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عہد الواجد قادری غفرلہ دارالافتاء مدینۃ الاسلام ہالینڈ

جہاں چھ ماہ کے دن ہو وہاں روزہ کس طرح رکھیں

۹۱۹ سلسلہ: محمد حسین سلیم، آسٹریٹم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ از روئے شرع اسلامی روزہ نام ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے بچنے کا۔ لیکن نظام شمسی کے تحت جن علاقوں (نور تھاپول یا ساؤتھ پول) میں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے وہاں روزہ رکھنا کیونکر ممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکام اسے عالم کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے بعض خطے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ علاقہ میں اگر مسلم آبادی ہو یا کسی فرض سے مسلمان وہاں پہنچ جائے تو اس پر ماہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو وہ روزہ کس طرح رکھے گا؟ بیٹنوا بالتدلیل وتوجروا عند الجلیل۔ حسین سلیم رضوی مسجد امسٹرڈم

۶۸۶ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والقواب

اسلام کی وسعت سائے جہان کو محیط ہے لیکن لِّلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا جس فرض کا شریعت اسلامیہ میں کوئی بدل ہے اور مکلف فرض کی ادائیگی سے معذور ہے تو اسے بدل کی اجازت ہے۔ مثلاً نماز پڑھنے کے لئے عذر والوں کو غسل یا وضو فرض ہے لیکن اگر وہ پانی کے استعمال سے معذور محض ہو یا پانی ہی میسر نہ ہو تو اس کا بدل تیمم ہے۔ اسی طرح ایسا مریض جس کے شفا یاب ہونے کی امید نہ ہو یا ایسا ضعیف و ناتواں جس کی طاقت رفتہ کے لوٹنے کا امکان نہ ہو تو ان کے روزوں کا بدل فدیہ ہے

”وَالَّذِیْنَ یَطِیْقُوْنَہُ فِذِیۡہُ طَعَامٌ مِّسْکِیۡنٌ“

مقامات مذکورہ میں جو مسلمان ماہ رمضان میں موجود ہوں یا وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائیں اور عاقل و بالغ بھی ہوں تو ان پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ لقولہ عزوجل ”فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّہْرَ فَلِیَصُمْہُ“ اور جب کسی عاقل بالغ مکلف مسلمان نے ماہ رمضان پایا تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ حضرت امام شریعی کی مبسوط فتاویٰ میں ہے ان الصوم فتاویٰ لزمہ لشہود الشہر“ اور اگر روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو ہر روز کے بدلے میں ایک فدیہ مسکین، فقیر کو دیتا رہے اور جب ایسا موقع میسر آجائے کہ اب روزہ رکھ سکتا ہے تو ان دنوں کے روزوں کی قضا رکھ لے۔۔۔

دوسری صورت اس کی وہی ہے جو نمازوں کی ہے یعنی اقرب الايام یا اقرب البلاد کے شب و روز کا صحیح اندازہ لگا کر سحری اور افطاری کا صحیح وقت معلوم کریں اور روزے رکھیں۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے کتاب الصلوٰۃ ۸۴۳ مسئلہ کا مطالعہ کیجئے۔ ویسے اس مسئلہ کی تائید و وضاحت فتاویٰ شامی ص ۳۳۸ اور طحاوی علی الدر المختار ص ۵۱ میں بھی ہے

”يقدر في الصوم ليلاهم باقرب بلد اليهم

يمسكون الى المغرب باقرب بلد اليهم على

ما قاله الزركشي وابن العمار“

والله تعالى اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء، جامعہ

مدینۃ الاسلام۔ دی ہبگ۔

جن راتوں میں عشاء کا وقت نہیں آتا ان میں سحری۔

۹۲۰ مسئلہ :- مولانا اسرار الحق صاحب اشرفی دی ہبگ

۱۳۶۵-۶-۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالینڈ اور ملحقہ ممالک میں گرمی کے موسم میں سورج ڈوبنے کے بعد تقریباً آرسٹھ راتوں میں سورج اٹھارہ درجہ سے نیچے نہیں ہوتا یعنی ان ممالک میں شفق ابھین غروب نہیں ہونے پاتا کہ صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے ماہ رمضان کے ان ایام میں امساک عن الاکل والشرب لصوم سحری کا حکم کیا ہوگا؟ یعنی کب تک سحری کا شرعی وقت رہتا ہے؟

سائل (مولانا قاری) اسرار الحق اشرفی خطیب المجمع المدنی فیض الاسلام دی ہبگ

۶۸ الجواب هو الهادی الى الصواب

ان مخصوص راتوں کے لئے علمائے اہلسنت نے عشاء کا جو آخری وقت اندازہ ہے مقرر فرمایا ہے وہی آخری وقت سحری کا بھی آخری وقت ہے۔ کیونکہ وتر اور سحری کا ہے عشاء کے اس سے پہلے نہ وتر صحیح ہے اور نہ سحری۔ لیکن جن راتوں میں سورج اٹھارہ درجہ سے نیچے نہیں جاتا کہ مائل بطلوع ہو جاتا ہے تو جس وقت سورج دو نواں اٹھارہ

ڈگریوں کے درمیان آجائے تو اس وقت مائل بطلوع ہونے سے پہلے سحری سے فارغ ہو جانا چاہئے۔ اور احتیاط اس میں ہے کہ اگر ان ایام میں سحری نہ کریں تو زیادہ بہتر ہے جو کچھ کھانا پینا ہے سورج کے بارہ ڈگری پر پہنچنے سے پہلے (شفیقِ احمر ختم ہونے سے قبل) کھاپی لیں اور بس۔
واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری۔ لوزی دارالافتاء۔ آسٹریا

۹ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ

ہندوں کے سامانِ افطاری سے افطار کرنا

۹۲۱ مسئلہ :- کلیم الدین انصاری، ترونی قلعہ گھاٹ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف کے دنوں میں بعض ہندو روزہ دار مسلمانوں کی بہت عزت کرتے ہیں بلکہ افطاری وغیرہ کا اہتمام بھی اپنی سمجھ میں بہت احتیاط سے کرتے ہیں پھر افطاری کا سامان یا تو مسجد میں بھجوتے ہیں یا چند روزہ دار مسلمانوں کو اپنے یہاں بلا کر افطاری کراتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہندوں کے یہاں کے بنے ہوئے سامان سے افطار کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور افطاری کا اہتمام کرنے پر ان ہندوں کو کچھ ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ کلیم الدین انصاری ترونی بازید پور

۹۲۲ جواب بعون الملک الوہاب

إِنَّمَا الْمَشْرُوكُونَ نَجَسٌ سے مراد ان کے عقیدے کی نجاست ہے جس سے پنا مسلمانوں پر اہم ترین فرض ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ عموماً مشرکین کا غسل جنابت ترکِ فرض کی وجہ سے نہیں اترتا تو اس وجہ سے بھی ان کے جوٹھے وغیرہ سے پرہیز کرنا احتیاط کا تقاضا ہے لیکن ان کی بنائی ہوئی چیزوں کے استعمال یا اشیا خوردنی کے کھانے میں کوئی حرج و ممانعت نہیں اور نہ ان کی بھیجی ہوئی چیزوں سے افطار کرنے کی ممانعت ہے باقی رہا ثواب تو عند الشرح ثواب اہل ایمان کے ساتھ مختلف ہے۔ قال تعالیٰ "وَمَا لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ" وہو تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۴ شعبان ۱۴۱۹ھ

روزہ اور ذیابیطیس (شوگر)

۹۲۲ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مجھے شوگر (ذیابیطیس) کا عارضہ ہے جس کی وجہ سے انسولین کا انجکشن روزانہ چار بار لینا پڑتا ہے ادھر ماہ رمضان بالکل قریب ہے، ڈاکٹروں نے تو روزہ رکھنے سے روک دیا ہے مگر مجھے آپسے شرعی حکم معلوم کرنا ہے کہ کیا میں ماہ رمضان کا روزہ رکھوں؟ اگر میں روزہ رکھنے میں ہلاک ہوگئی تو اس کا وبال میرے سر تو نہیں ہوگا؟ اور اگر میں روزہ نہ رکھوں تو ترکِ فرض کی وجہ سے بہت ہی تو نہیں ہو جاؤں گی؟ امید کہ شافی جواب سے شاد کام فرمائیں گے۔

ہمیشہ شاکر۔ شار دھما۔ آمسٹرڈم

۹۱۲ الجواد اللہم ھدایۃ الحق والصواب

ماہ رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت قطعی ہے۔ لقولہ عزوجل
مَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ " اور اس کی شدت تاکید اور اہمیت
شیرہ سے ثابت ہیں۔

واعداً للدين ثلاثة عليهن
بس الاسلام. من ترك منهن
حداً فهو بها كافر وحلال
لدم شهادته ان لا اله الا الله
الصلوة المكتوبة وصوم رمضان
درواه ابو يعلى باسناد حسن

ارشاد فرمایا کہ دین کے ستون تین ہیں دیگر صاحبِ نصاب وغیر مستطیع کیلئے، جن پر اسلام کی بنیادیں ہیں جس نے بھی ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیا وہ کافر ہے اور اس کا خون مباح ہے۔ پہلا کلمہ توحید کی شہادت دینا ہے، دوسرا نماز پجگانہ اور تیسرا رمضان شریف کا روزہ رکھنا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر فرض فرمایا ہے جو ان

بثلاث لم یغنین عنہ شیئاً حتی یاتی بہنّ جمیعاً الصلوٰۃ والزکوٰۃ وصیام رمضان وحج البیت۔
 میں سے تین کو بجالائے وہ انکو کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گے یہاں تک کہ سب کو بجالائے وہ نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کا روزہ اور کعبۃ اللہ کا حج ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل)

اس وعید شدید کے سننے کے بعد کوئی مسلمان بغیر عذر شدید کے روزہ رمضان چھوڑنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ ملحد ڈاکٹروں کے کہنے پر بھروسہ مت کیجئے خود تجربہ کر کے دیکھئے اگر روزے رکھنے سے مرض میں شدت پیدا ہوتی ہے تو یہ روزہ نہ رکھنے کے اعذار میں سے ہے آپ روزہ نہ رکھیں بلکہ ہر روزہ کے بدلے ایک فدیہ ایک فقیر و مسکین کو دے دیں۔ ایک فدیہ ایک صدقہ فطر کی مقدار ہے۔ اور اگر روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے تو ضرور روزہ رکھئے کہ روزہ صحت جسمانی کا بھی ضامن ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روزہ کے طفیل صحت بھی مل جائے گی۔ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "تصوموا تصحوا" (روزہ رکھو صحت حاصل کرو)

المعجم الاوسط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسافت سفر اور روزہ نہ رکھنے کی نصیحت

مسئلہ ۹۲۳۔ محمد شریف دین بوس۔ نیدرلینڈ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رمضان المبارک کی صبح میں روزہ دار بیدار ہوا، لیکن اسے کسی کام سے امر سفورٹ جانا ضروری تھا اس آدمی نے ایک امام صاحب سے مشورہ لیا جو امام صاحب بنگلہ دیش سے تشریف لائے ہوئے ہیں اور ان کے پاس عالم، فاضل، ادیب اور مفتی کی سندیں بھی ہیں۔ امام صاحب نے کہا کہ اس مقام سے امر سفورٹ ساٹھ پینسٹھ کیلومیٹر ہے لہذا وہاں

جانے کے لئے شرع نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ۶۰/۶۵
 کیلومیٹر کے سفر کا اگر ارادہ ہو تو کیا وہ مسافر ہو جائے گا؟ پھر اگر اس شخص نے امام صاحب
 کے کہنے پر روزہ توڑ دیا تو اس کے لئے اور دنوں میں اس کی صرف قضا ہے یا قضا
 و کفارہ دونوں ہے؟ بینا و توجروا محمد شریف دین یوس، نیدرلینڈ۔
 ۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ جس طرح رمضان المبارک میں بے عذر
 شرعی روزہ توڑنا حرام اور ماہ مبارک کی حرمت کو پامال کرنا نہایت بد انجام ہے اسی
 طرح کسی مسلمان کا روزہ توڑنا بھی اشد حرام اور مستحق عذاب الیم و الآلام ہوتا ہے۔ اگر
 اسلامی آئین و قوانین یہاں بذریعہ امارت نافذ ہوتے تو ایسے جاہل اماموں کو تعزیراً
 موت تک کی سزا دی جاسکتی تھی۔ پھر بھی مسلمانوں کو رضا کارانہ طور پر اسلامی آئین
 کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اگر سماجی طور پر اسے تادیبی سزا نہیں دے سکے تو قطع تعلق
 تو کر سکتے ہیں۔ یعنی ایسے نام نہاد اماموں سے اسلامی تعلقات ختم کر دیں۔ ہاں اگر وہ
 صدق دل سے توبہ کر لے اور امانت کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے اس شرط پر امام
 بنا سکتے ہیں کہ اب وہ بے تحقیق کے کوئی مسئلہ نہیں بتائے گا۔

قرآن کریم نے ان لوگوں کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے جو حالت سفر
 میں ہیں یہ ہرگز نہیں ہے کہ ابھی سفر شروع نہیں ہوا اور روزہ کھانے کا اختیار ہو گیا۔
 العیاذ باللہ «لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ يَسَقَرٍ فَهِيَ كَأَنَّ
 يَوْمِ الْحَزْرُ اور سفر کی حالت میں بھی روزہ رکھنا ہی افضل ہے، سوائے مجاہدین اسلام کے
 خشکی راستے سے سفر کی مسافت ۲۵۰ میل انگریزی ہے جو موجودہ ناپ
 تقریباً ۹۲ کیلومیٹر بنتا ہے۔ اس سے کم دوری کا سفر کرنے میں آدمی ہرگز مسافر
 نہیں ہو سکتا۔ شخص مذکور فی السؤال نے اگر امام مذکور کے کہنے سے روزہ توڑ دیا ہو
 اس پر ایک روزہ قضا کے ساتھ دو مہینے لگاتار (۶۰ دن کا) کفارہ کا روزہ رکھنا اور روزہ
 رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساتھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور ایک

روزہ قضا کا رکھنا۔ اگر شخص مذکور مسافت سفر پر بھی جائے گا ارادہ کر کے روزہ توڑ دیتا جب بھی اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے۔

خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۵۷ میں ہے ”المقیم اذا نوى السفر ثم افطر
تجب الكفارة“ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے المسافر اذا تذكر
شيئا نسيه في منزله فدخل فافطر ثم خرج قال عليه الكفارة
والله تعالى اعلم بحقيقة عبد الوالد قادری غفر له خادم الخطيب محمد طيب آمسٹرم

۸ ماہ رمضان ۱۳۱۲ھ

افطار کی دعاء کس وقت پڑھنی چاہئے؟

مسئلہ ۹۲۴ :- نثار علی بسنو وغیرہ۔ آمسٹرم

۳-۹-۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ افطار کی دعاء ماثورہ (اللَّهُمَّ
لَكَ صُمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ)
کس وقت پڑھنا چاہئے؟ ہالینڈ، جرمنی، بلجیم، انگلینڈ، فرانس اور یورپ کے بیشتر ممالک
میں افطار سے پہلے اکثر مسجدوں میں جہاں افطاری کا اہتمام ہوتا ہے وہاں افطار سے
پہلے فاتحہ خوانی ہوتی ہے پھر اجتماعی دعائیں ہوتی ہیں اور انہیں اجتماعی دعاؤں کے
انخیر میں افطاری کی مذکورہ دعاء پڑھ کر افطار کر لی جاتی ہے پھر افطاری کے بعد نماز
مغرب سے پہلے کھانا کھانے کے بعد کی دعاء پڑھی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ افطاری کی مذکورہ دعاء افطاری سے پہلے یا افطاری کے وقت
یا افطاری کے بعد کس وقت پڑھی جائے؟ امید کہ واضح جواب سے مشرف فرمائیں گے کیونکہ
اس بارے میں یہاں روزے داروں کے درمیان اختلاف ہے۔

نثار علی بسنو، محمد علی مدنی، نظام سوکھانی، آمسٹرم، ہالینڈ

۹۲۷ جواب اللہم ھدنا لہ الحق والصواب

اس سوال کا کافی دوانی و شافی جواب فتاویٰ رضویہ شریف میں موجود ہے

تفصیلی دلائل وہاں سے معلوم کر لین چاہئے۔ مختصر جواب یہ ہے کہ تینوں صورتوں کو علماء اسلام نے اپنی اپنی تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کسی پر بھی عمل کرتے میں شرعی مواخذہ نہیں ہے روزہ بہرہ صورت ہو جائے گا۔ البتہ اگر روزہ دار اس دعا کے ذریعہ استجاب بلا اتباع سنت کا بھی ثواب حاصل کرنا چاہے تو افطاری کے فوراً بعد اس دعا کو پڑھے کہ دعا کے تمام الفاظ بعد افطاری پڑھنے کے متقاضی ہیں۔ اور شرع شریف کا اصول ہے کہ الفاظ منصوصہ کو بے ضرورت شرعی و مجبوری معنی غیر پر محمول نہیں کیا جاتا ہے۔ اس دعا کے الفاظ ماضی پر دلالت کرتے ہیں مثلاً صُمْتُ (میں نے روزہ رکھا) اَمَنْتُ (میں نے ایمان لایا) تَوَكَّلْتُ (میں نے بھروسہ کیا) اَفْطَرْتُ (میں نے افطار کی).... اگر اس دعا کو افطاری سے قبل پڑھی جائے تو واقعہ کے خلاف ہوگا کہ ابھی افطاری کی نہیں اور روزہ رکھ کر رہا ہے کہ میں نے افطار کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ دعا احادیث پاک میں اس طرح مروی ہے ① اِذَا افْطَرْتَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آعَانِي فَصُمْتُ وَرَزَقَنِي اَفْطَرْتُ ② اِذَا افْطَرْتَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ صُمْنَا وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْنَا ③ اِذَا افْطَرْتَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ اِنْ لَمْ يَحْمِلْ شَرْطُ بَحْرٍ جَزَاءً - اور شرط پر جزاء مقدم نہیں ہو سکتی اس سے روشن ہو کہ افطاری پہلے ہے دعا بعد میں۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتے عبدالواجد قادری مخفر خادم الافناء نوری مسجد آمسٹرڈم

۳ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

روزہ اور انجکشن

۹۲۵۔ منعم فیض، برسنگم، انگلینڈ

۲۱-۱۲-۲۰۰۱ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ کے دنوں میں انجکشن یا ٹیکہ لینے سے جبکہ انجکشن کے ذریعہ دوا بدن میں داخل کی جائے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ اگر ٹوٹ جائے گا تو صرف قضا واجب

ہے یا قضا و کفارہ دونوں؟

اور اگر بذریعہ پائپ یا انجکشن کی سوئی کے سوراخ کے ذریعہ غذا معدہ میں پہنچائی جائے تو روزہ رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ اور ٹوٹنے کی صورت میں صرف قضا ہے یا قضا و کفارہ دونوں؟ امید ہے کہ ہر دو سوالوں کا مدلل و مفصل جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

منیر عالم فیضی برمنگم، انگلینڈ۔

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

فہم جواب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لین چاہئے کہ روزہ کارکن کھانے پینے اور جماع سے باز رہتا ہے اور روزہ کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے۔ اب اگر روزہ کا کوئی رکن فوت ہو جائے تو یقیناً روزہ بھی فوت ہو جائے گا لان انتقاض الشئ عند فوات رکنہ امر ضروری و ذلک بالاکل والشرب والجماع۔ (بدائع الصنائع) اب سوال یہ ہوتا ہے کہ انجکشن یا ٹیکہ ارکان روزہ میں سے کس رکن کو توڑتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ جماع تو ہے نہیں تو اب اکل و شرب کا معاملہ رہ جاتا ہے اگر تحقیقاً یہ بات ثابت ہو جائے کہ انجکشن یا ٹیکہ اکل و شرب ہے یا کھانے پینے کا اطلاق اس پر صحیح ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اکل و شرب کا اطلاق اس پر صحیح نہیں تو روزہ ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

اکل و شرب کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جو کسی منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ تک پہنچے اور اسے فائدہ پہنچائے۔ ہدایہ، فتح القدر اور شامی میں ہے "وصول ما فیہ صلاح البدن الی الجوف" اور جوف (معدہ) تک پہنچنے کے اصل اور قدرتی پانچ ہی راستے ہیں۔ حلق، کان، ناک، صبرز (پاخانہ کا راستہ) مبال الملائک (عورت کے پیشاب کا راستہ) اور شریح البدن کے مطابق جوف (معدہ) اور دماغ کے درمیان چونکہ قدرتی راستہ ہے تو جو چیز دماغ میں پہنچتی ہے وہ معدہ میں بھی پہنچ جاتی ہے۔ پس جو چیز دماغ کے خلا میں پہنچے گی وہ معدہ میں بھی پہنچ جائے گی۔ جیسا کہ بحر الرائق اور شامی وغیرہا میں ہے والتحقیق ان بین

جوف الرأس وجوف المعدة منفذاً أصلياً فما وصل إلى جوف الرأس وصل إلى جوف البدن، "تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جو کھانے پینے کی چیزیں منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں پہنچ جائیں وہ مفسد صوم ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پائپ یا انجکشن کی سوئی کا اندر ونی خود ساختہ سوراخ منفذ کے حکم میں ہے یا نہیں؟ تو جزئیات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرتی پانچوں راستوں کے علاوہ جائفہ اور اتمہ کی طرح اگر کوئی اور راستہ بن جائے جس کے ذریعہ اصلاح بدن کی چیزیں دماغ یا معدہ میں پہنچائی جائیں تو ان سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ کثر، تبیین اور کبر وغیرہ میں ہے "داوی جائفہ اوامة بدواء ووصل الدواء الى جوفه او دماغه افطر"

دجائفہ اور اتمہ ایسے زخم ہیں جس زخم کے سوراخ معدہ اور دماغ تک پہنچ جاتے ہیں کہ جب زخم کے سرے پر دوا رکھی جائے تو وہ دوا معدہ یا دماغ میں سوراخ کے ذریعہ پہنچ جائے۔

انجکشن اور ٹیکہ کی دوا میں نہ تو کسی منفذ کے ذریعہ معدہ میں پہنچتی ہیں اور نہ دماغ میں تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ ہاں مسام کے ذریعہ جسم اور معدہ و دماغ میں بھی سرایت کر جاتی ہیں تو مسام کے ذریعہ کھانے پینے یا اصلاح بدن کی چیزیں اگر جسم بلکہ معدہ میں سرایت کر جائیں تو شرعاً اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر بالفرض اس سے روزہ فاسد ہو جانا تو ہر متوضی وغاسل کا روزہ فاسد ہو جانا کہ پانی بہر حال مسام کے ذریعہ جسم بلکہ معدہ تک میں سرایت کرتا ہے۔ اسی لئے فتح القدر میں اس کی وضاحت موجود ہے "المفطر الداخل من المنافذ كالمدخل والمخرج لا من المسام"

واضح ہو کہ انجکشن یا ٹیکہ لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اگرچہ معدہ ہی میں انجکشن یا ٹیکہ کیوں نہ لگوایا ہو۔ اور جب روزہ فاسد نہیں ہوا تو نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ پائپ یا انجکشن کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزیں معدہ میں پہنچانا یا سگریٹ و

چرس کا دھواں دماغ میں پہنچانا یقیناً مفسدِ صوم ہے اگر بحالتِ غدر و مجبوری طبیب
حاذق کے کہنے کے مطابق پائپ یا سوراخ دار سوئی کے ذریعہ معدہ میں کھانا پینا یا دوا
پہنچائی گئی تو اس روزے کی قضاے کفارہ نہیں۔ کما فی احکام القرآن
واختلفوا فیما وصل الی الجوف من جراحة جائفة او امة
فقال ابو حنیفة والشافعی علیہ القضاء سگریٹ یا چرس
اگر عمدًا پیا ہو تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۱ دسمبر ۲۰۰۱ء

مختلہ بھی بالغ ہے

۹۲۶ مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے یہاں ایک
بارہ سال کی بچی رہتی ہے جس کے جسم پر بالغ ہونے کی کوئی نشانی ظاہر نہیں ہوئی
ہے اور نہ ہی اسے حیض آتا ہے۔ البتہ اس نے دو ایک بار ایسا خواب دیکھا جس
کی وجہ سے اسے احتلام ہو گیا۔ تو کیا ایسی صورت میں اس پر ماہِ رمضان کا روزہ
رکھنا فرض ہو جائے گا؟
احمد روزن۔ آمسٹرڈم

۹۲۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

صورتِ مسئلہ میں وہ بچی جسے احتلام ہونا شروع ہو گیا ہے وہ عند الشریعہ
بالغہ کے حکم میں ہے حیض کا نہ آنا یا علامتِ شباب کا ظاہر نہ ہونا اس کی بلوغیت
کے لئے مانع نہیں ہے۔ اس پر نماز روزے فرض ہو چکے ہیں۔ اگر بارہ سال سے
کم عمر میں بھی احتلام ہونے لگے یا جاگتے میں خواہش کی وجہ سے انزالِ منی ہونے لگے
جب بھی ایسی بچیاں بالغہ کے حکم میں آجائیں گی اور ان پر احکامِ شریعہ کا نفاذ ہونے
لگے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ

۱۰ رجب ۱۴۲۳ھ

روزہ اور حیض و استحاضہ

۹۲۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ماہِ رمضان میں میاں بیوی کو رات میں کس وقت تک ہمبستر ہونے کی شرعی اجازت ہے؟ اگر کسی عورت کا حیض صبح صادق سے پہلے بند ہو جائے مگر سورج نکلنے کے بعد وہ غسل کرے تو کیا اس پر اس دن کا روزہ ماہِ رمضان میں فرض ہو جائے گا؟ ایام حیض سے اگر زیادہ دنوں تک خون آنا رہے تو ان زیادہ دنوں کا روزہ بھی رکھنا فرض ہے یا اس کی قضا کرے گی؟ تینوں سوالوں کا جواب دیکر شکر یہ کاموقع دیں۔

سعودِ رحمت۔ آلمسیرہ ستات۔ ہالینڈ

۹۲۸ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

۱۔ صبح صادق شروع ہونے سے پہلے پہلے میاں بیوی کے درمیان مجامعت کی شرعی اجازت ہے۔ قَالَ تَعَالَى اللَّهُ تَعَالَى نَشَأُ فَرَمَايَا۔

عَالَانَ بِأَشْرُوهَنَ وَابْتَعُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَيْثُ يَتَّبِعِينَ لَكُمْ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

اب تمہیں اپنی بیویوں سے مباشرت کی اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے مقدر فرمادیا ہے اس کو تلاش کرنے کی... تو تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگا (صبح صادق) سیاہ دھاگے (صبح کا آواز) سے تمیز ہو جائے

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہوا کہ ماہِ رمضان المبارک میں بیوی سے ہمبستری کی اجازت صبح صادق (اختتامِ سحری) تک ہے۔ وہو اعلم

۲۔ آیت مذکورہ ہی سے معلوم ہوا کہ اگر صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے اگر کوئی مسلمان جنبی اور ناپاک ہو پھر بھی اس پر روزہ رکھنا فرض ہے لہذا جس حالت میں عورت کا حیض صبح صادق ہونے سے پہلے منقطع ہو گیا ہو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا فرض ہے۔ ہاں تاخیر سے غسل کرنے کی وجہ سے نمازِ فجر قضا ہوئی جس کا گناہ اس پر ہوگا۔ وہو اعلم

۳۔ جب عادت سے زیادہ آیام گذر جائیں اور خون کا سیلان بند نہ ہو تو وہ استحصا ہے اور استحصا کی حالت میں نہ تو نماز معاف ہے اور نہ روزوں کی قضا کی اجازت ہے۔ لہذا عورت مذکورہ فی السؤال عادت کے آیام گذارنے کے بعد غسلِ طہارت کرے، ماہِ رمضان کا روزہ رکھے اور ہر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد تازہ وضو کر کے فرض و واجب و نوافل جس قدر چاہے اسی ایک وضو سے پڑھے۔
واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

۱۷ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۲ھ

روزہ دار اور سونگھنے والی دوا

۹۲۸ مسئلہ شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ ایک شخص برونخائیس (نمونیا) کا شکار ہو گیا اور ڈاکٹر نے اس کے لئے ایک قسم کے نسوار کا انتخاب کیا جو دن میں کئی بار منہ یا ناک کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے۔ اگر ماہِ رمضان شریف میں اس کا استعمال کیا جائے تو روزہ رے گا یا فاسد ہو جائے گا؟ جو اسے نواز کر میری مشکلات کو آسان فرمائیں
اسماعیل الہی بخش۔ دی ہیگ۔ ہالینڈ۔

۹۲۷ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب۔
نمونیا کے مریضوں کے لئے ہالینڈ کے ڈاکٹر حضرات جن دواؤں کا عموماً انتخاب کرتے ہیں ان میں "VENTOLIN" وغیرہ ہوتی ہے جس کو سانس کے ذریعہ جسم کے اندرونی حصہ میں پہنچائی جاتی ہے۔ لیکن وہ دوا نہ کھانے کی ہے نہ پینے کی اور نہ ہی اس پر کھانے پینے کا اطلاق صحیح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ دوا معدہ یا دماغ میں بذریعہ سانس نہیں پہنچائی جاتی ہے بلکہ پھیپھڑوں تک پہنچانے کی سعی کی جاتی ہے۔ تو کھانے پینے کی نالیوں سے یہ دوا شکم کے اندر نہیں جاتی بلکہ ہوا کی نالیوں کے ذریعہ پھیپھڑے تک پہنچ جاتی ہے۔

تو اس کی مثال زیادہ سے زیادہ اس ڈراپ کی سی ہے جو اعلیٰ (پیشاب کا راستہ)

اگر عورتیں حیض کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکیں یا طوافِ زیارت نہ کر سکیں تو وہ عند اللہ جواب دہ نہیں ہوں گی اسلئے کہ یہی تقدیر الہی ہے اور مانع حیض دوائیں عورتوں کے رحم اور بچہ دانی پر بڑا اثر ڈالتی ہیں اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ مکتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز
۱۳ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

جہاں افطار کی بعدی صبح صادق ہوجاتی ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی و مفتیان ربانی اس اہم مسئلہ میں کہ ماہ جون، جولائی میں یورپ کے اکثر ملکوں میں سورج غروب ہونے کے بعد شفقِ ابیض یا تو طلوع نہیں ہوتی اور بعض ملکوں میں طلوع ہوتی ہے تو اس کے غروب سے پہلے صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت حال میں روزہ کی ابتداء صبح صادق سے (تقریباً ایک بجکر چھتیس منٹ پر) ہوجاتی ہے اور اس کا اختتام غروبِ آفتاب (تقریباً دس سوا دس بجے) کے بعد ہوجاتا ہے۔ اس طرح روزہ تو مکمل ہوجاتا ہے لیکن نمازِ عشاء، تراویح اور سحری کا صحیح وقت نہیں ملتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ غروبِ آفتاب کے بعد اگر فوراً صبح صادق طلوع ہوجائے تو ان ایام میں روزہ کس طرح رکھا جائے گا؟ تفصیل کے ساتھ جواب باصواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔

سائل: افضل کمال۔ بروسیلز۔ بیلیجیم

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

جب ان ملکوں میں رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو یہاں رہنے والے مسلمان مرد و عورت بالغ، مقیم، صحتمند پر پورے ماہ رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے لقولہ تبارک و تعالیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ
تو اے مسلمانوں! تم میں جو اس مہینہ کو پائے
اے چاہئے کہ اس کا روزہ رکھے۔
فَلْيَصُمْهُ

سائل نے جن ملکوں کا ذکر کیا ہے مجدم تبارک و تعالیٰ ان ملکوں میں ہر چوبیس گھنٹے میں صبح و شام ہوتی ہے جس میں روزہ مکمل ہوتا ہے اور بعونہ تعالیٰ یہاں کے مسلمان باشندے روزے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں، ان مہینوں میں بندہ ناچیز نے بھی یہاں روزے کی لذت پائی ہے اور نومبر و دسمبر کے روزوں سے زیادہ لطف اٹھایا ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

نماز عشاء اور تراویح سے متعلق یہاں مقیم علماء کرام نے اپنے اکابر کی مدد سے اور اپنے مسلسل تجربات کی روشنی میں نمازوں کا ٹائم ٹیبل (اوقات الصلوٰۃ) ترتیب دیا ہے ہر ملک کے مسلمانوں کو اپنے اپنے علماء کے ترتیب دیئے ہوئے اوقات الصلوٰۃ کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اگر کسی بات میں شبہ ہو تو مرکزی دارالافتاء کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔ جن ملکوں میں دس ساڑھے دس بجے رات میں سورج غروب ہوتا ہے اور ایک بجے رات کے بعد صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے ان ملکوں میں افطاری کے بعد بھی کھانے پینے کا اچھا موقع مل جاتا ہے۔۔۔۔۔ مگر جن ملکوں میں سورج ڈوبتے ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے وہاں کے مسلم حضرات روزہ رکھنے کے معاملہ میں مریض کے حکم میں ہیں کہ شرعاً خوفِ ہلاکت بھی مرض کی طرح مبیح افطار ہے۔ چنانچہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے۔

و خوف هلاك و نقصان اعذار مبيحة من سے ہلاکت کا خوف اور عقل عاقل و لو بعتش او جوع میں کمی واقع ہونا بھی ہے اگرچہ یہ بات پیاس شدید اور بھوک کی شدت سے پیدا ہو۔

اور فتاویٰ عالمگیری ہندیہ میں ہے۔

ومنہا العطش والجوع كذا اذا اور اعذار مبيحة من سے بھوک پیاس ہی کی طرح
 اخيف منها الهلاك الـ ہلاکت کے خوف کا طاری ہونا بھی ہے۔
 لہذا وہاں کے باشندے اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہوں یا طاقت
 تو رکھتے ہیں لیکن نہایت کمزوری واقع ہونے یا ہلاکت کا خوف ہے تو وہ ان دنوں
 کی قضا معتدل ایام میں کریں۔ قال تعالیٰ ارشاد الہی ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

تم میں جو بیمار ہو یا حالتِ سفر میں تو ان ایام کی قضا وہ دوسرے دنوں میں کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتے عبدالواجد قادری غفرلہ وارد مال نوری مسجد آمسٹرڈم
خادم الانشاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ۔ ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ

اکتیسواں روزہ

۹۳۱ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان اپنی تھپی گزارنے کے لئے ماہِ رمضان شریف میں انڈیا آ گیا۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ دہلی میں گزارا۔ ۱۹ رمضان کو شام کے وقت اُس نے عید الفطر کا چاند دیکھا اور اسی رات میں تقریباً ایک بجے انڈین ٹائم سے بذریعہ K.L.M طیارہ وہ ہالینڈ کے لئے روانہ ہوا اور تقریباً چھ بجے وہ ہالینڈ پہنچ گیا، جبکہ ہالینڈ کے مسلمان اُس وقت سحری کھا رہے تھے کیونکہ اُن دنوں میں سحری کا آخری وقت ساڑھے چھ بجے پونے سات بجے تک تھا۔ ہالینڈ کے حضرات علماء کرام و مفتیانِ عظام نے اس کی شہادتِ رویت کو تسلیم نہیں کیا۔ ایسی صورتِ حال میں اس شخص کو تیسویں رمضان المبارک کا روزہ رکھنا ضروری ہے یا اپنی رویت کے اعتبار سے پہلی شوال کا روزہ رکھنا حرام ہے؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب دیکر مآجور ہوں۔

باقر حسین حسین علی۔ ہارورویک۔ ہالینڈ

۹۳۲

الجواب هو الہادی الی الصواد

جب شخص مذکور اپنے وطن اصلی میں پہنچ گیا اور ابتداً روزہ کا وقت پالیا تو اُس پر اُس دن کا روزہ رکھنا فرض ہو گیا کیونکہ ایسی صورت میں عامۃ المسلمین کی موافقت ضروری ہے۔ ترمذی شریف میں ہے۔

الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفترون والاضحیٰ یوم

روزہ کا دن وہی ہے جس دن عام مسلمان روزہ رکھتے ہیں اور عید الفطر اور قربانی کا بھی دن وہی ہے۔

تصحیح ۱۵

جس دن عام مسلمان عید قربانی کرتے ہیں۔
اسی مضمون کی حدیثیں سنن بیہقی ص ۲۵۲، سنن ابی داؤاد ص ۲۱۸، اور ابن ماجہ
شریف ص ۱۲ وغیرہم کتب احادیث میں بھی ہیں۔ اور ان تمام حدیثوں کا مفاد یہی
ہے کہ منفرد شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہ بنائے بلکہ اپنے آپ کو اجتماعیت میں
ضم کر دے چنانچہ فتح القدر ص ۲۲۹ میں ہے۔

ان الصوم المفروض یوم
یصوم الناس والفطر
المفروض یوم یفطر الناس
اعنی بقید العموم ۱۵

روزہ رکھنا اس دن فرض ہے جس دن عامۃ
المسلمین روزہ رکھتے ہیں اور عید الفطر اس
دن واجب ہے جس دن عامۃ المسلمین عید مناتے
ہیں یعنی عامۃ المسلمین کی قید ملحوظ خاطر ہے۔

فقہاء کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ عام منفرد مسلمانوں کی تو بات الگ ہے
اگر مسلمانوں یا سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کردہ قاضی اسلام یا ملک بھر کی
مساجد کا امام الائمہ بھی اپنے سر کی آنکھوں سے ماہ شوال کا چاند دیکھ لے جب بھی وہ
مسلمانوں کو عید الفطر کا حکم نہیں دے سکتا ہے اور اگر اسکے مقتدیوں نے اس کے کہنے پر
عید کر لی تو سب فرض کے تارک اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے
لورای الامام وحده او القاضی
وحده هلال شوال لا ینخرج
الی المصلی ولا یأمر الناس
بالخروج ۱۶

اگر شوال کا چاند صرف امام شہر یا صرف قاضی شہر
نے دیکھا تو وہ صرف اپنے دیکھنے کی بنیاد پر
ناز عید ادا نہیں کرے گا اور نہ لوگوں کو عید گاہ
جانے کا حکم دے گا۔

بہر حال صورت بالا میں اس شخص کو تیسویں ماہ رمضان کا روزہ رکھنا ہوگا اور
اگر اس کا تیس روزہ ہو چکا ہو تو اکتیسواں روزہ بھی رکھے کیونکہ بالینڈ کے علماء کرام کے
ترویج نقاب شہادت پوری نہ ہونے کی وجہ سے ابھی ماہ رمضان شریف کا خروج
تحقق نہیں ہوا ہے اور جب ماہ رمضان موجود ہے تو روزہ رکھنا فرض ہے۔
بحر الرائق ص ۲۶۶ اور تبیین الحقائق ص ۳۱۹ میں ہے۔

ان المنفرد برأية هلال رمضان
 اذا صام واكمل ثلثين يوماً
 لم يفطر الا مع الامام
 شخص واحد اگر ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا
 شروع کیا یہاں تک کہ تیس روزے پورے ہو گئے پھر بھی
 وہ افطار نہ کرے مگر امام شہر (قاضی) کے ساتھ۔

والله تبارک تعالیٰ علم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۵-۲-۱۴۱۴ھ

سحری کے لئے جگانے کا اہتمام

۹۳۲ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر میں مدتِ مدید سے اختتامِ سحری سے پہلے روزہ داروں کو سحری کے لئے اٹھانے کا رواج ہے۔ جس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر کا چلن عام نہیں ہوا تھا اس وقت لوگ ٹینہ بجا کر یا لاٹھی زمین پر مار کر سحری کے لئے لوگوں کو بیدار کرتے تھے۔ پھر اس میں حمد و نعت کے ترانے بھی گائے جانے لگے۔ اور جب لاؤڈ اسپیکر کا چلن عام ہو گیا تو محلہ محلہ کی مسلم کمیٹیوں نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ خوابیدہ لوگوں کو بیدار کرنا شروع کیا پھر اسی لاؤڈ اسپیکر پر حمد و نعت اور ماہِ رمضان کی منظوم فضیلت بھی پڑھنا شروع کیا۔ بعض لوگ اس طریقہ کو سراہتے ہیں اور بعض لوگ اس کو بدعتِ سیئہ یعنی ناجائز سمجھ کر روکنا چاہتے ہیں سوال یہ ہے کہ از روئے شرع موجودہ طریقہ بیداری جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ جواب باصواب کا منتظر۔

سائل :- نورا الحسنین محلہ بھگیو۔ درگھنگہ بہار۔ انڈیا

۹۳۶ الجواب :- هو الہادی الی الصواب
 کسی اچھے کام کی انجام دہی کے لئے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر خواب بیدار کرنے کی سعی کرنا اچھا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے "تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوَىٰ دَنِيكِي اُوْر پْر ہنر گاری پْر مسلمانوں کی مدد کرو) اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا فرمان عالی شان ہے۔ مِّنْ اَسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَلْيَنْفَعْ دْتَم میں سے جو مسلمان بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہئے

نفع پہنچائے، نماز تہجد عام مسلمانوں کے لئے واجب یا فرض نہیں ہے پھر بھی زمانہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں نماز فجر کی اذان سے پہلے ایک اذان دی جاتی تھی جس کو سنکر مسلمان نماز تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے تھے اور انہی بنیادوں پر مسلم ممالک میں افطار و سحر کے لئے مسلمانوں کو بذریعہ سائرن یا بذریعہ ٹوپ وغیرہ کے بانہر کرنے کا رواج ہے جس کو آج تک کسی مولوی نے ناجائز بدعت سیئہ نہیں کہا۔

صورتِ مسئلہ میں سائرن یا ٹوپ کی گھن گرج نہیں ہے بلکہ حمد و نعت اور جائز نظموں پر مشتمل مسلمانوں کی آوازیں ہیں جس کو بدعت سیئہ کہنے کی جرأت وہی کرے گا جس کو حمد و نعت شریفین سے لہی دوری ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) ہاں قافلہ والوں کو اس بات کا اچھی طرح خیال رکھنا ہوگا کہ آوازیں ضرورت سے زیادہ بلند نہ ہوں کہ بیماروں، طالب علموں اور غیر مکلفین کو اذیتیں محسوس ہوں۔ اَلْحَمْدُ اِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۝ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ توری دارالافتاء نوری مسجد امسٹرڈم

۱۴ سوال المکرم ۱۴۰۵ھ

شب قدر وغیرہ میں چراغاں

۹۳۲۔ کیا فرماتے ہیں علماء ملت اسلام یہ اس مسئلہ میں کہ شب قدر، شب بارات، شب معراج اور شب ختم تراویح وغیرہ میں مسجدوں کے اندر یا عام گاہراہوں پر چراغاں کرنا، فضول خرچی میں شامل ہو کر ناجائز و حرام ہے یا اہم توں کی اہمیت کا اظہار کر کے مباح و باعث اجر و ثواب ہے؟ بینوا و توجروا ایس، ایم ریاض الحسن۔ ایبٹ کیپ۔ امسٹرڈم

الجواب۔ هو الہادی الی الصواب

معمول سے زیادہ روشنی کے متعدد وجوہات ہیں ① کسی جگہ لوگوں کی بھڑک جیسے جلسہ و جلوس اور بارات وغیرہ کا ہونا ② لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت

زمانہ مبارکہ میں مسجدوں کے اندر ماہ رمضان میں چراغاں ہوتا تھا جس کو عام صحابیوں کے علاوہ خلیفہ راشد باب العلم فاتح خیبر سیدنا مولیٰ علی نے دیکھا اس کی تصویب فرمائی اور چراغاں کرنے والے کو دعا دی۔

حضور انور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد گرامی فرماتے ہیں۔
علیکم بسنتی وسنة الخلفاء تم پر میرا اور خلفاء راشدین کا طریقہ
السالین۔ لازم ہے۔

نوٹ:۔ مخصوص راتوں میں آرائش و زیبائش کے لئے یا مسلمانوں کو سہولت پہنچانے کے لئے مسجدوں یا شاہراہوں پر جو روشنی ہوتی ہے وہ مسلمانوں کے عام چندہ سے ہونا چاہئے جو اسی کام کے لئے وصول کیا گیا ہو۔ مسجدوں، قبرستانوں اور مسلم تنظیموں کی رقمیں جو کسی اور کام کے لئے اکٹھی کی گئی ہوں۔ چراغاں میں صرف نہ کیا جائے۔ کیونکہ چندہ کی رقم اسی کام میں لگانا ضروری ہے جس کام کے لئے وصول کیا گیا ہے۔

چراغاں سے اگر کسی دینی غرض کا حصول نہ ہو یا چراغاں حد اعتدال سے باہر ہو تو پھر اس کا حکم کچھ اور ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبتہ عبد الواحد قادری غفرلہ لہ ذی دارالافتاء نوری مسجد امسٹرڈم
 ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ

ماہ رمضان میں اعلانیہ کھانا پینا

۹۳۴۴ء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض مسلمان اپنے وقتوں میں عیسائیوں، یہودیوں کے سامنے رمضان شریف کے دنوں میں بے جھجک کھاتے پیتے رہتے ہیں ان کے بارے میں اسلامی شریعت کا کیا حکم ہے؟

بارون رشید۔ وارد کال سلیم

۹۲ الجواد

هو الہادی الی الصوام

ایسے لوگ شعارِ اسلامی کی کھلے عام توہین کرنے والے اور دین کا مذاق اڑانے والے ہیں۔ ایسے لوگ اگر بے عذر شرعی ماہِ رمضان کے دنوں میں روزے کھاتے ہیں تو حکومتِ اسلامیہ پر فرض ہے کہ انہیں قتل کر دے یا عمر قید کی سزا دیدے۔ کما فی الدر المختار فی کتاب الصوم۔

ولو اکل عمدًا شہرۃً
بلا عذر یقتل۔

اگر کوئی مکلف مسلمان جان بوجھ کر ماہِ رمضان کے دنوں میں علی الاعلان کھائے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

حدود و قصاص کی طرح ضروریاتِ دین کے منکرین و موہنین کی شرعی سزا حکومتِ اسلامیہ میں قاضی کی جانب سے جاری ہوتی ہے۔ جہاں اسلامی حکومت نہیں وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے اسلامی قطع تعلق کریں تاکہ اس کے ساتھ وبال و نکال میں مبتلا نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافشاء والقضاء، مجلس علماء نیدر لینڈ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

شش عید کے روزے

۹۳۵ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ماہِ رمضان شریف کے بعد شوال کے چھ روزے کا رکھنا واجب ہے یا فرض؟ اگر یہ روزے چھوٹ جائیں تو اس کی قضا آنے والے مہینوں میں رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ واضح جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیں۔

المستفتی: (حافظ) سجاد علی قادری خطیب الغوثیہ اسلامک سینیٹر مغربی آسٹریا، نیدر لینڈ

۹۳ الجواد

هو الہادی الی الصوام

ماہِ شوال کے چھ روزے (جس کو شش عید کے روزے بھی کہتے ہیں) نہ فرض ہیں نہ واجب بلکہ سنت ہیں جس کی ترغیب و فضائل احادیثِ کرمیہ میں بہت

کتاب الحج

حج و زیارت کسان

بغیر محرم کے عورتوں کا سفر حج پر جانا

۹۳۶ مسئلہ۔ محمد عبد الحکیم بٹ بون، جرمنی

۱۲-۷-۱۹۹۰ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ کے لئے یا اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں جانے کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز دو چار گھنٹوں کا سفر بغیر محرم کے کرنا عفت مآب عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک محرم یا شوہر نے اسے ایک ایئر پورٹ کے اندر تک پہنچایا۔ اور دوسرے ایئر پورٹ پر جہاز اترنے کے بعد اسے دوسرا محرم مل گیا۔ درآنحالیکہ راستہ میں امن و سکون اور جہاز میں حفاظت کا پورا انتظام ہے۔ اگر از روئے مذہب حنفی اس مسئلہ میں رخصت کی گنجائش ہو تو ایسی صورت نکالی جائے کہ عورتوں کا بغیر محرم کے دینی مفاد کے لئے سفر کرنا جائز و مباح ہو۔

سائل: محمد عبد الحکیم بٹ۔ اشاعت الاسلام جرمنی

۷۸۶

الجواد هو الجبید الوہاب

مسافت سفر پر عورتوں کا بغیر محرم یا شوہر کے سفر کر کے تنہا جانا یا فاسق و فاجر محرم کے ساتھ جانا، یا نابالغ محرموں کے ساتھ جانا یا بقول بعض عورتوں کی جماعت کے ساتھ جانا، یا بے نفس ساٹھ ستر سال کے متدین بزرگوں کے ساتھ جانا سب ناجائز و حرام نہایت بد انجام خلاف مذاہب اسلام ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت بعض فتاویٰ کے علاوہ فقیر کاتب الحروف نے اپنی کتاب "حج کے مسائل" اور "حیا مفسر" میں

میں کر دی ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهِنَّ۔ یہاں ہوائی جہاز کے ذریعہ عورتوں کو بغیر محرم کے سفر کرنے میں جو مفاسد ہیں ان میں سے بعض مفاسد کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ احادیث کریمہ میں عورتوں سے متعلق وارد ممانعت کی عظیم حکمتیں ظاہر ہوں، هُوَ الْوَلِيُّ التَّوْفِيقِ

- ① شوہر یا محرم بیوی یا محرمہ کو سفر پر رخصت کرنے کے لئے ایئر پورٹ (ہوائی اڈہ) تک گیا، سیکورٹی نے ایئر پورٹ کے گیٹ پر ٹکٹ دیکھا اور مسافر کو اندر جانے کی اجازت دی۔ شوہر یا محرم وہاں سے واپس ہو گیا اب اندر کے تمام مرحلوں سے اسے بغیر محرم کے گزرنا پڑے گا، اور اجنبیوں کے ساتھ اس کا بات چیت کرنا ناگزیر ہوگا۔
- ② اور اگر فرض کر لیں کہ شوہر یا محرم اس کے ساتھ ایئر پورٹ کے اندر چلا گیا جہاں اس نے سامان کی جانچ کے بعد اسے بک کر دیا۔ سیٹ نمبر کنفرم ہو گیا، گیٹ پاس بھی مل گیا تو کیا اب ایئر لائن والے اس شوہر یا محرم کو بغیر اسی وقت کے ٹکٹ اور گیٹ پاس واپس پورٹ کے وٹینگ روم کی طرف جانے کی اجازت دے دیں گے؟ اب تو وہ اجنبیوں کے درمیان تنہا رہے گی۔
- ③ فرض کیجئے ایئر لائن والوں نے بھی اسے آگے جانے کی اجازت دے دی اور وہ وٹینگ روم میں اپنی بیوی یا محرمہ کی عصمت کی حفاظت کرتا رہا اور کسی افتاد کی صورت میں وہ اس کا محافظ ثابت ہو سکتا تھا مگر کیا اب وٹینگ روم سے جہاز میں بھی جانے کی اسے اجازت مل جائے گی؟ تو اب وہ عورت کس کی نگرانی میں جہاز کے اندر داخل ہو کر اپنے سیٹ تک پہنچی؟
- ④ یہ بھی فرض کیجئے کہ اسے جہاز میں شوہر نے پہنچا دیا وہ اطمینان سے سیٹ پر بیٹھ گئی اور شوہر واپس آ گیا، اب یہ کیا ضروری ہے کہ اس کے اگلے بغل کی سیٹیں خالی جائیں یا خواہی نہ خواہی ان سیٹوں پر عورتیں ہی آئیں۔ لہذا منظور ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے پہلو پہلو سفر کرے۔
- ⑤ اگر یہ بھی فرض کیجئے کہ ان کے اگلے بغل شریف عورتوں ہی کو بیٹھنے کی جگہ ملی تو بھی

یہ کیا ضروری ہے کہ جو جہاز روانہ ہو چکا ہے وہ اپنی منزل پر پہنچ ہی جائے، وہ کسی ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے لوٹ بھی سکتا ہے اور بعض غیر مانوس مقامات پر اتر بھی سکتا ہے اس وقت کی پریشانیوں اور عصمت و عفت کی حفاظت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

⑥ چلے مان لیجئے کہ حفظ و امان کے ساتھ مقرر ہوئی اڈہ تک جہاز پہنچ گیا، کوئی فضائی خرابی نہ ہونے یا حادثاتی روکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے جہاز غیریت کے ساتھ لینڈ بھی کر گیا۔ اب جو محرم اسے لینے کے لئے آنے والا تھا وہ کسی ناگہان حادثہ کے سبب سے ایئر پورٹ نہیں پہنچ سکا۔ اس وقت اس کی کمپنی کا کیا حال ہوگا؟ اگر غور کیجئے تو اس طرح کی درجنوں حکمتیں سامنے آجائیں گی۔

عورتوں کے لئے محرم کے بغیر سفر کرنے کی ممانعت کی حکمتیں جان لینے کے بعد حضور پر نور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وسعتِ علم اور قرآن پاک کے تَبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ کا اندازہ و یقین ہوتا ہے۔ لوگ حج اور شاعتِ دین کا نام لیکر عورتوں کے سفر کی رخصت تلاش کرتے ہیں۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام حج ہی میں ممبر اقدس پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا لَا تَسَافِرُ امْرَأَةٌ اِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ "کوئی عورت سفر نہ کرے مگر محرم کے ساتھ"۔

یہاں دنوں کی قید نہیں ہے بلکہ مطلقاً سفر سے منع فرمایا گیا ہے اور منع فرمانے میں جو حکمتیں ہیں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سائل نے رخصت کی راہ نکالنے کی فہمائش کی ہے۔ سائل کے اندر یہ حیرات اس لئے پیدا ہوئی کہ علماء کہلانے والے حضرات نے شریعت میں اس قدر بیوند کاریاں کی ہیں کہ عوام نے بیوند کاریوں کے مجموعہ کا نام شریعت سمجھ لیا ہے ورنہ یہ پڑھی لکھی عوام بھی جانتی ہے کہ منصوص مسائل تغیر و تبدیل کے اثرات قبول کرنے سے پاک ہیں وہ زمان و مکان کے بدلنے سے نہیں بدلتے بلکہ زمان و مکان کے احوال کو بدل دیتے ہیں۔ الاسلام یقلو اولای علی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرام مال سے حج کرنا

۹۳۷ مسئلہ - حبیب الرحمن، انتورپن بلجیم۔
 ۸-۱۰-۱۳۰۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نمازی مسلمان جو
 وارثی بھی مد شرع تک رکھے ہوا ہے شہر کا کلکٹر (D-M) ہے لیکن گورنمنٹ کی
 طرف سے اس کا مشاہرہ آتا ہے کہ وہ نہایت آسانی بلکہ فراخی کے ساتھ مع یال بچوں
 کے اپنی زندگی گزارتا ہے۔ مشاہرہ میں سے کبھی اتنی رقم پس انداز نہیں ہوتی کہ وہ اس
 سے سفر حج کے اخراجات پورا کر سکے۔ البتہ رشوت کے طور پر ملازمین کے ذریعہ
 لوگوں نے جو اس کو نقدی روپے اور سونے چاندی کے زیورات دیئے اس کی
 مالیت لاکھوں کی ہے یعنی کئی بار وہ سفر حج کر سکتا ہے۔

ایسی صورت میں شخص مذکور پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اگر وہ حج کرنا چاہے تو
 اس کی کیا صورت ہوگی؟ جواب باصواب سے نواز کر عتد اللہ ماجور ہوں۔
 المستفتی: حبیب الرحمن، انتورپن، بلجیم

۹۳۷ الجواب هو الہادی الی الصواب

بر تقدیر صحت سوال شخص مذکور پر حج فرض ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حلال کی کمائی
 سے وہ اخراجات سفر پورا نہیں کر سکتا۔ اپنی غیر حاضری کے ایام میں یال بچوں کے
 خورد و نوش اور رہائش کے واسطے بقدر ضرورت رقم گھر میں نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔۔۔
 باقی رہا رشوت کی نقدی زیورات کا لاکھوں روپے میں ہونا۔ تو وہ مال منصوب کی
 طرح ہے جو اس کی ملکیت نہیں اس پر واجب ہے کہ جس جس کا جس قدر زر رشوت
 ہے اس کی تلاش و تحقیق کر کے اسے واپس کرے۔

اگر اس نے کسی طرح اپنی تنخواہ میں سے حج کے لئے کچھ بچا یا پھر اس میں رشوت کا بھی
 کچھ پیسہ ملا تو وہ حج قابل قبول نہ ہوگا بلکہ اس کے مزہ پر یاد دیا جائے گا۔
 حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ جب ایسا شخص لبتیک پکارتا ہے تو فرشتے اس کے

جواب میں یہ کہتے ہیں۔

لَا لَبَّيْكَ لَا سَعْدِيكَ حَتَّى تَرُدَّ نَذِيرِي مَاضِي قَبُولِ نَذِيرِي خِدْمَتِ مَقْبُولِ - جب
ما فی یدیک وحتیٰ مردود تک حرام مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس نہ
علیک (ارشاد الباری) کر دے۔ تیرا حج تجھی پر مردود ہے۔

جب حلال کمائی اس قدر اس کے پاس نہیں کہ حج کر سکے اور وہ حج کرنا ہی چاہتا
ہے تو کسی سے بنیت ادائیگی قرض لیکر حج کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ فادم الافناء جامعہ ہدیت الاسلامیہ دی بنگ
۸ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ

عورتوں کا فرضی محرم کے ساتھ حج کرنا

۹۳۸ مسئلہ۔ فیاض عالم، ولیف سین، بالینڈ

۱۳۱۹ھ-۱۱-۵ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حج کے موسم میں یہاں
کئی لوگ حجاج کرام کی جماعت کو حج و زیارت کے لئے لے جاتے ہیں۔ مسائل حج،
مقامات حج، مقامات زیارت وغیرہ سے حاجیوں کو آگاہ کرتے ہیں اور حج و زیارت
کا شرعی طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ حجاج کرام کی جماعت میں بوڑھے، جوان، عورت و مرد
سب ہی ہوتے ہیں۔ اکثر بوڑھی عورتوں کے ساتھ ان کے محرم یا شوہر نہیں ہوتے بلکہ
حج میں لیجانے والے حضرات ہی فرضی محرم بن جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی حج میں لیجانے
والوں کو اپنا بھائی کہتی ہے کوئی چچا اور بیٹا کہتی ہے۔ بس انہی سب ناموں کے ساتھ
وہ ویزا حاصل کر لیتی ہیں کہ میرے ساتھ مثلاً میرا فلاں بھائی یا فلاں بیٹا یا فلاں چچا وغیرہ
جا رہا ہے حالانکہ وہ حضرات لسیانہ بھائی ہوتے ہیں نہ بیٹا اور چچا وغیرہ۔ یہاں کے بیشتر
مسلمان اس دھوکہ دہی کو معیوب اور خلاف شرع سمجھتے ہوئے ان عورتوں اور حج میں
لیجانے والے حضرات سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح سے عورتوں کو حج
میں لیجانا، ان کا فرضی محرم بننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جو لوگ ایسے حجاج کرام سے قطع

تعلق کرتے ہیں اور ایسی عورتوں سے بیزارگی کا اظہار کرتے ہیں وہ صحیح کرتے ہیں یا نہیں؟ ان عورتوں کا حج فرض یا نفل ادا ہوتا ہے یا نہیں؟

فیاض عالم منیر عالم، ولف سین ہالینڈ

۹۲ الجوا والذمہ کتابیۃ الحق والظہور

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا کارِ ثواب ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ۔ حج کے مسائل بتانا۔ مقاماتِ حج کی معلومات فراہم کرنا اور زیارت کے آداب سکھانا مطلوب و محبوب شرع ہے۔ حج میں لیجانا، حجاج کرام کی خدمت کرنا، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا بہت خوب بلکہ خوب سے خوب تر ہے۔

عورتیں جوان ہوں یا ستو سالہ بوڑھی پھر سفر دنیاوی ہو یا دینی بہر حال مسافت سفر طے کرنے کے لئے ان کے ساتھ محارم یا شوہر کا ہونا لازم و ضروری ہے جسکی تاکیدیں احادیثِ کرمیہ اور کتب فقہ اسلامی میں آئیں۔ جسے تفصیلی معلومات درکار ہو وہ کاتبِ الحروف کی کتاب "مسائل حج" اردو اور ڈچ کا مطالعہ کریں۔

فرضی محارم بنانا صرف حکومت کو دھوکہ دینا ہے بلکہ حکمِ شرع کے ساتھ بھی غداری ہے جس کا وبال لیجانے والے اور جانے والیوں سب پر ہے۔ خدا اور رسول جلت و علیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان نافرمانوں سے قطع تعلق کرنا ہی چاہئے۔ ایسی عورتوں کا حج فرض تو اتر جاتا ہے مگر وہ قدم قدم پر گنہگار ہوتی ہیں اور حج نفل سرے سے تو ہوتا ہی نہیں کیونکہ نفل کی آرزو میں وہ حرام کا اقدام کرتی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ ان مسائل کی تفصیلی فتاویٰ رضویہ، بہارِ شریعت، اور فقہ اسلامی کی دوسری کتابوں سے معلوم کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن ٹیڈ لیمٹڈ۔ ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ

بغیر احرام کے میقات سے گزرنا

۹۳۹ مسئلہ :- حبیب الرحمن نوری۔ الکناز، ہالینڈ
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بغیر احرام سے گزرتا

و ملازمت مکہ مکرمہ جانا ہے عمر و یا حج کا ارادہ نہیں ہے ایسی صورت میں اسے میقات سے احرام کے ساتھ گزرنا چاہئے یا بغیر احرام کے بھی گزر سکتا ہے؛ اگر بغیر احرام کے گزر گیا تو مکہ شریف پہنچ کر اسے کیا کرنا چاہئے۔ حسیب الرحمن نوری، ابن ہرما الکمار، نیدرلینڈ

۹۲ الجواد ۸۶

مکہ مکرمہ میں حاضری احرام کے ساتھ ضروری ہے خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت و ملازمت کا، یا کچھ بھی ارادہ نہ ہو۔ المبسوط میں ہے۔
لیس لاحد ینتھی الی المیقات
اذا اراد دخول مکة ان یجاوزها
الا باحرام سواء کان من قصدة
الحج والقتال والتجارة
نہیں۔

فتح القدر ص ۳۱ میں ہے۔

ان جمیع الکتب ناطقة بلزوم
الاحرام علی من قصد مکة سواء
قصد النسب اولا ۵
تمام کتب فقہیہ میں وضاحت ہے کہ مکہ مکرمہ میں
جانے کی نیت سے احرام میں ہونا لازم ہے خواہ مکہ
شریف میں حاضری حج کے لئے ہو یا نہیں۔

اگر کوئی شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو گیا تو اس پر عمرہ یا حج لازم ہو جاتا ہے پھر
اگر وہ شخص حج یا عمرہ کا احرام وہیں باندھ لے تو اس پر ایک دم لازم آتا ہے۔ اور اگر احرام کے
لئے کسی میقات کی طرف لوٹ گیا تو دم ساقط ہو جائے گا مگر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے
کی وجہ سے اسے توبہ کرنی ہوگی۔ وتفصیله فی البدائع. والله اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء القرآن، ۳۰ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

چند طواہر کی نماز ایک بار پڑھنا

۹۲۰ مسئلہ :- منزل حسین فریدی، بریڈ فورڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کیا ہر طواف (ساتھ چکر) کے

بعد دو رکعت صلوٰۃ الطواف پڑھنا واجب ہے؛ یا چند طوافوں کو اکٹھا کر کے ایک ہی مرتبہ طواف کی نماز پڑھ لینا کافی ہے۔ اور کیا دو یا تین طوافوں کے بعد دو رکعت نماز طواف ہی کافی ہے؟ تینوں سوالوں کا جواب درکار ہے۔

منزل حسین فریدی، بریڈ فورڈ، انگلینڈ

۹۸۶

الجواب

جی ہاں ہر طواف کے بعد جب وقت مکروہ نہ ہو دو رکعت نماز طواف کا پڑھنا واجب ہے۔ چند طوافوں کو اکٹھا کر کے سب کی نماز ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے جبکہ وقت مکروہ نہ ہو اور اگر طواف وقت مکروہ میں کیا۔ مثلاً فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک یا عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک یا وقت اتوار سے وقت زوال تک تو ان صورتوں میں جتنے طواف کئے گئے سب کی نماز طواف وقت مکروہ نکلنے کے بعد بیک وقت بالاجماع مکروہ نہیں۔ کما فی الشامی ص ۲۳۲۔ فتاویٰ شامی میں ہے۔

یکرہ عندہما الجمع بین اسبو کہ دو یا زیادہ طوافوں کی نماز کو جمع کرنا شیخین عین اواکثر..... وفیہ ایضاً۔ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور اسی شامی میں یہ... ولتخلاف فی غیر وقت الکراہۃ بھی ہے کہ یہ اختلاف غیر وقت کراہت میں ہے لیکن اٹافیہ خلا مکرہ بالاجماع ۱۱ وقت کراہت کی وجہ سے کسی طوافوں کی نماز کو ایک ساتھ پڑھنا بالاتفاق مکروہ نہیں

دو یا تین طوافوں کے بعد دو یا تین دوگانہ پڑھنا واجب ہے ایک دوگانہ سب کے لئے کافی نہیں۔ واللہ اعلم کہ عبد الوہاب قادری جامعہ مدینۃ الاسلام دیوبند

۱۳۲۰ھ

شوہر یا محرم اگر درمیانِ سفروت ہو جائے

۹۲۱ مسئلہ:۔ محمد شریف دل روشن، آسٹریٹوم

کیا فرماتے ہیں مقتیانِ ربانی وعلمائے حقانی اس عورت کے بارے میں

جو اپنے شوہر کے ساتھ ہالینڈ سے براہِ دمشق سفر حج پر روانہ ہوئی، دمشق پہنچ کر اس کا شوہر راہی ملک عدم ہوا اور قافلہ میں اس کا کوئی محرم بھی نہیں ہے جس کے ساتھ وہ سفر جاری رکھ سکے اور دمشق میں بھی کوئی آشنا نہیں جس کے یہاں قیام کر سکے تو ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟۔ یا کسی عورت کا محرم جدہ پہنچ کر مر گیا، کیا وہ جدہ سے واپس آجائے یا ادلے حج کے لئے مکہ چلی جائے؟

محمد شریف دل روشن دل محمد آسٹریٹم، نیدرلینڈ

۷۶

بَعُونِ الْمَلِكِ الْوَهَادِ الْجَوَادِ

مذکورہ دونوں عورتیں بلائے عظیم میں گرفتار ہو گئیں اللہ تبارک و تعالیٰ رحم فرمائے اور خلاصی کی راہ دکھلائے۔ پہلی عورت ایسی جگہ پہنچ گئی ہے جہاں سے دونوں جانب مسافت سفر ہے اور دونوں جانبوں میں سے کسی جانب کو سفر کے لئے بے محرم کے اختیار کرنا حرام ہے۔ اگر عزت و اکبر و کے ساتھ دمشق میں رہنا میسر ہوتا تو اسے کسی محرم کے آنے تک زیادہ سہانہ نکاح کرنے تک دمشق میں رہنے کا حکم دیا جانا مگر شہر دمشق میں اس کا کوئی آشنا نہیں تو اس مجبوری و ضرورت میں اسے مذہب غیر کی تقلید کی وقتی اجازت مل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق وہ اپنے قافلہ میں معتدو ثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا وطن واپس آجائے۔ دونوں اختیار ہے۔

اور جو عورت جدہ پہنچ کر بے شوہر ہو گئی اسے بے محرم کے وطن واپس لوٹنا حرام ہے۔ البتہ مکہ معظمہ جدہ سے سفر شرعی کی دوری پر نہیں ہے لہذا مکہ معظمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں ٹھہرے تاکہ اس کا کوئی محرم اس کو لینے کے لئے وطن سے پہنچ جائے اور اگر محرم نہ ہو یا جانے آنے کے لئے تیار نہ ہو یا آنے جانے کے لئے تیار ہے مگر وہ بے خوف ہے دین کا کوئی پاس لحاظ نہیں ہے تو اس عورت کو چاہئے کہ کسی سے نکاح شرعی کرے اگر چہ صرف سفر طے کر کے اپنے گھر پہنچنے کے لئے اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو پہلی عورت کی طرح بحالت مجبوری و ضرورت اسے بھی مذہب غیر پر عمل کرتے ہوئے اپنے وطن

آجانا چاہئے..... جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

کما فی فتاویٰ الرضویہ۔ وکانت
 کن ابانہا زوجہا اومات عنہا
 ولو فی مصر و لیس بینہما و بین
 مصر ہا ممدۃ سفر رجعت ولو
 بین مصر ہا ممدۃ و بین مقصدہا
 اقل مضت ۱۵
 کہ کسی عورت کو اثنا و براہ شہر میں شوہر نے طلاق
 بائن دیدی یا وہ انتقال کر گیا اور اس عورت اور
 اس کے وطن کے درمیان مدت سفر نہیں ہے تو وہ
 لوٹ آئے۔ اور اگر وطن کے لئے مسافت
 سفر ہے اور مقصد سفر کے لئے مسافت سفر
 نہیں تو سفر جاری رکھے۔

لیکن اس رخصت شرعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت
 مان لیا یا کسی عام مجبوری کو ضرورت مان لیا اور مذہب غیر پر عمل کر لیا۔ شرعی طور پر جب
 تک ضرورت متحقق نہ ہو مذہب غیر پر عمل جائز نہیں اگرچہ مذاہب اربعہ برحق ہیں لیکن
 جو جس مذہب کا مقلد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ عبدالواحد قادری مخیر خادم الافشاء اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

۲۱ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

شوہر کی اجازت کے بغیر حج میں جانا

۹۲۲ھ - سید نور اللہ بریڈ فورڈ۔ انگلینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پر حج فرض ہے
 مگر اس کا شوہر بے گور نہ اس کے ساتھ حج میں جانے کو تیار ہے اور نہ ہی اسے اس کے
 معانی بھاد حج کے ساتھ جانے کی اجازت دیتا ہے۔ ایسی صورت میں عورت سوچتی ہے
 کہ اگر میں حج نہ کروں تو سخت گنہگار مستحق عذاب نارہمتی ہوں اور اگر بے اجازت شوہر
 حج میں چلی جاتی ہوں تو حج تو ادا ہو جائے گا مگر اس کے باوجود شوہر کی نافرمانی کی وجہ
 سے گنہگار اور مستحق نارہمتی ہوں۔ اب وہ عورت عجیب ٹھنڈے میں ہے کہ کیا کرے کیا نہ
 ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے وہ آپ کے دارالافتاء سے رجوع کرتی ہے اور

امید کرتی ہے کہ کوئی شرعی مناسب حل نکال کر شاد کام فرمائیں گے۔

المستفتی: سید قورائشہ ابن سید عطاء اللہ شاہ، وار و مال بریڈ فورڈ انگلینڈ

﴿۸۶﴾ الجواب اللہم ھدنا یق الحق والصواب

واقعی عورت مذکورہ مجبورہ کا شوہر بے گھر ہے کہ وہ فرائض الہیہ کی ادائیگی میں مداخلت کر رہا ہے۔ حج فرض ہو جانے کے بعد فوری طور پر اس کی ادائیگی واجب ہے اور تاخیر گناہ کبیرہ۔ اور شوہر مذکور اپنی بیوی کو گناہ کبیرہ کے دلدل میں ڈھکیلنے کی بھول کر رہا ہے پھرین اتفاق سے اس عورت کو سفر حج کے لئے قریبی محرم بھی میسر ہے۔ معلوم نہیں آئندہ ایسا سنہری موقع ہاتھ آتا ہے یا نہیں اسلئے شوہر مذکور کو چاہئے کہ برضا اور رغبت اپنی بیوی کو سفر حج میں جانے کی اجازت دیکر خود گناہ سے بچے اور اپنی بیوی کو گناہ سے بچائے۔ بالفرض اگر شوہر مذکور اجازت نہ دے تو حج چونکہ فرائض الہیہ سے ہے جسکی ادائیگی جلد از جلد واجب ہے اس عورت کو شرعی طور پر اجازت ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے ساتھ سفر حج پر چلی جائے اور فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو، صورت مسئولہ میں شوہر کی اجازت کے بغیر سفر حج کرنا گناہ و نافرمانی نہیں بلکہ ریح شریعت مطہرہ نے اسے دیا ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے (مسند احمد)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں

”جبکہ عورت پر حج فرض ہے اجازت شوہر کی ہرگز حاجت نہیں“ فان الاصح

ان افتراض الحج فوری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری فادم الافناء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہج

۲ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

معطرہ کولات و مشروبات اور محرم

مسئلہ ۹۲۳: محکمہ رفیق۔ ہون۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ مکہ شریف میں بحالت احرام ایک معلم صاحب کی دعوت میں میں نے شرکت کی۔ دسترخوان پر نوح بنوح کھانے اور مشروبات چنے ہوئے تھے جس کی زعفرانی و مشک کی خوشبو دسترخوان کے علاوہ ماحول کو معطر کر رہی تھی حاج کرام نے شکم سیر ہو کر کھایا پیا۔ تو سوال یہ ہے کہ ان خوشبودار چیزوں کے استعمال سے محرم حضرات پر دم لازم ہوا یا نہیں؟ اور عمدہ کھایا پیا تو توبہ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

سائل:- محمد رفیق بنگالی ہورن، نیدرلینڈ

۹۲ الجواب بتوفیق الملك الوهاب

اگر مشروبات میں خوشبو ملا کر اسے پکایا گیا ہو تو اس کا حکم بھی پکائے ہوئے کھانوں کی طرح ہے کہ محرم کے لئے اس کا پینا جائز اور پینے والے محرم پر دم یا صدقہ نہیں۔ اسی طرح جن کھانوں میں زعفران، عرق گلاب، عرق کیوڑہ وغیرہ خوشبو ملا یا گیا ہو اور پھر اسے پکایا گیا ہو تو پکانے سے چونکہ اس کا وجود مختلط ہو کر ختم ہو گیا تو اب اس کے وجود کا اعتبار نہ رہا اور اس کا کھانا محرم کے لئے جائز و مباح ہو گیا۔

صورتِ مسئلہ میں جو خوشبودار کھانا محرموں نے کھایا اس کی وجہ سے وہ شرعی مجرم نہیں ہوئے، نہ ہی ان پر کوئی صدقہ وغیرہ واجب ہوا۔ مشروبات میں اگر کھپلوں کا حوز ہو یا پکایا ہو یا مشروب ہو تو اس کے پینے میں بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوا۔ البتہ چل یا اس کے حوز کا خوشبو کیلئے سونگھنا منع ہے لیکن کھانے پینے میں خوشبو لینا مقصود نہیں ہوتا ہے اس لئے وہ شرعاً حرام نہیں ہے۔

شرح لباب مع ارشاد الساری، فصل فی اکل الطیب و شربہ ۲۱۲ میں ہے

لطیب اذا اخلطه بطعام قد یغیر فلا شیء علیہ اتفاقاً یوجد یجہ اولاد۔ لانه بالخلط و لای یصیر مستهلکاً فلا یعتبر
خوشبو اگر ایسے کھانے میں ملائی جسے پکایا گیا ہو تو اس کے کھانے سے بالاجماع محرم پر کوئی شے لازم نہیں ہوگی خواہ اسکی خوشبو باقی ہو یا باقی نہ ہو۔ کیونکہ وہ ملنے اور پکے کی وجہ سے ہلاک و ختم ہوگئی اب اس کے وجود کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۵۵ اصلا۔

واللہ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ قام الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۸ جیل ۱۳۱۹ھ

حج ٹیکس اور اس کا حکم

۹۳۲ مسئلہ: محشر نظامی، مکہ مکرمہ

۱۵-۱۰-۱۹۵۵
کیا فرماتے ہیں علمائے ربانی و مفتیانِ حقانی اس مسئلہ میں سعودی گورنمنٹ نے ہرجاجی پر ایک حج ٹیکس عائد کر دی ہے جسکی ادائیگی ہرجاجی پر لازم ہے بغیر اسکے اولکے ہوئے سعودی امبیسیاں ویزا نہیں دیتی ہیں۔۔۔ سوال یہ ہے کہ مقدس عبادت کے نام پر مسلمانوں سے بالجر ٹیکس وصول کرنا اور ٹیکس نہ دینے والے مسلمانوں کو حج کی سعادت سے محروم کرنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز یہ ٹیکس و جو ب حج کے لئے ممانعت کا سبب تو نہیں؟
سائل: محشر نظامی، شایع خالد بن ولید، مکہ المکرمہ

۸۶ العیواری بعون الملک الوہاب

حافظ حقیقی، نجدی بلاؤں سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون رکھے آمین۔ فرض الہی کی ادائیگی کے لئے مسلمانوں پر ٹیکس لادنا مسلمانوں پر ظلم و جبر اور مسجد حرام نیز دیگر شعائر الہیہ کی زیارتوں سے روکنا ہے جو نہایت درجہ حرام اور عذاب قہار کو دعوتِ آمد وینے کے مترادف ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (کیا انہیں اطمینان ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے گا حالانکہ وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں)

حجاز مقدس پر ظلم و جبر کے ساتھ غاصبانہ قبضہ کرنے والے نجدی درندے عنقریب جبار و قہار مالک کی گرفت شدید میں آنے والے ہیں کہ ایسوں کے لئے شہنشاہِ عرب عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا میں موجود ہیں۔ مسلم شریف میں ہے
اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أُمَّرَاتِي شَيْئًا أَلْهَمْتَهُ نَفْسًا فَاشْتَقَّ عَلَيَّ... پھر اس ان پر مشقت ڈالی تو تو اس پر مشقت ڈالی

مسلمانوں پر حج ٹیکس لا کر واقعی اس نے مسلمانوں کو مشقت میں ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یہ آمدنی اس کے لئے حرام ہے۔ پھر بھی اگر ادائے فرض کے لئے با دل تا خواستہ یہ ٹیکس مسلمانوں کو دینا پڑتا ہے تو مسلمان معذور ہے۔ کرم الہی سے امید ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس ٹیکس کا نفاذ اگرچہ واجب حج کے لئے مانع نہیں مگر مسلمانوں کو ایک حج فرض کے بعد محتاط ہو جانا چاہئے کہ ایک بڑے گناہ کی جھولی میں جھولی نیکی ڈالنے کے لئے سعی نہ کریں اور اس طرح نجدیوں بد مذہبوں کا مالی تعاون بھی ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ مذہب اہلسنت کو مٹانے کی مسلسل نت نئی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مکرو فریب اور بد مذہبیت سے مسلمانان اہلسنت کو بچائے۔

۱۵ شوال الکریم ۱۴۱۷ھ

زیارت اقدس کا احسن طریقہ

۹۲۵ مسئلہ :- اشفاق احمد اسلو

۱۳۱۶-۱۱-۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روضۃ اقر علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے وقت زائرین کو کتنی دوری پر کس طرح کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر سلام پیش کرنا چاہئے؟ روضۃ الفزک مبارک سبز جالیوں سے چپک کر نجدی سپاہی کھڑے رہتے ہیں جو زائرین کو بوسہ لینے یا چومنے سے روکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا جالیوں کو چومنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

اشفاق احمد خان۔ اسلو، تاروے

۷۸۶ الجواب اللہم ھک ایتہ الحق والصواب

وہ مبارک سبز جالی جو روضۃ مقدرہ کی جنوبی (سمت قبلہ) دیوار میں لگی ہے اس سے کم از کم دو میٹر کے فاصلہ پر اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ مزار پر الوار کی جانب کا چہرہ رہے اور قبلہ شریف کی طرف پیٹھ رہے۔ پھر اس طرح اپنے دونوں ہاتھوں

کو باندھے جس طرح تاز کے لئے باندھتا ہے یعنی دلہنے ہاتھ کی تھیلی یا میں ہاتھ کی کلائی پر رہے۔ آنکھیں شرم و ندامت سے جھکی ہوئی ہوں بلکہ گریاں ہوں۔ اور تصور میں سامنے رُوحِ کائنات علیہ افضل الصلوات جلوہ بار و توجہ ہوں۔ پھر نہایت شیریں آواز میں لجاجت کے ساتھ صیغہ ہائے درود و سلام اپنی زبان پر جاری کرے اور یقین جانے کہ اس کا سلام کلام، اس کی حاضری، اس کی حالت ظاہری اور کیفیات باطنی سب کچھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم لفظائے الہی عزوجل سنتے دیکھتے اور جانتے ہیں۔ ارشاد الیاری باب زیارة سید المرسلین ص ۲۳۸ میں ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم عالمٌ
بِحضورك وقيامك و سلامك
ای بل بجمع افعالك و احوالك
وارتحالك و مقامك
بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری
تیرے قیام و سلام یعنی تیرے تمام
افعال و احوال اور سفر و حضر سے
باخبر ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۵ میں ہے

يقف كما يقف في الصلوة
حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے
اور لباب و شرح لباب ص ۲۲۶ میں ہے

واضعاً يمينه على شماله
دست بستہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو
جب تک ذوق و شوق ساتھ ہے درود و سلام کے نذرانے پیش کرتا ہے
انہ میں شفاعت کبریٰ اور بار بار حاضری کا سوال پیش کرے۔ پھر دست و اجاب
جنہوں نے سلام پیش کرنے کی ذمہ داری دی ہے ان سب کی طرف سے سلام و
گزارشات پیش کرے۔

بیز جالیوں سے جو بے ادب بیٹھ لگائے کھڑے رہتے ہیں ان کو ان کے حال پر
چوڑویں کیونکہ

زمین شور سنبل بر نیارو : دران تخم عمل ضائع مگرداں
ہاں خود ان مبارک جالیوں کو اپنا گنہگار ہاتھ یا ہونٹ لگانے کی جرأت نہ کرے

کہ یہ بھی کمالِ ادب کے خلاف ہے۔ یہی کیا کم کر متوازی ہے کہ اپنے قربِ خاص میں بلا کر سلام و کلام کو سماعت فرمایا اور احوال و کیفیات کو دیکھا۔ پھر اس تعظیم و تکریم کا موقع عنایت فرمایا جس سے تعظیم کرنے والا بھی بے خبر ہے۔ فصلوات اللہ تعالیٰ

وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ ابَدًا سَرْمَدًا

اعلیٰ حضرت دریائے فضل و کرامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اے شوقِ دل یہ سجدہ گراں کو روا نہیں :- اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خیر نہ ہو

رَزَقْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی وَاَيُّكُمْ زِيَارَتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ مَعَ اِهْتِمَامِ الشَّرْعِ وَكَمَالِ الْاَدَبِ - وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

کتبہ عبدالواحد قادری، مغفلہ خادم الافناء، جامعہ مدنیۃ الاسلام دیہی بنگلہ

۱۳ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ

مسجد نبوی اور پُرسوز اذانِ بلالی

۹۲۶ مسئلہ :- شیر علی حناں، آکس میر، بالیت

۱۰-۵-۱۹۸۸

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان بالامقام اس واقعہ کے بارے میں کہ ایک مولوی مقرر صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد جب حضرت بلال نے شام سے آکر مسجد نبوی میں اذان پڑھی تو پورے شہر پاک میں کہرام مچ گیا اور اس اذان کو سنکر جو انانِ مدینہ خواہ پردہ نشین ہی کیوں نہ ہوں سب اپنے اپنے گھروں سے باہر آگئیں۔ کیا یہ واقعہ تاریخ کی روشنی میں صحیح اور سچ ہے؟ اگر صحیح ہے تو حوالہ جات کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں اور اگر صحیح نہیں ہے تو ایسے مقرر مولوی کی کیا سزا ہونی چاہئے جو شہر رسول کی پردہ نشین عورتوں سے متعلق یہ بیان کرے؟

شیر علی حناں آکس میر

بعون الوفاق

جی ہاں! تاریخ اسلام، کتب احادیث و سیر کی روشنی میں یہ واقعہ صحیح ہے۔ حضرت

امام ابن عساکر نے حضرت ابو دروداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس واقعہ کو روایت کیا۔
 حضرت علامہ امام سبکی نے شفاء السقام میں، اور علامہ ابن حجر نے الجواهر المنظم میں
 اس واقعہ مذکورہ کی سند کو جتید فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب
 وصالِ محبوبِ علیہ السلام کے بعد اپنی مستقل سکونت ملک شام میں اختیار کر لی۔ تو ایک
 شب خواب میں سرور کائناتِ وحی لہ الفداء علیہ التحیۃ والتناہ کی زیارتِ اقدس مشرف
 ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ماہذہ الجفوة یا بلال اما اے بلال! یہ کیا جفا ہے؟ اے بلال! کیا ابھی
 آن لک ان تزورنی یا بلال۔ تیرے لئے وہ وقت نہ آیا کہ تو میری زیارت کو حاضر ہو۔
 اس خواب سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لرزاں و ترساں بیدار ہوئے
 اور فوراً مزارِ پُر انوار کی زیارت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب
 شرفِ حضور سے مشرف ہوئے تو قبر انور سے لپٹ کر رونے لگے اور اس کی خاک شریف
 کو اپنے چہرہ پر مل کر اسے روشن و تابناک بنانے لگے۔ اسی اثناء میں دونوں شہزاد
 (حضرات حسنین کرمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت بلال نے انہیں
 سینے سے لگا کر پیار فرمایا۔ شہزادوں نے فرمایا ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں۔ حضرت
 بلال تعمیلِ حکم کے لئے مسجد نبوی کی چھت پر اسی جگہ گئے جہاں سے زیارتِ اقدس میں اذان
 پکارا کرتے تھے۔ جس وقت اپنی پُرسوز آواز کے ساتھ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا پورے مدینہ
 میں لرزہ پڑ گیا، اور جب اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو کنواری جو وہاں
 لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں۔ یہ سب بخودی اور وارفتگی شوق کے عالم میں ہو
 شفاء السقام میں ہے کہ انتقالِ پُر ملال کے بعد سے اب تک مدینہ منورہ میں
 رونے اور بخودی کا سماں کبھی نہ بندھا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
 کہ عبد الواجد قادری خادم الخلیف مسجد طیبہ آمسٹرڈم

بعض حالات میں تصاویر مکتوب کی اجازت

۹۲۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل پاپورٹ، ویزا لائسنس اور امتحانات وغیرہم کے لئے ان تصاویر کو گورنمنٹ کے محکموں نے ضروری قرار دیا ہے جن سے پاپورٹ ہولڈنگز وغیرہ کی خامی پہچان ہو سکے۔ اور بغیر تصویر کے کاغذات مذکورہ کا اجراء قانونی طور پر ممکن نہیں یا بہت مشکل ہے۔ ایسی صورت حال میں پاپورٹ یا ویزا کے لئے یا مختلف قسم کے لائسنسز کے لئے کاغذی تصویر کی اجازت ہے یا نہیں؟ جواب سے نواز نے کی زحمت کریں۔

سائل: محمد شفیع کمال، بارسلونا، پاک محمدی مسجد اسپین۔

۷۸۶

۹۱۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

جاندار کی تصاویر کی حرمت و شناعیت شرع اور اصول شرع سے واضح اور روشن ہے۔ جس پر دلائل و براہین کثیرہ موجود ہیں۔ اور غیر جاندار کی تصویریں بنانی۔ اگر لہو و لعاب کے قبیل سے نہ ہوں تو جائز و مباح ہے۔

علماء کا اختلاف دراصل اس میں ہے کہ جاندار کے جسم کے ایسے حصہ کی تصویر جو دوسرے حصوں سے علیحدہ ہو کر زندہ نہ رہ سکے جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کمر کے نیچے دونوں پاؤں کی تصویریں۔ سینے کے اگلے بغل سے دونوں ہاتھوں کی تصویریں جس کی ضرورت ڈاکٹروں کو علاج کے سلسلہ میں پڑتی ہے۔ اسکے جواز میں بھی شک نہیں کہ اگرچہ بیادمی (جاندار) کے جسم کے بعض حصوں کی تصویریں ہیں مگر یہ ایسے حصوں کی تصویریں ہیں جو جسم سے علیحدہ ہو کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں کے ساتھ سینے سے نیچے کی تصویر یا آدمی سینے سے چہرہ اور سر کی تصویر علیحدہ علیحدہ (مصور) زندہ نہیں رہ سکتے۔ اور جو حصہ جسم سے علیحدہ ہو کر زندہ نہیں رہ سکتے اس حصہ کی تصویر کی اجازت عند الحاجت ہونی چاہئے۔

جسم کے علیحدہ علیحدہ حصوں کی تصویروں کو ویڈیو کیسٹ کے ریز (الیکٹرونک

شعاغوں، پر قیاس نہیں کرتا چاہئے کہ ان شعاغوں کا مقصود ہی مکمل جاندار کی تصویروں کا وجود میں لانا ہے۔

پاسپورٹ، ویزا وغیرہ کے لئے ایسے فوٹو استعمال کئے جاتے ہیں جو سر سے لیکر سینہ کے اوپر کی حصہ تک ہوتے ہیں۔ اگر انسان کو نصف سینہ سے کاٹ دیا جائے تو وہ انسان زندہ نہیں رہتا ہے تو گویا یہ فوٹو کسی بے جان جسم کا فوٹو قرار پائے گا جس کی شرع میں عند الحاجۃ اجازت ہے۔ جاندار کی تصویر کی حرمت بیان فرماتے ہوئے حضرت یسنا بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

فأصنع الشجر ومالا
نفس له
توشجر و حجر اور ایسی چیز کی تصویر بناؤ
جس میں جان نہ ہو۔

اور صحیح مسلم ص ۲۰۲ و بخاری ص ۱۹۶ میں ہے۔

کل شیء لیس فیہ روح
فتح الباری شرح بخاری ص ۱۲۲ میں جاندار کی تصویر کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
غیرت عن ہدیئاتہا اما
بقطعہا من نصفہا او
بقطع رأسہا۔ او
تصویر کی ہیت کو اس کے نصف زیر یکاؤ
یا اس کے سر کو قلم کر کے بدل دیا جائے تو اس
کا حکم حرمت بدل جائے گا۔

المصورون کی شرح میں فیض القدر شرح جلال صغیر جلد ۱ میں ہے۔

لصورۃ حیوان تام۔
وخرج بالحوان غیرۃ کشجر
وبالتام مقطوع نحو رأس
مما لا یعیش بدونہ
جاندار کی تصویر کا حکم حرام ہے
جو ان کی تئید لگانے سے فرعون کی تصویر نکل گئی جیسے درخت
اور ان کی تئید لگانے سے ایسے اعضاء پر انسان کی تصویر
کا حکم بدل گیا جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہتا ہے۔

حاجت اور بدلے ہوئے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے محدثین عظام کرام نے مذکورہ ضروری کاغذ
وغیرہ کیلئے تصاویر مقطوعہ کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس اجازت کو محدود حاجت ہی میں رکھنا
ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کہ۔ عبدالواحد شاہی فاضل دارالعلوم دیوبند

۳ شعبان ۱۴۱۲ھ

وقت میں وسعت کی وجہ سے دو یا تین طواف کر لیا جائے اور واجب الطواف نماز وقت کراہت کی وجہ سے اذان کی جائے تو تینوں دو گانہ سورج نکلنے کے بعد ایک ساتھ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی کراہت تو نہیں آتی؟
جواب کا منتظر۔ عبد الشکور برائیمی۔ مورث شیش۔ دار وحال مکہ مکرمہ

۲۸۶ الجواد هو الهادی الى الصواب

نماز طواف۔ طواف مکمل ہو جانے کے بعد علی الفور واجب ہے جبکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ اور اگر اس کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو جب بھی پڑھے گا ادا ہی ہوگی قضا نہیں ہوگی کیونکہ اس کی ادا وقت کے ساتھ مؤقت نہیں ہے۔ وقت کراہت میں نمازیں مکروہ ہیں طواف نہیں۔ لہذا جو طواف وقت مکروہ میں کیا گیا اس کی نمازیں وقت کراہت تکل جانے کے بعد پڑھنا بالاجماع مکروہ نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ رد المحتار میں فرمایا

والخلاف فی غیر وقت
الکراهة امانیہ فلا یکرہ
بالاجماع
فی وقت کراہت کے چند طوافوں کی نمازوں کے جمع کرنے
میں اختلاف ملا ہے لیکن وقت مکروہ کی چند طواف
کو ایک ساتھ پڑھنا بالاجماع مکروہ نہیں۔

فتاویٰ شامی ص ۲۳۳ ہی میں ہے۔

یکروز عندہما الجمع بین
اسبوعین ادا کثر
حضرت بخین کے نزدیک دو یا زیادہ طوافوں کی نمازوں
کو غیر وقت مکروہ میں جمع کرنا مکروہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالولی جعفری خیرا۔ اسلاک فونڈیشن زیندر لینڈ

درجہ اولیٰ ص ۲۳۳

اذان فجر سے پہلے مزدلف سے گزرنا

منسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرفات سے بذریعہ
بس مزدلف کے لئے ایٹھ کے حاجیوں کا قافلہ روانہ ہوا جو آہستہ آہستہ مزدلف

کی طرف بڑھتا رہا۔ روشنی کی کثرت اور بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ مزدلفہ کب آیا اور گذر گیا اور نہ یہ پتہ چل سکا کہ صبح صادق ہوئی یا نہیں ہوئی۔ البتہ جب قافلہ کی بس مہنی میں پہنچ گئی اور اکثر حاجی اپنی اپنی قیام گاہ میں آگے تو مہنی کی بڑی مسجد میں نماز فجر کی اذان ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں حاجیوں کا وقوف مزدلفہ ہوا یا نہیں؟ کیا صورت مذکورہ میں وقوف مزدلفہ معاف ہے؟ یا دم دینا لازم آئے گا؟ خلاصہ جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیکھے۔

قاری فیض الرحمن قادری، سابق امام و خطیب مسجد طیبہ آمسٹرڈم، نزہت مہنی شریف

۹۲ الجواد ————— هوالمہادی الی الصواد

مزدلفہ میں وقوف کا وقت صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد سے آفتاب نکلنے کے وقت تک ہے۔ اس درمیان اگر حد و مزدلفہ میں چند منٹوں کا بھی قیام پایا گیا یا وہاں سے گزرتے ہوئے چند منٹ لگ گئے تو قیام مزدلفہ متحقق ہو گیا۔ اور حاجی وقوف مزدلفہ سے بری الذمہ ہو گیا۔

اگر حاجیوں کی بس حاجیوں کو لیکر صبح صادق کے بعد مزدلفہ کی وادیوں سے گزری ہو تو تمام سوار حاجیوں کا وقوف مزدلفہ پایا گیا۔ خواہ حاجیوں کو مزدلفہ یا صبح صادق کا علم ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ اس وقت حاجی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو یا خواب گراں میں بہر صورت وقوف متحقق ہو جائے گا۔

لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری ص ۱۴ میں ہے۔

الوقوف بہا واجب و اول	مزدلفہ کا وقوف واجب ہے۔ اس کا اول وقت
وقته طلوع الفجر الثاني من	دوسری ذی الحجہ کو صبح صادق طلوع ہونے کے
يوم النحر و اخره طلوع الشمس	وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اور آخری وقت سورج
منہ فمن وقف بہا قبل طلوع	نکلنے تک ہے۔ تو جو شخص صبح صادق سے پہلے
الفجر و بعد طلوع الشمس	یا سورج نکلنے کے بعد وہاں ٹھہرا اسکے ٹھہرنے کا
لا يعتد بہ و قدر الواجب	کوئی اعتبار نہیں۔ وقوف مزدلفہ کی مقدار تھوڑی

منہ ساعة وركنه فکیتونته دیس ہے۔ اور اس کارکن مزدلفہ میں موجود ہونا
بمزدلفۃ بفعل نفسه او غیر ہے خواہ اپنے عمل سے یا غیر کے عمل سے۔ وقوف کی
نواہ اولہم بنو، علم بہا اولہم یعلم نیت ہو یا نہ ہو۔ مزدلفہ کا علم اسے ہو یا نہ ہو۔
من شریف یا مکہ مکرمہ زاد بہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً۔ کی مسجدوں میں اوقات
نماز کے نقشوں کے مطابق اذانیں ہوتی ہیں۔ فجر کی اذان طلوع صبح صادق کے ساتھ
ساتھ یا دو چار منٹوں کے بعد ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ قافلہ حجاج
کی بس تقریباً آدھ گھنٹہ پیشتر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف گذرے گی کیونکہ دسویں ذی الحجہ
کی صبح کو مزدلفہ سے منیٰ تک اس قدر بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے کہ بعض بعض بسیں دو تین
گھنٹوں میں منیٰ پہنچتی ہیں، پھر بالینڈ کے حاجیوں کی قیام گاہیں منیٰ کے دور دراز
گوشوں میں ہوتی ہیں ان تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا شریعت مطہرہ
کے مزاج سے زیادہ قریب ہے کہ اس قافلہ میں جتنے تندرست اور جوان لوگ تھے
ان سب پر دم واجب ہے اور ان میں جو بہت بوڑھے، کمزور بچے اور کمزور دل
عورتیں تھیں وہ سب معذور ہیں ان پر دم یا صدقہ واجب نہیں۔

اسی شرح لباب مع ارشاد الساری میں ہے۔

ولو ترك الوقوف بها فندفع ليلاً اور اگر مزدلفہ کا وقوف چھوڑ کر رات ہی میں حاجی واپس آگیا
فعلیه دم الا اذا كان لمرض او ضعف تو ایسی صورت میں دم لازم ہوگا ہاں اگر کوئی مرض ہو یا کبریٰ
بینہ من کبر او صغراً و یكون امرأۃ و کم عمری کی وجہ کمزور ہو یا ایسی خاتون ہو جو بھیڑ بھاڑ سے
تخاف الزحام فلا شیء علیہ۔ بہت ڈرتی ہو تو ابان پر کوئی شے دم، قند، لازم نہ ہوگی۔
واللہ تعالیٰ اعلم کذا عبد الواحد قادری عفرہ، نزہۃ المکرمہ شایخ خالد بن ولیدہ

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

رمی جمار کے لئے نائب بنانا

مسئلہ ۹۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم حاجیوں کے قافلہ

کامیر قافلہ ایک صالح العقیدہ عالم دین ہے۔ عرفات و مزدلفہ کے وقوف کے بعد جب ہم لوگ منیٰ لوٹے تو بہت زیادہ تھک چکے تھے۔ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ تھک گئی تھیں۔ انہوں نے میر قافلہ کو رمی جمار کے لئے اپنا نائب بنایا اور میر قافلہ نے سب عورتوں اور بوڑھے مردوں کی طرف سے شیطانوں کو کنکریاں مار دیں۔ پھر ایسا ہی گیارہ تاریخ کو بھی کیا۔ مگر بارہ تاریخ کو عورتوں اور بوڑھوں نے بھی خود سے کنکریاں ماریں۔ اب یہ بتایا جائے کہ رمی جمار ادا ہوا یا نہیں؟۔ بینوا و توجروا۔ حاجی ایف سدرن صدر فرید الاسلام آسٹریٹم۔ نزہت قندق الغریزہ مکہ شریف

۱۰۰ الجواد ہوا الہادی الی الصواب

تھکاوٹ عذر شرعی نہیں ہے اور بغیر عذر شرعی کے رمی جمار کے لئے کسی کو اپنا نائب بنانا جائز نہیں ہے۔ عذر شرعی ایسا من ہے جس کی وجہ سے کنکری مارنے کی طاقت ہی نہ ہو، یا بیہوشی کا طاری ہونا ہے، یا ایسا بچہ و دیوانہ جس کو کنکری مارنے کا شعور ہی نہ ہو۔

لیکن جس بیمار کو کسی سواری کے ذریعہ جمرات تک لیجایا جاسکتا ہے یا کندھے کوئی لے جاسکتا ہے اس کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ سواری یا کندھے پر جاٹے اور اسے رمی جمار کرے یا رمی جمار کے لئے کسی سے مدد لے۔ مثلاً ہاتھ میں کنکری تولے لٹا ہے مگر کمزوری کی وجہ سے جمرہ پر مار نہیں سکتا ہے تو کوئی شخص اس کے ہاتھ کو لے کر جمرہ کی طرف جھٹکا دے تاکہ کنکری جمرہ کو لگے یا جمرہ کے قریب پہنچ جائے.....

محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا بیمار جو قیام و قعود پر قادر نہ ہو مگر نماز پڑھتا ہو یا کوئی جمار کے لئے کسی کو اپنا نائب بنانا درست ہے۔ اور جو خود قیام و قعود کر سکتا ہے اپنا نائب بنانا جائز نہیں کیونکہ وہ خود کنکریاں مار سکتا ہے۔ امام اہل سنت و جماعت و ملت قاضی بریلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں شرح لباب سے ناقل ہیں۔

یرمی بنفسہ فلا تجوز التیابہ رمی خود کرے قدرت کے باوجود نائب بنانا
القدرۃ و تجوز عند العذر درست نہیں ہاں عذر کے وقت جائز ہے اگر کسی

فلورمی عن مریض لا یتطیع
 الرمی بامرة او مغمی علیہ ولو
 بغير امرة او صبی غیر ممیز او
 مجنون جائز۔ والافضل ان
 توضع الحصى فی اکفہم فیر
 مونها ای رفقاہم فقیلحاوی
 عن المنتقی عن محمد۔ اذا کان
 المریض بحیث یصلی جالساً رمی
 عنہ ولا شیء علیہ ۱۰

پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ شرح لباب کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

ولعل وجہہ انه اذا کان یصلی
 قائماً فله القدرة علی حضور
 المرمی را کباً او محمولاً فلا
 یجوز النیابة عنہ ۱۰

شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کھڑے ہو کر نماز ادا
 کر سکتا ہے تو اسکے لئے جمہات تک جانے کی قوت بھی
 ہوگی خواہ سوار ہو کر جائے یا کوئی اسے اٹھا کر لیجائے تو
 ای صورتیں اسکی اپنی طرف سے کسی کو نائب بنانا درست ہوگا

صورتِ مسئلہ میں نیابت صحیحہ نہ تھی لہذا نائب کا ان سب کی طرف سے جہار کرنا
 لغو و فضول ہوا۔ دس اور گیارہ تاریخوں میں جو عورت دم دے عذر شرعی رمی نہیں کر سکے
 وہ سب واجب کے تارک ہوئے اور ان سبوں پر ایک ایک دم واجب ہوا۔ اگر
 بارہویں تاریخ کی رمی کے ساتھ ساتھ وہ سب دس گیارہ تاریخوں کی رمی کا اعادہ
 کر لیتے تو ثواب کا مستحق ہوتے۔ مگر دم کا وجوب ان کے سرسے نہیں اترتا اس دم
 کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت اور تاریخ مقرر نہیں ہے جب بھی دم دیا جائے گا ادائیگی
 ہوگا قضا نہیں۔ البتہ دم کے لئے حد و حرم متعین ہے۔ دوسری جگہوں میں ہزاروں
 دم دیئے جائیں ادا نہ ہوگا۔ درمختار کتاب الحج ص ۱۸۳ میں ہے۔

یتعین الحرام لاصی ۱۰ دم شکر اور دم جبر کیلئے احرم شریف کی

ای لدم شکر وجبر الخ شرط ہے منیٰ کی نہیں۔
 وضاحت :- دم شکر کے لئے تاریخوں کی قید ہے (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ مگر دم
 جبر کے لئے تاریخوں کی کوئی قید نہیں۔ دم شکر سے مراد قربانی اور دم جبر سے مراد
 دم جنایات ہے جو واجبات حج کی خلاف ورزی پر پیش کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم
 کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ وارد حال بمکان معلم عبدالرزاق و ابنائہ۔
 شارع خالد بن ولید مکہ مکرمہ۔ ۱۲ ذی الحجہ الحرام ۱۴۰۸ھ

کیا ہرج حج کے بعد حاضری دربار اور چالیس وقت کی نمازیں ہیں

۹۵۲ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان و پاکستان
 کے ہزاروں آدمی مکہ طائف حجہ اور ریاض وغیرہ میں بسلسلہ ملازمت یا کاروبار
 رہتے ہیں انہیں وقفہ وقفہ سے حج کرنے کا موقع بھی ملتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ کیا ہرج حج
 کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری دینا اور
 مسجد نبوی میں چالیس چالیس وقتوں کی نمازیں پڑھنا ضروری ہے؟ امید ہے کہ
 جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

وجیبہ احمد خان۔ طائف ٹیلی فون نمبر 00966.2.7324756

۹۵۳ الجواب هو الہادی الی الصواب
 قرآن پاک میں اللہ رب العالمین جل جلالہ کا ارشاد۔ ارشاد مطلق ہے کسی
 علاقہ یا کسی مسلمان کے ساتھ مقید نہیں ہے نہ اس میں حلق و حرم کا فرق ہے نہ عرب
 و عجم کا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ
 جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ
 لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ
 تَوَّابًا رَحِيمًا
 اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو لوگ مجھ کو
 وہ تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں
 اور رسول انکی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت
 توفیقیل کرنے والا مہربان پائیں (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں ہر مسلمان کے لئے اذن عام ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے بارگاہِ رسول علیہ السلام میں حاضر ہو کر پرواۃ مغفرت و شفا عت حاصل کرے خواہ وہ آفاقی ہو یا حری۔

پھر حضور اکرم سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی مکی و آفاقی سب کے لئے عام ہے من حج و لم یزرنی فقد جفانی کہ جس نے بھی حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کیا..... اب اگر حج میں تکرار ہے تو زیارت میں بھی تکرار ہے۔ لہذا جب جب کوئی مسلمان حج کرے گا تب تب جفا سے بچنے کے لئے زیارت کرنی ہوگی۔ اسی لئے علامہ فاکہی مکی ۱۹۸۲ء اپنی کتاب حسن التوسل فی زیارة الرسل (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں فرماتے ہیں۔

ومنہ فیما یظہر الزیارة
للمستطیع کما حج بناء
على مقتضى هذا الخبر ونحو
فیاء کد على نحو المکی اکثر
من تا کد لا على غیره ۱۱

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صاحب استطاعت جب بھی حج کرے تو اس حدیث اور دیگر احادیث کی بنا پر دربار نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہونے کی بجائے لوگوں کی بہ نسبت مکی لوگوں کو اسکی زیادہ تاکید ہے (کیونکہ وہ پڑوسی ہے)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ مقیم شیکہ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۶ھ

۱۴ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ



کتاب الضحیٰ

قربانی کے جانوروں کی عمریں

۹۵۳ مسئلہ: عبدالواحد، بزم رضا، الکنار، نیو دہلی
۱۳۲۲-۵-۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عام مغربی مسلمان جو یورپ کے مختلف ملکوں میں مقیم ہیں بھیڑ اور دنبہ کی قربانیاں کرتے ہیں اور اکثر سوریسی مسلمان گائے اور بکرے کی قربانی دیتے ہیں۔ یہ ہم لوگ جانتے ہیں کہ قربانی کے لئے گائے، بیل، دو سال کے اور اونٹ پانچ سال عمر کے ہونے چاہئے۔ اور بھیڑ، بکرا بکری کم از کم ایک سال کے۔ یعنی اگر سال بھر ہونے میں دو ایک دن بھی کم ہے تو ان چھوٹے جانوروں کی قربانی نہیں ہوگی۔ لیکن ادھر دو چار سالوں سے یہ سننے میں آتا ہے کہ مغربی مسلمان چھ سات مہینوں کے بھیڑ، دنبہ اور بکرے کی بھی قربانی کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا بھیڑ، بکری کے چھ مہینے کے بچے کی بھی قربانی ہو سکتی ہے؟ اور کیا یہ حدیث شریف سے ثابت ہے؟

عبدالواحد، بزم رضا، الکنار، نیو دہلی

الجواب: اللہ ماہد فی الصواب

بیشک قربانی و عقیقہ کے لئے جانوروں کی جو عمریں آپ کو معلوم ہیں وہ شرعاً بالکل صحیح و درست ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ بھیڑ، بکری، بکرا کی عمر اگر سال بھر ہوئے یا چند گھنٹوں کی بھی کمی ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ تنویر الابداء من الغفار، مختار اور رد المحتار میں ہے: هو ابن خمس من الابل، وحولین من البقر والجاموس۔ وحول من الشاة، لہذا بجا ہوا بکری بھڑا یا دنبہ حولانِ حول (مکمل ایک سال قمری) سے پہلے اس کی قربانی نہیں ہو سکتی

ہاں اگر زیادہ عمر ہو تو کوئی حرج نہیں بلکہ اچھا ہے۔ تنویر الابصار مع در المختار میں ہے
 فلو ضحی لبسنا قتل لا یجوز و باکبر یجوز و هو افضل اھ
 حدیث پاک میں جَذَعُ الضَّانِ (دنبہ کا شش ماہنہ بچہ) کی قربانی کی اجازت باہم
 شرط مشروط ہے کہ وہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو، یعنی اگر اسے سال بھر کے دنوں
 میں ملا دیا جائے تو اس ریوڑ سے اس چھ مہینے کے بچہ کو نکالنا خاصا مشکل ہو، جیسا کہ
 مسلم شریف، فتح الباری اور عینی وغیرہ میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 مرفوعاً روایت ہے۔

الضَّانُّ، بھیڑ اور دنبہ دونوں کو کہا جاتا ہے جیسا کہ المنجد، منتهی الادب اور
 صراح وغیرہ کتب لغت میں ہے اور جَذَعُ جو پایہ کے اس بچہ کو کہتے ہیں جس کی عمر
 چھ ماہ سے دس ماہ تک اور ائمہ فقہاء کے نزدیک سال بھر یا اس سے زیادہ ہو۔ صرف
 ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کے نزدیک جَذَعُ الضَّانِّ سے مراد دنبہ
 کا چھ ماہی بچہ ہے جو فریبہ ہو۔ اور حدیث پاک میں جَذَعُ الضَّانِّ کے قربانی کی
 خصوصاً اجازت ہے۔ فقہاء اسلام نے جَذَعُ الضَّانِّ پر کافی بحث و تمحیص
 اور اختلاف آرا کے باوجود یہ نتیجہ نکالا کہ جَذَعُ الضَّانِّ سے مراد دنبہ کا نہایت فریبہ
 وہ چھ ماہی بچہ مراد ہے جو سال بھر کا معلوم ہوتا ہے اور چونکہ جَذَعُ الضَّانِّ معترف
 بالام عہدی کی طرف مضاف ہے لہذا اسے عام خانہ میں لا کر مضاف الی المعز (بکری)
 نہیں کیا جاسکتا ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا قید لانت
 لا یجوز الجذع من المعز وغیرہ بلا خلاف کما فی المبسوط اھ
 بھیڑ اور بکری یا بھیڑ اور بکرا دور سے پہچانا جاتا ہے کہ دونوں کی نوعیت میں
 واضح فرق ہے لیکن بھیڑ اور دنبہ کی تمیز ذرا مشکل ہوتی ہے ہاں قریب دیکھنے کے بعد
 تمیز کرنا آسان ہوتا ہے ان دونوں میں خاص فرق یہ ہے کہ بھیڑ کی دم سیدھی اور قدرے
 لمبی ہوتی ہے اور دنبہ کی دم پر گول ناچکتی ہوتی ہے جس کو عربی میں اَلِیَّةُ کہتے ہیں
 جس کی تشبیہ اَلِیَّانُ اور جمع اَلِیَّاتُ ہے۔ در مختار ہی میں ہے کہ ویصیح الجذع

ذو سئۃ اشہر من الضان قال صاحب الطحاوی الضان مالہ
الیہ ۱۰ حس الضان کے چھ ماہی بچہ کی قربانی جائز ہے اسکے بارے میں امام طحاوی
نے فرمایا کہ وہ وہ ہے جس کے چنگی ہوتی ہے..... لیکن بھیڑ یا بکرے کو چنگی نہیں ہوتی
تو اس کی قربانی بھی جائز و صحیح نہیں ہوگی۔

علامہ جواب یہ ہے کہ چھ سات مہینوں کے بچے خواہ بھیڑ بکری کے ہوں یا غیر فریبہ و تیرہ
کے ہوں اس کی قربانی جائز و صحیح نہیں۔ اخوان المغاربہ کا چھ ماہہ بھیڑ بکری کے بچوں کی قربانی
کے لئے احادیث کریمہ سے جو ازی سند لینا صحیح نہیں مغالطہ یا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۱-۵-۱۴۲۲ھ

قربانی کے مذبوہ جانور کے پیٹ سے اگر بچہ نکلے

۹۵۴ مسئلہ :- فیضان الرحمن سبجانی - کیرلا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے
قربانی دی۔ اور گائے یا کس جانور کے پیٹ سے مراہوا بچہ برآمد ہوا تو اب زید کہتا ہے
کہ اس کو کھانا جائز ہے اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتا ہے۔ فی حدیث ابی سعید
الخدیری قال۔ قلنا یا رسول اللہ انا ننحر الابل و نذبح البقر
والشاة فنجد فی بطنها الجنین۔ افنلقیہ ام ناکلہ؟ فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا ان شئتم فان ذکاتہ ذکاة
امہ۔ (رواہ ابوداؤد) تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا اور اس مردہ بچہ کا حکم کیا ہوگا؟
اور اگر بچہ زندہ ہے تو حکم شرع کیا ہے؟ المستفتی :- فیضان الرحمن سبجانی

شریعت کالج مرکز الثقافتہ السنیہ، کیرلا

۸۶۶ الجواب هو الہادی الی الصواب والیرجى المآب۔ زید کا دعویٰ کہ مذبوہ جانور

کے پیٹ سے جو مراد ہوا بچہ برآمد ہوا اس کو بغیر ذبح کے کھانا جائز ہے اور دلیل میں اس حدیث پاک کو پیش کر رہا ہے جس میں مردہ کا ذکر نہیں بلکہ مطلقاً "الجنین" کا لفظ ہے جس کا معنی پوشیدہ، روپوش، مدفون، رحم مادر میں پرورش پانے والا چوپایا بچہ وغیرہ ہے۔ یعنی یہ لفظ مردہ بچہ کے معنی میں منحصر نہیں تو زید کی دلیل خلاف دعویٰ ہوئی۔

چونکہ شریعت منظرہ نے حاملہ جانوروں کی قربانی بھی جائز رکھی ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ ذبیحہ کے بعد مذکورہ مادہ جانور کے لطن سے بچہ برآمد ہو اور وہ بچہ زندہ یا مردہ دونوں ہو سکتا ہے۔ اسی لئے "الجنین" کا لفظ استعمال ہوا یعنی ایسا بچہ جو ابھی رحم مادر میں مدفون ہے اور ناظرین کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اگر وہ ذبح کے بعد برآمد ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ عسیلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کَلْوَةٌ اِنْ شَتَّتْ فَاَنْ ذَكَاتَهُ ذَكَاتَةُ اُمَّةٍ یعنی اسکے کھانے کو فرض و واجب، سنت و سبب قرار نہ دیکر طبیعت کے رجحان پر منحصر فرمادیا کہ دل چاہے تو کھاؤ نہ چاہو تو نہ کھاؤ۔ اور آگے کا جملہ بتا رہا ہے کہ "الجنین" زندہ ہے لہذا فرمایا "فان ذکاتہ ذکاة امة" اگرچہ اس کا مفہوم حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے مگر وہ حکم الہی عزوجل کے خلاف ہوگا لہذا شارحین حدیث اور محققین حضرات نے اسکی تقدیر یوں بیان کی "کما ان امة تحتاج الى ذبح یحتاج الجنین الیه" یا "کان التقدير ذکاة الجنین کذکوة امة" یعنی جیسے اس کی ماں لائق اکل ہوتے کیلئے ذبیحہ کا محتاج تھی ویسے ہی الجنین بھی لائق اکل ہونے کے لئے ذبیحہ کا محتاج ہے۔ یہ معنی اگرچہ جملہ مبارکہ کا تقدیری معنی ہے پھر بھی تقدیم و اولیت اس معنی کو ہونا چاہئے کیونکہ اس معنی میں حکم قرآنی اور اصول مذہب دونوں کی موافقت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے اِنَّ مَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ الْمَیْتَةَ، اگر جملہ مذکورہ فی الحدیث کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے تو اس حکم ربانی کی مخالفت لازم آتی ہے کہ قرآن پاک نے تو مردار کو حرام کیا مگر حدیث پاک نے حلال کیا۔ پھر اصول مذہب مہذب "لا یكون ذکاة نفس ذکاة نفسین" کہ ایک جانور کا ذبیحہ نہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں کسی ایسی انجمن میں دے دینی جائز ہے یا نہیں جس انجمن کی طرف سے لاوارث اور مسافر مردوں کی تجہیز و تدفین میں ان کھالوں کی قیمت لگائی جاتی ہو۔ یا پھر ان پیسوں سے مسجدوں میں جائے نمازیں، بدھنے اور جھاڑو وغیرہ کا انتظام کیا جانا ہو یا پھر انہی پیسوں سے بارہویں گیارہویں شریف کے جلسوں کا اہتمام و انتظام کیا جانا ہو۔ امیڈ کہ مدلل شرعی جواب سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ فقط سائل: خالد رضا قادری۔ انجمن خدام ملت دہلی

۹۲ الجواب هو الموفق الى الصواب

قربانی کی کھالوں کا شرعی حکم وہی ہے جو اس کے گوشت کا ہے۔ جیسے اس کا گوشت خود استعمال کر سکتے ہیں، عزیز و اقرباء کو دے سکتے ہیں۔ دوست و احباب کو دے سکتے ہیں۔ مدرسہ انجمن اور مسجد کے امام و مؤذن کو دے سکتے ہیں اسی طرح اس کی کھال بغیر بدلے اور بیچے ہوئے اپنے مصرف میں لاسکتے ہیں، عزیز و اقرباء کو دے سکتے ہیں، مدرسہ مسجد اور انجمن کے منتظمین کو دے سکتے ہیں اب وہ لوگ اگر چاہیں تو بعینہ اس کھال کو اپنے مصرف میں لاسکتے ہیں یا اسے بیچ کر جس نیک کام میں چاہیں لگا سکتے ہیں۔ ہاں صاحب قربانی نے اگر گوشت یا کھال کو پیسے کے عوض بیچ دیا تو اس کی قیمت اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا ہے بلکہ اس قیمت کو فقراء و مساکین پر صدق کرنا پڑے گا۔ قربانی کی کھالوں سے متعلق یہی شرعی اصول و ضابطہ ہے۔

کما فی الہدایۃ واللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح
وفی الدر المختار۔ فان بیع اللحم او الجلد بدراہم
تصدق بثمانہ۔ اور صدقہ کا مصرف قرآن پاک میں واضح ہے انما
الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ (الآیۃ)

انجمن مذکور فی السؤال کو قربانی کی کھالیں دینی جائز و درست اور ثواب ہے
واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں عبد الواجد قادری غفرلہ

خادم الافاق جامعہ مدنیۃ الاسلام دی ہیک۔ ۲۲ جنوری

چرم قربانی مسجد میں دینا

۹۵۶ مسئلہ :- (مولانا) محمد مطیع الرحمن گوپالپوری

۱۳۲۲ھ - ۲ - ۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری یہاں قربانی کے چمڑے کسی مدرسے میں دے دیئے جاتے ہیں اور مدرسہ والے اسے بیچ کر مدرسین کی تنخواہیں دیتے ہیں، مدرسہ کی عمارت کی مرمت کراتے ہیں یا جو غریب و امیر طلبہ مدرسہ کے دارالاقامہ میں رہتے ہیں ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں۔ کیا چرم قربانی کی رقم سے یہ سب کام کر سکتے ہیں؟

دوسرا ضروری سوال یہ ہے کہ یہاں کی مسجد مخدوش ہو چکی ہے۔ اتنا پیسہ چندہ سے اکٹھا نہیں ہوتا ہے کہ اس کی مرمت کرائی جائے۔ لہذا یہاں کے باشندوں کا خیال ہے کہ اس سال بھی لوگ اپنی اپنی قربانی کی کھال مسجد کے سکریٹری یا امام کو دیدیں اور سکریٹری صاحب اسی چرم کو بیچ کر مسجد کی مرمت کرا دیں۔ کیا از روئے شرع ایسا کرنا جائز ہے؟ - جواب کا منتظر :- بندہ مطیع الرحمن اشرفی

۹۵۷ الجواب

چرم قربانی کا حکم زکوٰۃ و صدقات واجبہ جیسا نہیں بلکہ قربانی دینے والے کو اختیار ہے خواہ بعینہ اسے باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے۔ مثلاً جائے نماز یا بھونا وغیرہ بنائے یا کسی نیک کام کے لئے دیدے یا اپنے کسی دوست احباب کو ہدیہ کر دے۔ اگر صاحب قربانی نے اپنی قربانی کے جانور کی کھال مدرسہ کو دیدی تو منتظرین مدرسہ سے فروخت کرنے کے بعد جس نیک کام میں چاہیں اس کی قیمت لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر قربانی کرنے والوں نے قربانی کی کھال مسجد کے سکریٹری یا امام کو دے دیا تو امام و سکریٹری اسے فروخت کر کے اس کی آمدنی سے مسجد کی مرمت کرا سکتے ہیں کیونکہ وہ صدقہ واجبہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی صاحب قربانی نے قربانی کے جانور کی کھال اپنی منفعت کے لئے بیچا تو اسکے لئے جائز نہ ہوا اور اس جرم میں اسے بدلہ میں

ملی ہوئی رقم کا صدقہ کر دینا ضروری ہوا۔ اور اگر کسی نیک کام میں لگانے کے لئے خود بیچا ہے تو گنہگار نہ ہوا البتہ اس رقم کو کسی بھی نیک کام میں لگا دے۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علمائے نیدرلینڈ

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

خصی شدہ بکروں کی قربانی

مسئلہ ۹۵۷ :- محمد مجیب، پچھم ویہار، دہلی، انڈیا

۳-۶-۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانوروں کے جسم میں فوطہ ایک مستقل عضو ہے لیکن بعض بکروں یا بچھڑوں کے جسم سے وہ نکال دیا جاتا ہے۔ کیا ایسے بکروں یا بچھڑوں کی قربانی عند الشرع جائز ہے؟ اور کیا اس کے فوطوں کو نکال دینا اس کے لئے عیب نہیں ہے؟ اگر عیب نہیں ہے تو کیوں۔

طالب دعاء :- محمد مجیب۔ دہلی۔

۹۵۷ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

اگر مذکورہ بکرے اور بچھڑے مکمل سال یا دو سال کے ہیں اور کوئی عیب ان میں ایسا نہیں ہے جو مانع قربانی ہو تو ان بکرے اور بچھڑے کی قربانی نہ صرف جائز ہے بلکہ عند الشرع افضل ہے۔ کما فی الھندیۃ عن الخلاصۃ۔

والذکر منھا افضل اذا کان خصیاً۔ بکر کی قربانی افضل ہے جبکہ وہ خصی شدہ ہو۔ وھذا فی الدر المختار والھدایۃ وفی شرح الوقایۃ وغیرھا۔

فوطہ چونکہ کھایا بھی نہیں جاتا ہے کہ اس کا نکال دینا تفسیح مال قرار پائے، بلکہ نکال دینا نفع بخش ہے کہ اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور اس کا گوشت نسبتاً لذیذ ہوتا ہے اور تجربہ کی بنیاد پر اکثر خصی شدہ بکروں کا گوشت بھی بڑھ جاتا ہے جو مسکینوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔ علامہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں۔

وكان ابراهيم يقول يزداد في لخمه بالخصاء النفع
 للمساكين مما يفوت بالانثيين اذ لا منفعة للفقراء في
 ذلك ۵ اور جب فوطوں کا نکال دینا عموماً نقصان دہ نہیں بلکہ فائدہ مند ہے تو
 اس کا شمار عیب میں نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
 مکتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۳ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ
 خادم الافناء مجلس علماء نیدرلینڈ

قربانی سے پہلے یا بعد میں حجامت بنوائے سکتے ہیں

۹۵۸ مسئلہ :- اسلام علاء دین - آسٹریڈم

۱۳-۱۱-۱۹۸۵ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اپنے نام کی قربانی سورینام
 میں کرانا چاہتا ہوں لیکن میں بقرعید میں ہالینڈ کے اندر رہوں گا۔ اب یہ مجھے معلوم نہیں
 ہے کہ قربانی دس ذوالحجہ کو ہوگی یا گیارہ بارہ تاریخ کو۔ سوال یہ ہے کہ مجھے حجامت کب
 بنوانی چاہئے؟ آیا بارہ تاریخ کے بعد یا اس سے پہلے ہی؟ جواب دیکر میرے ذہنی
 خلیجان کو دور کریں۔ والسلام۔ حاجی علاء دین

۹۸۶ الجواب

قربانی دینے والوں کے لئے مستحب ہے کہ ماہ ذی الحجہ شروع ہو جانے کے بعد سے
 نماز عید الاضحیٰ تک اپنا ناخن نہ ترشولے حجامت نہ بنوائے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی
 قربانی کے ذبیحہ کا انتظار کرے ہاں اگر نماز الاضحیٰ کے بعد خود قربانی کرے تو اس دن پہلی چیز
 جو کھائے وہ اسکی اپنی قربانی کا گوشت ہو۔ لیکن جب آپ کی طرف سے ہالینڈ میں نہیں
 بلکہ سورینام میں قربانی ہو رہی ہے تو اسی دن اس وقت اس کا گوشت کھانا ممکن نہیں۔
 بہر حال آپ کی قربانی چاہے کہیں بھی ہو جائز و درست ہے۔ آپ کو چاہئے کہ
 بقرعید کی نماز کے بعد بسنی حجامت بنوالیں چاہے قربانی، قربانی کی تیئوں تاریخوں میں
 سے جس تاریخ میں ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

البتہ حج کرنے والوں کے لئے منیٰ کی قربانی میں ترتیب واجب ہے کہ پہلے رمی ہو پھر قربانی پھر حلق یا قصر (بال منڈانا یا کتر وانا) اگر حاجی خلافت ترتیب عمل کرے گا تو دم واجب ہوگا۔ شاید اسی مسئلہ کی وجہ سے آپ کو ذہنی خلجان ہے لیکن غیر حاجیوں کے غیر منیٰ میں یہ پابندی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری مسجد نوری آسٹریڈم ہالینڈ

۱۳ نومبر ۱۹۸۵ء

قربانی کی کھال معلم کو عوض میں دینا جائز نہیں

۹۵۹ء - شکور بیچن - ہرلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں بچوں کو پڑھانے لکھانے کے لئے ایک میاں جی کو رکھا گیا ہے اس شرط پر کہ گاؤں میں جتنی قربانی ہوگی ان تمام قربانی کی کھالیں آپ کو دیدی جائیں گی اسکے علاوہ بچوں کے سرپرستوں سے ہر ایک بچے کے لئے پانچ روپیہ ماہوار آپ کو ملے گا۔ اس سوال کا جواب معلوم کرتے ہیں کہ قربانی کی کھالیں میاں جی مذکور کو دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

شکور بیچن ہرلم ہالینڈ

۹۱۶ الجواد

قربانی کی کھالوں کا وہی حکم ہے جو اس کے گوشت کا ہے کما فی الہدایۃ واللحم بمنزلۃ الجلد صحیح قول پر قربانی کے گوشت کا وہی حکم ہے جو اس کی کھال کا۔

اور قربانی کا گوشت کسی کام کے عوض میں دینا جائز نہیں۔ گاؤں کے لوگوں نے میاں جی کو قربانی کی کھال دینے کی شرط پر رکھا ہے یہ شرط باطل ہے۔ اگر یہ شرط نہ رکھی جاتی اور یونہی استھانا گاؤں والے اپنی قربانیوں کی کھالیں انہیں دیدیتے تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالواجد قادری غفرلہ مسجد نوری آسٹریڈم ہالینڈ

حرم قربانی کی رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے

۹۶۰ مسئلہ۔ نورالدین بھوانی امرسفورٹ ہالینڈ۔

۱۹۹۶-۹-۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی قربانی کی کھالوں کو بیچ ڈالا ہے اب اس رقم کو کیا کرے آیا اپنے مصرف میں لے آئے یا صدقہ خیرات کر دے

نورالدین بھوانی۔ امرسفورٹ

الجواب

حرم قربانی بیچ کر اس کی رقم کو اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا۔ وہ صدقہ کی جائیگی اور اس کے مصرف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔ کما فی الدر المختار

فان البیع اللحم والجلد بدراهم تصدق بثمنه۔
قال تبارک وتعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکین (الآیۃ)
واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الافناء، مدنیۃ الاسلام

دی ہیگ ۳ ستمبر ۱۹۹۶ء

حاملہ گائے کی قربانی

۹۶۱ مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے (حاملہ) گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

محمد علی گمان حسنو۔ پاراماری پوسٹ سوری نام۔ جنوبی امریکہ

الجواب۔ هو الہادی الی الصواد

اس حاملہ گائے کی قربانی جس کے بچہ میں ابھی تک جان نہیں پڑی ہے۔ اتفاق جائز و درست ہے۔ مگر جان پڑ جانے کے بعد اس کی قربانی امام مسلم علیہ الرحمہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

ہو۔ حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ ص ۲۸۲ میں فرمایا " ذکر فی الاصل عن ابی حنیفہ انہ یجوز " اصل میں حضرت ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ وہ جائز ہے اور علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں۔

والشاة اذا لم یکن لها اذنٌ بکری جس کو پیدا اسی طور پر کان اور دمنہ ہو تو
ولا ذنب خلقة یجوز قال محمد اسکی قربانی امام اعظم کے نزدیک جائز ہے۔ امام محمد نے
لا یكون هذا ولو كان لا یجوز الخ فرمایا کہ ایسا ہوتا نہیں اور اگر ہو تو اسکی قربانی جائز نہیں
حضرت قاضی خاں کا لا یجوز پر یجوز کو مقدم کرنا ترجیح و اختیار کی دلیل
ہے جیسا کہ قاضی خاں کے خطبہ میں تصریح فرما چکے ہیں۔ جس جانور کا عقیقہ ہو سکتا ہے
اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ عقیقہ و قربانی کے جانور میں کوئی فرق نہیں ہے۔

والله تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ خادم الافشاء " القرآن " ۴

اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۳ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ

قربانی کے جانور کو خرید کر بیچ ڈالنا

۹۶۳ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک گائے خریدی۔ گائے فریہ اور خوبصورت تھی قربانی کرنے والوں نے زید سے کہا کہ اس گائے کو ایک سو پچاس روپیہ منافع لیکر میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اور اگر جاہو تو ایک یا دو حصہ اس میں تم بھی رہو۔ چنانچہ زید اس کے لئے راضی ہو گیا۔ منافع لیکر گائے کو بیچ ڈالا، اور اس گائے میں خود بھی دو حصہ رہ گیا۔ کیا اس صورت میں اس کی قربانی صحیح ہوگی؟ اور منافع لیکر اس کو فروخت کر دینا جائز ہوا؟ بینوا وقتوجروا

نصرت حسین علی رضا بستوی بمقیم شارع ناصر دہلی U.S.E

الجواب هو الهادی الی الصواب

گائے میں سات حصوں تک کی قربانی درست ہے۔ زید نے اس میں دو حصہ لیا اور بقیہ لوگوں نے پانچ حصے لئے تو سب کی طرف قربانی درست ہو جائے گی۔

خریدی ہوئی گائے کو نفع لیکر بیچنا بالکل جائز و درست ہے۔ لقولہ تعالیٰ
 أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ۔ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کر دیا ہے۔ بلکہ اگر زید نے اس گائے
 کو قربانی کرنے کیلئے بھی خریدا ہوتا جب بھی اسکو منافع کے ساتھ بیچ ڈالنا اسکے لئے جائز ہوتا۔

کما فی المبسوط ص ۳۱۱ و اذا اشترى اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور خریدا پھر سے بیچ ڈالا
 اضحیۃ ثم باعها فاشترى مثلها اس کے بعد پھر اسی کی طرح دوسرا جانور خرید لیا
 فلا بأس بذلك۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الانشاء، القرآن، اسلامک فونڈیشن
 نیدرلینڈ۔ ۹، ذی قعدۃ المحرم ۱۴۲۳ھ

جس بکری کا دودھ سوکھ گیا، اسکی قربانی

۹۶۴ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری کو بچہ ہوئے
 صرف چار مہینہ گزرے مگر اس کا دودھ سوکھ گیا ہے۔ بکری کے مالک کا ارادہ ہے کہ اس
 کی قربانی کر دی جائے۔ کیا از روئے شرع اسکی قربانی جائز و درست ہے ؟
 سائل :- رشید احمد قادری، برمنگم، وارڈ مال آفسٹر ڈوم

۹۶۴ الجواد۔ ہوالہادی الی الصواب

جی ہاں اس بکری کی قربانی جائز و درست ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۲۱ میں ہے
 واللّٰتی لا ینزل لہا لبن من غیر علة۔ اس دگائے کی قربانی درست ہے جس کا دودھ بغیر کسی
 بیماری کے اترتا بند ہو گیا ہو۔ اور شامی ص ۲۸۳ میں ہے
 و ذکر فیہا جواز اللّٰتی لا ینزل اور ایسے جانور کی قربانی کے جواز کا ذکر ہے جس کا
 لہا لبن من غیر علة۔ دودھ بغیر کسی بیماری کے اترتا بند ہو گیا ہو۔

قربانی کا جانور جس قدر فریب اور بے عیب ہے اسی قدر وہ بہتر اور مستحب ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم، القرآن، اسلامک فونڈیشن
 نیدرلینڈ۔ نیکم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

کتاب النکاح

نکاح وطء شاق کا بیان

کیا نکاح کی صحت کے لئے کفایہ ضروری ہے؟

۹۶۵ سئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ نکاح کے لئے کفایہ (برابری) ضروری ہے یا نہیں؟ یہ برابری لڑکی کے لئے چاہئے یا لڑکا کے لئے؟ لغز کے لئے یا نابالغ کے لئے؟ کن کن باتوں میں برابری ضروری ہے؟ تفصیل سے جواب دینے کی زحمت قبول فرمائیں۔ المستفتی: خواجہ محمد الیاس چھوڑو، بلتار، بہیم پور، جہلم۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب،

جی ہاں نکاح کی صحت و جواز کے لئے کفایہ (میاں بیوی میں برابری) ضروری ہے کہ فقہاء کرام نے غیر کفو سے نکاح کو ناجائز و باطل قرار دیا ہے۔ کمان الدر المختار فتی فی غیر الکفو بعد مجوزا غیر کفو میں نکاح کے ناجائز ہونے کا فتویٰ صلا و هو المختار للفتویٰ دیا جائے گا فساد زنا کی وجہ سے اور فتویٰ فساد الزمان الخ کے لئے یہی قول مختار ہے۔

کفو سے مراد یہ ہے کہ مرد عورت سے نسب، اسلام، پیشہ، حریت، دیانت، مال وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح کرنا عورت کے خاندان والوں کیلئے شکار اور بے عزتی کا سبب بن جائے۔ مذکورہ چھ باتوں میں سے اگر ایک بات اندر بھی مرد میں کمی فاحش ہے تو وہ اس عورت کا کفو نہیں ہوگا جو اس ایک بات سے مرد سے بہت زیادہ ہے۔ مثلاً باعتبار نسب عورت عربی النسل ہے، مرد غیر عربی النسل ہے۔ (غیر متدین عالم)

- ۱۔ باعتبار نسب عورت قریشی ہاشمی ہے۔ مرد غیر قریشی ہے
- ۲۔ باعتبار اسلام عورت باپ دادا سے مسلمان ہے۔ مرد خود مسلمان ہوا ہے
- ۳۔ باعتبار پیشہ عورت کا باپ یا حیر یا فیکری والا ہے۔ مرد یا مرد کا باپ چڑا پکنے والا یا جوتا سینے والا ہے۔
- ۴۔ باعتبار حریت عورت کے یہاں عطر فروشی کا کاروبار ہے۔ مرد کے یہاں سڑکوں کی صفائی کا
- ۵۔ باعتبار دیانت عورت کا خاندان اسلام کا پابند متقی و پرہیزگار ہے۔ مرد میں یا مرد کے خاندان میں فسق و فجور عام ہے
- عورت سنیہ یا اس کا خاندان سنی ہے۔ مرد کے یہاں مسلک مذہب کی پاسداری نہیں ہے

(اور اگر مرد بد مذہب ہے تب تو نکاح کا سوال ہی نہیں ہے کفو تو بڑی بات ہے)

- ۶۔ باعتبار مال عورت کے مال باپ مالدار ہیں۔ مرد نفقہ اور مہر تجل چنے پر بھی تقاضا
- (لڑکے کا باپ ماں اگر مالدار ہے تو لڑکا بھی مالدار سمجھا جائے گا)
- مذکورہ باتوں میں اگر مرد عورت کی برابری کا نہیں تو ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ در مختار باب اولیٰ کی عبارت سے مفہوم ہوا۔
- کفالت صرف مرد کی طرف سے لی جاتی ہے عورت چاہے کم درجہ کی ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں اس کا نکاح جائز و صحیح ہوگا۔ اوپر کی مثالوں میں اگر عورت کی جگہ مرد اور مرد کی جگہ عورت فرض کیا جائے تو نکاح جائز و نافذ ہے۔

کفالت بالغہ اور نابالغہ دونوں کے لئے چاہئے اگر کسی بالغہ عورت کی اجازت سے اس کے کسی قریبی رشتہ دار یہاں تک کہ اس کے بھائی نے غیر کفو سے نکاح کر دیا تو فقہ اسلام کا محظوظ و مختار فتویٰ یہی ہے کہ نکاح منع نہیں ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ خیرہ میں

باب الاولیاء والاکیفاء ص ۲۵

سوال کیا گیا کہ کسی باکرو بالغہ کا نکاح اس کے بھائی نے اسکی اجازت سے غیر کفو میں کر دیا تو اس کا نکاح صحیح ہو یا نہیں؟ سوال کے جواب میں صاحب فتاویٰ نے فرمایا کہ لڑکی کا اجازت سے نکاح ایسے ہی ہے جیسے لڑکی نے خود نکاح کیا۔ تو یہ مسئلہ لڑکی کا خود غیر کفو میں اپنے اولیاء کی رضا کے بغیر کرنے کا ہوا۔ فقہاء کرام نے اس نکاح کے اصلاً منعقد نہ ہونے پر ہی فتویٰ دیا اور اسکی بنا امام حسن کی وہ روایت ہے جو انہوں نے امام عظیم سے کیا۔ معراج میں اس روایت کو امام قاضی خاں وغیرہ کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے لئے امام حسن کی ہی روایت مختار ہے۔

ہماری اس دورِ انحطاط میں بھی عاتقہ المسلمین نے اس دینِ مشرقی مسئلہ سے چشم پوشی کی ہے جس کا نتیجہ ظاہر و باہر ہے کہ نکاح کے چند دلوں کے بعد ہی زوجین میں ناچاقی مکرر بنی شروع ہو جاتی ہے اور معاملہ تفسیح نکاح تفریق زوجین اور طلاق و علیحدگی پہنچ کر غیر مسلم کورٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ خاص کر یہ و با یورپ امریکہ میں عام ہے تعالیٰ مسلمانوں کو اس و باء مہلک اور بلائِ مسوم سے بچائے آمین۔ وصلی اللہ علیٰ رسولہ الصالین و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

فدی دارالافتاء، سٹروم ہالینڈ

بھائی کے ہوتے ہوئے چچا ولی نہیں ہو سکتا!

۹۶۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ ہے اس کے چچا نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح ایسی قبیلی میں کر دیا جس

کی بد عملی، شراب نوشی، جو بازی وغیرہ لوگوں میں مشہور ہے۔ جبکہ ہندہ ایک سنی
 نمازی گھرانے کی لڑکی ہے۔ ہندہ کا بھائی خالد بھی اس نکاح سے راضی نہیں ہے
 وہ چاہتا ہے کہ اس نکاح کو فسخ کر دے اور کسی اچھی فیملی میں اس کا دوسرا نکاح
 کر دے۔ کیا اسلامی شریعت کی رو سے اس کا نکاح ختم کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کا
 شوہر طلاق دینے کے لئے کسی طرح راضی نہیں ہو رہا ہے۔

المستفتی: محمد خلیل داؤد، الجمعية الاسلامیہ بارسلونا

۹۲ الجواد ہوالہادی الی الصواب

بالتہ عورت پر چچا تو چچا بھائی کو بھی جبری ولایت حاصل نہیں۔ پھر بھائی کے
 ہوتے ہوئے بچہ چچا ولی نہیں ہو سکتا۔ پھر جس لڑکے سے نام نہاد نکاح ہوا وہ ہند
 کا کفو نہیں ہے۔ لہذا بر تقدیر صحت سوال نکاح مذکور منعقد ہی نہیں ہوا۔
 کنز الدقائق میں ہے۔

لا تجبر بکربالغۃ علی النکاح۔
 بالغہ یا کرہ لڑکی پر کسی کو نکاح کے معاملہ
 ولایت اجبار حاصل نہیں۔

اور قاضی خاں ص ۱۵۵ فتح القدر ص ۱۸۴ اور رد المحتار ص ۴۰۸ کے علاوہ تنویر الابصار ص
 والنظر من التنویر (ویفتی) فی عبارت تنویر الابصار کی ہے کہ غیر کفو میں اصل
 غیر الکفو، بعدم جوازاً اصلاً نکاح کے عدم جواز ہی کا فتویٰ دیا جائے گا
 وهو المختار للفتویٰ (فساد الزمان) فتویٰ کیلئے یہی مختار ہے فساد زمان کی وجہ سے
 لہذا صورتِ مسئلہ میں فسخ نکاح کی ضرورت نہیں نہ اس کے لئے قضاء قاضی
 ضرورت ہے۔ مظلومہ ہندہ مذکورہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے کفو
 نکاح کرے اور یہ نکاح اس کا دوسرا نہیں بلکہ پہلا نکاح ہوگا۔ کیونکہ نام نہاد نکاح
 مذکور نکاح ہی نہیں ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اجمعوا علی انه لا یجوز ذلک من غیر الاب والجد ولا من
 فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ دادا کے
 غیر کفو میں کیا ہوا نکاح (خواہ بحکم قاضی

القاضی، کذا فی فتاویٰ ہوا ہوں جائز نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ
قاضی خاں : ۱۵ قاضی خاں میں ہے۔ واللہ اعلم
کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ جامعہ مدینۃ الاسلام، دی ہریک

۷۰ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ

کفو میں برادری کا اعتبار ہے یا نہیں؟ انصاری اور شیخ آپس میں کفو ہیں یا نہیں

مسئلہ ۹۶۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
کہ ساجدہ انصاریہ بانو نے اپنی مرضی سے اپنا نکاح بغیر اپنے ولی سے پوچھے ہوئے
بطریق شرع محمدی ایسے لڑکے کے ساتھ کر لیا جو اسلام، دیانت، چال چلن اور پیشہ
کے اعتبار سے اس کا کفو ہے مگر برادری کی حیثیت سے دونوں دوہین مثلاً ایک
انصاری ہے دوسرا شیخ صدیقی ہے۔ اور اس انصاری و صدیقی ہونے کا ثبوت بھی
کسی کے پاس نہیں ہے صرف علاقائی رواج اور نام نہاد نام ہے اور ساجدہ مذکورہ
نے یہ قدم اس لئے اٹھایا کہ اس کے سرپرست حضرات اس کا نکاح انصاری فیملی
کے ایک ایسے گھرانے میں کرنا چاہتے تھے جس کا پیشہ گداگری ہے۔ سوال یہ ہے کہ
برادریوں کے جو نام سماج یا کسی گورنمنٹ نے رکھا ہے وہ نکاح میں معتبر ہے یا کفو میں
نسب سے مراد کچھ اور ہے؟

انصاری اور شیخ آپس میں کفو ہیں یا نہیں؟ ساجدہ مذکورہ کا نکاح صحیح و لازم
ہوا یا نہیں؟ المستفتی: حبیب الحسن شیخ، فرینک فورٹ سینٹرل (جرمنی)

۷۰ الجواد

شرع پاک، رسم و رواج، آئین و قانون، حکومت و سلطنت پر راجح و
غالب ہے۔ شرع پاک کا حکم ہی تاقیامت جاری و ساری رہے گا اسکے علاوہ سارے
قانون اور رسم و رواج تتر بتر ہو جائیں گے۔ لقولہ عزوجل ان الحكم الا لله

(حکم صرف اللہ ہی کا ہے) شریعتِ مطہرہ نے نسب میں قریش کے تمام خاندانوں کو ایک دوسرے کا کفو مانا ہے، قریش کے علاوہ عرب کی تمام برادریاں اور فیملیاں خواہ وہ انصار ہوں یا مہاجر ایک دوسرے کے کفو ہیں عجمی کا اور عربی عربی کا کفو ہے بلکہ عجمی النسل عالم عربی النسل کا کفو ہے کیونکہ شرافتِ علمی شرافتِ نسبی پر فوقیت رکھتی ہے جن کے قریشی نسب ہونے کا کوئی ثبوت شرعی نہیں بزعم خود وہ فلاں فلاں شرافتِ نسبی کے حامل ہیں وہ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهَا مِنْ سُلْطٰنٍ کے زمرے میں ہیں۔ ان کی شرافت کا اندازہ انکی دیانت، پیشہ اور چال چلن سے لگایا جاسکتا ہے۔

شرع میں کفو کا معنی مذہب مہذب کی پابندی، نسب کی شرافت، پیشہ کی عظمت، چال چلن میں نیک نامی کے اندر برابری ہے۔ برادریوں کے نام پر سماج و سوسائٹی یا کسی گورنمنٹ نے قوموں کو تتر بتر کر دیا ہے اسمیں ان کی اپنی مصلحت و مفاد ہے۔ اسلام سے اس کا تعلق نہیں۔ اسلام نے خاندان و قبائل کو صرف وجہ تعارف بنایا ہے یہ شرافت و ذلت کی بنیاد نہیں۔ شرافت و ذلت کی بنیاد تو تقویٰ و دیانت یا عدم تقویٰ ہے۔ لِقَوْلِهِ تَعَالٰی وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔

قریش کا جو بھی خاندان عجم میں ہے وہ ایک دوسرے کا کفو ہے۔ عجم میں جو بھی حضرات داخل اسلام ہوئے اور وہ سب عجمی النسل ہیں انہیں ایک دوسرے کا کفو ہونا چاہئے مگر وہ جن بزرگوں کے ہاتھوں پر ایمان لائے اور آپس میں ایک دوسرے کی ولاء کی وصیت کی تو وہ ایک دوسرے کے کفو ہیں، یورپ، امریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں چونکہ ذات پات نہیں ہے صرف فیملیوں کا اختلاف آپسی تعارف کا ذریعہ ہے لہذا یہ تمام عجمی ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ برصغیر میں ذات پات کا اختلاف بہت پرانا ہے اور وہاں والے شرافت و ذلت کا انحصار اسی پر رکھتے ہیں لہذا ملاقاتی حیثیت سے عرف کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ شرافت

ورذالت میں شریعت نے عرف کا اعتبار کیا ہے فلہذا جو قومیں اسلام لانے سے پہلے شریف سمجھی جاتی تھیں وہ سب اسلام لانے کے بعد بھی عرفاً شریف سمجھی جائیں گی۔ اور اسی طرح ان کی اولاد و امجاد بھی۔ لیکن دیانت و پیشہ وغیرہ میں وہ اگر اتنے کم ہو جائیں کہ ان سے نکاح کرنا عورتوں کے خاندان کے لئے وجہ تنگ عار سمجھا جانے لگے تو وہ شریف زاد یوں کا کفو نہیں ٹھہریں گے۔ صورتِ فکرہ میں ساجدہ کا نکاح صحیح و لازم ہو گیا اگر اس کے سرپرست حضرات اس کی مرضی کے خلاف اسی کی نام نہاد برادری میں نکاح کر دیتے تو شرعاً نکاح نہیں ہوتا۔

در مختار میں ہے

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ ولی کی مرضی کے بغیر بھی بالغہ آزاد کا نکاح بلا رضی ولی۔ ۵۱ نافذ ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ص ۲۸۶۔

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح شرعاً نافذ ہے۔
کتب عبد الواحد قادری خام و رٹا سلاک مشن ہالینڈ
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ وارد حال پاک محمدی مسجد جرمن

بیوی اگر عدت طلاق میں ہو تو اسکی بہن یا بہن کی بیٹی نکاح

۹۶۸ مسئلہ۔ سہیل انور، وارد حال پاک محمدی مسجد جرمن
۳۱-۱۰-۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی زاہدہ کو طلاق دیدی اور ابھی وہ عدت طلاق میں ہے تو ایسی صورت میں زید زاہدہ کی بہن کی بیٹی یا زاہدہ کے بھائی کی بیٹی سے اپنا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ یا زید کی بیوی زاہدہ مرگئی جس کا ابھی چالیسواں بھی نہیں ہوا ہے تو کیا اس درمیان میں زید اس زاہدہ کی بہن کی بیٹی یا بھائی کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے نواز کراچہ۔ آخرت کے مستحق بنیں۔ مسائل۔ محمد سہیل انور

ہوالہلالی فی الصواب

۹۱۶ الجواد

تین دو عورتوں کا بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جیسے دو بہنوں کو، بھوپہیں بھتیجی کو اور فالہ بھانجی وغیرہ کو اسکو عدت کے اختتام سے پہلے بھی نکاح میں لانا حرام ہے۔ لہذا زید کی مطلقہ زاہدہ جب تک عدت میں ہے اسکی بہن، بھتیجی، بھانجی سے زید کو نکاح کرنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ اجتماع نکاح کے مرادف ہے..... البتہ زید کی بیوی زاہدہ کے مرتے ہی نکاح کلیتہً منقطع ہو گیا اور مرد پر چونکہ عدت نہیں ہے لہذا زاہدہ مذکورہ کے مرتے ہی زید اس کی بہن، بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے۔ عقود الذریعہ میں ہے۔

لعدم الجمع نکاحاً و لا عداۃ نکاح اور عدت میں جمع نہ ہونے کی وجہ سے اذلا عداۃ علی الرجل کیونکہ مرد پر عدت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافتاء مدنیۃ الاسلام دی ہیگہ

۲۱ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

حرمیت مصاہرت

۹۶۹ مسئلہ :- نور العین عباسی برمسنگم
۱۵-۱۱-۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی سالی کے ساتھ زنا کر لیا۔ اب اسے سخت ندامت و پشیمانی ہے۔ اس نے بعض علمائے دین کے حضور حاضر ہو کر توبہ و استغفار بھی کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی یا اس کے نکاح سے نکل گئی؟ یا اسے کچھ کفارہ دینا پڑے گا تاکہ وہ اسکی بیوی رہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ یورپ میں قریبی رشتہ دار عورتوں سے اظہار محبت کے لئے بوسہ لینا یہاں کی تہذیب میں داخل ہے۔ اگر آپس میں بوسے نہ لیں تو دلوں میں کدورت بٹھیتی ہے اور شکوہ مسکایت کا موقع ملتا ہے۔ ایک نوجوان نے

اپنی ادھیڑ عمر ساس یا تقریباً جوان خلیپ ساس کا بوسہ لیا لیکن بوسہ لینے کے بعد اس کے چہرے پریشانی ظاہر ہوئی، دوستوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ساس اور خالہ ساس دونوں کو بوسہ لیتے وقت میرے آلہ میں انتشار ہوا اور مجھے لذت محسوس ہوئی اب میں سوچتا ہوں کہ یہ کسی بڑے گناہ کا سبب تو نہیں ہوا؟ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ساس کو بوسہ لیتے وقت داماد کی جو یہ کیفیت ہوئی کہیں اس فعل سے اس کی بیوی حرام تو نہیں ہوگئی۔ امید کہ واضح جواب سے لوازم نے کی سعی فرمائیں گے۔

سائل: نور العین عباسی برمنگم۔ انگلینڈ

۷۸۶ الجواد اللہم ہدایۃ الحق والضوَاب

سال سے زنا شدت حرام نہایت بدخبرام ہے لیکن اس بد فعلی کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی نہ اس کے نکاح سے نکلی اور نہ ہی اس پر کچھ کفارہ دینا آتا ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور دوبارہ اس کام کا خیال تک دل میں نہ لائے جب اس نے علماء کو گواہ بنا کر توبہ کر لیا (اگرچہ اس کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اسے ایسا کرنا بھی نہیں چاہئے تھا) تو رحمت خداوندی سے امید ہے کہ اس کے گناہ دھل گئے ہوں گے۔ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (المحدث)

آلہ میں انتشار ہونا یا لذت محسوس ہونی شہوت کی نشانی ہے اور بجات شہوت ساس کو صرف چھو لینے سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے بوسہ تو شہوت رانی کا ایک اہم حصہ ہے۔

لہذا صورت سوال میں اس نوجوان کی بیوی ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہوگئی لیکن جب تک متارکہ ہو کر عدت نہ گزر جائے وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ اس نوجوان پر واجب ہے کہ اپنی اس بیوی سے متارکہ کرے جس کی ماں کو شہوت کے ساتھ چھوا یا بوسہ لیتے وقت لذت محسوس کیا۔ متارکہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کہدے کہ میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اب تو دوسرے نکاح کے لئے آزاد ہے۔ اور اگر وہ شخص متارکہ کے لئے

راضی نہ ہو تو اس کی بیوی کو چاہئے کہ وہ کسی قاضی اسلام یا مرجع عالم دین کے پاس
اس معاملہ کو لیجائے۔ ہذا المسئلة کلها فی کتب الفقہ
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ جامعہ مدینۃ الاسلام دی بنگ

۵/ ذی قعدۃ الحرام ۱۳۱۵ھ

یورپی ساس کو شہوت سے چھوٹا نہ

بارہ سالہ سوتیلے بیٹے کو شہوت سے چھوٹا

۹۷۰ مسئلہ:- ہارون رشید جبلپوری

۱۳۲۱-۱-۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ساس یا دادی ساس
کی عمر تین زیادہ ہو چکی ہے کہ نہ اسے جماع کی خواہش رہی نہ ہی شہوت آتی ہے ایسی
صورت میں اگر اس کے داماد یا پوتا داماد نے شہوت کے ساتھ اسے چھولیا یا یورپ کے
رسم و رواج کے مطابق ملنے کے وقت اسے بوسہ لے لیا تو حرمت مصاہرت ثابت
ہو کر اس ساس کی بیٹی داماد پر حرام ابذی ہو جائے گی یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے
کہ زید کی دوسری بیوی اپنے بارہ سالہ سوتیلے بیٹے کے ساتھ ایک ساتھ سوتی ہوئی تھی
اور بچہ کی بے خبری میں اس کے آلہ پر ہاتھ رکھا جس کی وجہ سے آلہ میں انتشار پیدا ہوا
حالانکہ وہ بچہ ابھی نابالغ ہے پھر زید کی دوسری بیوی نے اپنے سوتیلے بیٹے کے آلہ
تناسل کو چوسا بھی ایسی صورت میں وہ زید پر حرام ہوگی یا نہیں؟ امید ہے کہ مدلل
جواب سے سرفراز فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

المستفتی:- ہارون رشید جبلپوری، ولد جمال آسٹریٹم ہینڈ

۹۷۱ الجواب

حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے دونوں کا مشتبہا ہونا ضروری
ہے اور جس عورت کا ذکر سوال نامہ میں ہے وہ عمر مشتبہا (نوسال) میں داخل ہو کر
حد اشتہا کو اپنے اوپر ثابت کر چکی ہے لہذا اب خصوصاً اشتہا کا نہ ہونا اسے

مشتہاء سے الگ نہیں کر سکتی۔ پس صورتِ مسئلہ میں جب اس کے داماد نے شہوت کے ساتھ اسے پھولیا یا بوسہ لیتے وقت داماد کو شہوت آگئی تو حرمت مہارت ثابت ہوئی اور اس کی بیٹی اس کے داماد پر حرام ابدی ہو چکی مگر نکاح سے متاثر کے بعد میں نکاح کی۔ اور متاثر کے بعد عدت گزار کر ہی دوسرا نکاح کر سکتی گی۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵ میں ہے۔

ولو كبرت المرأة حتى خرجت عن حد المشتهاة يوجب
الحرمة لانها دخلت تحت الحرمة فلم يخرج بالكبر
..... كذا في التبیین اه و هو اعلم

بارہ سالہ لڑکا عند الشرع صاحب شہوت ہو جائے اور یورپ میں تو بارہ سالہ لڑکے عموداً بلوغ کو پہنچ جاتے ہیں لہذا صورتِ مسئلہ میں حرمت مہارت یقیناً ثابت ہو کر زید کی نابکار بیوی زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے۔ کما فی الہندیۃ۔ وان انتشرت التہ بذالك وان کان رفیقاً بحیث تصل حرارۃ المسوس ثبت (الحرمة) کذا فی الذخیرۃ اه

وفی الہندیۃ ایضاً "لا فرق فی ثبوت الحرمة بالمش بین کونہ عامداً او ناسیاً او مکرهاً او مخطیاً کذا فی فتح القدر او نائماً ہکذا فی معراج الدراریہ۔ واللہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح

۹۷۱ مسئلہ۔ فیروز احمد خان

۱۳۲۱ھ-۱-۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زینب نے زید کے ساتھ زید کی ماں کا دودھ پیا اب زینب بالغ ہو چکی ہے اس کے والدین چاہتے

ہیں کہ زید کے بڑے بھائی بکر کے ساتھ زینب کا اور زینب کی چھوٹی بہن کلثوم کے ساتھ زید کا نکاح کر دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ از روئے شرع ان دونوں نکاحوں کی اجازت ہے یا نہیں؟ - فیروز احمد حیدر
کراؤف امام مسجد لال آکسٹرڈم ہالینڈ

۷۸۶
۹۲

الجواب

زینب اور زید کے تمام بھائی بہن (خواہ عمر میں بڑے ہوں یا چھوٹے) آپس میں رضاعی بھائی بہن ہیں لہذا زید کے کسی بھی بھائی (حقیقی یا اختیائی و عسلائی) سے زینب کا نکاح ایسے ہی حرام ہے جیسے اپنے حقیقی بھائی سے۔
یحرم من الرضاعة كما يحرم من النسب (الحديث)
وفي الهندية، كل من تحرم بالقرابة والمهرية تحرم بالرضاع كذا في المحيط الرضی۔ البتہ زید کا نکاح زینب کی کسی بھی بہن سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ ہو کیونکہ زید نے زینب کی ماں کا دودھ نہیں پیا۔ لہذا اس کی رضاعت ثابت نہیں۔ وَأَجَلٌ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ آيَةٌ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

کتبہ عبد الواجد قادری اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ

۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

بیوی کی رضاعی بہن سے نکاح

۹۷۲ھ - حاجی عبد القیوم جہاںگیر

۲۶-۱۰-۱۳۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہند سے نکاح کیا تقریباً دس سال گزر جانے پر بھی یہ دونوں صاحب اولاد نہیں ہو سکے تو ہند کے مشورہ سے زید نے فریدہ کے ساتھ نکاح کر لیا دو تین برس گزر جانے کے بعد دوران گفتگو ہند نے کہا کہ فریدہ کے بڑے بھائی نذر علی کے ساتھ میں نے

فریہ کی ماں کا دودھ پیسا ہے۔ جب اس کی تحقیق کی گئی تو فریہ کی ماں نے اس بات کی تصدیق کی۔ سوال یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں؟ اور فریہ زید کے ساتھ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ خلاصہ جواب عطا فرمائیں۔

سائل:- حاجی عبدالقیوم دی ہیگ ہالینڈ

۹۱۶ الجواب

صورتِ مسئلہ میں فریہ ہندہ کی رضاعی بہن ہوئی۔ اور رضاعی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ویسا ہی حرام ہے جیسا حقیقی بہنوں کو فائزہ لا یجمع بین اختین بنکاح ولا بوطی بملك یمین سواء کانتا اختین من النسب او من الرضاع ہذا فی سراج الوہاج۔

ہندہ سخت و شدید گنہگار ہوئی اس پر توبہ لازم ہے کہ اس نے زید کو حرام کاری میں پھنسا یا۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً فریہ کو اپنے سے علیحدہ کر دے اور خود اس سے علیحدہ ہو جائے اگر بالفرض علیحدہ ہونے پر راضی نہ ہوں تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان دونوں کو حرام کاری سے روکنے کیلئے جدائی کر لیں اگر اس پر بھی وہ نہ مانیں تو ان سے وہ اسلامی مقاطعہ کریں۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، لین دین سب بند کریں۔ لقولہ تعالیٰ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

کتبہ عبدالواحد قادری۔ غفرلہ اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ۔ ۲۶ شوال ۱۴۲۲ھ

باپ دادا نے اگر غیر کفو میں نکاح کر دیا

مسئلہ:- محمد شفیق سائیں

۱۸-۲۰-۲۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغ یا نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کب لازم و منعقد ہو جائے کہ نکاح ہو جانے کے بعد لڑکی اگر چاہے بھی تو اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی ہے؟ میرا یہ کوئی فرضی سوال نہیں ہے بلکہ ایک

شخص اس بات پر مصر ہے کہ اگر بالغ یا نابالغ کا نکاح کسی طرح بھی غیر کفو میں ہو جائے تو لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے اور اس اختیار کو کوئی چھین نہیں سکتا ہے۔
سائل: محمد شفیق سائیں، تیل بورخ، ہالینڈ۔

۷۸۶

الجواب

بالغ لڑکیاں اپنے نکاح کا اپنے کسی بھی ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہیں۔

لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: الا یحاضر حق بنفسہا من ولیہا (مسلم ابوداؤد)
لیکن جب بالغ یا نابالغ کے باپ دادا نے کفو یا غیر کفو میں اس کا نکاح مہر مثل یا کم
مہر (غبن فاحش) کے ساتھ کر دیا تو وہ نکاح لازم و نافذ ہو گیا۔ اب غیر کفو میں یا مہر
میں غبن فاحش کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس نکاح کو نہ منکوحہ فسخ کر سکتی ہے اور
نہ ہی قاضی شرع بشرطیکہ اسکے باپ دادا کا سوء اختیار (غلط روی) مشہور نہ ہو۔

درمختار ص ۱۹۲ میں ہے۔

لزم النکاح ولو بغبن فاحش
بزیادۃ مہرا و بغير کفو ان
کان الولی ابا و جدا و لم یعرف
منہا سوء الاختیار
اگر باپ دادا نے اپنی ولایت میں نکاح کیا ہو
تو اگرچہ مہر میں غبن فاحش کسی ہو یا غیر کفو میں کیا ہو
بہر دو صورت وہ نکاح لازم و نافذ ہوگا بشرطیکہ
وہ دونوں پہلے ہی سے غلط روی میں مشہور نہ ہوں۔

شاید معترض کا یہ مطلب ہو کہ باپ دادا کے علاوہ اگر کسی دوسرے ولیوں نے
بالغ یا نابالغ لڑکیوں کا نکاح غیر کفو میں یا کفو ہی میں مگر مہر میں غبن فاحش کے ساتھ
کر دیا تو ان لڑکیوں کو بعد نکاح بھی بلکہ بعد دخول بھی فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے
اور یہ اختیار چونکہ شرع شریف نے تفویض فرمایا ہے لہذا کوئی اسے چھین نہیں
سکتا۔ اگر واقعی یہی مطلب ہے تو صحیح ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

ان کان المزوج غیر الاب و
ابیه و لو الام لا یصح النکاح
من غیر کفو او بغبن فاحش
اگر باپ دادا کے علاوہ نے غیر کفو میں یا مہر
میں زیادہ کمی کے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح
بالکل صحیح نہیں ہوگا۔

اصلاً

(باب الولی) ص ۱۹۲

والشما علم

عبدالعزیز قادری۔ دارالافتاء (القرآن) آسٹریٹ

۱۸ شوال المکرم ۱۴۳۰ھ

فاسق، نمازی کی بیٹی کا کفو ہے یا نہیں؟

مسئلہ ۹۷۴ :- اشفاق حسین

۱۴-۳-۱۴۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا فساد ہوا اور زید نے نہایت غیض و غضب میں اپنی بیوی کی تینوں طلاقیں بیک وقت جملہ دیدیں۔ بعد میں دونوں ہی کو افسوس و ندامت ہوئی کیونکہ دونوں ہی بال بچے والے ہیں۔ ایک مفتی صاحب نے طلاق ثلاثہ واقع ہوجانے کا فتویٰ دیا اور بات حلال کی آئی۔ چنانچہ ہندہ نے ایک شخص سے نکاح کر لیا اور دونوں میں شب باشی بھی ہوئی۔ شخص مذکور مسلمان ہے مگر نماز کا پابند نہیں ہے چہرہ پر داڑھی بھی نہیں رکھتا اور کبھی کبھی شراب بھی پی لیتا ہے مگر مطلقاً مذکورہ اگرچہ پنجوقتہ نماز کی پابند نہیں مگر نماز پڑھتی ہے اور ایک پر سیرگار مسلمان کی بیٹی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مطلقاً مذکورہ کا نکاح ثانی جو بطور طلاق شخص مذکور سے ہوا۔ وہ نکاح از روئے شرع صحیح ہو یا نہیں اور اب وہ عورت دوسرے شوہر سے طلاق حاصل کر کے عدت طلاق گزار کر اپنے شوہر اول کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ صاف صاف آسان جملوں میں جواب تحریر فرمائیں کیونکہ اس معاملہ کو لیکر یہاں آپس ہی میں شدید اختلاف رونما ہو چکا ہے۔ بیٹو! وتوجروا

سائل :- اشفاق حسین، ریٹائرڈ سی ایم اے، ناری

۷۸۶

فاسق نہ تو صالحہ کا کفو ہے اور نہ ہی صالحین کی فاسق بیٹی کا۔ اور فاسق سے مراد فاسق معین بھی ہے اور فاسق غیر معین بھی۔ صورت مسئلہ میں شخص مذکور معین ہے

جو مطلقہ ثلاثہ ہندہ کا کسی طرح کفو نہیں اگر ہندہ نے اپنی مرضی سے باپ کی اجازت
صریح کے بغیر اس شخص سے نکاح کیا تو شرعاً نکاح صحیح نہیں ہوا اور نکاح صحیح کے بغیر
شب باشی یا مجامعت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس طرح ہندہ اگر دسیوں یا زنکاح
کرے اور نام تہاد شوہر کے ساتھ صحبت کرے پھر بھی شوہر اول کیلئے حلال نہ ہوگی۔
کیونکہ نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ سے حلال صحیح نہیں ہوگا۔

در مختار میں ہے:-

لیس فاسق کفو الصالحة فاسق صالحہ کا کفو نہیں۔ نہ ہی صالح کی فاسقہ
او فاسقہ بنت صالح معلنا بیٹی کا خواہ وہ فاسق معلن ہو یا مخفی، ظاہر
کان اولیٰ علی الظاہر روایت پر یہی حکم ہے۔

اور ردالمحتار میں ہے

لا یكون الفاسق کفو البنت الفاسق صالحین کی بیٹی کا کفو نہیں
الصالحین۔ کما فی الخانیة ہے۔ ص ۳۲

اور مطلقہ ثلاثہ کے نکاح ثانی سے متعلق تو یہ خاص تجزیہ در مختار میں موجود ہے
یفق فی غیر الکفو بعدم غیر کفو میں اصلاً نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے
جوازہ اصلاً فلا تحل مطلقہ لہذا اگر تین طلاق والی نے اپنے ولی کی مرضی کے
ثلاثاً نکحت غیر کفوہ بلا رضی ولی خلاف غیر کفو میں نکاح کیا جبکہ ولی کو اس کا غیر کفو ہونا
بعد معرفتہ ایلا فلیحفظ معلوم ہو تو وہ پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی اس مسئلہ کو یاد رکھو۔

الواجد قادری غفرلہ خادم الافکار و رکن اسلامک مشن ہالینڈ

۱۱۲ ریح الثانی شریف ۱۴۱۷ھ

پیشہ ور وکیل کسی شریف زاد کی کفو ہے یا نہیں؟

۹۷۵ھ۔ عبدالشکور صفہانی۔ تیسری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجمہ ایک دیندار تھی مگر نے

کی لڑکی ہے جس کی شادی کی بات چیت ایک ایسے آزاد خیال گھرانے میں ہوئی
جہاں دین و مذہب کی پابندی نہیں ہے اس گھرانے کا کوئی لڑکا وکیل ہے، کوئی
ڈاکٹر ہے اور کوئی انجینیئر جب مگنن کے موقع پر لوگ لڑکے والوں کے یہاں گئے
تو معلوم ہوا کہ لڑکا ایڈووکیٹ وکیل ہے جب اس لڑکے سے بات چیت ہوئی تو
اس کی باتوں سے پتہ چلا کہ وہ دین معلومات بالکل ہی نہیں رکھتا ہے، نہ نماز پڑھتا
ہے، نہ ڈارمی رکھتا ہے، غلط سلط ہر قسم کے مقدمات کی پیروی کرتا ہے۔

دینیات کے معاملہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ وہابی، رافضی، دیوبندی، مرزائی
سب کو صحیح مانتا ہے۔ نیز اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو برحق جانتا ہے اسی طرح اور
بھی باتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ وکیل مذکورہ نمبر
مذکورہ کا کفو ہے یا نہیں؟ نمبر کے والد اور دادا فوت ہو چکے ہیں البتہ اسکے چچا بھائی
اور ماں، ماموں وغیرہ موجود ہیں ان ولیوں کی مرضی کے بغیر اگر اپنی مرضی سے نمبر
وکیل مذکور سے نکاح کر لے تو از روئے شرع شریف نکاح منع ہو گا یا نہیں؟ اور
اگر چچا، ماموں، بھائی کی مرضی سے کر لے تو نکاح صحیح ہو گا یا نہیں؟

عبدالشکور صفہانی نیکری، سورینام۔ جنوبی امریکہ۔

۷۸۶ الجواد اللہم ہدایۃ الحق والصواب

وکیل مذکور کے اندر نمبر مذکورہ سے بہت ساری عدم کفائت کی باتیں موجود ہیں
عدم کفائت کی مذکورہ دیکھوں وجوہات میں سے اگر ایک وجہ بھی اس کے اندر ہوتی تو وہ
نمبر مذکورہ کا کفو قرار نہیں دیا جاتا۔

کفائت تو بڑی بات ہے مذکورہ خرابیوں میں سے بعض خرابیوں کی علماء اسلام
نے تکفیر فرمائی ہے۔ اور جب علماء ایسے شخص کی تکفیر ثابت ہے تو کفو کا کیا سوال
ہے؟ مرزائی، رافضی، دیوبندی، وہابی اپنے اپنے عقائد باطلہ کفریہ کی وجہ سے علماء عرب
نمبر کے نزدیک کافر مرتد اور جہنمی ہیں۔ ان کے ماطل مذہب کو صحیح کہنا کفر و عذاب جہنم کا
کاسبب ہے۔

من شك في عذابه و جوہد ہوں کے عذاب و کفر میں شک کرنے
کفرہ کفر وہ بھی کافر ہے (صام الحرمین)

اور شفا شریف میں ہے ص ۱۹۱

نکفر من دان بغير ملة المسلمين دين اسلام کے علاوہ اگر کسی دوسرے مذہب
اور وقف فیہم اوشک اوصح کو اپنایا۔ یا دوسرے مذہب کے باطل ہونے میں توقف
مذہبہم وان اظہر مع شک کیا یا ان مذاہب کو صحیح کہا تو ہم اسکی تکفیر کریں گے
ذلك الاسلام واعتقده الخ اگر وہ اپنے لئے اسلام اور اسلامی عقائد کا اظہار کرے۔

لہذا صورت مسئلہ میں وکیل مذکور پر پہلے توبہ کرنا اور کلمہ اسلام پڑھ کر داخل
اسلام ہونا واجب ہے۔ اگر وہ اس سے انکار کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس
سے اپنا اسلامی رشتہ منقطع کر دیں اور اگر وہ اپنے قول بدتر از بول سے رجوع کر کے
کلمہ اسلام سے مشرف ہو جائے۔ پھر اپنی اصلاح اسلامی شریعت کے مطابق کر لے تو
بخیر مذکورہ کا کفو ہو سکتا ہے۔ موجودہ صورت حال میں جبکہ نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ ہی
ڈاڑھی رکھتا ہے اور جھوٹے مقدمات کی پیروی کرتا ہے تو وہ بخیر مذکورہ کا کفو نہیں ہے
اگر بخیر اپنی مرضی یا چچا، ماموں، بھائی کی مرضی سے موجودہ صورت حال میں وکیل مذکور
سے نکاح کر لیتی ہے تو یہ نکاح مطلقاً اصلاً ناجائز ہوگا

ردالمحتار میں فتاویٰ خانہ سے ہے۔ ص ۳۲۰

لا یكون الفاسق کفو البنت الصالحین فاسق شرفاء زادی کا کفو نہیں ہے۔
اور درمختار میں ہے۔

یفتی فی غیر الکفو بعدم غیر کفو میں اصلاً نکاح کے ناجائز ہونے کا
جواز اصلاً۔ فتویٰ دیا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۲ صفر القفر ۱۴۰۸ھ

لادی مسجد بسم سٹریٹ آسٹریٹ

مشروط نکاح

۹۷۶ء - (مولانا) قسطنطنیہ، مانچسٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کی آزاد فضا میں عام گھرانوں کے اندر نکاح و طلاق کا اہم سنگین مسئلہ گویا ایک مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ نکاح کے چند دنوں کے بعد ہی زیادہ جوڑے بچھڑ جاتے ہیں کیونکہ رنگارنگ کلبوں کی آزاد زندگی ان کے لئے سرشام گھر آجانے سے زیادہ رنگین و لطف اندوز ہے۔ یوں تو صنفِ نازک کو مردوں کے مقابلہ میں یہاں زیادہ ہی آزادی حاصل ہے لیکن کچھ مسلم گھرانوں کی لڑکیاں اپنی غلطی شرم و غیرت کی وجہ سے اندر ہی اندر تحلیل ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ لڑکے کسی ایک نکاح کا پابند ہو کر رہنا پسند نہیں کرتے لیکن بیشتر لڑکیاں آج بھی اسلامی آئین کی پابندی کرتے ہوئے ایک وقت ایک ہی نکاح بجز مجبور ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی کے سرپرستوں کی طرف سے اکثر یہ مطالبہ ہوتا رہتا ہے کہ نکاح نامہ یا نکاح میں ایسی شرط موجود ہونی چاہئے کہ جب ناکح بد چلن ہو جائے، نشہ اور خبیروں کا استعمال کرنے لگے یا گوری چہڑیوں کے چکر میں پھنس جائے تو منکوحہ ناکح کے رحم و کرم پر معلقہ بن کر رہ جائے بلکہ اسے بھی اسلامی حدود میں اپنی زندگی گزارنے کیلئے کچھ مراعات چاہئے تاکہ وہ اس مسموم و آزاد فضا میں کسی شرعی جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا نکاح نامہ میں یا بوقت نکاح ایسی کوئی شرط از روئے شرع رکھی جاسکتی ہے کہ بوقت ضرورت شوہر بے گورہ کی طرف سے طلاق نہ ملنے کی صورت میں وہ (منکوحہ) طلاق کے نافذ کر لینے کا مختار ہو۔

مقابلہ یورپ میں اس کی ضرورت یوں بھی ہے کہ یہاں ترکی کے علاوہ تمام ملکوں میں مسلم حکومتیں قائم ہیں جنکے غلبہ کی وجہ سے اسلامی عدالتوں کا قیام متعذر ہے۔

مسائل :- قسطنطنیہ، مدیر الدعوة الاسلامیہ، مانچسٹر
سکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ

۹۲ الجواد ^{۷۸۶} اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصِّرَاطِ

مَا الْمَسْتَوْلُ عَنْهَا بَاعِلْمُ مِنَ السَّائِلِ آپ کا مطالعہ فقیر کے مقابلہ میں بہت وسیع ہے۔ آپ جہاں ایک بالغ نظر مبلغ اسلام، مدبر و قائد، باصلاحیت مدرس اور مفکر ملت ہیں وہیں فقہ اسلامی اور فتاویٰ رضویہ پر آپ کی گہری نظر ہے۔ اگر آپ تلاش و تفتیح فرمائیں گے تو اسکے جواز کی کئی شکلیں سامنے آئیں گی۔ لیکن ان شرائط اختیار کو قبل از نکاح طے کرنا بے معنی ہے گا کہ طلاق تابع نکاح ہے۔ ہاں تعلیقاً بشرط کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس میں طلاق صریح کے الفاظ ہونے چاہئے الفاظ کنایہ سے کام نہیں چلے گا کیونکہ وہ وقت نہ تو عقد و عہد کا ہوتا ہے نہ ہی مذاکرہ طلاق کا اسلئے وہ اپنی نیت کے اظہار میں خیانت کا شکار ہو سکتا ہے۔ اسی طرح نیت طلاق بھی واضح و غیر مبہم ہونی چاہئے مثلاً یہ نہ ہو کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو طلاق ہے یا طلاق نافذ کر لینے کا اختیار ہے کیونکہ اس جملہ طلاق کی نسبت کسی طرف نہیں ہے کہ کس کو طلاق ہے اور کس کو اختیار نفاذ ہے۔ لان التفویض تعمد المملک او الاضافة صورت مسؤلہ میں بوقت ضرورت بہتر صورت یہ ہے کہ نکاح نامہ میں اختیار طلاق کی وضاحت نہ ہو کیونکہ نکاح نامہ عموماً ایجاب و قبول سے پہلے مکمل کر لیا جاتا ہے دنکاح نامہ کا رواج اگرچہ حادث ہے مگر اکثر حالات میں مفید اور مفصل کی بنیاد بنتا ہے اسلئے اسے بدعت مباح کہہ سکتے ہیں)

بلکہ اختیار طلاق کی تحریر الگ سے ترتیب دی جائے جس میں اختیار طلاق صرف منکوحہ کی مشیت پر منحصر نہ ہو بلکہ ایک عالم دین اور دو دیندار حضرات (شخصیتیں مختص ہوں یا ہوں) کی موجودگی میں ان کی رضا سے عموم وقت کے ساتھ طلاق واقع کر لینے کا اختیار پھر اختیار طلاق کی تحریر پر دولہا کا دستخط، اور اس دستخط کی تصدیق پر دو معتد شخصوں کے دستخط ہونے چاہئے تاکہ بوقت ضرورت اپنے دستخط کا منکر نہ ہو سکے کیونکہ تفویض طلاق کا دار مدار ملکیت یا اسکی طرف نسبت پر ہے (رضویہ)

درمختار فصل فی المشیة ص ۲۲۹ میں ہے۔

تقید بالمجلس لانه تمليك
الاذا زاد متى شئت ونحوه
مما يفيد عموم الوقت فطلق
مطلقاً۔

مشیت مجلس کے ساتھ مقید ہوتی ہے کیونکہ یہ
تملیک ہے لیکن اگر ”جب چاہے“ یا اسی کے مثل
عموم وقت کیلئے موضوع الفاظ زیادہ کیا جائے تو مجلس
کی قید کے بغیر مطلقاً طلاق واقع ہوگی۔

تفصیلات کے لئے فتاویٰ رضویہ کتاب الحج باب تفویض الطلاق
کا مطالعہ فرمائیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ ۵ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

قادم الافناء اور لڈ اسلاک مشن ہالینڈ

ملازمت پیشہ بیوی کا نان و نفقہ شوہر پر واجب یا نہیں؟

۹۷۷ء - الفرفرف شریف یوٹریخت
۵-۵-۱۴۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ وغیرہ ممالک یورپ
میں میاں بیوی دونوں کو ایک قاص مدت تک کام کرنا چاہئے بے عذر طبعی یا
بے امر امن جسمانی یوں ہی بیٹھ کر اپنی زندگی کے ایام نہیں گزار سکتے۔ ہاں اگر کام
میں مل رہا ہے تو بات دوسری ہے۔ یورپ میں میاں بیوی دونوں کماتے ہیں
اور اگر کام نہ ہو تو دونوں کو مشترکہ یا علیحدہ علیحدہ سوشل کی طرف سے یا خاک کی طرف سے
اپینشن کے محکمے سے اتنا پیسہ مل جاتا ہے کہ وہ دونوں آرام سے زندگی گزار سکتے
ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں شوہر پر بیوی کا نان و نفقہ یا رہنے کے لئے
کمان دینا واجب ہے یا نہیں؟ بعض لوگ میاں بیوی کا پیسہ الگ الگ حاصل
کرتے کیلئے دو مکانوں میں رہتے ہیں اور پیسہ دینے والے محکموں میں یہ ظاہر کرتے
ہیں کہ ہم لوگوں کے زن و شوہر کا تعلق ختم ہو چکا ہے اب ہم لوگ میاں بیوی نہیں
ہیں..... کیا اس طریقہ کار سے طلاق شرعی واقع ہو جاتی ہے اور یہ دونوں اجنبی
منہیہ ہو جاتے ہیں؟ جواب سے نوازیں۔ شریف الفرفرف یوٹریخت

۹۱۶ الجوانب

شریعت طاہرہ مطہرہ نے بیوی کا نان و نفقہ اور اس کا سکنی اس کے شوہر پر واجب فرمایا ہے۔ اور کبھی کبھی اس سے جماع کرنا بھی واجب کر دیا ہے تاکہ وہ غیروں پر نگاہ ہوس ڈالنے سے محفوظ رہے۔ گورنمنٹ اور اس کا انتظامیہ اگرچہ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے مگر دھوکہ دیکر اس سے ڈبل شوشل لینا حرام اور وجہ گناہ کبیرہ ہے۔ دھوکہ دہی کے ساتھ ساتھ جھوٹ بولنا گناہ پر گناہ ہے لیکن اس گناہ کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان طلاق واقع نہیں ہوگی۔ وہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اور دھوکہ دہی سے باز آنا چاہیے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من غشنا فلیس منا: جو مسلمان دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

ولقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

والکذب یهدی الی الفجور، جھوٹ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور
والفجور یهدی الی النار نافرمانی جہنم میں پہنچاتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ، ذری مسودہ سکر استرات آسٹریڈم

۵/۵ ۱۳۱۲ھ

شوہر اگر دو سال تک بیوی سے جدا ہے

۹۷۸ مسئلہ:۔ ایم، ایل، گسٹن آسٹریڈم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بہت سارے ملازمت پیشہ حضرات جو سال دو سال کے لئے اپنے اہل و عیال سے دور رہتے ہیں۔ آیا وہ عند الشرح قابل گرفت ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ اپنی بیوی کا حق زوجیت ادا نہیں کر پاتے ہیں اس طرح ممکن ہے کہ ان کی بیویاں غلط روک

کاشکار ہو جائیں تو ایسی صورت میں شوہر یا خود ہو گا یا نہیں
سائل :- ایم، ایل گمان، آسٹریڈم، ہالینڈ

۹۲ الجواب

بعد نکاح باتفاق علماء (بالاجماع) بیوی سے ایک بار جماع کرنا واجب
و ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حق زن ہے۔ اگر شوہر ایک بار بھی جماع نہ کرے تو زوجہ
کو عند القضاء تفریق بین الزوجین کے مطالبہ کا حق شرعی طور پر حاصل ہو جاتا ہے
ایسی صورت میں قاضی شرع مرد کو مزید ایک سال کی مہلت دے گا اگر ایک سال
کے اندر اس نے جماع کر لیا تو قاضی کو بالجبر تفریق بین الزوجین کا حق نہیں اور اگر
مہلت کے درمیان وہ جماع نہیں کر سکا تو زوجہ کے حسب مطالبہ قاضی تفریق
کر دے گا اور القضاء عدت کے بعد وہ کسی طلال مرد سے اپنا نکاح کر سکے گی۔

لیکن یہاں معاملہ جماع یا عدم جماع کا نہیں بلکہ سال دو سال بیوی سے جدا
رہنے کا ہے۔ اگر کاروبار یا ملازمت کے سلسلہ میں برضا طرفین یہ جدائی رہتی ہے
تو چاہے جدائی کی مدت اور بڑھ جائے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں چار مہینے
سے زیادہ کی جدائی بیوی کے اذن و رضا کے بغیر نہیں ہونی چاہئے کیونکہ بے عذر شرعی
یا بے عذر صحیح چار مہینے تک ترک جماع جائز نہیں ہے۔

ردالمحتار ص ۳۹۸ میں ہے۔

اعلمان تری جماعها مطلقا واضح ہو کہ بیوی سے جماع مطلقاً ترک کر دینا
لا یحل له صرح اصحابنا بان حلال نہیں۔ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ کبھی کبھی
جماعها احیاناً واجب دیانۃ بیوی سے جماع کرنا دیانۃ واجب ہے لیکن قاضی
لکن لا یدخل تحت القضاء کو پہلے جماع کے علاوہ کوئی اور جماع شوہر پر لازم
والالزام الا الوطأة الاوی۔ ولم کرنے کا حق نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے دو سو جماع
یقدر وافیہ مدۃ۔ و یجب ان لا یبلغ کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں فرمائی تاہم یہ مدت
مدۃ الایلاء الا برضاها وطیب ایلا کے وقفہ (چار ماہ) تک نہیں پہنچنی چاہئے مگر یہ

نفسہا بہ اہ (ہذا فی فتح القدر) کہ بیوی کے رضا و خوشی سے جس قدر وقفہ ہو جائے۔
 اگر بیوی غلط روی کا تشکار ہوتی ہے تو عند اللہ اور عند الشرع وہ خود اس کا جوابدہ
 ہے۔ شوہر پر اس کا وبال نہیں ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ. وَاللَّهُ عَلِيمٌ
 كُنْتُمْ عَبْدًا وَاحِدًا قَادِرًا عَلَىٰ غَفْلَةِ بَنِي آدَمَ طُرْم ۝
 ، سوال المکرم ۱۳۰۷

بیوی کو ماں اور شوہر کو باپ کہنے سے ظہار ہو گیا، نہیں؟

مسئلہ ۹۷۹: - محب الحسن نورانی (اسپین)

۲۳-۲۰-۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی کے درمیان
 چھوٹی موٹی باتوں کو لیکر جھگڑا اور گالی گلوچ شروع ہو گیا۔ شوہر نے بیوی سے
 کہا۔ آج سے تم میری ماں ہو میں تمہارا بیٹا ہوں اب تو چپ ہو جاؤ۔ بیوی نے
 کہا ہاں ہاں تم میرے باپ ہو میں تمہاری بیٹی ہوں اب تو چپ ہو جاؤ۔ بہر حال
 باپ بیٹی بننے کے بعد دونوں چپ ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ شوہر یا بیوی کے مذکورہ
 حملے استعمال کرنے کی وجہ کر میاں بیوی ایک دوسرے پر حرام ہوئے یا نہیں؟ اور
 اگر حرام نہیں ہوئے تو کوئی کفارہ ان پر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ بیواؤ تو جروا
 السائل: محب الحسن نورانی، رذات اسٹریٹ ۲۲ خزانہ (غزالیہ) اسپین

۹۷۹ الجواب

میاں بیوی دونوں جھوٹ کے مرتکب ہو کر گنہ گار ہوئے۔ دونوں پر توبہ
 لازم ہے۔ قَالَ تَعَالَىٰ عَزَّ وَجَلَّ
 وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ
 الْقَوْلِ وَزُورًا۔ (القرآن الکریم)

یعنی ان کی مائیں تو وہ ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا۔ اور بیٹا وہ ہے جسے جنم دیا
 گیا۔ صورتِ مسئلہ میں نہ تو بیوی نے شوہر کو جنم دیا اور نہ شوہر اپنی بیوی کے لپٹن سے

پیدا ہوا۔ پھر بیوی نہ تو شوہر کے لطف سے ہے نہ شوہر کا لطف۔
 اس کے وجود کا سبب بنا۔ لہذا دونوں نری جھوٹ کہتے ہیں۔ اس شدید حرم
 شرعی کے باوجود نہ تو وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہوئے اور نہ ہی
 ان پر کوئی کفارہ عائد ہوا۔ ہاں اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کی حقیقت
 کے مطابق اگر وہ فقراء و مساکین پر حسب استطاعت کچھ تصدق کر دیں تو قبولیت
 تو یہ کی زیادہ امید ہے۔ صورتِ مسئلہ میں بعض لوگوں کو ظہار کا شبہہ ہوتا ہے۔
 لیکن ظہار سے متعلق یہ کلیہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ بیوی کو ماں بہن بیٹی وغیرہ
 کہنے سے ظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ بیوی کو یا اس کے مخصوص اعضاء جسم کو جس کو بول کر
 پورا جسم مراد لیا جاتا ہے۔ مثلاً سر، گردن، پیٹھ، شرمگاہ، کو یا بیوی کے جسم کے جزو
 شائع۔ مثلاً ثلث، رجب، نصف کو کسی محرم ابدی (ماں، بیٹی، بہن، دادی، نانی وغیرہ)
 سے یا اس کے اعضاء مخصوصہ سے تشبیہ دینا ہے۔ جب تک تشبیہ نہیں پائی جائے
 ظہار نہیں ہوگا۔ کما فی در المختار

ہو تشبیہ زوجتہ او ما یعبر بہ
 عظامن اعضائہا و تشبیہ
 جزو شائع منها بحر علیہ
 بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے
 ذات مراد لی جاتی ہو یا اس کے غیر معین حصہ
 جسم کو اپنے محرمات کے ساتھ تشبیہ
 دینا ظہار ہے۔ (باب الظہار ص ۲۳۸)

اور اگر بیوی اپنے شوہر کو یا اس کے مخصوص اعضاء بدن کو جسے بول کر پوری ذات
 مراد لی جاتی ہو یا اس کے غیر معین حصہ بدن کو اپنے محرم ابدی باپ، بیٹا، بھائی، دادا،
 وغیرہم سے تشبیہ دیدے تو بھی ظہار نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ اسے لغو اور بُری
 بات کہہ سکتے ہیں۔ کما فی الدر المختار

وظہارہا منہ لغو فلا حرمة
 و فی الہندیۃ ولا تكون المرأۃ
 مظاہرۃ من زوجها عند محمد
 بیوی کا اپنے شوہر کو اپنے محرموں کے ساتھ تشبیہ
 دینا کلام لغو ہے اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔
 امام محمد کے نزدیک بیوی اپنے شوہر سے مظاہر

رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ والفتویٰ علیہ نہیں ہوتی۔ فتویٰ اسی پر ہے اور یہی صحیح
وہو الصحیح کما فی السراج الوہاج ہے۔

کتبہ عبد الواحد قادری مخزنہ خادم الانشاء اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈز

۲۳ صفحہ المظفر ۱۴۲۱ھ

شوہر کی عدم موجودگی میں چار سال کے بعد بچہ پیدا ہوا

۹۸۰ھ - طاہر حسین واجدگی، کیراؤف یونس واجدی بردوان (بنگال)
۱۸-۱-۱۴۲۲
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کلثوم کا شوہر محمد علی بسلسلہ
ملازمت پر دیس چلا گیا۔ دو سال کے بعد اسے واپس وطن لوٹنا تھا لیکن نیکری کے
آفیسروں نے ایسا چکر چلایا کہ وہ پانچ سال پورے ہونے پر وطن آسکا۔ ادھر محمد علی
کے پردیس جانے کے چوتھے سال میں کلثوم کو بچہ پیدا ہوا۔ بعض لوگ اس بچے کو ولد
المحرام کہتے ہیں اور بعض لوگ ثابت النسب کہتے ہیں۔ خود محمد علی شش و پنج میں ہے
کہ اس بچے کو کیا کرے۔ اور اس کی بیوی کلثوم اس پر حلال رہے یا حرام ہوگی۔ واضح
جواب دیکر شکر یہ کاموقع دیں نوازش ہوگی۔ طاہر حسین کیراؤف یونس پان دوکان
نوڈیہ مارکیٹ سن ریلے، اسسٹنٹ منیجر بردوان

۹۸۶ھ

الجواب

از روئے شرع شریف محل کی اقل مدت چھ ماہ اور اکثر مدت کامل دو سال
ہے کما فی سائر الکتب الفقہیۃ متوناً و شروحاً وہ بچہ محمد علی ہی کا ہے۔
اسے چاہئے کہ اپنے بچے کی صحیح پرورش کرے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الولد
للفراش وللعاهر الحجج" بچہ اس کا بچہ نا جس کا یعنی جس سے نکاح صحیح
ہوا، اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ یعنی بالفرض اگر وہ زنا کا چوزہ ہے تو زنا کار کے لئے
یہ فائدہ ہے۔ محمد علی مذکور اگر پچیس پچاس سال تک اپنی بیوی کلثوم مذکورہ سے
دور رہتا اور اس مدت میں اس کی بیوی کلثوم کو بچہ پیدا ہوتا تو عطاے رسول علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے مطابق اپنے باپ ہی کا کہلانا کیونکہ نکاح صحیح پچاس سال کے بعد بھی موجود ہے۔ شریعت مطہرہ نسب کی محافظت میں حد درجہ مبالغہ فرماتی ہے جبکہ عامۃ الناس کو اس کی پرواہ نہیں حالانکہ اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ واللہ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

نئی دلہن کے پاؤں کے دھون کا حکم

مسئلہ ۹۸۱۔ حاجی محمد رفیق گمان پارہ ماری بو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب نئی نوئی دلہن شوہر کے گھر آتی ہے تو گھر کی بوڑھی پڑائی عورتیں پانی سے بھرے لگن میں اس کو پاؤں رکھواتی ہیں، اور وہ مستعمل پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوا دیتی ہیں۔ کیا یہ ہندو رسم و رواج ہے یا مسلمانوں کے لئے بھی ایسا کرنا جائز و مباح ہے؟ - بینوا و توجروا

محمد رفیق گمان سکریٹری جامع مسجد
پارا ماری بوسورینام

۹۲ الجواب هوالمجیب الوہاب

یہ رسم ہندوں کا مذہبی شعار نہیں ہے اور جو کسی دوسری قوم کا شعار نہیں اور ہماری شریعت اسلامیہ میں اس کے کرنے کی ممانعت بھی نہیں وہ مباح و عفو ہے۔ صاحب دلائل قاہرہ مؤید ملت طاہرہ سیدنا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں ارقام فرماتے ہیں۔ ”دلہن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے“ ۵۹۵۔ اور اس پانی کو مستعمل کہنا بھی کلیتہً صحیح نہیں ہے کہ ممکن ہے دلہن با وضو ہو یا نا بالغ ہو، پھر یہ کہ پاؤں پانی میں ڈالا جانا از قبیل رسم و رواج یا از قبیل اعمال ہے نہ کہ از نوع عبادات و قربت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری - وارد حال جامع مسجد پاراماری بونہی نام

۵-۳-۱۹۸۷ء

مانع حمل دواؤں کا استعمال

۹۸۲ مسئلہ :- ممتاز، آلمیرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مانع حمل گولیوں یا ترکیبوں کا استعمال مسلمہ عورتوں کو جائز ہے یا نہیں؟ اور کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے اس کی شرعی اجازت مل سکتی ہے یا نہیں؟ ممتاز سبیل آلمیرہ

۹۸۶ الجواب

افزائش نسل منشاء قدرت ہے اور تکثیرات کے اسباب و وسائل اختیار کرنا نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چاہت لہذا مانع حمل گولیوں یا ترکیبوں کا استعمال مسلمہ عورتوں کو جائز نہیں اور نہ مردوں کو ایسی دوا و ترکیب کی اجازت ہے جس سے نسل کی تحدید ہو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے توذوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیمة (وفی روایة) الانبیاء یوم القیمة کثرت سے بچہ جننے والی اور خوب محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کرو۔ میں تمہاری کثرت سے قیامت کے دن دیگر امتوں پر اظہار غلبہ فرماؤں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اپنی امت کی کثرت ظاہر کروں گا۔ اس مشینی دور میں جبکہ دنیا کی ساری قومیں ایک رائے اور ایک زبان ہو کر اسلامی کردار و عمل کو دہشت گردی سے تعبیر کر رہی ہیں اور مسلمانوں کے نام نہاد سربراہان مملکت انہی قوموں کی چچہ گیری کر رہے ہیں، ایسی صورت حال میں امت مسلمہ کثرت کی محتاج ہے تاکہ وہ اجتماعی طور پر اسلامی کردار و عمل کا علی الاعلان مظاہرہ کر سکے اور دشمنوں کے مکرو فریب سے اپنی قوم کو بچا سکے۔ لہذا مسلمان عورت و مرد دونوں پر واجب ہے کہ مانع حمل گولیوں اور ترکیبوں سے اجتناب کریں کیونکہ

رضاعت صرف دودھ پینے والے یا دودھ پلانے والی (مرضعہ) اور اس کی جو ذریت متفرع ہوتی ہے ان کے اندر ہی مؤثر ہوتی ہے۔ بکر کے بھائی زید یا اس کی ذریات پر رضاعت بکر مؤثر نہیں لہذا زید کی شادی مرضعہ بکر کی بیٹی سے ہو سکتی ہے اگرچہ زید و بکر آپس میں حقیقی بھائی ہیں مگر اس مرضعہ بھوپھی سے زید کا کوئی رشتہ رضاعت نہیں۔ اور بھوپھی کی بیٹیوں سے نکاح حلال ہے۔ لقولہ تعالیٰ **وَاحِلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ**۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اللاعلیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ ۱۱/۷/۱۹۸۸ء

فوری دارالافتاء، ہالینڈ۔

یورپ کا پردہ

۹۸۴ھ۔ الفروع غازی۔ مغربی آسٹریٹوم

۱۹۹۲ء-۳-۹

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ یورپ کے اندر مسلمان عورتوں کا پردہ ایک عوامی مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ اگر کسی مسلمان ملک سے مسلم عورتیں برقعہ یا سر پر اوڑھنی کے ساتھ ان یورپین ممالک میں داخل ہوتی ہیں تو کتے اسے دیکھ کر بھونکتے ہیں اور اوباشوں کی نگاہیں ان خواتین کا تعاقب کرتی رہتی ہیں۔ پھر خواہ برقعہ پوش خواتین دادی، نانی کی عمر کی کیوں نہ ہوں جو ان لڑکے اس سے ٹکرانے کے شوق میں ان خواتین کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں اگر مسلم عورتیں ان ملک میں داخل ہونے کے بعد اپنا برقعہ یا اوڑھنی اپنے بیگ میں ڈال لیں تو کیا اس کا یہ عمل اسلامی شریعت کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ امید کہ تشفی بخش جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

حاجی الفروع غازی آسٹریٹوم اوسٹ، ہالینڈ۔

۹۲ الجواب۔ المجیب الوہاب

مسائل دینیہ شرعیہ جو مضمون و سبب ہیں ہوں ان پر زمان و مکان کے تغیرات

اور انسانیت سوز اخلاق ردیہ کے ان تجارت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ ان کی وجہ سے مسائل شرعیہ منصوصہ میں کوئی لچک پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ دیندار، فرمانبردار اور نیکو کار لوگوں پر عزیمت کی پابندیاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ ممالک مذکورہ میں وہی برقعے اور اوڑھنیاں کئی یورپین عورتوں کے لئے ہدایت کا سبب بن گئی ہیں۔ سچ فرمایا مولانا روم نے۔ ع۔ مہر شانہ نور و سگ عو عو کند۔ نکلتے ہوئے چاند کا کام نور بیزی ہے وہ نور بیزی و نور پاشی کرتا ہوا آسمان کے افق پر بلند ہو جاتا ہے اور چاندنی کی تاب نہ لا کر کتے بھونکتے رہ جاتے ہیں۔ احادیث مشہورہ مرفوعہ کے علاوہ قرآن پاک کی سورہ نور و احزاب کی متعدد آیات ربانی سے پردہ کی تاکید و اہمیت ثابت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ خیر القرون سے اب تک اسلام میں پردہ و حجاب کی خاص اہمیت رہی جسے فقہ کی زبان میں وجوب تعبیر کیا جاتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ قدس میں حاضر تھیں کہ اسی درمیان حضرت ابن مکتوم (جو نابینا تھے) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افعمیان انتما؟ الستما تبصرانہ (صحیحین) کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتیں؟ اس حدیث شریفہ سے ثابت ہوا کہ پردہ کے لئے صرف مردوں کو احتیاط کی ضرورت نہیں بلکہ عورتوں پر بھی احتیاط لازم ہے۔ کفار و شرکین اور ملحد و مرتدین اگرچہ احکامِ خداوندی کے عمل کی اہلیت نہیں رکھتے (باختلاف علماء) مگر شتر بے مہار کی طرح جس سر بیزی سے چاہتے ہیں چر چگ لینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں لیکن مسلمہ مومنین عورتوں پر تو احکامِ الہی عزوجل نافذ ہوتا ہے۔ تو ان ملکوں میں مسلم عورتوں ہی کو اس کا لحاظ و خیال رکھنا ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے (النور ۳۱)

قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يٰحُضُنَّ صَاحِبَاتِهِنَّ مِثْلًا مِّثْلًا لِّئَلَّا يَفْضَحْنَ مَعَهُنَّ وَجْهَهُنَّ وَيَحْفَضْنَ وَجْهَهُنَّ

اور مسلمان عورتوں سے کہئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

وَلَا يَدْرِيْنَ زَيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَالْبِضْرَيْنِ بِخَمْرِهِنَّ عَلَى جُوبِهِنَّ وَلَا يَدْرِيْنَ زَيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبَعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ بَعُولَتِهِنَّ.

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔ اور اپنی گریبانوں پر اپنی اور رھنیاں ڈالیں۔ اور اپنے سنگھار کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص کر اہل ایمان عورتوں کو شرمگاہوں سے پہلے آنکھوں کی حد و حفاظت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ عصمت و عفت کے مجروح ہونے کا سب سے مؤثر و بدترین ذریعہ آنکھیں ہیں۔ آنکھوں کے بعد فتنہ میں مبتلا کرنے والی وہ زینت و محاسن ہیں جو ان کے گرد و پیش کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں جن میں ان کا چہرہ مع لوازماتِ فتن اور گریبان کے اندر کا محسوس مد و جزبہ سرفہرست میں لہذا حکم ربانی ہوا کہ وہ اپنی زینتوں کو سوائے شوہر و آباء کے کسی اجنبی کے سامنے ظاہر نہ کریں اور اپنی گریبانوں پر اپنی اور رھنیاں ڈالے رہیں۔

قرآن کریم کے دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے۔ (الاحزاب ۵۹)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَا جَاءَكَ مِنْ بَنَاتِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ

اے نبی مکرم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے جسم پر اپنی چادریں لٹکالیا کریں۔

اس آیت کریمہ میں بجائے خمار (اور من دوپٹہ) کے جلاباب (قمیض یا چادر) کا حکم ہے۔ لغت عرب میں جلاباب اس کپڑے کو کہتے ہیں جو سر سے پاؤں تک سائے بدن کو ڈھانپ لے تو اس سے مراد وہ چادر بھی ہو سکتی ہے جو بزرگھنہ ہندو پاک میں عموماً عورتیں اوڑھ کر گھر سے نکلتی ہیں کہ اس سے سر بھی ڈھکا ہوتا ہے چہرہ کا اکثر حصہ بھی ڈھکا ہوتا ہے اور جسم کا نشیب و فراز بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

اور وہ قمیض بھی مراد ہو سکتی ہے جو مغرب، تونیشیا، مصر وغیرہ ممالک میں تھوڑے کے ساتھ عورت و مرد دونوں استعمال کرتے ہیں۔ اس قمیض کی گردن کے اوپر

تے کپڑے کا بھی اضافہ ہوتا ہے جو سر، کان اور چہرے کے کچھ حصے کو اچھی طرح ڈھانک لے۔ لمبائی میں گردن سے پاؤں کے ٹخنے تک اور چوڑائی میں ایسا کشادہ کہ جسم کا ریر ویم محسوس نہ ہو۔

پردہ سے متعلق تیسرا حکم قرآن پاک میں یہ ہے۔ (النور۔ ۶۰)

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي
لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ
جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ
مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ
يَسْتَغْفِنَنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔

بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی خواہش نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے (خمار و جلباب) اُتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔ پھر بھی اگر وہ احتیاط کریں تو ان کے لئے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سنے جاننے والا ہے۔

آیہ مذکورہ میں ان عورتوں کو پردہ کی پابندیوں سے رخصت دی گئی ہے جو سن ایسا (حیض) کا زمانہ ختم ہو چکا ہو یا انہیں نکاح کی کچھ بھی رغبت و خواہش نہ ہو بعض علماء مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں وہ بوڑھی، اگر یہ صورت عورتیں مراد ہیں جنہیں مرد دیکھیں تو کراہت محسوس کریں۔ ایسی عورتوں کو رخصت دی گئی کہ اگر وہ گھر سے باہر نکلیں تو ان کے لئے برقعہ، چادر مخصوص نہیں یا اس اور طہن کی ضرورت نہیں ہے جو پردہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ تاہم اگر وہ احتیاط سے رہیں یعنی اور یا اور طہن کے ساتھ نکلیں تو وہ ان کے لئے بہت بہتر ہے۔

مذکورہ آیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے پردہ سے متعلق تین باتیں سامنے آئیں
خمار یا جلباب کا استعمال یا ان دونوں سے رخصت، اور اس کی غرض و غایت
ہر حال عصمت و عفت کی حفاظت اور حدود الہیہ کی پابندی ہے۔ نسوانی زندگی
کی تین احوال سے خالی نہیں۔ بلوغیت سے پہلے کا زمانہ، بلوغیت کا زمانہ، اور بلوغیت
کے بعد ایسا کا زمانہ۔ بلوغیت کے زمانہ میں قدم رکھنے سے پہلے نوع نسوان کو
ارک پابندی اس کا عادی ہو جانا چاہئے۔ اور بلوغیت میں قدم رکھنے کے بعد سے سن ایسا

کا زمانہ آنے تک جلابیب کے ذریعہ اپنے حسن و جمال اس ثروتِ خدا داد کی حفاظت کرنی چاہئے جو صنفِ نازک کے لئے سرمایہٴ افتخار ہے۔ پھر خاص صورتوں میں سن ایس سے لیکر قبر میں جانے تک اگرچہ جامہائے حجاب کی پابندی ان پر ضروری نہیں مگر رخصت پر عزیمت کی برتری و فضیلت کی ترغیب دیتے ہوئے انہیں بھی احتیاط سے زندگی گزارنے کا سبق دیا گیا ہے۔ پس پردہ کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر مسلم خواتین کو اسے لازم پکڑنا چاہئے اور اپنی عزت و احترام کا آپ خیال کرنا چاہئے۔ یورپ و امریکہ میں اس وقت عورتوں کو مردوں نے کتوں اور بندروں سے زیادہ بے ستری کے ساتھ زندگی گزارنے کا خوگر بنا دیا ہے۔ خود کلبوں اور تفریح گاہوں میں فل پینٹ اور شرٹ و کوٹ کے ساتھ مرد بیٹھتے ہیں جبکہ انہی پہلو میں انکی ماں بیٹیاں عریاں اور تقریباً مادر زاد ہوتی ہیں، تماشہ دکھلانے والے مرد شرٹ اور فل پینٹ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جبکہ انہی کے ساتھ تھڑکنے والی عورتیں مادر زادنگی ہوتی ہیں۔ اسی حیوانیت کا نام یہاں آزاد کی نسواں رکھا گیا ہے۔ ایسے حالات میں مسلم عورتوں کو ان سے سبق لینا چاہئے کہ مبادا ان کی نام نہاد آزاد کی نسواں کے پتھر سے ان کی عفت و عصمت کا شیشہ چور چور نہ ہو جائے اور وہ خدائے جبار وقتہار کی گرفت میں نہ آجائیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ وایاھن۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ قادم امور شرعیہ ور لڈ اسلامک مشن

نیدرلینڈ ۲/۹/۱۹۹۲ء

شہیدوں کی شہادت میں نکاح

۹۸۵ھ: (مولانا) عبدالغفار نورانی۔ دکنی ہیک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جو واقعہ مشہور ہے کہ دو مجاہد کو دشمنوں نے گھولتے ہوئے گرم تیل میں ڈال دیا پھر اس کے ساتھ کسی اجنبی کے لیکر دشمن کے ملک سے نکل گئے تو وہی شہداء نمودار ہوئے تو انہوں نے اس اجنبی کا

نکاح اپنے ساتھی کے ساتھ باندھ دیا اور غائب ہو گئے، کیا ایسے نکاح از روئے شرع منعقد ہو سکتے ہیں؟

سائل: عبدالغفار نورانی
سکرٹری جنرل مجلس علماء انڈیا ریڈ

بَعُونِ الْعَلِيمِ الْوَهَابِ

نکاح کے صحیح و منعقد ہونے کے لئے ایجاب و قبول اور حضور شاہدین شرط ہیں اور شاہد کے لئے مسلم عاقل بالغ آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ حضور مکانی اور مکلف ہونے کی بھی شرط ہے۔ در مختار اور البحر وغیرہما کتب فقہیہ معتدہ میں ہے ینعقد با ایجاب و قبول و شرطہ حضور شاہدین حرّین احرّ و حرّتین مکلفین سامعین قولہما فقہاء کرام نے اللہ تبارک و تعالیٰ اور فرشتوں کی شہادت میں نکاح کو نہ صرف صحیح و غیر منعقد فرمایا بلکہ شرع شریف کو پُر مذاق بنانے کی وجہ سے اسے کفر قرار دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت ہر شے اور ہر جگہ کو محیط ہے وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ فرشتے جب چاہیں جہاں چاہیں حاضر ہو سکتے ہیں۔ وہ ہمارے کلام کو سنتے، ہمارے عملوں کو دیکھتے ہیں یَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ط۔ نیز ان کی شہادت میں نکاح صحیح نہیں کیونکہ تکالیف شرعیہ کے وہ حامل نہیں۔ ان پر حضور شاہدین کا اطلاق صحیح ہے تو حضرات شہداء کرام کی حیات اگرچہ نصوص شرعیہ لغویہ سے ثابت ہے جس کا انکار بشرط عقل و شعور کوئی مدعی اسلام نہیں کر سکتا۔ مگر عند الشرع یہ بھی مسلم ہے کہ ذائقہ موت چمک لینے کے بعد وہ تکالیف شرعیہ سے ادا ہو جاتے ہیں تو جو شاہد مکلف ہی نہ ہو اس کی شہادت میں نکاح کیونکر صحیح منعقد ہو سکتا ہے۔ جن کتابچوں میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے وہ صرف حکایت ایت ہے جو ہماری شریعت طاہرہ مطہرہ کی بنیاد و سند نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ ۲۲/مئی ۱۹۰۶ء - ۳ - ۱۹۲۰ء

خادم الاقنای مجلس علماء انڈیا ریڈ۔

نکاح کی شرعی حیثیت

۹۸۶ مسئلہ :- تشکیل احمد لطیف۔ آمسٹرڈم

۱۹-۳-۱۳۰۸ھ

حضرات علماء کرام سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ قرآن و حدیث میں اسلامی نکاح کے بارے میں کیا تفصیل ہے؟ اسلامی نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے بیان کیجئے۔ بغیر نکاح کے عورت و مرد کا ایک ساتھ رہنا اسلامی لحاظ سے کیوں ممنوع ہے؟

تشکیل احمد مسجد الکریم، آمسٹرڈم

۹۸۶ الجواب بعون الملک الوہاب

قدرت نے مرد و عورت میں افزائش نسل کے لئے جو شہوانی قوت و دیعت فرمائی ہے اس کو بجا طور پر استعمال کرنے کے لئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نکاح جیسی نعمت عطا فرمائی: "فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ" (الآیۃ) کتاب سنت میں نکاح کے تعلق سے کافی وافی تفصیل موجود ہے لیکن مسائل کس طرح کی تفصیل چاہتا ہے وہ سوال نامہ میں واضح نہیں ہے یعنی فضائل نکاح سے متعلق یا نکاح کی اہمیت سے متعلق یا اس کے محللات و محرمات سے متعلق یا نکاح کی صحت و عدم صحت سے متعلق وغیرہ

ویسے اسلامی نکاح شاہدین کی موجودگی میں اس ایجاب و قبول کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان ہو اسی لئے یہ ایک عبادت کے علاوہ معاہدہ و معاملہ بھی کہ اس میں حضور شاہدین اور ایجاب و قبول شرط اور کن ہیں "و شرطہ عند حضور الشاہدین و اما رکنہ فالایجاب و القبول کذا فی الہندیۃ الکافی".

نکاح بعض حالات میں فرض، بعض میں سنت، اور بعض میں حرام و مکروہ مثلاً شہوت کی زیادتی ہو اور زیادتی جوش کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تو نکاح کرنا فرض ہے۔ سکون و اطمینان کی حالت میں جبکہ حقوق زوجیت ادا کر

داخلی و خارجی صلاحیت موجود ہو تو نکاح کرنا سنت ہے۔ نامردوں اور بھڑوں کو جو وظیفہ زوجیت کے قابل نہ ہوں نکاح کرنا حرام ہے "لاضرر ولاضرار فی الاسلام" اور جو بیوی کے نان و نفقہ کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا یا ظلم زیادتی کا اندیشہ ہو اسے نکاح کرنا مکروہ ہے۔ لاق کسوتھا و نفقہا و سکینہا علیہ" ایسوں کو شرع مطہر نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ غلط اقدام سے بچ سکے۔

نکاح ایسی عبادت ہے جسکی ابتداء انسان اول حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام ہی سے ہوئی اور قرب قیامت تک رہے گی۔ نکاح ہی سے نسل انسانی کی بقا ہے، یہی صالحین، عابدین اور ذاکرین وغیر ہم کی پیدائش کا ذریعہ ہے اسی لئے علمائے احناف کے نزدیک نکاح نفعی عبادت سے بہتر ہے۔

بے نکاح کے جو چوزے برآمد ہوتے ہیں وہ شرافت نسب سے دور مہجور ہوتے ہیں انہیں آدمی گردانا آدمیت کی توہین ہے۔ فلہذا اشاد ہوا "الولد للفراش وللعاهر للحبس" شرافت نسب اور عظمت آدمیت کو برقرار رکھنے کے لئے نکاح صحیح لازمی و لاپذیر ہے۔ اور نکاح صحیح کے لئے ان ارکان و شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے جو صحت نکاح کے لئے شرع شریف نے وضع فرمایا مثلاً عورت کسی اور کی منکوحہ نہ ہو، از قسم محرمات نبی نہ ہو، از قسم محرمات رضاعی نہ ہو، از قسم محرمات مشرکہ و کافرہ و مرتدہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ مہر و نکاح کے ذریعہ عورت و مرد کو ساتھ رہنے کا حکم دیتا ہے تاکہ فتنہ فساد کا سدباب ہو سکے۔ "أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ" پھر کسی مسلمان کو یہ کب زیب دیتا ہے کہ وہ بے نکاح شرعی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہے۔ ایک ساتھ (SAMEN WONEN) زندگی گزارے..... بالقرض اگر کوئی مسلمان کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ یا کوئی مسلمہ عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ یا کوئی مسلمان کسی مسلمہ و غیر مسلم مرد کے ساتھ یا کوئی مسلمہ عورت کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ عورت کے

ساتھ زن و شوہر کی طرح زندگی گزارے (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ عند الشرح حرام کار سخت و شدید گنہگار لعنت و وجہاں میں گرفتار اور مستحقین عذاب نار ہے۔ قال تعالیٰ " وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى۔"

نکاح کرنا انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے جس سے بے وجہ شرعی امراض کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں اور بے نکاح کے ایک ساتھ عورت و مرد کا رہنا اس سنت جلیلہ بلکہ شعار انسانیت کو مٹانا ہے جسکے لئے سخت وعیدیں ارشاد ہوئیں النَّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ پھر نکاح چونکہ نسل انسانی کی محافظت کا واحد ذریعہ ہے جو صالحین، متقین اور انسانیت پسند سماج میں ابن آدم تا ایں دم جاری و ساری ہے لہذا اس کے خلاف کسی اجنبی مرد کا کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ بے نکاح کے رہنا حیوانیت کو پروان چڑھانا اور انسانیت کی نسل کشی ہے۔ اسلئے اسلامی شریعت نے ان طریقوں کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے اور اسے زنا و فواحش وغیرہ سے تعبیر کیا ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَمَاءً سَبِيلاً الْقُرْآنِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَرَسُولُهُ الْأَعْلَى اعْلَمْ وَصَلَّى اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

خادم الافق، جامعہ مدینۃ الاسلام دکن ہنگ

شادی کے موقع پر بیاہا گیا

۹۸۶ مسئلہ۔۔۔ عباس علی واجد دی

۱۹۹۹-۱۰-۲۲ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شادی بیاہ کا اعلان دو کے ذریعہ کرنے کی اجازت ہے "اعلنوا النکاح بالذف" تو کیا شادی بیاہ کی محفل (محفل رتجگاہ، محفل نکاح خوانی، محفل بارات) میں میوزک و محفل

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا زید کی امامت میں کوئی خرابی تو نہیں آئی؟ اور زید لائق امامت نہ پایا نہیں؟ خلاصہ جواب سے نوازیں۔

المستفتی (مولانا) منصور عالم واجد کی تحطیب مسجد الرضا ہیکروم سوئزرلینڈ

۹۸۶ الجواب

زید ہوا وہوس کے صید نے اپنے بیٹوں کو جس رقم کے عوض بیچا وہ رقم خبیث و ناجائز ہے۔ اس رشوت کے سبب زید گنہگار مستحق عذاب نار ہوا "الترامشی والمرتشی کلہما فی النار" شادی کے موقع پر دولہا کے سر پرستوں کو سلامی کے نام پر تیلک کے نام یا دیگر اخراجات کے نام پر کچھ نقدی دینا حرام ہے لینا دینا دونوں حرام ہے۔ لقولہ تعالیٰ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ زید مذکور کی امامت اس وقت تک ناجائز ہے جب تک وہ لی گئی رقم واپس نہ کرے اور توبہ نہ کرے۔ توبہ سے پہلے جتنی نمازیں اسکے پیچھے پڑھی جائیں گی یا پڑھی گئیں وہ سب واجب الاعدہ ہیں۔ اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ واللہ اعلم

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۱ اگست ۱۹۸۶ء

سَامَنُ وُؤُنْ اَوْر مَعْنَدَهْ كَانْكَاحْ

۹۸۹ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی و مفتیان ربانی اس مسئلہ میں کہ بالینڈ کے اندر مسلمانوں کے ماحول میں نکاح و طلاق کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اسی لئے نکاح و طلاق دونوں کی کثرت ہے۔ معدودے چند ہی مسلمان مرد و عورت ایسے ہیں جو نکاح کو حدود الہی یا اسلامی عہد سمجھ کر پوری زندگی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ منکوہہ عورتیں شوہر کے ہوتے ہوئے تنہا یا دوستوں کے ساتھ زندگی گزارنے کو عار نہیں سمجھتیں۔ حکومت اور بعض تنظیمیں بھی ایسی عورتوں کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اپنے نکاح اول کے ہوتے ہوئے کسی دوسری نکاح

کر لیتی ہیں اور آزادانہ زندگی گزارتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی میاں جی کسی غیر مطلقہ عورت کا نکاح پڑھادے، یا عدت کے پورے ایام گزرنے سے پہلے نکاح پڑھادے اور منع کرنے پر میاں جی کا یہ جواب ہو کہ بھائی وہ زنا میں مبتلا ہو چکی تھی تو کیوں نہ نکاح پڑھادیا جائے تاکہ نکاح کے بعد زنا سے بچ جائے۔ کیا اس میاں جی کو امام بنانا اس سے میلاد پڑھوانا، نکاح کا قاضی بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

محمد شریف دین بوس

۸۶۷ الجواب — هو الہادی الی الصواب

عورت و مرد کا بغیر نکاح شرعی کے ایک ساتھ رہنا (سامن ونون SAMEN WONON) جیسا کہ الینڈ میں اس کی قانونی اجازت ہے۔ وہ شریعت اسلامی کے نزدیک حرام حرام اشد حرام نہایت بد انجام ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا فرض ہے۔ منکوحہ عورتیں مسلمانوں پر حرام ہیں "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ" مسلمانوں کو بیک وقت ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں کہ نسل انسانی کی محافظت نہیں ہو سکے گی۔ یعنی ایک بوتل مشروب کو کئی گلاسوں میں رکھنے کے بعد بھی وہ ایک مشروب رہے گا۔ لیکن چند طرح کے بوتلوں کے مشروب کو ایک گلاس میں رکھنے کے بعد امتیاز ناممکن ہو جائے گا اور اب وہ کسی ایک بوتل کی طرف منسوب نہ ہو سکے گا اس طرح نسل انسانی محرومیت نسب کا شکار ہو جائے گی جس کو اسلام پسند نہیں کرتا۔

..... میاں جی مذکور فی السؤال کی اسلام فروشی اور منع کرنے پر محبتوں پر وہ پوشی نہایت افسوس ناک ہے۔ اس نے زنا کارہ مذکورہ کو زنا سے بچایا نہیں بلکہ معاذ اللہ زنا کرنے اور زنا کرنے والی کو بچی سند دیدی جب تک وہ دونوں ساتھ رہیں گے میاں جی مذکور ان دونوں کے زنا میں شریک رہیں گے۔ بلکہ دونوں کے زنا کا مشترکہ گناہ میاں جی کے سر چڑھتا رہے گا اور وہ دونوں بھی اس گناہ سے بچ نہیں سکیں گے اگر میاں جی نے غیر مطلقہ یا معتدہ کا نکاح ایام عدت کے اندر حلال و جائز سمجھ کر کر دیا تو حرام قطعی (لَا تَعْزِمُوا عَقْدَ النِّكَاحِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ)

کو حلال جاننے کی وجہ سے وہ دین اسلام سے خارج ہو کر کفر کی حدوں میں داخل ہو گیا کفر سے توبہ کرنا اور کلمہ اسلام پڑھ کر اسلام میں داخل ہونا فرض ہے، اگر وہ بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ جب تک توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ ہو جائیں اسکی امامت، میلاد خواتی وغیرہ سب حرام ہے اس سے مسلمانوں کو قطع تعلق لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالولجد قادری غفرلہ، ستمبر ۱۹۸۷ء

لوزی دارالافتاء

حضانت (بچوں کی پرورش)

۹۹۰ مسئلہ :- محمد ایوب جہانگیر، آسٹریڈم

۱۳۲۲۵-۴-۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ چھ سات ماہ قبل میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا۔ مطلقہ کے بطن سے میرے دو بیٹے ہیں، ایک کی عمر نو سال اور دوسرے کی عمر ایک سال چھ ماہ ہے۔ اب وہ اپنے بچوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے یہاں رہتی ہے۔ لیکن میری مطلقہ اور اس کے باپ ماں مجھے اپنے بیٹوں سے ملنے نہیں دیتے حالانکہ میں اپنے بچوں کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوں۔ کیا بچوں پر صرف اس کی ماں اور نانا نانی کا حق ہے میرا کوئی حق نہیں ہے؟ اگر ہے تو مجھے از روئے شریعت بچے دلوانے کی کوشش کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ مجھے میرے بچے کب تک ملیں گے؟

سائل :- محمد ایوب ولد عبدالکریم جہانگیر۔ برون سٹراٹ، آسٹریڈم

۹۲ الجواب بعون المجیب الوہاب

از روئے شرع شریف معنی بہ قول کے مطابق سات سال کی عمر تک بچے اپنی ماں کے زیر پرورش رکھے جائیں گے۔ بشرطیکہ بچہ کی ماں بچہ کے کسی اجنبی سے اس درمیان نکاح نہ کرے جیسا در مختار و رد المحتار میں ہے۔ والامرا حق بالفلام حتی یستغنی عن النساء وقد ربسبع وبہ یعنی "بچہ کی عمر سات سال ہو جانے کے بعد اس

باپ کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے بچہ کو اپنی تحویل میں لیکر اسکے نفقہ و سکنی اور تعلیم و تربیت کا اسلامی طور پر مناسب نظم کرے۔ رد المحتار ہی میں فتح القدیر سے ہے یجبیر الاب علی اخذ الولد بعد استغناؤه عن الامر۔ بچہ کی عمر سات سال ہو جانے کے بعد اگر اس کا باپ اسکی ذمہ داری قبول نہ کرے تو حکومت (قاضی شرع) یا برادری کی پنچائت اسے مجبور کرے گی کہ اس بچہ کو اسلامی طریق پر اپنے پاس رکھے۔

سات سال عمر ہو جانے کے بعد اگر بچہ کی ماں یا نانا نانی یا کوئی بھی رشتہ دار اسے اس کے باپ سے نہیں ملنے دے یا اسے اس کے باپ کے حوالہ کرنے سے انکار کرے تو یہ سراسر ظلم و زیادتی، لعنت الہی کا سبب اور خلاف شرع اقدام ہے جس سے مدعی اسلام کو بچنا لازم ہے۔

بچہ خواہ سات سال کی عمر کا ہو یا کم و بیش کا، اس کے دیکھنے سے اس کے باپ ماں کو روکنا لعنت کا سبب اور شرعاً ظلم و حرام بہت ہی بد انجام ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ”مَنْ اَذَى مَسْلِمًا فَقَدْ اَذَانِي وَمَنْ اَذَانِي فَقَدْ اَذَى اللّٰه“ (رواہ الطبرانی فی الاوسط) وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى تَعَالَى عَلِيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ“ ماں باپ سے اس کی اولاد میں جدائی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ ان وعیدوں کے پیش نظر مطلقہ مذکورہ اور اس کے والدین وہی خواہان کو چاہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق ایوب مذکور کے جس بچہ کی عمر سات سال ہو چکی ہے اسے ایوب کے حوالہ کر کے اپنے آپ کو خدائے ذوالجلال اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی و لعنت سے بچائیں اور جس بچہ کی عمر بھی سات سال سے کم ہے اس کو دیکھنے اور اس سے ملنے جلنے کے لئے وقت اور ایام مقرر کر دیں۔ ساتھ ہی ساتھ محمد ایوب مذکور کو یہ دینی نصیحت کی جاتی ہے کہ جب اسے بڑا بڑا کا جسکی عمر سات سال سے زیادہ ہو چکی ہے، مل جائے تو اس کی ماں اور قریبی رشتہ داروں کو اس سے ملنے جلنے یا اس کے دیکھنے پر پابندی عائد نہ کرے۔ بلکہ ہفتہ میں دو ایک بار ملنے جلنے کی اجازت دیکر اپنے آپ کو لعنت الہیہ سے بچائے۔ عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ

صلى الله تعالى عليه وسلم لعنة الله من فرق بين الوالدات و
ولدها (ابن ماجه) - والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء نیدرلینڈ

۲ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

ڈبل سوشل لیتا

۹۹۱ مسئلہ :- مولانا عبد الغفار سکرٹیری مجلس علماء نیدرلینڈ

۲-۲-۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص سوشل دینت
کے پاس جا کر کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ نہیں ہوں اسلئے مجھے سوشل علیحدہ
ملنا چاہئے چنانچہ اس کا سوشل (وظیفہ بے روزگاری) علیحدہ اسے ملنے لگتا ہے اور کبھی
یہی بات عورت جا کر کہتی ہے کیا ایسی صورت میں ان دونوں کے نکاح پر کوئی شرعی
اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے اس کا وہ پیسہ لینا کیسا
ہے؟ مجلس علماء نیدرلینڈ

۹۹۲ الجواب بعون العليم الوهاب

کسی کورٹ، کچہری یا دفتر میں جا کر یہ کہہ دینا کہ "میں اپنی بیوی کے ساتھ نہیں رہتا
ہوں" ہم دونوں الگ الگ رہتے ہیں" حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے یعنی وہ
دونوں زن و شو ساتھ رہتے ہیں اور زن و شو کے تعلقات بھی بحال ہیں، صرف
زر و وظیفہ کو المصاعف کرنے کے لئے اس قسم کی خلاف شرع حرکتوں کا ارتکاب عمداً
کرتے ہیں۔ کچہری میں یا کسی دفتر میں غلط بیانی کی وجہ سے ان دونوں کے نکاح میں
تو کوئی فرق نہیں آئے گا کیونکہ وہ جملے طلاق کے کسی باب سے متعلق نہیں ہیں۔ اگرچہ
دفتر والوں یا دیگر سامعین نے اس سے یہی سمجھا ہو کہ یہ دونوں میاں بیوی آپس میں
اجنبی ہو چکے ہیں۔ ہاں وہ جھوٹ اور دھوکہ دہی کا مرتکب ضرور ہوا جس کی وجہ سے اس پر
توبہ لازم ہے۔ اور دھوکہ دیکر دو وظیفہ الگ الگ حاصل کرنا ناجائز و حرام ہوا، لہذا وہ

مال عند الشرع مالِ خبیث ہے جس کو نہ اپنی ذات پر خرچ کر سکتے ہیں نہ کسی کا خیر میں بلکہ اس کو لوٹا دینا واجب ہے۔ دھوکہ خواہ مسلم کو دیا جائے یا غیر مسلم کو حرام ہے۔

مَنْ عَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (الحديث) واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء زیدریینڈہ

۲/۲، ۱۲۲۲ھ

مہر کی ادائیگی میں امتداد زمانہ کا اثر

مسئلہ ۹۹۲۔ نثار علی بسنو۔ آمسٹرڈم، ہالینڈ

۱۸-۱۱-۸۵۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بطریق شرع اسلامی ۱۹۳۷ء میں ایک سو پچیس گلوڈر کے ہوا جو اُس وقت کا رائج الوقت سکہ تھا۔ لیکن یہ مہر معجل نہیں تھا اس لئے اسی وقت ادا نہیں کیا گیا بلکہ مہر مؤجل تھا اور اب زید ۱۹۸۵ء میں اس مہر کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے۔ دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ آج ایک سو پچیس گلوڈر دیدینے سے مہر کی ادائیگی ہو جائے گی یا ۱۹۳۷ء میں اُن نوٹوں کی جو قانونی قیمت تھی (مثلاً ایک گلوڈر پانچ سینٹ پر گرام سونا تھا اور اب وہی سونا نو گلوڈر پچیس سینٹ پر گرام ہے) اُس قیمت کا لحاظ کرتے ہوئے مہر کی ادائیگی کی جائے گی۔ نثار علی، اسلامک کالج بریڈ فورڈ وارڈ حال آمسٹرڈم

۹۲۶ الحیوادم بعون العلام الوہاب

نوٹوں کی حیثیت ثمن حقیقی و خلقی کی نہیں بلکہ زراعتی و مثلی کی ہے جیسا کہ امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ الغنی نے اپنے فتاویٰ العطا یا النبویہ میں فرمایا۔

سلعة باصلہ لانہ قرطاس و ثمن بالاصطلاح
نوٹ اصل میں ایک متاع ہے اسلئے کہ وہ ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے اور ثمن اصطلاحی ہے۔

اور فقہاء اسلام کے نزدیک اشیاء مثلی میں اگر کوئی کمی و نقص پیدا ہو جائے تو

اس کی تلافی ضروری ہے..... پچاس سال کے زمانہ مدیدہ اور حوادث متنوعہ نے نوٹوں کی قیمت یقیناً کم کر دی جو زر مثلی کا نقصان و عیب ہے۔ ہدایہ میں ہے کل ما اوجب نقصان الثمن تاجروں کی نگاہ میں جو صورتیں نقصان ثمن فی عادیۃ التجار فہو عیب کا باعث ہوں وہ عیب ہیں۔

اور عیب کا ازالہ عند الشرع مطلوب (لاضرر ولاضرر فی الاسلام) لہذا حقوق نسواں کی محافظت اسی میں ہے کہ عقد نکاح کے وقت کرنسی کی جو قیمت تھی مثلاً ایک گلڈر پانچ سینٹ پر گرام سونا تھا اسی قیمت کا لحاظ کرتے ہوئے آج تقریباً ایک سو اسی گرام سونا یا اس کی موجودہ قیمت مہر مذکور میں ادا کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد آمستردم ۱۸-۱۱-۶۸۵

مہر میں کاغذی کرنسی کو چاندی سونا کی مقدار میں متعین کرنا

۹۹۳ مسئلہ: محمد عمران آمستردام

۱۲-۱۱-۱۹۸۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت جو مہر سکہ رائج الوقت کاغذی کرنسی میں مقرر ہوتا ہے اگر وہ مہر مؤجل ہو تو اس مہر کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے اسے چاندی یا سونا میں متعین کر لینا درست ہو گا یا نہیں؟ تاکہ ادائیگی کے وقت فریقین میں سے کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔

عمران چندو آمستردم (جنوب مشرق) ہالینڈ

۸۶

بعون القلام الوہاب

کرنسی نوٹوں میں مہر کا تقرر جائز و درست ہے کہ وہ مال مقوم ہے کما فی فتاویٰ الرضویۃ لیکن کرنسی نوٹوں کی قدر و قیمت ملکی معاشی و اقتصادی حالات کے بدلنے سے عموماً تغیر پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اگر مدت گزر جانے یا حالات بدل جانے کے بعد کرنسی نوٹوں کی قدر و قیمت میں کمی آگئی تو اسی کرنسی نوٹوں میں مہر کی ادائیگی

کرنے پر حقوق نسواں کا استحصال ممکن ہے۔۔۔ لہذا عورتوں کے حقوق کا صحیح تحفظ اس طریقہ کار میں زیادہ ممکن ہے کہ عقد نکاح کے وقت مہر کی کرنسی نوٹوں کی قیمت کے مقابل سونا یا چاندی کے مقدار کا تعین کر لیا جائے۔ شرعاً اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی بلکہ حالات کے اعتبار سے مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ لوزی مسجد ۱۲ نومبر ۱۹۸۵ء

ٹیوب کے ذریعہ اولاد کا حصول اور اس کا نسب

۹۹۲ مسئلہ - مولانا حافظ محمد صدیق نعیمی دی ہیگ

۲۱-۱۲-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان ذی احتشام اس مسئلہ میں کہ آجکل ڈاکٹروں نے انسانی افزائش نسل کے لئے ایک ٹیوب ایجاد کیا ہے جو ڈاکٹروں اور سائنسدانوں کی مشترکہ کامیاب کوشش ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مرد اور عورت کے مادہ منویہ کو حاصل کر کے ایک ٹیوب میں کچھ دنوں کے لئے رکھتے ہیں اور جب اس مشترک جوہر تولید میں حیات کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں تو اس مشترک جوہر منویہ کو عورت کے رحم میں منتقل کر دیتے ہیں جہاں اسکی حسب معمول تدریجاً پرورش ہوتی ہے اور وقت مقرر پر اس کی پیدائش بھی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس ترکیبی عمل کی فی الحال تین چار کارآمد اور کامیاب شکلیں ہیں جس سے بے اختلاف مذہب و ملت لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

کارآمد شکلوں کا اجمالی حال یہ ہے

۱۔ دو اجنبی عورت و مرد کا مادہ تولید حاصل کر کے چند دنوں کے لئے ٹیسٹ ٹیوب میں رکھتے ہیں اور جب اس میں حیات کی رتق پیدا ہو جاتی ہے تو اس مادہ تولید کو تیسری اجنبی عورت کے رحم میں داخل کر دیتے ہیں جہاں اسکی قدرتی طور پر تدریجی پرورش ہوتی ہے۔

۲۔ دو اجنبی مرد و عورت کا مادہ تولید لیکر ٹیسٹ کرنے کے بعد اس مادہ میں

حیات کی رتی لینے کی صلاحیت ہے یا نہیں؟ اگر صلاحیت ہے تو اسے کسی منکوحہ عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جہاں سے مطلوبہ پرورش ہونے کے بعد اسکی قدرتی طور پر پیدائش ہوتی ہے۔

۳ کسی اجنبی مرد کا مادہ منویہ ٹیسٹ کے بعد منکوحہ عورت کے بیضۃ المانی کے ساتھ ملا کر (دونوں کے مادہ منویہ کو بغیر کسی ٹیوب میں رکھے اور بغیر رتی حیات کے انتظار کے) منکوحہ عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جہاں سے قدرتی پرورش کے بعد وقت مقرر پر نومولود کی ولادت ہوتی ہے۔

۴ منکوحہ عورت و مرد کا بیضۃ المانی اور مادہ منویہ حاصل کر کے ٹیوب میں رکھا جاتا ہے۔ اور کارآمد ہونے کی صورت میں اسی مختلط مادہ کو منکوحہ عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جہاں سے آٹھ نو مہینے پر پرورش پانے کے بعد بچہ کی ولادت ہوتی ہے۔

۵ منکوحہ عورت و مرد کا مادہ تولید ٹیوب میں چند دنوں کے لئے ٹیسٹ کی غرض سے رکھا جاتا ہے اور جب اس میں حیات کی نمود ظاہر ہو جاتی ہے تو کسی تیسری عورت کے رحم میں اسے رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر آٹھ نو مہینے تک اس عورت کو مذکورہ عورت و مرد کی طرف سے طے شدہ اجرت دی جاتی ہے پھر بچہ جن دینے کے بعد وہ تیسری عورت اس بچہ سے لائق ہو جاتی ہے اور اس بچہ کی کفالت مذکورہ عورت و مرد کے اوپر آ جاتی ہے۔ اس طرح وہ بچہ اسی منکوحہ عورت و مرد کا مشہور ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح کچھ اور بھی شکلیں ہیں)

سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ (ٹیسٹ ٹیوب) کے ذریعہ اولاد کا حصول شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ صورت مذکورہ میں نومولود کا نسب کس سے متعلق ہوگا؟ نیز حرمت نکاح کی کیا صورتیں ہوں گی؟؟؟ بینوا و توجروا

المستفتی: محمد صدیق نعیمی

خطیب و مدرس اشاعت الاسلام، دی ہیگ، الینڈ

۹۲ الجواب بعون اللہ العالیٰ
 مذکور فی السؤال ٹیوب کے ذریعہ تولیدی علاج و معالجہ میں کسی طرح کی قباحتیں اور شرم و حیا کے خلاف جراتیں ہیں۔ جو نظافتِ شرع کے خلاف ہیں۔ مگر بحالتِ حاجت و ضرورت شرع مطہر نے علاج و معالجہ کے سلسلہ میں اُمت کو رعایتیں دی ہیں۔ مثلاً دفع ضعف وغیرہ کی صورت میں سقنہ (ہر وہ دوا جو مریض کے مقعد (پاخانہ کا مقام) سے پیٹ صاف کرنے کی غرض سے چڑھائی جائے) کی اجازت کتب فقہ میں موجود ہے۔ یا کسی مہلک بیماری کا اندیشہ قویہ ہو تو اس کی جانچ کے لئے عضو مخصوص کی بے ستری کی اجازت ہے۔ لہذا عند الضرورة بلکہ اگر حاجتِ داعیہ بھی ہو تو ٹیسٹ ٹیوب مذکور کے ذریعہ علاج کرانے اور اولاد حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے جبکہ اپنے ہی مادہ تولید سے بچہ حاصل کیا جائے۔

یہ سوال کہ نومولود کا نسب کس سے متعلق ہوگا؟ خاصاً تفصیل طلب ہے۔ جس کو مختصراً یوں سمیٹا جاسکتا ہے کہ پہلی شکل میں نومولود کا نسب اجنبیہ عورت و مرد میں سے کسی کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ شرع شریف میں غیر حلال طریقہ سے جس کھیتی کو سیراب کیا گیا ہو اس پانی کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں ہے (کما جاء فی الحدیث الشریف) اسی لئے زنا کے پانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں پہلی ہی شکل میں تیسری عورت جس کے رحم میں نومولود کی پرورش ہوئی اور اسی تیسری عورت سے نومولود کو جنم دیا وہ نومولود کی شرعی ماں ہے۔ لقولہ تعالیٰ "إِنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا الْآلِیُّ وَوَلَدٌ فَهُمْ" لیکن محرماتِ نکاح میں چونکہ محرماتِ صہرہ کو بھی شرع نے شمار فرمایا ہے۔ اسلئے مذکورہ فی السؤال اجنبیہ عورت و مرد اور اس کے نسب سے بھی محرماتِ نکاح کا ثبوت ہوگا۔۔

دوسری شکل میں بھی اجنبی مرد و عورت کے مادہ تولید کی وجہ سے نومولود کا نسب ثابت نہیں ہوگا کہ زنا کے پانی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں جس منکوحہ عورت نے جنم دیا وہ نومولود کی ماں ہے اور اس کا شوہر نومولود کا باپ ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ و

السلام، "الْوَالِدُ لِلْفَرَّاشِ وَاللِّعَاطِرِ الْحَجَرِ" اسی طرح اُس نومولود کا نسب منکوحہ مذکورہ جنم دینے والی عورت کے شوہر سے متعلق ہوگا۔ اور حرمت نکاح میں اجنبی مرد و عورت کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

تیسری شکل میں بھی اجنبی مرد سے اس نومولود کا نسب ثابت نہیں ہوگا کما مَرَّ فِي الْحَدِيثِ الشَّرِيفِ اَيْفَا (وَاللِّعَاطِرِ الْحَجَرِ) الْبَيْتِ وَهُوَ مَنْكُوحَةٌ عَوْرَتِ جَسَكِ بَيْضَةُ الْمَنِيِّ سَعِ نَوْمُولُودُكَ وَجُودُ وَنَمُودُ مَكْمَلٌ هُوَ اِسْ كِي شَرْعِي مَالٍ اُوْر اِسْ مَنْكُوحَةٌ عَوْرَتِ كَا شُوْهَرِ اُسْ نَوْمُولُودُكَ كَا بَابُ هِيَ..... يِهَا بِي حَرْمَتِ نِكَاحِ مِي اِجْنَبِي مَرْدِ مَذْكُورِ اُوْر اِسْ كِي نَسَبِ كَا اِعْتِبَارُ هُوْكَا۔

چوتھی شکل میں نومولود کا نسب اسی منکوحہ عورت و مرد سے ثابت ہے کیونکہ وہ دونوں میاں بیوی اور اہل فراش میں جن سے نومولود کا وجود عمل میں آیا۔ البتہ صورت مذکورہ میں ایک غیر فطری عمل کا صدور ہوا جو ضرورت یا حاجت یا زینت (الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) کی وجہ دائرہ جواز میں ہے۔ پانچویں شکل میں جس حلال پانی سے نومولود کا وجود ہوا اور اس میں حیات کی نمود پائی گئی اسی پانی والوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا..... اور جس عورت نے اس کو جنم دیا وہ بھی اس کی شرعی ماں قرار پائے گی۔ اُس کے بے تعلق ہو جانے سے اُس کے شرعی حقوق زائل نہیں ہوں گے۔

احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ جس جس کا مادہ تولید، بیضہ المنی، اور رحم کا عمل نومولود کے وجود و نمود میں شامل ہے ان سب سے حرمت نکاح کا اعتبار کیا جائے۔
واللہ سبحانہ اعلم کنتہ عبد الواجد قادری غفرلہ، ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء، پوری مسجد البیتہ

ہالینڈ اور اسلامی نکاح و طلاق

۹۹۵ء - (مولانا) محمد شبیر دل محمد - ہارلم
۱۳۱۸-۱۲-۵
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ

میں نکاح و طلاق کا معاملہ گورنمنٹ نے اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے عام لوگوں میں سے کوئی بھی کسی کا نکاح کر دینے یا توڑ دینے کا حق نہیں رکھتا۔ پھر بھی مسلمانوں نے اس حکومت میں رہنے کے باوجود نکاح و طلاق کا شرعی معاملہ ہالینڈ میں مقیم علماء دین یا ائمہ مساجد کے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ لیکن مسلمان گورنمنٹ کے قانون کا بھی احترام کرتے ہیں مثلاً پہلے مسلمانوں کے اجتماع میں اسلامی طور پر نکاح پڑھایا جاتا ہے یعنی قاضی نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں دلہن سے زبانی و تحریری یا صرف زبانی ایجاب کرا تا ہے پھر دیگر مسلمانوں کے علاوہ ان دونوں مخصوص گواہوں کی موجودگی میں اسی مجلس کے اندر خطبہ نکاح پڑھتا ہے۔ دولہا سے کلمات اسلامی (عموماً تین کلمے) پڑھواتا ہے پھر زبانی و تحریری یا صرف زبانی نکاح قبول کروانا ہے اخیر میں دعا کرتا ہے اور صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے پھر اسی دن یا دو ایک دن کے بعد گورنمنٹ کے قانون کی رعایت کرتے ہوئے ان دونوں دولہا دلہن کا قانونی نکاح رجسٹرڈ ہوتا ہے جس کو (تورڈ ہونا کہتے ہیں) اسی طرح جب طلاق کا معاملہ آتا ہے تو پہلے گورنمنٹ کے شعبہ نکاح و طلاق کے ذریعہ رجسٹرڈ نکاح ختم کرایا جاتا ہے۔ پھر علماء کے ذریعہ طلاق یا فسخ نکاح کا حکم حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد منکوحہ مطلقہ سمجھی جاتی ہے۔ اور بعد عدت اس کا دوسرا نکاح ہوتا ہے۔ احوال مذکورہ کے پیش نظر چند سوالات کے جوابات درکار ہیں۔ امید کہ وضاحت کے ساتھ جوابات کی زحمت گوارا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

فقط شبیر احمد دل محمد ملوکس اسٹراٹ
آسٹرم۔ امام و خطیب جمیعہ المسلمین ہارلم

۷۸

الجواب بعون العلام الوہاب

”اسلامک پرسنل لا“ میں مداخلت کے بغیر نسائی زندگی کے تمدنی مسائل کو جو بھی گورنمنٹ اپنے تصرف و اختیار میں رکھتی ہے اس کے احترام کی شرعاً ممانعت نہیں بلکہ اس باب میں اس کا احترام کرنا ہی چاہئے۔
اسلام نے صحت نکاح اور وقوع طلاق کے لئے کچھ شرائط و قانون مسلمانوں کو

عطا فرمایا ہے۔ اگر نکاح و طلاق میں انہیں ملحوظ رکھا گیا تو شرعاً صحیح نکاح اور وقوع طلاق کا حکم نافذ ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ مثلاً صحیح نکاح کے لئے ایجاب و قبول اور حضور شاہدین کی شرطیں ہیں۔ ایجاب کا مطلب ہے نکاح کی پیش کش کرنا اور قبول کا مطلب ہے اس پیش کش کو قبول کر لینا۔

ایجاب و قبول، تحریری، تصوراتی یا خیالی، محض بیکاروبے اعتبار ہے۔ دونوں کے لئے تلفظ یا غیر مبہم اشاروں کے ساتھ ایسا ہونا کہ شاہدین کو سمجھنے میں کوئی التباس نہ ہے ضروری ہے۔

پس یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بولنے کی طاقت ہونے کے باوجود صرف نکاح نامہ پر دستخط کر دینا صحیح نکاح کے لئے کافی نہیں، برخلاف طلاق کے کیونکہ وقوع طلاق کے لئے شاہدین کا ہونا شرط نہیں بلکہ صرف شوہر کا اقرار طلاق کافی ہے۔ اسی طرح شاہدین کے لئے اسلام کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مجلس نکاح کو مجلس نکاح سمجھ رہا ہو۔ اور ان دونوں کے ایجاب و قبول کے مفہوم کو بھی سمجھ رہا ہو۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر نہراؤں غیر مسلم کی مجلس میں ایجاب و قبول ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط صحیح مفقود ہے۔

یہاں کے قانونی نکاح و طلاق سے متعلق یہ چند اصول کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے
۱۔ دولہا دولہن نے "تورؤ آفس" میں جا کر نکاح کے رجسٹر پر دستخط کر دیا کہ ہم دونوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا جائے۔ پھر گورنمنٹ کی طرف سے مقرر کردہ نکاح پڑھانے والے نے نکاح پڑھا دیا تو اسلامی شرع کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہوا۔

۲۔ مسلم دولہا دولہن "تورؤ آفس" میں گئے اور نکاح کے خواہاں ہوئے تو نکاح پڑھانے والے نے سیکڑوں عیسائی و یہودی کی موجودگی میں یا نہراؤں مشرکین کی نام نہاد شہادت میں نکاح پڑھا دیا تو اسلامی طور پر نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا۔

۳۔ مسلم دولہا دولہن نے "تورؤ آفس" میں ایجاب و قبول کے الفاظ بھی ادا کئے جس کو مذکورہ سیکڑوں موجودین نے سنا پھر بھی شرع اسلامی کے نزدیک نکاح

صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ فقہ کی زبان میں یہ نکاح فاسد کہلائے گا اگرچہ آفس والے ان دونوں کے نام میرج سرٹیفکیٹ اور نکاح بک جاری کر دیں کہ جب تک شرعی طور پر وہ نکاح صحیح نہیں کریں گے ان دونوں کے درمیان قربت حرام رہے گی اور اس نطفہ حرام سے جو اولاد ہوگی وہ اس کی وراثت سے محروم ہوگی۔ ایسی صورت میں ان دونوں میں سے ہر ایک کے سرپرستوں کو یہ شرعی حق پہنچنا ہے کہ اگر یہاں کوئی شرعی قاضی ہے تو ان سے نسخ کا مطالبہ کریں اور قاضی پر واجب ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق و علیحدگی کرادے۔ اور اگر قاضی شرع نہیں ہے تو اہم علماء اہل بلد کی طرف رجوع کریں۔ نکاح فاسد میں جو تفریق و علیحدگی ہوگی عدت کا شمار اسی وقت سے ہوگا۔ نکاح فاسد میں بھی مہر مثل واجب ہے۔ درمختار مع ردالمحتار میں ہے یجب مہرا مثل فی النکاح الفاسد وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة و یثبت لکل واحد منهما منسخہ... یجب علی القاضی التفریق بینہما (خروجاً من المعصیة) و یجب العدة بعد الوطی من وقت التفریق الخ

شرعی طور پر نکاح صحیح ہو جانے کے بعد قانونی طور پر نکاح رجسٹرڈ کرانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ زوجین کے مفاد میں ہے لہذا یہاں شرعی نکاح کے بعد ہی ٹورز کرانا چاہئے۔ یہاں اس بات کا خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ شرعی نکاح کو ٹورز پر مقدم رکھے تاکہ شرعی طور پر میاں بیوی کو آفس آنے جانے کی رخصت مل جائے۔ ٹورز آفس میں اگر محبت نکاح کے شرائط پائے جائیں (جس کا ذکر اوپر ہوا) تو نکاح صحیح ہو جائے گا اگرچہ درمیان میں نکاح پڑھانے کے لئے عیسائی یا یہودی ہو۔ کیونکہ محبت نکاح کے لئے ایجاب و قبول اور حضور شاہدین شرط ہیں۔ ملحقین کا مسلمان ہونا شرط نہیں وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے البتہ اگر ملحق مسلمان، متمتع و دیندار ہو تو بہتر ہے کہ اس میں نکاح با برکت ہوتا ہے اور اس کی دعائیں زوجین کے لئے نافع ہوتی ہیں۔ نکاح کی گروہ مردوں کے ہاتھ میں ہے "بیکہ الام عقد النکاح" جب تک

وہ نہیں کھولے گا دوسروں کے کھولے کھل نہیں سکتا ہے۔ پھر وقوعِ طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ شوہر کا اقرارِ طلاق ہی کافی ہے اگرچہ چھوٹا اقرار ہو۔ لہذا طلاق نامہ بد صرف دستخط کر دینے یا نشان انگوٹھا لگا دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی بشرطیکہ وہ طلاق نامہ کو طلاق نامہ جاننا ہو۔ ہاں بغیر اس کی مرضی کے وکیل یا کسی کورٹ کے غیر مسلم جج کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں۔ البتہ ناگفتہ بہ حالات اور انسدادِ ظلم و جبر اور رفعِ ضرر وغیرہ صورتوں میں قاضی شرع یا حاکمِ اسلام کو اختیارِ فسخ اور تفریق بین الزوجین حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلئے فوراً توڑوانے کے بعد اگر قاضی شرع یا اعلم علماء بلد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو بہت اچھا ہے کہ عدالتِ شرعی سے صحیح فیصلہ کے صدور و نفاذ کا یقین ہے۔

سائل نے نمبر وار سوالات کو ترتیب نہیں دیا اس لئے نمبر وار جوابات نہیں دیئے گئے سائل اگر تشنگی محسوس کرے تو دوبارہ استفسار کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء جامعہ مدنیۃ الاسلام دیہگ

۵ رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

نابالغ یا اس کے وکیل کی طلاق

۹۹۶ء (مولانا) مشتاق مکرانی (اوسلو ڈین مارک)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب نابالغ کا نکاح اس کے وکیل کے ذریعہ از روئے شرع صحیح و معتقد ہو جاتا ہے تو اسی وکیل کے ذریعہ طلاق واقع کیوں نہیں ہوتی؟ یا نابالغ طلاق دینے کا اختیار کیوں نہیں رکھتا؟؟؟

(مولانا) مشتاق مکرانی اوسلو روپرسٹریٹ 7516XC173

۸۶ جواب اللہم اہدنی الی الصواب

التمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صغیر و صغیرہ کا نکاح بذریعہ ولی اقرب صحیح و معتقد ہے جیسا کہ ائمہ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

میں ہونا تو اتر سے ثابت ہے اور نابالغ یا اسکے وکیل کی طلاق کا واقعہ نہ ہونا مجمع علیہ ہے۔ قرآن پاک میں ہے ”بَيْدَا عَقْدَةَ النِّكَاحِ“ نکاح کی گرہ کھولنے کا اختیار صرف شوہر کو ہے۔ ابن ماجہ شریف میں ارشاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح روایت ہے ”اَتَمَّ الطَّلَاقِ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ“ یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو مجامعت کا حقدار ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”فَلَا يَقَعُ طَّلَاقُ الصَّبِيِّ وَإِنْ كَانَ يَعْقِلُ“ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اگرچہ وہ سمجھدار ہو۔ ان نصوص شرعیہ سے بالکل واضح ہوا کہ طلاق دینے کا اختیار صرف شوہر کو حاصل ہے جبکہ نہ وہ سویا ہونہ پاگل ہو اور نہ ہی نابالغ ہو اور نہ ہی اس کا کوئی ولی طلاق دے سکتا ہے اور عقلی و فطری وجہ یا اس کی حکمت یہ ہے کہ ”نکاح نفع ہے اور طلاق ضرر اور چونکہ یہ شریعت رحمۃ للعالمین کی شریعت ہے لہذا رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ ولی نفع کا ولی تو ہو سکتا ہے مگر ضرر کا نہیں اور خود بچہ بھی اس کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نفع و ضرر نہیں پہچان سکتا۔ اگر یہ حکمتیں اس میں نہ ہوتیں تو طلاق کا اختیار جس طرح شوہر کو دیا گیا ہے اس کی بیویوں کو بھی دیا جانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۶ رذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

بلوغت کی عمر

۹۹۷ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بالینڈ یا یورپ کے دیگر ممالک میں لڑکے لڑکیاں بہت کم عمری میں بالغ و بالغہ ہو جاتی ہیں کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ساڑھے سات آٹھ سال کی لڑکیوں کو حیض آنے لگتا ہے اور نو دس سال کے لڑکے نہ صرف ہمبستی کرنے لگتے ہیں بلکہ اسے احتلام بھی ہونے لگتا ہے اور جاگتے میں انزال بھی۔ سوال یہ ہے کہ نو ساڑھے نو سال کے لڑکے جس کو احتلام ہوتا ہے اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو شرعاً طلاق ہوگی یا

نہیں؟ نیز اس عمر میں اس کی بیوی کے بچے ہوں تو وہ بچے ثابت النسب ہونگے یا نہیں؟
المستفتی: عبدالجلیل مقیم حال بارسلونہ اسپین پاک مسلم مسجد

۹۸۶ جواب اللہم اهدنی الخ الصواب

لڑکا یا لڑکی کا باطن ہونے کے لئے کوئی حتمی عمر مقرر نہیں ہے سوالنامہ میں جن لڑکیوں کے متعلق حیض کے آنے یا لڑکوں کے متعلق محتلم ہونے کو لکھا ہے وہ اپنی کم عمری کے باوجود عندالشرع بالغ ہیں اور علامات بلوغیت پائے جانے کے بعد اب وہ مرفوع القلم نہیں ہے ہاں اگر کسی ملک یا علاقہ میں پندرہ سالہ عمر ہونے سے پہلے یہ سب علامتیں نہ پائی جاتی ہوں تو پندرہ سال عمر ہو جانے پر بلوغیت کا حکم ہو جائے گا۔ درمختار مع الرد المحتار میں ہے (بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل هو الانزال (الی ان قال) فان لم يوجد فيهما شيء فحتى يتحصرا لكل منهما خمسة عشرة سنة به يفتى لقصر اعمار اهل زماننا۔ ۱۰

صورتِ مسئلہ میں اس لڑکے کی طلاق واقع ہو جائے گی جس کو انزال ہوتا ہے اگرچہ اس کی عمر نو سال ہی کی کیوں نہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ص ۴۸ "يقع طلاق كل زوج اذا كان بالغاً عاقلاً الخ اور وہ بچے سب بھی ثابت النسب مستحق میراث ہوں گے۔ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الولد للفراش وللعاهر الحجر" واللہ تعالیٰ اعلم کہتے ہیں عبدالواجد قادری غفرلہ ۲۲ صفر ۱۴۱۹ھ
جامعہ مدینۃ الاسلام دارالافتاء

حالتِ حمل یا ایک مجلس میں تین طلاق

۹۹۸ مسئلہ: عبدالرفیق سوکھانی تیل بورخ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ستر ماہہ حامل بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ طلاقیں دے دیں تو اس صورت میں طلاق رجوع

واقع ہوگی یا مغلظہ؟ یا زید اس مطلقہ کو نکاح ثانی کے بعد اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بعض علماء متغاربہ اور علماء انڈونیشین نے یہ جواب دیا ہے کہ حالت حمل میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ لہذا زید بغیر نکاح کے اپنی بیوی کو گھر میں رکھ سکتا ہے اور بعض نے یہ جواب دیا کہ تین طلاق ایک مجلس میں دراصل ایک ہی طلاق ہے لہذا زید رجوع کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ دونوں ملکوں کے علماء کا جواب صحیح ہے یا نہیں؟ مستفتی: عبدالرفیق۔ سوکھائی آسٹریا

۹۸۶ جواب _____ اللہم لجعافی المصیب المصاب

اہل عرب مسلسل اپنی بیویوں کو طلاقیں دیتے رہتے اور رجوع کرتے رہتے تھے جس سے عورتوں کی زندگی اجیرن بن چکی تھی۔ اسلام نے اہل عرب کے طریقہ طلاق پر قدغن بٹھایا اور اس کی اصلاح کی۔ فرمایا "الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" رجوع کرنے کا اختیار صرف دو طلاق (صریح) تک ہے۔ یعنی اب وہ بے راہ روی اور مطلق العنان ختم ہوگئی جو آیام جاہلیت سے چلی آ رہی تھی کہ وہ مرد جنہی طلاقیں چاہتا تھا اپنی بیوی کو دیتا تھا اور پھر رجوع کر لیا کرتا تھا۔ اب رجوع کا اختیار صرف ایک طلاق صریح یا دو طلاق صریح تک ہے "فَامْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْمٌ بِاِحْسَانٍ" اور اگر کسی نے دو طلاق (خواہ ایک مجلس میں دی ہو یا دو مجلسوں میں) کے بعد ایک اور طلاق دے دی خواہ اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں تو اب شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں رہے گا ہاں اگر وہ رکھنا ہی چاہتا ہے تو حلالہ کے بعد نکاح کے ساتھ رکھ سکتا ہے ارشاد ہوا "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَيْثُ تَنكِحَتْ زَوْجًا غَيْرًا" یعنی الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے بعد اگر مطلقہ ثانیہ کو تیسری طلاق دیدی تو مطلقہ ثلاثہ اس شوہر بے گوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک حلالہ کی شرعی صورت ثابت نہ ہو جائے اور حلالہ کی شرعی صورت یہ ہے کہ مدت طلاق گزر جانے کے بعد طلاق دینے والے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے حلال مرد سے نکاح صحیح کرے پھر اس کے پانی کا مزہ چکھے (ہم بستر ہو) پھر وہ دوسرا شوہر اپنے ایک اسلامی بھائی کی مدد کرنے

کے لئے اپنی اس بیوی کو طلاق دیدے یا قضاء مر جائے تو مطلقاً یا بیوہ عدتِ طلاق یا عدتِ موت گزار کر پہلے شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے۔۔۔ ایک وہ دورِ جہالت تھا کہ ایک ایک بار بار دیگر مرد بے درد رجوع کرتا تھا اور ان کے یہاں طلاقوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی اس طرح عورتیں ماہی بے آب کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور تھیں۔ مذہبِ رحمت۔ اسلامی شریعت نے طلاقِ رجعی کی حد مقرر فرمائی۔ اور طلاقِ ثلاثہ منغلظہ دینے کی ایسی سزا مقرر فرمائی جو مردوں کی غیرت و حمیت کے لئے تازیاۃ عبرت ہے۔

لیکن آج کے سائنسی اُجالوں کا دور زمانہ جاہلیت کو بہت پیچھے چھوڑ گیا کہ اب ایک ایک مجلس میں تین تین نہیں بلکہ درجنوں طلاق دینے کے بعد رجوع کے خواہاں ہوتے ہیں۔ العیا ویا للہ تعالیٰ۔ افسوس ان حضرات پر ہے جو جمہور علماء و فقہاء بلاجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا راستہ چھوڑ کر عوامی مطالبات کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں اور ایک مجلس کی درجنوں طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں یعنی اگر مجرم پر ایک مجلس میں حدِ زنا (سو کوڑے) یا حدِ قذف (اسی کوڑے) جاری ہوں تو اس کو ایک ہی کوڑا شمار کیا جاتا ہے۔

گر ہمیں است مکتب و ملا۔۔۔ کا رطف لاں تمام خواہد شد

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاقیں خواہ ایک مجلس میں دی جائیں یا تین مجلسوں میں تینوں واقع ہیں کما بینہ و فصلہ و اوضحہ امام البراہین مقدم العلماء الراسخین مجدّد الملة والدين في فتاواه المباركة من شاء فليرجع اليها۔ علاوہ ازیں رحمۃ الامم فی اختلاف الامم ص ۸۰ المیزان للعلامة الشعرانی ص ۱۲۶ میں اجماعی اور اتفاتی مسائل کے باب میں ہے ”و كذلك جمع الطلاق الثلاث يقع مع التهي عن ذلك في تحريم عند بعضهم و منهم كراهة عند بعضهم“ (ایک مجلس میں تین طلاقوں کو بعض اماموں نے حرام

عدتِ موت میں اختلاف صحابہ (بعد العجلین یا مطلقاً وضع حمل) موجود ہیں جبکہ عدتِ طلاق میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اجماع صحابہ کے مطابق اسکی عدت وضع حمل ہے اب اگر فلاں صاحب یہ کہتے ہیں کہ حالتِ حمل میں طلاق واقع نہیں ہوتی تو قرآن پاک نے اسکے لئے عدت کیوں مقرر فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع کیوں ہے؟

صورتِ مسئلہ میں تین طلاقِ مغلظہ زید کی بیوی پر واقع ہو گئی اب نہ وہ رجوع کر سکتا ہے نہ ہی اس سے بیرونِ حلالہ نکاح کر سکتا ہے وہ زید پر حرام ہو چکی ہے۔ جن لوگوں نے اسکے خلاف فتویٰ دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ جس مذہب کا پیروکار ہو اسی مذہب مہذب کی پیروی کرتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

مطلقہ ثلاثہ جب تک دوسرے شوہر سے ہم بستری نہ ہو پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں

مسئلہ ۹۹۹:۔ سلیمان اشرف آسٹریڈم فورٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندو کو اسکے شوہر زید نے کسی سال پہلے طلاق دیدی تھی۔ ہندو نے اپنی عدت گزار کر دوسرا نکاح دوسرے مرد سے کر لیا۔ اب اس کا دوسرا شوہر انتقال کر چکا ہے ایسی صورت میں ہندو عدتِ وفات گزار کر اپنے پہلے شوہر زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟
محمد سلیمان اشرف شمالی آسٹریڈم ہالینڈ

۹۲ الجواب هو المعین الى الصواب

سائل سمجھی عدا کبھی سہواً بعض ضروری باتوں کو حذف کر جاتا ہے جسکی وجہ سے جواب میں طوالت ہو جاتی ہے۔ سائل نے یہ نہیں لکھا کہ زید نے اپنی بیوی ہندو کو طلاقِ رجعی دی تھی یا بائن؟ اور بائن میں بھی طلاقِ مغلظہ ثلاثہ تھی یا غیر ثلاثہ؟ اصول

افتاء کے مطابق ممکنہ شقوں کو قائم کرنا پھر ہر ایک کا جواب دینا خلاف مصلحت شرعیہ ہے لیکن سوال مذکور میں التباس تزویر معلوم نہیں ہوتا اسلئے مختصر وضاحت کے ساتھ جواب حاضر ہے۔ اگر زید نے ایک یا دو طلاق صریح دی تھی یا طلاق کنایہ بہ نیت طلاق دی تھی اور ہندہ نے عدت طلاق گزار کر دوسرا نکاح کر لیا تو دوسرے شوہر نے اس سے ہمبستی کی ہو یا نہ کی ہو۔ پھر وہ مر گیا یا طلاق دیدی تو عدت موت یا عدت طلاق گزار کر وہ اپنے پہلے شوہر (زید) کے نکاح میں آسکتی ہے۔

اور اگر زید نے ہندہ کو تینوں طلاقیں دیدی ہوں چاہے ایک ہی مجلس میں دی ہو یا نکاح کی طویل مدت میں دی ہو اور اس طرح ہندہ مطلقہ مغلظہ یا مطلقہ ثلاثہ بائنہ ہو چکی ہو۔ پھر اس نے عدت گزار کر دوسرا نکاح صحیح کسی سے کر لیا ہو اور وہ دوسرا شوہر انتقال کر گیا یا اسے طلاق دے چکا تو جب تک اس نے صحبت نہ کی ہو اور ایک دوسرے کا مزہ نہ چکھا ہو ہندہ اپنے شوہر اول (زید) کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ہندہ اگر درجنوں صحیح نکاح کرے اور بغیر مجامعت کے وہ سب شوہر اسے طلاق دیتا جائے پھر بھی زید مذکور کے نکاح میں وہ نہیں آسکتی۔ یعنی حلال کی صحت کی شرط دخول (مجامعت) ہے۔

قرآن پاک میں تو صاف ارشاد ہے۔ فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا۔ اور بخاری شریف میں ہے۔

ان رجلاً طلقته امراتہ ثلاثا کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی فتزوجت فطلق فسئل البنی پھر اس بی بی نے جس سے نکاح کیا اس نے صلتی اللہ علیہ وسلم اتحلّ طلاق دیدی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللاول قال لا حتیٰ یذوق دریاقت کیا گیا کہ کیا وہ بی بی اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی؟ تو اپنے ارشاد فرمایا نہیں یہاں تک عسیلتها كما لا ات عسیلتها كما لا ات (ص ۹۱)

کہ دوسرا شوہر بھی اسے ہمبستر ہو جیسے پہلا شوہر ہمبستر ہوا رحمۃ اللہ علیہ فیما خلافت الأئمۃ علیہم السلام میں تو اس مسئلہ کو متفق علیہا لکھا کہ صحت

حلالہ کے لئے وطنی و مجامعت شرط ہے بغیر اس کے نکاح بے معنی ہے طلاق کیلئے فرماتے ہیں۔

انفقوا علی ان من طلق زوجته ثلاثا متحل له حتی تنكح زوجا غیره ویطأها فی نکاح صحیح وان المراد بالنکاح هنا الوطی شرط فی جواز حلها للاول۔ (میزان شرعی ص ۱۲۹)

اُمّہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہو وہ جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہے۔ اور دوسرا نکاح صحیح کے بعد اس وطنی کرے اور یہاں نکاح سے مراد وطنی ہے جو صحت حلالہ کی شرط ہے۔

واللہ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ
۸ ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

طلاق۔ اقرار کے وقت ہی واقع ہو جاتی ہے

منتقلہ ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میاں بیوی کے درمیان کشیدگی بڑھی، ہندہ اپنے میکہ چلی آئی اور شوہر کے یہاں جانے پر راضی نہیں ہوتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شوہر ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا ہے اور باہر کسی لڑکی سے ناجائز تعلقات ہیں جب زید سے پوچھا گیا تو زید نے کہا ہاں ہندہ کے ساتھ ہمارا گزارہ نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ غیر مردوں سے تعلقات رکھتی ہے اسی لئے ایک سال قبل ہی میں نے اسے طلاق دیدی تھی مگر وہ میرے گلے پڑی ہوئی تھی اچھا ہوا اپنے میکہ چلی گئی وہ جس سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں ایک سال پہلے سے طلاق مانی جائے گی یا جس وقت پوچھا گیا اس وقت سے اگر ایک سال قبل سے طلاق مانی جائے تو ہندہ کی مدت پوری ہوگی یا نہیں؟ اور اب اسے دوسرے نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟

سائل: فیصل شیر محمد خسرو نیکن۔ ہالینڈ

۹۲۷ الجواب۔ هوالموفق الى الصواب

اگر بطریق شرعی گواہوں سے یا زید کے اعتراف سے یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی زید نے ایک سال پہلے طلاق دیدی تھی تو ایک سال پہلے ہی سے وقوع طلاق کا حکم ہو جائے گا اور اس درمیان میں اگر تین بار حیض اگر ختم ہو چکے ہیں تو عدت طلاق بھی مستحق ہوگئی۔ دریں صورت ہندہ کو دوسرے نکاح کی اجازت ہے۔ اور اگر گواہان عدل کے ذریعہ زید کا ایک سال پہلے طلاق دینا ثابت نہ ہو یا زید اس کا اعتراف نہ کرے تو زید کا دعویٰ عندالشرع ناقابل مسموع ہے۔ شریعت کے نزدیک ہندہ پر طلاق اسی وقت سے وقع ہوگی جس وقت زید نے اقرار کیا ہے۔ اور ایک سال پہلے کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ کما فی الدر المنثور لو اقرت بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتویٰ انہا من وقت الاقرار الخ اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ وقال الرجل للقاضی كنت طلقتهما منذ سنة واقضت عدتها وحدث الطلاق لا يقبل قوله ۵ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ خادم الاقتداء

والقضاء اسلامک فونڈیشن ٹیڈر لینڈ۔ ۱۸ ربيع الآخر ۱۴۱۹ھ

خون و جبر حرمت نہیں ہے

منسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی جوان مرد نے سخت ضرورت کے وقت ہندہ کے علاج کے لئے کئی بار اپنے جسم کا خون دیا جس سے ہندہ تندرست ہوگئی۔ اب ہندہ چاہتی ہے کہ اسی مجسن مرد سے اپنا نکاح کرے کیا شریعت کے نزدیک ان دونوں کا نکاح جائز ہوگا؟ الطاف علی۔ نیو یارک۔ ہالینڈ

۹۲۸ الجواب۔ بعون الملك الوهاب

اگر ان دونوں کے درمیان کوئی اور وجہ حرمت نہیں ہے تو صرف خون دینے کی

وجہ سے وہ آپس میں محرم نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں کے درمیان نکاح جائز و درست ہے۔ قَالَ تَعَالَى وَاحِلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ (عمرات کے علاوہ سب عورتوں سے نکاح درست و حلال ہے) وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ

دودھ ایام رضاعت میں وجہ حرمت ہے

مشئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ممانی کلثوم کا دودھ اس کی بیٹی عائشہ کے ساتھ ایک سال نو مہینے کی عمر میں پیا۔ اب زید یا زید کے دوسرے بھائیوں کا نکاح عائشہ مذکورہ کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
عمران عبداللہ۔ نور تھ آمسٹرڈم۔ ہالینڈ

۹۲ الجواب ^{۸۶} هو الہادی الی الصواب

زید مذکور اپنی ممانی کلثوم کا رضاعی بیٹا ہو گیا اب اس کا نکاح کلثوم مذکورہ کی کسی بیٹی پوتی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ رضاعت کے اعتبار سے کلثوم کی بیٹی، پوتی کا بھائی یا چچا ہوا اور عند الشرع بہن اور بھتیجی سے نکاح حرام ہے (کمافی آیات المحرمات) اور حدیث صحیح میں ارشاد ہوا۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الرِّضَاعِ مَا بَشَكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِي رِضَاعَتِهِ مِنْ رِشْتَتِهِ كَوَحْلٍ مِنْ النَّسَبِ (ترمذی، ابواب الرضاع) حرام فرمادیا ہے جو نسب میں حرام ہیں۔
ہاں زید کے دوسرے بھائی جنہوں نے کلثوم مذکورہ کا دودھ نہیں پیا ہے اس کا نکاح عائشہ مذکورہ سے ہو سکتا ہے۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء انیسٹر لینڈ

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

فلموں میں جو نکاح ہوتے ہیں وہ منعقد کیا نہیں

مشئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر ڈراموں اور فلموں

میں جو نکاح ہوتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ اس میں ایجاب و قبول بھی ہوتا ہے۔ مجلس بھی متحد ہوتی ہے اور درجنوں گواہ بھی ہوتے ہیں۔ قلم کی منکوہ لڑکی کا اگر نکاح کسی دوسرے لڑکے سے ہو تو یہ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟ اس مسئلہ کو لیکر ہم چند دوستوں میں شدید مخالفت ہو گئی ہے اسلئے الناس ہے کہ جلد سے جلد جواب دیکر ہمارے نزاعات کا فیصلہ کریں۔

عثمان حیدر سخاوت۔ اشاعت الاسلام فرینکفورٹ۔ جرمنی

۹۲ الجواب ^{۷۸۶} هو الہادی الی الصواد

نکاح کے منعقد ہونے یا طلاق کے واقع ہونے کے لئے عزم و قصد شرط نہیں ہے۔ خواہ قصد و ارادہ کے ساتھ نکاح کرے خواہ ہزل و مذاح کے ساتھ، نکاح منعقد ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس مجلس میں دو عاقل و بالغ آزاد مسلمان مرد یا ایک مرد، دو عورتیں موجود ہوں۔

بلکہ اگر قاضی نکاح نے ایسے الفاظ کے ساتھ نکاح منعقد کیا جس کا معنی دو لہا دو لہن نہیں جانتے تھے جب بھی باختلاف علماء نکاح منعقد ہو جائے گا۔

التجنیس والمزید میں ہے۔

لو عقدنا عقد النکاح بلفظ لا يفهمان كونه نكاحاً هل ينعقد اختلف المشايخ فيه قال بعضهم ينعقد لان النكاح لا يشترط فيه القصد اه

اگر عورت و مرد نے ایسے الفاظ سے نکاح منعقد کر لیا جس سے ان دونوں کو نکاح منعقد ہونے کا پتہ نہ چل سکا۔ تو کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟ اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ نکاح میں قصد شرط نہیں ہے۔

جب انعقاد نکاح میں قصد شرط نہیں تو ہزل (ہنسی مذاق) میں بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔ پس صورت مسئلہ میں قلم و ڈرامے میں کئے ہوئے نکاح شرعاً منعقد ہو جاتے ہیں۔

اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو جب تک ان دونوں میں تفریق یا تطلق واقع نہ ہو جائے وہ منکوحہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ : اور حرام ہیں مسلمانوں کے لئے شوہروالی عورتیں۔
 واللہ تعالیٰ اعلم کہتے عبدالواجد قادری غفرلہ مجلس علماء نیدرلینڈ۔ اسلامک
 فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ

زانیہ کی بیٹی زانی کے نکاح میں؟

مسئلہ ۱۰۴۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے ربانی اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک بازاری عورت (طوائف) سے زنا کیا۔ پھر طوائف نے سچی توبہ کر لی، نماز روزہ کی یا بند ہو گئی، حج بھی کر لیا، اور ایک صالح مسلمان سے نکاح بھی کر لیا جس سے ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئی اب وہ لڑکی بالغ ہو چکی ہے اور زید مذکور بھی اپنی بدکرداریوں سے توبہ کر چکا ہے اور ایک دیندار مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زبیدہ مذکورہ کو اپنے نکاح میں لاکر ایک مثالی مسلمہ خاتون بنائے۔ اس کے متعلق شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ کیا زبیدہ زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟
 سمیع احمد رحمانی۔ رانڈیری نزل پیرس۔ فرانس

۹۲ الجواب ۷۸۶۔ ہوالہادی الی الصواب۔
 مزنیہ کی لڑکی خواہ کسی کے لطف سے ہو زانی پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے
 چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۴ میں ہے۔

جس نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو زانی پر
 اس عورت کی ساری مائیں (ماں، دای، پردای)
 اور ساری بیٹیاں (بیٹی، پوتی وغیرہ) حرام ہو گئیں۔

فمن زنی یا صراة حرمت
 علیہ امہا وان علت و
 ابنتہا وان سفلت اہ
 اور ميسوط ص ۲۴ میں ہے۔

امام اعظم کے نزدیک زنا اور بس و کنار بشہوت

وتثبت حرمة المصاهرة

بالتزنا والمس ۱۱ سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔
پس صورتِ مسئلہ میں زید مذکور کا نکاح زبیدہ مذکورہ کے ساتھ ہرگز
نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ القرآن اسلامک فونڈیشن
نیدرلینڈ۔ ۱۲ جمل ۱۴۲۳ھ

انڈیا میں مردم شماری اور ضبط تولید کا مسئلہ

۱۰۰۵ مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہفتہ رواں میں
مذہبی اعتبار سے انڈیا کی مردم شماری کا نتیجہ گورنمنٹ نے نکالا جس کی وجہ سے
وہاں کے متعصب سیاسی گروہوں میں واویلا کا سیلاب اگیلا ہے کیونکہ مسلمانوں
کی آبادی تناسب کے اعتبار سے تمام دھارمک گروہوں سے بڑھ رہی ہے اور
اگر آبادی کے بڑھنے کا یہی تناسب رہا تو مستقبل قریب میں مسلمانوں کی آبادی سب
سے زیادہ ہو جائے گی۔ اسلئے گورنمنٹ سیاسی گروہوں کے دباؤ میں آکر مسلمانوں پر
فیمیل پلاننگ کا قانون تھوپنا چاہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کثرتِ آبادی کے خوف سے
یا اور کسی عذر سے مسلمانوں کو نسبندی یا بچہ دانی کا اخراج جائز و درست ہے یا نہیں؟
واضح جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیجئے۔

سائل:- محمد رفیق رحمت۔ بیلر۔ آسٹریڈم

۹۲ الحیواد۔ ہوالمہادی الی الصیواد۔
ضبط تولید کی وجہ سے ہوالنامہ میں ہے یعنی کثرتِ آبادی جس کی وجہ سے
ملتِ خوراک و پوشاک کا مسئلہ یا بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت
کی پریشانی وغیرہ۔ ان وجوہات سے ضبط تولید کی راہیں ہموار نہیں کی جاسکتیں
ورنہ اس کے جواز و اباحت کا راستہ نکالا جاسکتا ہے کیونکہ یہ کتاب و سنت کی
منشاء کے خلاف ہوگا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۱۵۲
لَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِنْ

امت کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور
انہیں بھی۔ اور افعال قبیحہ کے قریب مت جاؤ
جو ان سے ظاہر ہوں اور چھپی ہوئی ہوں۔

ضبط تولید کے طریقوں میں سے کسی طریقہ پر قتل کا اطلاق صحیح ہے یا نہیں یہ ایک
انگ بحث ہے۔ لیکن اس کے ہر طریقے کا مقصود آبادی میں کمی کرنا ہے۔ اور آبادی میں
کمی کرنا منشاء قدرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس رزق کا خوف اور آمدنی کی کمی کی وجہ
سے یہ سب پلاننگ ہے اس کا ذمہ تو کرم خداوندی نے لے لیا ہے۔

پھر ضبط تولید کی وجہ سے بے حیائی و بے شرمی بلکہ زنا کاری جس قدر عام ہو چکی
ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو برس پہلے انہی فواحش
کی طرف اشارہ فرما دیا تھا جن کا ظہور خلوت و جلوت میں آج ہو رہا ہے۔

سورہ اسراء آیات ۳۱-۳۲ میں قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةً
إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ
إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً ۝۳۱
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ
فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝۳۲

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے
ہم ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمہیں بھی بیشک
اولاد کو قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے اور بدکاری
کے قریب بھی مت جاؤ بلاشبہ یہ بے حیائی ہے
اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے انسانی آبادی کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ قتل تھا اور
آج اس کے نئے نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں مگر مقصود وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے
تھا۔ اور اسی مقصود کو قرآن پاک نے "خِطَاً كَبِيراً" کہا خِطَاً اس غلطی کو کہا جاتا
ہے جو جان بوجھ کر کی جائے۔ اور اگر کوئی لغزش انجام دے میں واقع ہو تو اسی لفظ کو باب
افعال (اِخْطَاَءٌ) سے استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں قَالَ الْاَزْهَرِيُّ
يُقَالُ خِطِيٌّ يَخْطُؤُا خِطَاً اِذَا تَعَمَّدَ الْخَطَاَءَ وَاِخْطَاَءُ اِذَا لَمْ يَتَعَمَّدْ
قرآن پاک نے نسل کشی کے تمام گورکھ دھندوں کو "خِطَاً كَبِيراً" کہا کیوں کہ یہ سب

عہد کئے جا رہے ہیں۔ اور اس کا جو مال ہے وہ زنا و بے حیائی کی کثرت ہے اور حضور اقدس سید کائنات علیہ اہل الصلوٰۃ و اکمل التحیات ارشاد فرماتے ہیں تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ وَالْمَوْلُودَ فَإِنَّ كَثْرَتَكُمْ الْأُمَمُ (رواہ ابو داؤد نسائی) میں تمہاری وجہ کثرت امت پر فخر کروں گا۔

یعنی قیامت کے دن مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہوگی کہ میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ جب کثرت آبادی کو روکنا منشاء قدرت و رحمت کے خلاف ہے تو مسلمانوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ضبط تولید کے طریقوں کو اپنا کر انسانی نسل کشی میں شریک ہو۔

اور جہاں تک بحالت عذر نسبندی وغیرہ کا سوال ہے تو عذر اگر عند الشرع قابل قبول ہے تو اس کا لحاظ کیا جائے گا اور حسب ضرورت ضبط تولید کی اجازت دی جائے گی مثلاً اگر بار بار ولادت کی وجہ سے ماں بہت کمزور ہوگئی یا بچوں کو دودھ نہیں پلا پاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں بچہ دانی کے منہ کو بند کر دینے کی اجازت ہے۔
حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے۔

یباح لها ان تسد فم الرحم بیوی کے لئے جائز ہے رحم کا منہ بند کر دے
لثلا تحیل۔ تاکہ حمل قرار نہ پائے۔

اور علامۃ الفقہاء سید امین ابن عابدین نے اپنے فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں
ومن الاعذار ان ينقطع لبنها عذر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت کا دودھ
بعد ظهور الحمل وليس منقطع ہو جائے حمل ظاہر ہونے کے بعد اور
لابی الصبی ما يستاجر به بچہ کے باپ کی صلاحیت نہیں ہے کہ دودھ پلانے
الظن و يخاف هلاکة، والی کو اجرت دیکر رکھے اور وہ بچہ کی ہلاکت ڈرتا ہے۔

اسی قبیل سے اور بھی اعذار ہو سکتے ہیں۔ لہذا اگر عذر قابل قبول ہے تو ضبط تولید کے طریقوں میں سے کسی غیر مہلک طریقہ کو اپنانے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں انڈیا کی موجودہ صورت حال میں سوائے اعذار شرعیہ کے ضبط تولید کی

ایاحت کی کوئی اور صورت نہیں ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم۔ کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء شیدر لینڈ
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ ۱۶ ستمبر ۲۰۰۳ء

کن کن صورتوں میں فسخ نکاح ہو سکتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
پالینڈ کے اندر مسلم معاشرہ کو دیکھتے ہوئے اس کی حفاظت و اصلاح کے لئے علماء کے
تعاون سے ایک تنظیم عمل میں لائی گئی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مسلم
میاں بیوی کے آپسی نزاعات کا تصفیہ بذریعہ حکم یا تفسیح و تفریق بھی ہے۔ پوچھنا
ہے کہ وہ کون کون سی صورتیں ہیں جن میں قاضی شریعت کو فسخ نکاح یا تفریق بین
الزوجین کا اختیار حاصل ہے؟ امید کہ جواباً صواب سے مطلع فرما کر مسلم باشندگان
یورپ خصوصاً اہالیان پالینڈ پر احسان فرمائیں گے۔
سائلان۔ راقم گمان قادری خازن و عباس واجدی سکریٹری اسلامک فنڈیشن "القرآن"
انٹرنیشنل پالینڈ

۹۱۶ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب۔

تیس بتیس سال قبل ہندوستان کے صوبہ بہار میں ملک بھر کے علماء اہلسنت
سے استصواب رائے کے بعد ایک ممتاز ادارہ بنام دارالریہ شریعہ بہار کی دلخ بیل ڈالی
گئی جس کا ایک اہم ترین شعبہ "دارالقضاء" ہے اور دارالقضاء میں مسلمانوں کے
آپسی نزاعات خصوصاً نزاع بین الزوجین کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس شعبہ کا اہم کارنامہ
مسلم ازدواجی زندگی کو اسلامی خطوط کے مطابق سنوارنا اور نزاع بین الزوجین کا
تفسیہ ہے چنانچہ دارالقضاء کو اس بات کی ضرورت ہوئی کہ وہ کیا کیا صورتیں ہیں کہ
اسلامی حدود میں رہ کر زندگی گزارنے کے لئے بیوی بیوی کے درمیان تفریق یا فسخ
نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے
محسن اہلسنت میں القلم حضرت علامہ الحاج مفتی ارشد قادری صاحب دلم ظلنے

اپنے جامعہ فیض العلوم جمشید پور کے لائق و فائق استاذ فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا عید الرحمن صاحب پورنوی زید مجیدہ کو ان فقہی جزئیات کو جمع کرنے کا حکم دیا جو مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی مذہب کے نزدیک تفریق بین الزوجین یا تفسیح نکاح کی جانب رہنمائی کرتے ہوں۔

مجموعی طور پر ایسے بائیس یا چوبیس وجوہات سامنے آئے جن وجہوں سے نکاح توڑنے یا میاں بیوی میں شرعی طور پر علیحدہ کر دینے کا اختیار قاضی شرع کو حاصل ہوتا ہے پھر ان وجوہات کو جزئیات فقہیہ کے ساتھ مزین و مرتب کیا گیا اور اس وقت کے اکابر اہلسنت و جماعت کی خدمات عالیہ میں پیش کیا گیا جس کو مختصر حذف و اضافہ کے ساتھ منظوری دے دی گئی۔ جن بزرگوں نے اپنے اپنے دستخطوں سے اسے مزین فرمایا ان میں اہم ترین شخصیتیں یہ ہیں۔

- ① شہزادہ اعلیٰ حضرت مرجع العلماء حضرت علامہ الحاج شاہ مصطفیٰ رضا نوری رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ہند
- ② خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان اللہ حضرت علامہ الحاج شاہ برہان احمد صاحب (مفتی اعظم سی۔ پی)
- ③ سید العلماء حضرت علامہ الحاج شاہ سید آل مصطفیٰ صاحب بارہوی (صدر سنی جمیعۃ العلماء)
- ④ رئیس الناکرین حضرت علامہ الحاج شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب فاروقی (رئیس اعظم اٹلیہ)
- ⑤ حافظ ملت منبع الفیوض حضرت علامہ الحاج الحافظ شاہ محمد عبدالعزیز مراد آبادی (بانی الجامعۃ الاشرفیہ)
- ⑥ امام النحو شیخ العلماء حضرت علامہ الحاج شاہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی (امام النحو)
- ⑦ سلطان المناظرین حضرت علامہ الحاج شاہ محمد رفاقت حسین صاحب (امین شریعت) مفتی اعظم پانچوڑ
- ⑧ استاذ العلماء حضرت علامہ شاہ مفتی عبدالرشید صاحب ناگپور رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم ناگپور)
- ⑨ خاتم الاکابر حضرت علامہ الحاج شاہ مفتی ابوسہیل انیس عالم صاحب (امین شریعت دوم)
- ⑩ حکیم الملّت استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی ثم الہ آبادی

اصل تحریر ادارہ شریعتیہ کے مرکزی دفتر واقع سلطان گنج پٹنہ میں محفوظ ہے۔ میں نے اس کی بار بار زیارت کی ہے اور اپنی یادداشت کے مطابق میں ان وجوہات تفریق و تفسیح کو یہاں نقل کئے دیتا ہوں تاکہ سیکڑوں کتب فقہیہ کی ورق گردانی نہ کرنا

پڑے اور مقصود حاصل ہو جائے۔ وَاللّٰهُ التَّوْفِیْقُ۔

- ① باپ دادا کی پیشگی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح ② حالت بالغیت میں غیر اب وجد کی وکالت میں نکاح کر دینا (خیار بلوغ) ③ مہر میں غیر معمولی کمی ہونا۔
- ④ شوہر کا لا پرواہ ہونا یعنی بیوی کے واجب حقوق کو ادا نہ کرنا ⑤ شوہر کا مطلق الذکر یا قصر الذکر ہونا کہ وہ وطی پر قادر نہ ہو ⑥ شوہر کا کسی موذی مرض مثلاً برص و جذام کینسر وغیرہ میں مبتلا ہو جانا بشرطیکہ یہ امراض نکاح کے بعد لاحق ہوئے ہوں اور اگر پہلے سے ہو تو بیوی کو قبل نکاح اس سے بے خبر رکھا گیا ہو ⑦ شوہر کا مجنون ہونا جبکہ اسے علاج کی مہلت دی گئی ہو پھر بھی وہ اچھا نہیں ہوا اور اس کے جنون سے بیوی کے جسم و جان کو خطرہ ہو ⑧ شوہر کا مفقود الخیر ہونا یعنی اس کی حیات موت کی کوئی اطلاع نہ ہو ⑨ شوہر کا غائب ہونا یعنی زندگی کا علم ہے مگر پتہ کی تحقیق نہیں ہے ⑩ استطاعت کے باوجود بیوی کو نفقہ سے محروم رکھنا جبکہ بیوی کسی اور طریقہ سے نفقہ حاصل نہیں کر پاتی ہو نہ کوئی دوسرا شخص اس کے نفقہ کا کفیل ہو ⑪ شوہر کا بیوی کو نفقہ دینے سے عاجز ہونا اور غیر نفقہ کی وجہ سے بیوی کا فتنہ میں مبتلا ہو جانا مجنون ہو۔ ⑫ شوہر کی طرف سے بیوی کی تحقیر و اذیت یا سخت مار پیٹ۔
- ⑬ آپس میں شدید نفرت و شقاق کا پایا جانا اس میں اولاً تحکیم بعدہ تفریق۔
- ⑭ عورت کو دھوکہ دیکر اس سے نکاح کرنا مثلاً اپنے خاندان، عقیدہ اور مالی حالت وغیرہ کے بارے میں عورت کو اندھیرے میں رکھنا ⑮ تفریق بسبب حرمت مصاہرت
- ⑯ فساد نکاح کی وجہ سے تفریق ⑰ ایلاء کی وجہ سے فرقت زوجین ⑱ ارتداد زوج کی وجہ سے تفریق (آخر الذکر ۱۸۱۶ء نمبرات کے قضاہ قاضی شرط نہیں ہے۔
- ⑲ بغیر کسی عذر کے مسلسل ترک مجامعت ⑳ بیوی کو کا لعلقہ بتائے رکھنا

وغیر ہم (اور وجوہات فسخ ابھی مستحضر نہیں ہیں)

ادارہ شریعہ بہار انڈیا کے دارالقضاء نے جب وجوہات مذکورہ بالا کی وجہ سے

تفریق و تفسیح کا فیصلہ دینا شروع کیا تو ہندوستان کے طول و عرض سے مراعات کا

آنا شروع ہوا۔ بلکہ دستخط کنندگان اکابر مذکورہ نے اپنے اپنے دارالافتاؤں سے ایسے
 مراعات کو دارالقضاء، ادارہ شرعیہ میں بھجوا یا جس کا تعلق فسخ نکاح اور تفریق سے تھا۔
 مسلم باشندگان یورپ خصوصاً مسلمانان ہالینڈ کے لئے یہ بات نہایت خوش آمد
 ہے کہ یہاں ایسی تنظیمیں رجسٹرڈ ہو رہی ہیں جن میں دارالقضاء، دارالافتا، اور دارالتبلیغ
 وغیرہ کی ضروری شاخیں موجود ہیں۔ یورپ کے ہر ملک میں ایسی تنظیموں کی ضرورت
 ہے اور ہر تنظیم کے زیر انتظام مختلف شہروں میں دارالقضاؤں کے قیام کی بھی ضرورت ہے۔
 اگر جوہات تفریق و تفسیح نکاح سے متعلق جزئیات فقہیہ اور دلائل شرعیہ
 کی آپ لوگ ضرورت محسوس کریں تو براہ راست دارالقضاء، ادارہ شرعیہ بہار سلطان گنج
 پٹنہ انڈیا سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مکتہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافناء، جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیک

یوم الخمیس، جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ
 ۱۷ جولائی ۱۹۹۹ء

بعض حاملہ کا نکاح حالت حمل میں نہیں ہو سکتا

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کا ایک فوجی
 لڑائی کی حالت میں پاکستانی فوجیوں کے ہاتھ آ گیا جہاں وہ کسی گنہگار جگہ پر قید کر دیا
 گیا۔ ادھر ہندوستان نے اس فوجی (زید) کے مرنے کی اطلاع اس کے گھر والوں کو
 دیدی۔ اس کی بیوی (ہندہ) جو ان تھی کوئی بچہ بھی نہیں ہوا تھا لہذا عدت موت
 گزارنے کے بعد اس نے دوسرا نکاح بکر سے کر لیا۔ دونوں میاں بیوی ازدواجی زندگی
 گزارنے لگے۔ ایک سال کے بعد جب ہندو پاک کے درمیان حالات نارمل ہوئے اور
 قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو زید مذکور بھی آزاد ہو کر اپنے وطن لوٹا۔ اور بیوی کے نکاح ثانی
 کر لینے پر اظہارِ افسوس کیا۔ جب بکر کو اس بات کی اطلاع ملی تو بکر کو بھی افسوس ہوا مگر
 بکر نے اپنے اسلامی بھائی زید کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ہندہ کی مرضی سے ہندہ
 کو طلاق دیدی تاکہ وہ طلاق کی عدت گزار کر زید سے دوبارہ نکاح کرے مگر ہندہ حاملہ

مل جائیں۔ واضح رہے کہ ہندو نے زید سے علاحدگی اختیار کرنے کے بعد کسی سے شادی نہیں کی بلکہ صرف زید کے بیٹے کی پرورش کے خیال سے تنہا پڑی رہی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو ہندو سے نکاح کرنے کے لئے اسلامی قوانین کی روشنی میں کیا کرنا ہوگا۔ بینواتوجروا۔ السائل: محمدی الدین حسنین

۹۸۶ الجواد ہوا الہادی الی الصواد

ہندو غالباً پہلے ہی "مشرکہ کر سچن تھی کہ اسلام لانے کے بعد بھی ثبات قدمی کی دولت سے محروم رہی اور طلاق کے بعد ہی مرتد ہو گئی، حالت اسلام میں جس قدر اسے خیرات و مبرات کی توفیق ملی وہ سب اکارت و برباد ہو گئی، پھر اپنے آپ کو اس نے اس قدر مذلت میں گرا دیا جہاں سے توبہ خالص کے سوا دنیا کی کوئی رسی اسے نکال نہیں سکتی۔ کہ موجودہ صورت حال میں اس کا عقد نکاح کسی مسلم غیر مسلم، انسان غیر انسان سے ہو ہی نہیں سکتا ہے..... لیکن ابھی بھی اس کے لئے توبہ واستغفار اور اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فتاویٰ خیر بہ باب المرتدین میں ہے کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والآخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسائر الانبیاء (ہر کافر کی توبہ دنیا اور آخرت میں مقبول ہے لیکن وہ جو انبیاء علیہم السلام کی توبہ (گالی دینے) کی وجہ سے کافر و مرتد ہوا اسکی توبہ قبول نہیں) ہندو مذکورہ اگر اپنے ارتداد سے توبہ خالص کر لے اور استقامت علی الدین کا عملی مظاہرہ کرے تو بیشک کسی بھی مسلمان سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔

ہندو مذکورہ چونکہ زید مذکور کی مطلقہ ثلاثہ ہے اس لئے اسلام لانے کے بعد بھی بغیر حلالہ صحیحہ کے وہ دوبارہ زید کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں ہے کہ وہ بدوین حلالہ بقس قرآن زید پر حرام ہے "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا" طلاق ثلاثہ کے بعد مطلقہ کو دوبارہ نکاح میں لانے کے لئے حلالہ مطلقا فرض ہے۔ والاطلاق یجری علی العموم۔ والاعلم

کتبہ عہد الواجہ فتاویٰ قائم الافشاء القرآن اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۸ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ - ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء چہار شنبہ

تخریبی طلاق اکراه کی صورت میں

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حضرات مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی میں کسی بات پر شدید اختلاف ہوا۔ بیوی نے شوہر سے طلاق مانگا شوہر طلاق پر رضامند نہیں ہوا۔ پھر بیوی کے تانڈان والوں میں سے کسی نے طلاق کا پورا کاغذ تیار کر کے شخص مذکور کو بلایا اور مجبور کیا کہ اس کاغذ پر دستخط کرو۔ پھر بھی وہ طلاق نامہ پر دستخط کرنے کے لئے راضی نہیں ہوا تو اسے مارنے کے لئے ٹیبل اٹھایا۔ اس وقت شخص مذکور نے طلاق کے کاغذ پر تین جگہ دستخط کر دیا۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طرح کرنے سے طلاق ہو جائے گی۔ واضح رہے کہ کاغذ کے اوپر تین طلاق دینے کا پورا مضمون درج تھا۔

بینوا و تو جروا السائل :- محمد زعیم القادری، ۲۷ رجب ۱۴۲۵ھ

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

طلاق کے کاغذ پر دستخط کے لئے شوہر کو مجبور کرنا، اور بیوی کو طلاق دینے کے طلاق کے تلفظ پر مجبور کرنا دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ اگر تلفظ پر مجبور کیا گیا ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ کما فی تنویر الابصار۔

ویقع طلاق کل زوج بالغ ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق (تلفظاً) واقع ہو جائے؟ ولو مکرہاً او مخطیاً ۲۱۴

اور اگر شوہر کو طلاق کے کاغذ پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا گیا ہو اور بغیر تلفظ کے (زبان سے کہے بغیر) اس نے طلاق کے کاغذ پر تین بار یا تیس بار دستخط کر دیا ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور صورتِ مسئلہ میں چونکہ دوسری شق ظاہر ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی جیسا کہ رد المحتار (فتاویٰ شامی) میں بجز سے منقول ہے۔

ان المراد الاکراه علی تلفظ کہ جبر سے مراد لفظاً طلاق کہنے پر جبر کیا جاتا ہے
 بالطلاق فلو اکراه علی ان یکتب اور اگر شوہر کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو
 طلاق امراتہ فکتب لا تطلق طلاق لکھے تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی ایسی

لان الكتابة اقيمت مقام
العبارة باعتبار الحاجة
والحاجة هنا - (رد المحتار ص ۴۲۱)
صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ کتابت کو
تلفظ کے قائم مقام صرف حاجت کی بنا پر کیا گیا
ہے اور یہاں شوہر کو حاجت ہی نہیں ہے۔

والله تبارک و تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ القرآن اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ۔ یکم شعبان ۱۴۲۵ھ ۱۶ ستمبر ۲۰۰۴ء

صحتِ حلالہ کی شرط

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مطلقہ ثلاثہ کا
نکاح ایسے مرد سے ہوا جس کی نسبندی ہو چکی ہے مگر وہ وطی پر قادر ہے اگر وہ شخص
نکاح و وطی کے بعد منکوحہ کو طلاق دیدے تو کیا وہ عورت بعد عدت شوہر اول کے
لئے حلال ہو جائے گی؟
عبد السبحان۔ دی ہیگ۔ ہالینڈ

الجواب هو الهادي الى الصواب

صحتِ حلالہ کے لئے نکاح صحیح اور دخول شرط ہے جب شخص مذکور سے مطلقہ
ثلاثہ کا نکاح شرعاً صحیح و درست ہے اور وہ شخص بعد نکاح اس سے وطی کر چکا ہو (خواہ
انزال ہو یا نہ ہو) تو وہ عورت انقضائے عدت کے بعد اپنے شوہر اول کے لئے حلال
ہو جائے گی۔ قال شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی الفرغانی فی الہدایۃ
کتاب الطلاق ص ۴۰۔

والشرط الايلاج دون الانزال :- صحتِ حلالہ کی شرط دخول ہے انزال نہیں ہے

اور ارشاد خداوندی ہے

وقال تعالى

(مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کیلئے اس وقت حلال ہوگی)

حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا

جبکہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح (وطی) کر لے۔

غَيْرًا

والله تعالى اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۴ء

تین طلاقوں کے بعد بھی حلالہ کی ضرورت نہیں

مسئلہ: شریعت اسلامیہ کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ عبدالعزیز نے مسلمی سے نکاح کیا جس کو چھ مہینے گزر چکے ہیں مگر اب تک نکاح منکوحہ میں تنہائی کے اندر طلاقات نہیں ہوئی ہے۔ کسی معاملہ کو لیکر عبدالعزیز اور مسلمی کے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا۔ تو عبدالعزیز نے تین بار کہہ دیا کہ ”تمہاری بہن مسلمی کو طلاق ہے۔ ہاں میں نے اس کو طلاق دے دیا۔ تم گواہ رہو کہ میں نے اسے طلاق دیدی۔“ دریں مسئلہ اگر عبدالعزیز مذکورہ مسلمی مذکورہ سے پھر نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے نکاح کی کیا صورت ہوگی یعنی حلالہ کے بعد یا حلالہ سے پہلے؟

سائل: عبدالملک قاسم بدلو۔ آلمیرہ استاد۔ ہالینڈ

۸۶ جواب۔ ہوالہادی الی الصواب۔

جب دونوں کے درمیان خلوت صحیح متحقق نہیں ہے تو مسلمی پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہوگئی کیونکہ غیر مدخولہ پر طلاق رجعی واقع نہیں ہوتی اگر اسے ایک طلاق رجعی بھی دی جائے تو اس پر طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ اور جب مسلمی مذکورہ پر طلاق بائن ہوگئی تو اب وہ محل طلاق نہ رہی۔ اسلئے عبدالعزیز کی دی ہوئی دوسری تیسری طلاق عندالشرع لغو ہے۔

اور جب مسلمی پر طلاق ثلاثہ واقع ہی نہیں ہوئی تو حلالہ کی ضرورت ہی نہیں ہے عدت کے اندر یا انقضائے عدت کے بعد عبدالعزیز اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ۔ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۴ء

کتاب البیوع

(خرید و فروخت کا بیان)

رجسٹریشن کی خرید و فروخت

۱۰۱۲ھ - محمد شریف عبدل

۱۵-۲-۱۹۹۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک ایسی دوا بنائی جو نادر و بے مثال ہے پھر اس دوا کو رجسٹر کرایا اور اب وہ دوا مقبول عام و خاص ہو گئی ہے لہذا دوا کی دوسری کمپنیاں گراں قدر رقم دیکر اس دوا کے رجسٹریشن کو خریدنا چاہتی ہیں۔ کیا شریعت اسلامیہ کی رو سے دوا کا وہ رجسٹریشن مال کا حکم رکھتا ہے اور کیا اسکے خرید و فروخت کی از روئے شرع اجازت ہے؟

حاجی محمد شریف عبدل۔ اینڈ ہوفن (فلیپس سٹی) ہالینڈ

۹۲ الجواب ————— اللہم ھدنا لیلۃ الحق والصواب

رجسٹریشن ہو جانے کے بعد اس دوا کا منافع اس کے موجد کے لئے محفوظ ہو گیا۔ اور منافع کی خرید و فروخت شرعاً جائز و مباح ہے (تفصیل کے لئے شیئر بازار کے مسائل کا مطالعہ کیجئے) اگرچہ منافع عین مال تو نہیں لیکن مال سے ضرور متعلق ہے کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے تو حکماً مال ہے۔ جس طرح مال کی بیع و شراہ جائز ہے منافع کی بھی خرید و فروخت جائز ہے۔ بَدَلُ الصَّنَاعَةِ میں ہے۔

سواءً كان المال حياً او منفعةً کونشی خواہ عین مال ہو یا اس کا منافع ہو

عند العلماء کافۃً تمام علماء کے نزدیک دونوں کا حکم برابر ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب کسی چیز کا رجسٹریشن کرانا مباح اور قابل انتفاع ہو تو وہ

شرعاً مال کے حکم میں ہے۔ اسے بیچ کر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور خریدنے والے اسے خرید بھی سکتے ہیں۔ کمافی مجمع الانہر «والشئی انما یصیر مالاً لکونہ منتفعاً بہ»

واللہ سبحانہ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۵-۲-۱۹۹۹ء

حق تصنیف کی بیع و شراء

۱۰۱۳ھ میں مولانا عمران، اینڈ ہون

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ و مفتیان دینیہ اس مسئلہ میں کہ جس طرح دوا وغیرہ کے رجسٹریشن کو بیچنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے کیا اسی طرح دینی یا غیر دینی کتابوں، مضمونوں اور نظم و نشر مقالات کے حق تصنیف (و تخلیق) کو بیچنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا بھی جائز ہے؟

عمران نورانی۔ اینڈ ہون (فلیپس سٹی)، اینڈ

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

جی ہاں حق تصنیف و اشاعت کو اپنے لئے محفوظ کر لینا بھی مباح اور تابل انتقال ہے۔ جو حکماً مال ہے۔ اور جب حکماً مال ٹھہرا «والشئی انما یصیر مالاً لکونہ منتفعاً بہ» (مجمع الانہر) تو اسے بیچنا خریدنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے خواہ وہ کتب و مضامین اور اشعار وغیرہ دینیات پر مشتمل ہوں یا دنیاوی مصلح و فوائد پر۔ ہاں ایسے مضامین و اشعار جو فواحش و لغویات سے بھر پور ہوں۔ اور انسانی کردار سازی سے دور ہوں نہ ان کا حق تصنیف و اشاعت محفوظ کرنا مباح اور نہ ہی اسے بیچنا خریدنا جائز ہے کہ وہ قابل انتفاع نہیں ہیں بلکہ مخرب اخلاق و انسانیت ہیں جس کی تصنیف و تالیف اور اشاعت در خود گناہ بلکہ گناہان کثیرہ ہے۔

نوٹ: کسی تصنیف و تالیف یا ایجاد کو تخلیق سے تعبیر کرنا مناسب نہیں ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم کتبتہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ ۲۰ جنوری ۱۹۸۵ء

حیٹروٹ فارم کو بیچنا

۱۰۱۲ھ محمد شریف عبدل۔ فلیپس سیٹی

۱۵-۱۱-۱۹۸۵ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوکان یا فارم کا نام سن آف نیدرلینڈ (SUN OF NETHER LAND) "آفتاب ہالینڈ" رکھا اور دوکان یا فارم کی تمام اشیاء برآمدات پر اسی نام کا لیبل چسپاں کیا۔ یہاں تک کہ پورے ملک میں اسی نام سے دوکان یا فارم مشہور ہو گیا۔ واضح ہو کہ دوکان یا فارم کے مالک (یورپرائیٹرز) نے اسی نام کو گورنمنٹ کے یہاں رجسٹریشن بھی کرا لیا ہے۔ اب اگر کوئی دوسرا شخص یہی نام اپنی دوکان یا فارم کا رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر صرف اسی نام سے دستبرداری کے عوض اگر کوئی دوسرا شخص اسے لاکھوں گلڈرز دے۔ تو لاکھوں گلڈرز لیکر اس نام سے دست بردار ہو جانا درست ہو گا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ جواب دے کر شکر یہ کا موقع دیں۔

بشریف عبدل۔ اینڈ ہونز

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

اپنی دوکان، یا فارم، یا تنظیم کا کوئی نہ کوئی نام رکھ لینے کا حق ہر آدمی کو حاصل ہے لیکن اگر کوئی نام کسی نے رکھ لیا اور اسی نام کے ساتھ اس کا مفاد وابستہ ہو گیا۔ تو اب دوسرے شخص کو یہ حق نہ رہا کہ اسی نام کا استعمال کرے خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ وہ نام رجسٹریشن بھی ہو چکا ہو۔ کیونکہ اس میں عوام کو دھوکہ دینے اور ایک بھائی کے تجارتی مفاد کو غصب کرنے کے علاوہ ایسی جرم کا ارتکاب بھی ہے۔

ہاں اسے اپنے معاشی مفاد (گڈویل) کو بیچنے یا کسی خاص قیمت کے عوض

جو کچھ بھی وہ معاوضہ حاصل کرے گا وہ اس کے لئے جائز و مباح ہے کہ وہ اپنے تجارتی مفاد کو فروخت کر رہا ہے۔

اسی طرح اگر کسی کمپنی کے مالک یا دوکاندار نے اپنے کاروباری مفاد کے پیش نظر کوئی مخصوص نشان (ٹریڈ مارک) مقرر کر رکھا ہو اور بعد میں اس نشان کو بیچنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ جتنی رقم میں چاہے بیچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نشان اس کے تجارتی مفاد سے متعلق ہے۔ اور اب وہ صرف نشان نہیں بلکہ تجارتی مفاد و منافع کو بیچ رہا ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم بالصواب کنتہ عبد الواحد قادری غفرلہ

نوری مسجد آئسٹڈم۔ ۱۵-۱۱-۱۹۸۷

کسی کے سامان کی نقل اٹا کر بیچنا

مسئلہ ۱۰۱۵۔ محمد نصیر گمان۔ نوبار ایس بیرو

۱۹۹۲-۳-۱۳

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ آدمی کو اپنی ملکیت میں تصرف کا اختیار ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص ایک سامان خریدتا ہے پھر اس سامان کی نقلیں تیار کر کے اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو از روئے شرع اُسے فائدہ اٹھانے کا اختیار ہے یا نہیں؟

نصیر گمان بلاسیس سٹراٹ، آئسٹڈم

۱۲ الجواد۔ اللہم ہدایۃ الحق والقواد

۷۸۶

خدا کرے آپ کا یہ سوال مبنی بر حقیقت اور خلوص کی بنیاد پر ہو چیتاں نہ ہو۔ بیشک اپنی ملکیت میں ہر آدمی کو جائز حد تک تصرف کا اختیار ہے۔ اور اپنے مال و سامان سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ لیکن کسی دوسرے کو اُسے نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ نے نقصان و ضرر برداشت کرنے اور کسی کو نقصان و ضرر پہنچانے دونوں سے منع فرمایا ہے۔ "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام" پس کوئی سامان خرید کر اس کی نقلیں اٹا کر پھر اسے بازار میں فروخت کرنا اس کی کمپنی یا اصل مو

یا بائع کو نقصان و ضرر پہنچانا ہے۔ اور جہاں یہ صورت پائی جائے اسلام اس کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز یا ریلوے کا ٹکٹ خرید کر کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعہ اسکی نقلیں کر لینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کہ اس سے اصل کمپنی یا موجود یادو کا نڈار کا ضرر ہے اور عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

اسی طرح روزمرہ برتنے کا سامان خرید کر اس کی نقل سے مالی منفعت حاصل کرنا درست نہیں کہ اس میں بھی اصل بائع یا فیکٹری کا نقصان ہے۔

آجکل ملکی کرنسی چھاپنے یا پاپورٹ وغیرہ گورنمنٹی قیمتی کاغذات کی نقل تیار کرنے کی جو پوربازاری چل پڑی ہے یہ غالباً اسی ذہنیت کی اُتج ہے کہ وہ اپنی ملکیت سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن درحقیقت یہ اپنی ملکیت سے استفادہ نہیں بلکہ حکومت و عوام کو دھوکہ دینا اور نقصان پہنچانا ہے جو سراسر دجل و فریب اور حیرام و بدائجہام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ خادم شعبہ مذہبی امور

ورلڈ اسلامک مشن، لینڈ ۱۳ ۱۹۹۲ء

دوسروں کی مطبوعات بے اجازت چھاپنا بیچنا

۱۰۱۶ھ: حاجی محمد فاروق، صدر رویت ہلال کمیٹی نیدر لینڈ۔
۱۵-۱۱-۱۹۸۵
کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان بالامقام اس مسئلہ میں کہ میں نے اسلامی فقہ سے متعلق ایک کتاب خریدی جو نہایت مفید اور حالات حاضرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی یہاں اشاعت کرا دوں یا کاپی مشین کے ذریعہ دو چار سو کاپیاں اس کی نکالوں تاکہ اس کتاب کی عام تشہیر ہو جائے اور مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن اس کتاب کے اندرون پہلے ورق پر (جملہ حقوق طبع و نشر محفوظ ہے) لکھا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں اس کتاب کی طباعت کاپی کرانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ محمد فاروق صبوری، اینڈ ہون

۹۲ الجواد اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالْقَوَادِرِ

کسی کتاب یا کسی مضمون کے حق طاعت و تصنیف کو ایسی طور پر محفوظ کر لینے سے جس کے حق میں محفوظ کرایا گیا اسی کے حق میں محفوظ ہو جاتا ہے جب کتاب مذکور کی طاعت مصنف کے حق میں قانوناً بھی محفوظ ہو چکی ہے تو مصنف کی اجازت صریح کے بغیر کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کتاب کی طاعت و اشاعت کرے۔ یا کاپی بنا کر عام کرے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

من سبق الی مالہ یسبقہ جو مسلمان کسی کام میں دوسرے مسلمانوں پر سبق مسلم فهو (ابوداؤد) لہجائے اس کا مفاد اسی کے لئے ہے۔

ہاں اس کتاب کے وہ مضامین و مسائل جو کسی دوسری کتاب سے ماخوذ و مستفاد ہوں، انہیں بغیر اس مصنف و جامع کی اجازت کے بھی اصل کتاب کے حوالہ جات کے ساتھ شائع کر سکتے ہیں کیونکہ یہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔ اس پر تمام اہل اسلام کا حق ہے اور جو تمام اہل اسلام کا حق ہو اسے شخص مفرد کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم کہ عبد الواجد قادری غفرلہ توری آسٹریڈم

۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء

دوسروں کی مصنوعات پر اپنا لیبل لگانا

مسئلہ ۱۰۱۷۔ حاجی فاروق صبوحی علی۔ اینڈ ہون

۱۳-۱۱-۱۹۸۵ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ڈاکٹر نے ایک دوا کی ایجاد کی پھر گورنمنٹ سے اس کا رجسٹریشن بھی اپنے نام سے کرایا۔ کچھ دنوں کے بعد جب وہ دوا پبلک میں مشہور و معروف ہو گئی تو دوسری کمپنی یا دوسرے شخص نے اسی دوا کو اپنے لیبل کے ساتھ نام میں قدرے تغیر کے ساتھ بازار میں فروخت کرنا شروع کیا۔ کیا اسلامی شرع میں ایسا کرنا جائز و درست ہے؟ بینوا و توجروا۔ محمد فاروق صبوحی

۹۲ الجواب

اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسلام میں دھوکہ دہی اور حق تلفی دونوں حرام ہیں۔ صورتِ مسئلہ میں جس کمپنی نے دوسرے کی ایجاد کردہ دوا کو بغیر اس کی اجازت کے بنایا یا اسی دوا پر اپنا لیبل لگا کر خریداروں کو یا بازار میں سپلائی کیا۔ وہ حرام کا مرتکب ہوئی۔ کیونکہ یہ جائزہ دینا کو دھوکہ دینا اور اصل دوا کے موجد کی حق تلفی ہے۔ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
”مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا“

اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے اس کرتوت سے باز آئے اور دوا کے اصل موجد سے معافی طلب کرنے بلکہ اس کے خسارہ کو پورا کرے۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ لوری مسجد امسٹرڈم

۱۳ نومبر ۱۹۸۵ء

مکان کی مختلف منزلیں مختلف خریداروں کے ہاتھ بیچنا

۱۰۱۸ مسئلہ :- حاجی عبد الجبار گسان بلائیس سٹریٹ، امسٹرڈم
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آجکل شہروں میں کئی کئی
منزلوں کے مکانات بنتے ہیں۔ اور ہر منزل بلکہ ایک منزل پر اگر چار فلیٹس ہیں تو
ہر ایک فلیٹ الگ الگ اسمیوں کے نام بیچنے کا عام رواج ہو گیا ہے۔ کیا اس
طرح مکانات کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے؟ بینوا و توجروا
محمد عبد الجبار گسان۔ امسٹرڈم

۹۳ الجواب

اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مکان کی منزلوں یا اس کی فلیٹ کو الگ الگ خریدنا، بیچنا درست و
جائز ہے کیونکہ وہ شرعاً مال ہے اور مال کی بیع و شراعت مشروع و راجح ہے
واللہ تعالیٰ اعلم

مکان کی فضا کی فروختگی

۱۰۱۹ مسئلہ :- محمد عبد الجبار گنگان، آسٹریٹم

۱۹۸۹-۲-۱۴

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گنجان آبادیوں میں بنے ہوئے مکانات کی فضائی پچنے اور خریدنے کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے۔ کیا فضا کی خرید و فروخت جائز ہے؟ اور ایسی صورت میں اصل زمین کا مالک کون قرار پائے گا؟

سائل :- حاجی محمد عبد الجبار۔ بلاسیس سٹریٹ ۸۳ آسٹریٹم

۹۲

الجواب _____ اللَّهُمَّ هِدْ لِي إِلَى الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فضا کی خرید و فروخت ائمہ احناف کے نزدیک درست نہیں۔ لیکن یہ مسئلہ چونکہ منصوص نہیں ہے اسی لئے ائمہ مالکیہ نے اس کی مخالفت کی۔ بلکہ صاحب فتاویٰ علماء احناف کے نزدیک بھی عدم جواز کے علل و اسباب میں قاطعاً اختلاف موجود ہے لہذا موجودہ عرف و عادت اور مصلحت کو دیکھتے ہوئے فقہ مالکی کے مطابق انہی کی شرطوں کے ساتھ اگر خرید و فروخت کی اجازت دیدی جائے تو غالباً غیر مناسب نہ ہوگا۔ کیونکہ اسی میں امت کے لئے وسعت و آسانی اور غالباً یہی حالاتِ حاضرہ کا تقاضا ہے۔

دوسری صورت اس کے جواز کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فضا سے قطع نظر مکان کی چھت کی نیچ کی ہو۔ اور بالائی تعمیر کی ایسی مد بندی ہو جائے کہ تختانی عمارت کو نقصان نہ پہنچے۔ جو تختانی منزل کا مالک ہوگا وہی زمین اور زمین کے نیچے کا بھی مالک ہوگا۔ اور جو فوقانی منزل کا مالک ہوگا وہی اپنے مکان کی چھت سے اوپر کی فضا کا بھی مالک ہوگا۔ اور ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مکان سے نیچے کی زمین کھود کر یا بالائی منزل سے اوپر کوئی اور عمارت تیار کر کے ایک دوسرے کو نقصان پہنچائے۔ اسی لئے فضا کی بیع و شراء سے پہلے اس کے شرائط کا طے ہو جانا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلماہم واکرم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ خادم مذہبی امور و دلائل اسلامک فیشن البینڈ

لائسنس کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۲۰۔ فیروز سکریٹری نوری مسجد آسٹریڈم

۱۹۸۵-۱۲-۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ کی طرف سے پبلک کے نام جو لائسنس جاری ہوتا ہے اسکی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس لائسنس کے ذریعہ غیر ملکی مصنوعات منگوانے اور بیچنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بہت سارے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں امید کرواؤ اور خلاصہ جواب دیں گے۔

محمد فیروز، آسٹریڈم

۸۶ الجواب۔ اللہم ھذا یۃ الحق والصواب

گورنمنٹ کی طرف سے پبلک کے نام جو لائسنس جاری کیا جاتا ہے وہ عمومی و خصوصی دو طرح کا ہوتا ہے تو جو لائسنس عمومی مصلحتوں کے پیش نظر عمومی نوعیت کا ہو اور کسی خاص آدمی کے نام سے حکومت نے جاری کیا ہو۔ وہ حصول منفعت کے لحاظ سے حکماً مال ہے۔ لہذا اس کی خرید و فروخت جائز و مباح ہے جیسے غیر ملکی مصنوعات کی درآمد یا ملکی مصنوعات کی برآمد کا لائسنس (حکومتی اجازت نامہ) اور جو لائسنس خصوصی مصلحت و نوعیت کا ہو اور حکومت نے کسی خاص آدمی کے نام سے جاری کیا ہو اور اسے دوسرے کے نام منتقل کرنا قانوناً ناجائز اور دھوکہ دہی ہو۔ اس لائسنس کی خرید و فروخت عدل کی وجہ سے شرعاً ناجائز ہے مثلاً پاپیٹ ویزا، بندوبست اور کار وغیرہ کا لائسنس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری مسجد آسٹریڈم۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء

پل وغیرہ نیلامی میں لینا اور اس سے فائدہ اٹھانا

مسئلہ ۱۰۲۱۔ محمد نعیم سنی لاند، نیدرلینڈ

۱۹۸۵-۱۱-۲۴

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ندی، نالوں، پریبلک

کی سہولت کے لئے گورنمنٹ خود یا کسی کمپنی کے ذریعہ پل بنواتی ہے پھر اس پل میں جتنی لاگت لگی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے پل کو نیلام کر دیتی ہے جس کو ٹھیکہ لینا دینا کہتے ہیں۔ کیا اس ٹھیکہ کا لینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا از روئے شرع جائز ہے؟ پھر بعض ٹھیکہ لینے والے کچھ نفع لیکر ٹھیکہ کے کاغذات کو دوسروں کے ہاتھ فروخت بھی کر دیتے ہیں۔ کیا ٹھیکہ کے کاغذات کی خرید و فروخت جائز ہے؟

محمد نعیم، سٹی لاند، نیدرلینڈ

۷۸۶

۹۲ الجواب۔ اللہم ھدنا ایۃ الحق والصواب

جن حقوق یا جن چیزوں سے مالی منفعت وابستہ و متعلق ہو۔ اور اس کی خرید و فروخت نے عموم بلوی کی شکل اختیار کر لی ہو شرعاً اس کی خرید و فروخت درست ہے۔ کما فی رد المحتار و کتب الاسفار لہذا صورت مسؤلہ میں پل وغیرہ کا ٹھیکہ لینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز و مباح ہے۔ اور ٹھیکہ کے کاغذات کی خرید و فروخت بھی درست ہے کہ اس سے مالی منفعت متعلق ہے پھر وہ مقاصد شرع سے متصادم بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ لوری مسجد، آسٹریڈ

دو چار برسوں کے لئے باغات کے پھلوں کو بیچنا

۱۰۲۲ھ - (مولانا) سلطان رضا قادری رضوی مسجد آسٹریڈ
 ۱۲-۹-۱۹۸۸ء
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ انگریز و ناشپاتی وغیرہ کے بعض باغات کے پھل دو چار سال کے لئے خریدار خرید لیتے ہیں اور انہیں پھلوں کو بازاروں میں لاکر بیچتے ہیں۔ کیا بازار سے ان پھلوں کو خریدنا اور استعمال کرنا جائز و درست ہے۔ امید کہ جواب باصواب سے نواز کر مشرف فرمائیں گے۔

محمد سلطان رضا خطیب رضوی مسجد آسٹریڈ

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

جمہور علماء اسلام کے نزدیک معدوم اشیاء کی خرید و فروخت مطلقاً جائز نہیں۔ باغات کے پھلوں کو سال دو سال پہلے ہی بیچ ڈالنا یا خرید لینا ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لہذا جو کچھ بیع و شراہ فاسد کے ساتھ حاصل کئے گئے اس سے منفعت حاصل کرنا حرام ہے۔ نیز ان پھلوں کا بازار سے خریدنا اور استعمال کرنا بھی شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم امور شرعیہ ورلد اسلامک مشن

ہالینڈ۔ ۱۲۔ ۹۔ ۱۹۸۸ء

اگر باغات کے معدوم پھلوں کو بیچنے پر تعامل ہو جائے

۱۰۲۳ مسئلہ :- (مولانا) محمد سلطان رضا قادری

۲-۱۱-۱۹۸۸ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ باغات کے پھلوں کو سال دو سال کے لئے خرید و فروخت کرنے کا عام حلین ہو گیا ہے اور اکثر مالکان و مشتری کا اس پر تعامل ہے کیا ایسی صورت میں تعامل الناس کا شرع شریف میں کوئی اعتبار نہیں؟ جبکہ عامۃ الناس حرام خوری کا مرتکب ہو رہی ہو

(مولانا) محمد سلطان رضا قادری خطیب رضوی بچہ فرید الاسلام آمسٹرڈم

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

جی ہاں تعامل و راج کا شرع شریف میں قرار واقعی حیثیت موجود ہے اور اس کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے لیکن نصوص شرعیہ اور صحیح روایات کے بالمقابل اسے نہیں لایا جاسکتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں صراحتاً ایسے پھلوں اور کاشت کے بیج کی ممانعت موجود ہے جن کا درختوں یا پودوں پر وجود ہی نہیں ہوا ہو۔ امام ترمذی نے ایسی حدیثوں کا ایک باب ہی باندھا ہے جس کا نام "باب ما جاء فی المنازعة والمعادمة" رکھا ہے۔ اور فقہاء کرام نے اسے بیع معادمة اور بیع سنین کا نام دیا ہے، یہ بھی یاد رکھنا

چاہئے کہ جو تعامل نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہوں، علماء کرام انھیں تعامل کے پیش نظر شریعت کی حد میں رہ کر ممکن حد تک آسانی کی راہیں ہموار کرتے ہیں، ہر تعامل کے اندر شریعت کی اساس بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ لہذا باغات کے معدوم پھلوں کی بیع و شراہ کو تعامل و راجح کا نام دیکر جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بیع و شراہ کے اس طریق کار کو تھپوڑنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

اشیاء معدومہ کا قیاس بیع مسلم پر صحیح نہیں

۱۰۲۴ھ :- (مولانا) محمد سلطان رضا قادری

۲-۱۱-۱۹۸۸ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شریعت کے نزدیک بیع مسلم جائز و درست ہے اور بیع مسلم میں بھی اشیاء معدومہ کی خرید و فروخت ہوتی ہے تو باغات کے وہ پھل جو ابھی درختوں میں نہیں لگے اس کی بیع و شراہ کیونکر ناجائز ہے؟ (مولانا) محمد سلطان رضا قادری رضوی مجدد فریدالاسلام

۹۲ العجواب بعون الملک الجواد الوہاب

بیع مسلم عند الشرع چند شرائط کے ساتھ جائز و درست ہے۔ اگر وہ شرائط ذہن میں ہوں تو بیع مسلم کو معدوم اشیاء کی خرید و فروخت پر آپ قیاس نہیں کر سکتے۔ بیع مسلم کی صحت کے لئے فقہاء کرام نے جن شرطوں کو بیان فرمایا ہے ان میں مشہور اور متفق علیہ شرط مبیع (فروخت شدہ شے) کی مقدار، قسم، اور وقت وغیرہ کا متعین ہونا ہے۔ اور پھلوں میں ان قسموں کا تعین ممکن نہیں لہذا بیع مسلم کو معدوم پھلوں کی بیع پر قیاس کرنا درست نہیں۔ اور اگر بالفرض پیدا ہونے والے پھلوں کی مقدار اور قسم وغیرہ کا تعین بھی آپس میں ہو جائے تو یہ خرید و فروخت تحباً و عن الشرع ہے جو بیع کو فاسد کر دیتا ہے۔ اسلئے پھلدار درختوں پر جب تک پھول نمودار ہو جائیں اسکی بیع و شراہ جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری ورلڈ اسلامک مشن بالینڈ۔ ۲-۱۱-۱۹۸۸ء

۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

باغات میں عموماً یکبارگی پھل نمودار نہیں ہوتے اور نہ یکبارگی سب کے سب قابل استعمال ہو جاتے ہیں۔ اگر باغ کے تمام درخت ایک ہی قسم کے پھل کے ہوں پھر ان میں بعض درختوں کے پھل اس قابل ہو گئے ہوں کہ اس سے اچار چٹنی وغیرہ بنائی جاسکے۔ اور بعض پھل ابھی اس قابل بھی نہ ہوں تو تبعا پورے باغ کے پھلوں کی خرید و فروخت جائز ہے، پھر اگر اس کا مالک پھلوں کے پکنے یا قابل استعمال ہونے تک پھلوں کو درختوں پر رکھنے کی صریح اجازت دیدے یا اس علاقہ میں یہی تعامل ہو کہ خریدار خام پھلوں کو درختوں پر خرید لیتے ہوں اور نچتے ہونے کے بعد توڑتے ہوں تو اس تعامل کے ذیل میں خریدار مالک باغ کی اجازت کے بغیر بھی اپنے پھلوں کو درختوں پر رکھ سکتا ہے لیکن درختوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے پر اسے تاوان دینا ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

اگر باغ میں مختلف پھلوں کے درخت ہوں

مسئلہ ۱۰۲۴۔ محمد عباس، رضوی مسجد آمسٹرڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک باغ میں اگر مختلف قسم کے درخت ہوں۔ مثلاً کچھ درخت آم کے ہوں کچھ لیموں کے کچھ امرود اور بیر کے۔ ظاہر ہے کہ ان سب درختوں پر پھول اور پھل ایک مرتبہ نہیں آتے بلکہ مہینوں کا فرق ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر آم کے درخت پر پھل آچکے ہوں، لیموں کے درخت پر پھول لگ رہے ہوں اور امرود کے پھول آنے والے ہوں تو اس باغ کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ محمد عباس، رضوی مسجد فریدالاسلام، آمسٹرڈم

۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

اگر باغ مختلف قسم کے درختوں کا مجموعہ ہو اور سب کے پھول نمودار نہیں ہوئے ہوں تو اس کی بیع و شراہ اجماعاً درست نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں اس باغ کی خرید و فروخت

جائز نہیں۔ گمان فی الشرح الصغیر۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری عفی عنہ

۱۷ - ۸ - ۱۹۹۰ء

پودوں کے ساتھ اس کے پھلوں کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۲۸۔ محمد قاسم رحمن آسٹریڈم

۱۲-۳-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سبزی فروش لوگ کھیرا، لکری، کدو، بیگن وغیرہ کی کاشت کرتے ہیں۔ جب پودے بڑے ہو جاتے ہیں اور ان میں پھول یا چھوٹے چھوٹے پھل لگنے شروع ہو جاتے ہیں تو انھیں سبزیوں کے بیوپاریوں کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں۔ اور بیوپاری لوگ پورے موسم میں ان پودوں سے پھل حاصل کرتے اور بازار میں فروخت کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح پودوں کی خرید و فروخت اور پھران سے حاصل شدہ پھلوں کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ محمد قاسم رحمن ہونخ وورد، آسٹریڈام پورٹ، نیدرلینڈ

۱۷۹۶ الجواب۔ بعون الملک الوہاب۔

جن سبزیوں کا ذکر سوال نامہ میں ہے صرف ان کے پھول یا ناقابل استعمال کیری (چھوٹے چھوٹے پھل) کے نکل آنے پر ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ "ولو اشتراہا مطلقاً فان شرت ثمرًا اخر قبل القبض فسد البیع لتعذر التمییز" (بہر الرائق) ہاں جب ان پودوں میں ایسے پھل نمودار ہو گئے ہوں جو انسانوں کے لئے قابل انتفاع ہوں اور باقی پھل پورے موسم میں یکے بعد دیگرے نکلیں تو ایسی صورت میں تعامل کے پیش نظر فقہاء متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اسی میں امت کے لئے وسعت و آسانی ہے۔ اور جواز کا حیلہ یہ بتایا ہے کہ بجائے پھول یا نسہہ نہیں پھلوں کے ان پودوں ہی کو خرید لیا جائے اور پورے موسم کے لئے زمین کو کرایہ پر لے لیا جائے۔ اور مالک زمین وقت مقررہ تک

اس پیداوار کو مشتری کے لئے مباح کر دے یشتیری اصول الباذ بخان
والبطیخ والرطبة لیكون ما یحدث عن ملكه.... وفي الزرع
والحشیش یشتیری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدة
بلومة یعلم غایة الادراك۔ (فتح القدير والبحر الرائق)

مثلاً کھیر، ککری، کدو بگین وغیرہ کی ایک قطعہ زمین زراعت کو پانچ سو
گلدڑی میں خریدنا چاہتا ہے تو دوسو میں پودوں کو موجودہ پھول و پھل کے ساتھ
خرید لے اور تین سو میں اس وقت تک کے لئے زمین کو کرایہ پر لے لے جب تک اس
موسم کے پھل ان پودوں میں آکر قابل استعمال ہو جائیں اور مدت گزرنے کے بعد
مشتری اس زمین سے دستبردار ہو جائے۔ اور اگر پھلدار پودوں کو اس کے پکنے تک
زمین میں رکھنے کا لوگوں میں تعامل ہے تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے ایسی صورت
میں زمین کو کرایہ پر لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ نوری مسجد آمسٹرم ۴

۱۲ مایچ ۱۹۸۶ء

ڈالی کے ساتھ باغوں کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۲۹ :- (مولانا) ہمایوں کبیر، دین بوس ہالینڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ باغ
۲۵-۵-۱۹۸۹ء
وطن میں آم اور ناریل کے باغات کے پھلوں کی عام خرید و فروخت ہوتی ہے یعنی
جب درختوں پر پھول اور کچھ پھل آجاتے ہیں تو مالک باغات ان کے پھلوں کو اس
شرط پر بیچ ڈالتے ہیں کہ فلاں فلاں درخت کے پھل کے علاوہ پورے باغ کو اس قیمت
میں بیچاؤ خریداران درختوں کے استثناء کے ساتھ اس باغ کو خرید لیتا ہے۔
باغات کے فروخت کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ باغ درختوں کا استثناء تو نہیں کرتے
بلکہ اپنے لئے کچھ پھل متعین کر لیتے ہیں جس کو حق یا ڈالی کہا جاتا ہے یعنی اس باغ سے اتنا

پہلے بچے ملنا چاہئے اور مشتری مقررہ مقدار کے استثناء کے ساتھ باغ کو خرید لیتا ہے
 شرعاً یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں
 (مولانا) ہمایوں کبیر خطیب مسجد انوار مدنیہ اینڈ ہون

۷۸۶

۹۲ الجوامع بعون الملک الوہام

درختوں کے استثناء کے ساتھ باغات کی بیع و شراہ عام فقہائے احناف کے نزدیک جائز
 و درست ہے۔ البتہ پھلوں کی مقدار (تعداد) کے استثناء کے ساتھ باغات کی بیع
 فقہائے متقدمین کے نزدیک ناجائز ہے "کما فی الہدایہ" ولا یجوز
 ان یدیع ثمرہ و لیستثنیٰ مضافاً لہ معلومہ خلاف المالک و غیرہ
 لیکن یہ عدم جواز بھی فقہاء احناف کے نزدیک متفق علیہ نہیں بلکہ امام ابن ہمام نے
 مقدار کے استثناء کو ظاہر روایت کے پیش نظر جواز کے ماننے میں رکھا ہے۔ کما فی فتح القدیر
 اور اب جبکہ تعامل بھی ہے تو امام مالک رحمہ اللہ علیہ کی رائے جواز کو تقویت ملتی ہے۔
 لہذا اس پر عمل کرنے میں شرعاً مواخذہ نہیں ہونا چاہئے لیکن پھلوں کے استثناء میں
 پھلوں کی مقدار اور قسم وغیرہ کا تعین بائع و مشتری کے درمیان ہو جانا چاہئے تاکہ ایسی
 نزاع کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافناء جامعہ مدنیہ الاسلامیہ

۲۵ / ۵ / ۱۹۸۹ء

پاراوری کیلئے نر جانور کو پالنا اور اسکی قیمت کا کرنا

۱۰۳۰
 مسئلہ ۱۰۳۰۔ (مولانا) ہمایوں کبیر، اینڈ ہون

۲۵-۵-۸۹ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے
 علاقہ میں بعض لوگ بکرا، سانڈھ اور بھینسا وغیرہ کو اسلئے پالتے ہیں یا دوسرے ملکوں
 سے منگوا کر رکھتے ہیں کہ ان سے دوسروں کی بکری، گائے اور بھینس کو جفتی کر کر پاراوری
 کرائیں اور اس سلسلہ میں وہ بکری، گائے وغیرہ کے مالکوں سے مقررہ رقم وصول کرتے

ہیں کیا یہ کاروبار شرعاً درست ہے؟ (مولانا) ہمایوں کبیر خطیب امام مسجد اہل ہند دہلی

۹۸۶ الجواب بعون الملک الوہاب

جانوروں کی حفیٹی کی رقم وصول کرنا شرعاً جائز نہیں اور نہ ہی اس وصول شدہ آمدنی کو استعمال کرنا درست ہے۔ بہت ہی شریف اور وارقطنی وغیرہا کی روایات میں اس فعل سے ممانعت موجود ہے۔ لہذا اگر یہ صورت کسی علاقہ میں مروج بھی ہو جائے اور لوگ عام طور پر جانوروں کی حفیٹی کی اجرت لینے دینے لگیں جب بھی شرعاً اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اسکی ہی نص شرع میں موجود ہے۔ عن ابی سعید

الخدیری قال نہی عن عسب الفحل (الی آخر الحدیث)

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء مدینۃ الاسلام

دی ہیگ۔ ۲۵۔ ۹۔ ۱۹۸۹ء

۱۔ کاشت کی زمین بٹائی پر دینا

۲۔ باغات کو اجرت معدوم پر نگرانی میں دینا

۳۔ تجارت میں سرمایہ اور محنت کی شرکت

مسئلہ ۱۰۳۱/۱۰۳۲/۱۰۳۳، (مولانا) فیصل، مقیم دی ہیگ

۲۵-۵-۱۹۸۹ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کاشتکاری کی زمین کو بٹائی پر دینا یعنی مالک زمین اپنی کاشتکاری کی زمین مزایع کو اس شرط پر دیدے کہ تم اس زمین میں کاشت کرو۔ پیداوار میں ہم دونوں آدھے آدھے رہیں گے اور کاشتکار اسی شرط پر زمین کو آباد کرے۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟

پڑا ناشپاتی، آم اور دیگر پھلوں کے درختوں کو اجرت معدوم پر نگرانی کے لئے کسی کے حوالہ کر دینا کہ تم اس باغ کی حفاظت و نگرانی کرو۔ پھلوں کے ٹختہ ہو جانے اور ٹوٹنے کے بعد تمہیں تمام پھلوں کا مثلاً سولہواں حصہ ملے گا۔ اور نگران اس کے لئے تیار ہو جائے تو نگران کے لئے اس سے حاصل شدہ اجرت جائز ہے یا نہیں؟

۳ ایک شخص تجارت میں ماہر جفاکش اور یا تدار ہے۔ لیکن تجارت کرنے کے لئے اس کے پاس روپے نہیں ہیں۔ اور جو شخص اسے تجارت کے لئے روپے دینے کو تیار ہے اس کی شرط یہ ہے کہ منافع میں ہم دونوں نصفاً نصف رہیں گے۔ لیکن نقصان کے ذمہ دار صرف تم ہو گے۔ میری پونجی اپنی جگہ برقرار رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ تجارت میں اس طرح کی شرکت جائز ہے یا نہیں؟

فیصل مقیم، استاذ الجامعۃ الغوثیہ دی ہیک، نیدرلینڈ

۹۲ الجواب — اللہم ھدایۃ الحق والصواب —

صورتِ مسئلہ میں اول الذکر دونوں سوالات کا تعلق مسائلِ قیاسی سے ہے اور فقہاء کرام کے یہاں یہ اصول عام ہے کہ عرف و راج کے بالمقابل مسائلِ قیاسیہ متروک ہو جاتے ہیں۔ ہر چند کہ مزارعت کی صورتِ مسئلہ جائز نہیں۔ مگر فقہاء احناف نے بھی عرف و راج کی وجہ سے صورتِ مذکورہ کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اب جبکہ اس کا تعامل اس قدر عام ہو گیا ہے کہ لوگوں کا اس سے روکنا ممکن نہیں ہے تو اصولِ شرع کا تقاضا یہی ہے کہ عام لوگوں کو اکلِ حرام سے بچایا جائے۔ اور حتیٰ الوسع اباحت کی صورت پیدا کی جائے۔ اور جب فقہاء متاخرین اور مفتیان کرام نے بلوکی عام کی وجہ سے صورتِ مذکورہ کو جائز قرار دیا۔ تو یہ عامہ مسلمان کے لئے رحمت و وسعت ہے۔ **وَاللّٰهُ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا۔ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَم**

۴ اجرتِ معدوم کو اگر مقدار قسم اور حصہ وغیرہ سے مختص کر دیا جائے تو اسے اجرتِ مجہول نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا اور نہ ہی اس سلسلہ میں تفسیرِ طمان والی روایت پیش کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ تفسیرِ طمان میں اس اجرت کی ممانعت ہے جو غیر موجود، غیر متعین اور غیر متمیز ہے۔ صورتِ مذکورہ فی السوال میں اگرچہ پھیل غیر موجود ہے لیکن اس کی مقدار اور نوعیت وغیرہ تو معلوم ہیں۔ اور عام طور سے یہی طریقہ معروف و مروج ہے۔ لہذا حاصل شدہ اجرت نگران کے لئے جائز و مباح ہے۔ اور باغات کو اس طرح کسی کی نگرانی میں دینا بھی مباح ہے۔ **وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَم**

۳ اگر نفع و نقصان دونوں صورتوں میں سرمایہ دار شریک ہو تو شرکت جائز ہے ورنہ نہیں۔ شرکت کے معاملات میں شریعت مطہرہ سرمایہ دار اور عامل محنت شعار دونوں کی حق رسی کو ملحوظ رکھتی ہے۔ صورت مسئلہ میں سرمایہ دار عامل کا استحصال کرنا چاہتا ہے اور اپنے سرمایہ کے مقابلہ میں اس کی محنت کو کوئی حیثیت نہیں دیتا ہے اسلئے اس کا سرمایہ اس لائق نہیں کہ اس سے استفادہ کیا جائے۔۔۔ شرکت کی تجارت جائز ہے مگر اس کے اصول و ضوابط طرفین کے لئے نفع بخش اور غیر مضر ہونے چاہئیں تفصیلات کیلئے بہار شریعت کا مطالعہ کیجئے۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ لوزی مسجد آمسٹرڈم

۲۹ مئی ۱۹۸۶ء

پھل توڑنے یا زراعت کاٹنے کی مزدوری

۱۰۳۴ مسئلہ عبد اللطیف بسم سترات آمسٹرڈم

۵-۱۲-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ بعض علاقوں میں درختوں سے پھل توڑنے کیلئے جو مزدور رکھے جاتے ہیں ان کی کوئی مقررہ اجرت نہیں بلکہ آپس میں یہ طے پاتا ہے کہ ہر ٹوکھل توڑنے پر مثلاً دو پھل اوسط سائز کے تمہیں ملیں گے۔ اور مزدور اس شرط پر راضی ہو کر کام کرتا ہے۔ کیا اس طرح کی اجرت دینا لینا جائز ہے؟

عبد اللطیف منگل۔

۶۸۶

۹۲ الجواب اللہم ہدایتاً للحق والصواب

یہ بھی عرف و عادت پر منحصر ہے جہاں اس کا رواج نہیں اجرت معدوم ہونے کی وجہ سے معاملہ فاسد ہوگا لیکن جب اجرت کی وضاحت کر دی گئی اور مزدور از خود اس کے لئے راضی ہو گیا تو اب اجرت معدوم نہ رہی لہذا ایسی مزدوری جائز ہے۔ اور اگر اجرت کی وضاحت نہ ہو تو جہاں مزدوری کرنے کے لئے کاہلی چلن ہو وہاں عرف و عادت اور تعامل کی وجہ سے جائز ہے۔ ہمارے ہندوستان میں بھی عام طریقہ سے دھان اور بیج

وغیرہ کی کٹائی اسی طرح ہوتی ہے کہ مزدور کو کھیت اور کھلیان کی دور کی یا پیداوار کی نوعیت کے حسابے آٹھواں، بارہواں یا سولہواں حصہ ملتا ہے۔ اور اس پر عام تعامل ہے لہذا جائز و درست ہے۔

واللہ اعلم
کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد، آمسٹرڈم

۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

یورپ کے ممالک اور بیع فاسد

یورپ میں لائٹری کا ٹکٹ خریدنا

مسئلہ ۱۰۳۵/۱۰۳۶: عابد علی، بوساطت مجلس علماء
۱۹-۲-۲۰۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بالینڈ یا جرمنی میں کسی مسلمان نے لائٹری کا ٹکٹ خریدا اور وہ جیت بھی گیا۔ اب اس رقم کو کس مصرف میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟ جو آپ کے شاد کام فرمائیں۔

عابد علی، بوساطت مجلس علماء، نیدرلینڈ

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

لائٹری کا ٹکٹ خریدنا حرام ہے کیونکہ وہ تمار (جوا) کا مقدمہ ہے "ومقدمۃ الحرام حرام" تمار شیطان کا راستا ہے۔ لقولہ عزوجل رَحِبٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ "مسلمانوں کو بہر ممکن صورت اس سے بچنا لازم ہے۔

لیکن یہاں کے ممالک میں حزبی (غیر متامن کافر) کا مال عقد فاسد کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو شرعاً ممنوع نہیں۔ چنانچہ بہار شریعت حصہ یازدہم ۱۱ میں ہے "جو عقد مابین دو مسلمانوں کے ممنوع ہے، اگر کافر حزبی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو"۔

لائٹری چونکہ عقد فاسد ہے اسلئے یہ ثابت ہوا کہ لائٹری کے ذریعہ بھی اگر حزبی کا مال حاصل ہو جائے تو وہ مباح ہے یعنی حلال و طیب ہے۔ لیکن لائٹری کا ٹکٹ خریدنے

بعض علماء کے نزدیک زندگی کا بیمہ چونکہ غیر شرعی شرائط کے ساتھ مشروط ہے لہذا ناجائز ہے۔ لیکن امام اہلسنت علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق اگر اس کے لئے کسی ناجائز شرط کو پورا کرنا لازم نہ ہو اور نہ مال کا ضائع ہونا لازم آئے تو زندگی کا بیمہ کرانا جائز و درست ہے۔

بنام سودوی گئی زائد رقم کو اگر یہاں کی گورنمنٹ کا کوئی ادارہ واپس کرتا ہے اگرچہ اس رقم کا بعض حصہ ہی سہی۔ تو اس کا لینا جائز و مباح ہے کہ اس میں کوئی غدر نہیں۔ بلکہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں۔ کما فی الہدایہ «المال الذی حصل عن الحر بی فہو مباح عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔»

واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ قادم الافاق، مجلس علماء نیدرلینڈ
۹ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

انسانی خون کی خرید و فروخت

مسئلہ:۔ (مولانا) ممتاز احمد درویش۔ بالینڈ
۲۴-۵-۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ انسانی خون کی خرید و فروخت کا کاروبار شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس کو کئی طرح سے خریدا اور بیجا جانا ہے۔ مثلاً جگہ جگہ شہروں میں بلڈ بینک قائم ہیں۔ رزق کی تنگی کا شکار یا پھر منشیات کی عادت سے لاچار لوگ خود ایسے بینکوں میں جاتے ہیں اور حسب ضرورت کئی کئی سیرینج خون وہاں کے ڈاکٹروں یا کمپاؤنڈروں کے ذریعہ نکلواتے ہیں پھر اس بلڈ بینک کے کارندوں کے ہاتھوں بیچ ڈالتے ہیں۔ اور کبھی دلال قسم کے لوگ کاہل نوجوانوں کو دھوکہ اور لالچ دیکر ایسے مرکزوں میں لے جاتے ہیں اور ان کا خون پانی کے داموں میں اُنکے جسم سے نکلوا لیتے ہیں۔

پھر ضرورت پڑنے پر وہی بلڈ بینک جاں بلب مریمینوں اور حاجت مندوں سے

حسب دل خواہ گراں قدر رقم لیکر وہی خون دیتے ہیں۔ بیماری میں مبتلا حضرات کو مجبوراً وہ خون خریدنا پڑتا ہے۔ جواب باصوابے نواز کر شکر یہ کا موقع دیں۔
ممتاز احمد، درون تن، بالینڈ

۹۲ الجواد _____ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ _____ ۷۸۶

یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کا استعمال بحالت اضطرار و ضرورت جائز و مباح ہو اسکی بیع و شراہ بھی عندا شرع جائز ہو جائے۔
ہر چند کہ علماء متاخرین نے عندا ضرورت خون کے ذریعہ علاج کی اجازت دی۔ لیکن اسکی فروختگی کی اجازت و اباحت کتب فقہیہ میں کہیں بھی فقیر غفرلہ القدر کی نظر سے نہیں گزری (اور یہ ضروری نہیں کہ جو جزئیہ نظر فقیر سے نہیں گزری وہ کتب فقہ میں ہے ہی نہیں بہت ممکن ہے تلاش و جستجو سے اسکی کوئی نظیر یا مثلہ وہی جزئیہ مل جائے) بلکہ اسکی ممانعت اور غیر جواز کے اشارات و جزئیات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو اسکی ممانعت و حرمت کتاب الہی عزوجل میں بھی موجود ہے۔ خون، انسانی زندگی کا جو ہر ہے کہ جسم انسانی میں نہ اس کا حد سے زیادہ ہونا بہتر اور نہ بجانب کمی حد سے گزرنا مناسب۔ بلکہ تجربہ اطباء کے مطابق اگر خون ضرورت سے زیادہ کم ہو جائے تو آدمی تپ و ق اور کینسر وغیرہ مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور جو اپنا خون بیچتا ہے گویا وہ موذی بیماریوں کو آنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور قرآن پاک نے اس سے منع فرمایا "لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" پھر عندا ضرورت کسی کو اپنا خون دینا یا کسی سے لینا اسی حد تک جائز و درست ہے جو ضرر کا باعث نہ بنے۔ ورنہ دوسرے کو ضرر پہنچا کر خود فائدہ اٹھانے یا خود کو ضرر پہنچا کر دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی اجازت ہی اسلام میں نہیں ہے۔ لَاحِضَرَّ سَرًّا وَلَا ضَرَّ سَرًّا فِي الْإِسْلَامِ، گو بر دگائے، بیل، بھینس وغیرہ کے پاخانے کے ذریعہ بعض حالات میں فائدہ اٹھانا یعنی اسے کاشت کی زمین میں ڈالنا اس سے کھا دینا

عند الشرع جائز ہے لیکن اسکی خرید و فروخت ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں (کما فی الشامی ص ۱۳۳)۔ اسی طرح موجیوں کو جو تاگانٹھنے کے لئے سورت کے بال کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن اس کی بیع جائز نہیں۔ فتح القدر میں ہے۔
 انما رخص للخرازين الانتفاع
 بشعرة (الختزير) ضرورة، ولا
 يجوز بيعه في الروايات كلها۔
 موجیوں کے لئے سورت کے بال سے ضرورتاً فائدہ
 اٹھانے کی اجازت ہے لیکن باتفاق روایات
 اسکے بال کی فروختگی جائز نہیں ہے۔

اور ہدایہ آخرین میں ہے ص ۵۵۔

لا يجوز بيع شعر الخنزير لانه
 نجس العين۔ فلا يجوز بيعه
 اهانته له ويجوز الانتفاع
 للخرز اه
 سورت کے بال کی فروختگی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ
 نجس العین ہے۔ اس کا کاروبار اسکی اہانت کے
 پیش نظر جائز نہیں ہے۔ ہاں موجی کیلئے ضرورتاً اسکے
 بال سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے۔

یہیں سے ثابت ہوا کہ خون انسانی کا کرامتہ بیچنا جائز نہیں ہے۔ اور جہاں تک
 عند الضرورة خریدنے کا معاملہ ہے تو شرع شریف نے بقدر حاجت خریدنے کی اجازت
 دی ہے (تجارت کے لئے نہیں بلکہ رفع حاجت کے لئے)۔

فتح القدر میں ہے۔ فلولم يوجد
 الا بالشراء جاز شراؤه۔
 اگر قیمت کے بغیر نہ ملے تو عند الحاجة اس کا
 خریدنا بھی جائز ہے۔

بادی النظر میں عبارت بالا سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب خریدنا جائز ہے تو شاید بیچنا
 بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ شراؤ بغیر بیع کے مستحق نہیں ہوتا۔ تو اس کا نہایت مفید جواب
 ہمارے فقہاء کرام نے چکے۔ درمختار میں ہے۔

لولم يوجد بلا ثمن جاز
 الشراء للضرورة وكراه البيع
 فلا يطيب ثمنه اه
 اگر بغیر قیمت کے خون نہ مل سکے تو ضرورتاً اس کا
 خریدنا جائز ہے۔ لیکن اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے تو
 اسے حاصل شدہ قیمت مباح و طیب نہیں۔

والله تعالى اعلم
 كتبه عبد الواجد قادري غفر له خادم الافناء اسلامك فونڈیشن نیدرلینڈز

شعر غیرہا الخ

(بال کو آدمی کے بال سے جوڑنا حرام ہے خواہ وہ بال اس کے اپنے ہی تراشیدہ ہوں یا کسی دوسرے آدمی کے ہوں)۔

بعض جانوروں اور نائیلون وغیرہ کے بنے ہوئے بالوں کے استعمال میں عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں (جائز ہے) لیکن مردوں کو اس سے بچنا چاہئے کہ زینت عورتوں کے روا ہے نہ کہ مردوں کے لئے۔

فتاویٰ ہندیہ باب الکرامۃ جلد چہارم میں ہے۔

ولا یاس للمرأۃ ان تجعل فی قرونها وذوائبها من الوبر ۱۱
عورتوں کے لئے اس کے گیسوؤں اور جوڑیوں میں نقلی بالوں کا گچھا رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وبر اونٹ یا بلی کے بالوں کو کہتے ہیں جب جانوروں کا بال عورتیں زینت کے لئے استعمال کر سکتی ہیں تو نیلون وغیرہ کے بنے ہوئے بالوں کو استعمال کرنے میں کوئی قباحت و ممانعت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور جس کا استعمال زینت کے لئے جائز ہے اس کا کاروبار بھی جائز و درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۱ اپریل ۱۹۸۶ء

کتاب الذبائح

ذبح کا اسلامی طریقہ

ذبح سے پہلے جانور کو اذیت دینی

مسئلہ ۱۰۴۰ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ
 ۱۳۱۹-۵-۲۳
 حلال جانوروں کے ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ ائمہ
 اربعہ کے اختلافات کے ساتھ سمجھائیے۔ حلال جانوروں کو نیم بہوش کر کے شیشی
 ذبیحہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟
 سائل: مؤسسہ الحلال الطیب نیدرلینڈ

۹۲ الجوان بعون الملك العليم الوهاب

اسلامی طریق پر ذبح شرعی کی دو قسمیں ہیں۔ ذبح اختیاری، ذبح اضطراری۔
 ذبح اختیاری ان حلال جانوروں کے ساتھ خاص ہے جو پالتویا اہل کہلاتے ہیں۔
 یعنی جنہیں انسان عموماً پوستے پالتے اور وہ انسانوں سے مانوس رہتے ہیں مثلاً
 گائے، بکری اور مرغ وغیرہ۔ اور ذبح اضطراری ان حلال پرندوں اور چوپایوں
 کے ساتھ خاص ہے جو انسانوں کو دیکھ کر بے تحاشہ بھاگتے اور وحشی کہلاتے ہیں
 انسان انہیں عموماً پوستے پالتے نہیں اور وہ انسانوں سے غیر مانوس رہتے ہیں
 مثلاً نیل گائے، ہرن، خرگوش، کبوتر اور فاختہ وغیرہ۔

نوٹ... یورپ کے بعض ملکوں میں وحشی جانوروں کو بھی پالا جاتا ہے اور
 اسے بہت حد تک انسانوں سے مانوس کر دیا جاتا ہے لیکن وہ شاذ و نادر کے حکم
 میں ہے لہذا انہیں اہل یا پالتو نہیں کہا جاسکتا

ذبحِ اختیاری کے لئے ذابح کا بوقت ذبح بہ نیت ذبح بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا اور دھار دار چیز سے حلال جانور کی گردن (کب سے ڈاڑھی تک کا درمیانی حصہ) کو آگے سے اس طرح کاٹنا کہ چار مشہور رگوں (حلقوم، مری، ووجان) میں سے کم از کم تین کٹ جائیں شرط ذبح ہے۔ اگر ذبح کی شرطیں پوری نہ ہوں گی تو وہ شرعی ذبح نہیں کہلائے گا۔ درمختار میں ہے، "و تشترط التسمیة من الذبیح حال الذبیح۔ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذکاة ما بین اللبّة و اللّٰحیّین" و فی الرد المحتار ص ۲۶ "و ذکاة الاختیار بین الحلق و اللبّة" و فی الرد المحتار ایضاً "کان الذبیح فوق العقد لا حصل قطع ثلاثة من العروق" حضرت علامہ شامی نے تین رگوں کے ساتھ فوق العقدہ کی قید اسلئے لگائی کہ لبّ سینے کے اُس اوپری حصہ کو کہا جائے جس پر جانوروں کے ہار پڑے رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ذبح سینے پر نہیں بلکہ گردن کے اگلے حصہ پر ہوتا ہے اسلئے فوق العقدہ کی وضاحت ضروری تھی۔

ذابح کا مسلمان یا اہل کتاب (غیر مشرک) ہونا بھی صحتِ ذبح کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو حکیم الہی ہوا۔ "إِلَّا مَا ذَكَبْتُمْ" مگر جسے تم خود ذبح کر لو (مائدہ) پھر ارشاد ہوا، "وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ" اس پر اللہ کا نام لیا کرو (مائدہ) اور اہل کتاب کے ذبیحے سے متعلق ارشاد ہوا، "طَعَامَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلَّ لَهُمْ" اور ان لوگوں کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ (مائدہ ۵)

اس آیت کریمہ میں عند الجمہور طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح مسلمان اور اہل کتاب کے علاوہ جملہ کفار و مشرکین کا ذبیحہ مردار ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بدتر حکم مرتدین و ملحدین کا کہ ان کا ذبیحہ بھی مردار و حرام ہے خواہ وہ مرتد عن الاسلام ہوں مثلاً مرزائی، دیوبندی، تبراہی وغیرہ یا مرتد عن اہل کتاب ہوں مثلاً آج کل کے عام عیسائی و یہودی جو اصل میں

یروین و ملحدین ہیں سوائے بعض بعض کے۔ درمختار میں ہے "لا ذبیحة غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد اہل کتاب میں سے جن کا مرتد ملحد ہونا مستحق نہ ہو فی زماننا ان کے ذبیحے سے بھی پرہیزی چاہئے۔ امام المحققین علیہم السلام علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں الاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتہم اختلاف العلماء کما بیئناہ فالأخذ بجانب الحرمة اولی (فتاویٰ رضویہ ص ۳۲۹)۔

ذبح اضطراری یا ذبح ضروری ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جو وحشی کہلاتے اور انسانوں کے ساتھ مانوس نہیں ہیں۔ ردالمحتار کتاب الذبائح ص ۲۰۶ میں ہے "و ذکاة الضرورة ای فی صید غیر مستأنس و نحوه الخ اس ذبیحہ میں جانوروں کی گردن کے رگوں کا کاٹنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ بذریعہ تیر و دیگر آلہ جارح یا سدھائے ہوئے کتے، باز، شکرہ وغیرہ کے اختیار میں نہ آنے والے جانوروں کے جسم سے خون کو بہا دینا اور شکاری جانوروں نیز تیر وغیرہ چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا ہے۔ کما فی الرد المحتار کتاب الصيد جلد خامس، و ذکاة الضرورة جرح فی ائی موضع من البدن اہ ص ۲۱۱ و فیہ ایضاً و تشترط التسمیة من الذابح حال الذبح او الترقی لصید او الارسال" اہ۔

ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری کے اندر ایک خاص فرق بھی ہے کہ ذبح اختیاری میں ذابح کو چھری پر نہیں بلکہ جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہے اس جانور پر بسم اللہ پڑھنا لازم ہے۔ جبکہ ذبح اضطراری میں شکار پر نہیں بلکہ شکار کو بچرنے والے جانور پر یا تیر چھوڑتے وقت تیر پر بسم اللہ کہنا ہے۔ مثلاً زید نے ہاتھ میں چھری لی اور بکری کو ذبح کرنے کے لئے بچھاڑا اور بسم اللہ کہا پھر کسی وجہ سے اس بکری کو بدل دیا اور دوسری بکری پہلی بکری کی جگہ آگئی اور ذابح نے نئے سرے سے بسم اللہ نہیں کہا بلکہ پہلے کہے ہوئے بسم اللہ پر اس دوسری بکری کو

ذبح کر دیا تو عند الشرع یہ مذبوحہ بکری حلال نہیں ہوتی۔

بخلاف اس تیر یا شکاری جانور کے جس کو بسم اللہ کہہ کر ایک مخصوص حلال وحشی جانور پر چھوڑا مگر اس مخصوص جانور کی بجائے تیر کسی دوسرے حلال جانور کو لگ گیا جس سے وہ زخمی ہو کر مر گیا۔ یا شکاری کتے وغیرہ نے بجائے اس مخصوص جانور کے کسی دوسرے حلال جانور کو دبوچ لیا اور زخمی کر دیا جس سے وہ مر گیا تو یہ دونوں دوسرے جانور عند الشرع حلال و جائز ہیں۔ امام الفقہاء صاحب الترتیب حضرت فاضل خاں فرماتے ہیں "الشرط هو التسمیة علی الذبیحة دون التکین و ذلك لا یختلف باختلاف التکین وانما یختلف باختلاف المذبوح ولهذا لو تری تلك الشاة و اخذ اخری و ذبحها بتلك الشاة لا یحل اه (فناوی تاملی خاں علی الماشة الہندیہ ص ۳۶۹) اور امام المعتمدین حضرت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں "قال فی الهدایة ثمة التسمیة فی ذکاة الاختیار تشترط عند الذبح وھی علی المذبوح۔ و فی الصيد تشترط عند الارسال و الترمی وھی علی الألة الخ (رد المحتار ص ۲۱۲)

پھر اس فناوی شامی میں ہے "اذا اضع شاة و ستمی و ذبح غیرها بتلك التسمیة لا یجوز اه (شامی علی الدر المختار)

ذبح اضطراری میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب سدھایا ہوا پرندہ یا چوپایہ جانور کسی شکار پر چھوڑے تو وہ شکار ان شرطوں کے ساتھ حلال ہوگا کہ شکار کرنے والا جانور کسی مسلمان کا ہو اور شکار کا طریقہ اسے سکھا دیا گیا ہو۔ ۱۔ اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔ ۲۔ شکار کرنے والا جانور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔ ۳۔ اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا ہو (اگرچہ زخم کھایا ہوا ہو) تو اسے بسم اللہ اکبر کہہ کر کسی صالح ذبیحہ نے ذبح کیا ہو۔ ۴۔ تیر سے شکار کرنے میں بھی مذکورہ بالا شرطوں کا لحاظ ضروری ہوگا۔ (ضیاء القرآن حاشیہ سورہ المائدہ ۵) ذبح اضطراری کے یہ تمام

مسائل غیر محرم اور غیر حرم کے لئے ہیں۔ حرم شریف میں اگر ذبح اضطراری کی تمام شرطیں بھی پائی جائیں تو مذبح حرام ہے گا اور محرم پر دم لازم آئے گا۔

علمائے احناف اور ناقلمین فتاویٰ بلکہ مفتیوں پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے مذہب مہذب پر فتاویٰ دیں اور نقل غیر کی خجالت سے بچیں۔ مسائل اگر اختلافات ائمہ کی تفصیل چاہتا ہے تو ائمہ اربعہ کی معتبر کتابوں کا مطالعہ کرے۔ یا کم از کم رحمۃ الائمۃ فی اختلاف الائمۃ کتاب الصيد والذبايح ص ۱۲۳۔ فتاویٰ ائمہ المذاهب الاربعہ اور الفقہ علی المذاهب الاربعہ مباحث الصيد والذبايح للعلامة الجزيري ہی کو دیکھ لے۔
وہو تعالیٰ اعلم

الجواب ۲۔ ذبح شرعی سے پہلے جانوروں کو بذریعہ الیکٹرک شاک یا بذریعہ پستول دھماکہ، یا کوئی وزنی چیز سر پر مار کر نیم بیہوش کر دینا انہیں عبث اذیت دینی اور تکلیف میں مبتلا کر دینا ہے جو شرعاً جائز نہیں لاضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ یورپ امریکہ کے جن ملکوں میں اس بات کی پابندی ہے کہ بغیر بیہوش کئے ہوئے جانوروں کو ذبح نہیں کر سکتے وہاں مسلمانوں کے لئے مجبوری ہے کیونکہ اس اذیت والے قانون کو دفع کرنے پر وہ قادر نہیں ہیں۔

جانور اگر بیہوش یا نیم بیہوش ہو اور ذبح کے وقت اس کی زندگی کے آثار ظاہر ہوں تو بعد ذبح وہ مسلمانوں کے لئے جائز و حلال ہے۔ کیونکہ امام الائمۃ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کے نزدیک صحت ذبح کے لئے مطلقاً حیات درکار ہے اگرچہ خفیف سے خفیف تر ہو جیسا کہ ہدایہ میں ہے "لو انہ ذکاہ حل اکلہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیہ حیۃ خفیۃ اوبینۃ و علیہ الفتویٰ لقولہ تعالیٰ "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" مطلقاً من غیر فصل الخ

مشین کے اندر ذابح ہونے کی شرعی صلاحیت نہیں کہ نہ وہ مکلف ہے نہ تسمیہ جانے اور نہ ذبح کا شرعی طریقہ لہذا مشین ذبیحہ مسلمانوں کے لئے مثل مردار ہے۔

فتح اختیاری میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ ذابح کا مسلمان یا حاملِ دین سماوی ہونا پھر اس کا بسم اللہ پڑھنا اور کلال جانوروں کے مخصوص مقام پر مخصوص رگوں کو کاٹنا مذہب کے حلال ہونے کی شرط ہے اور مشین ان شرائط میں سے کسی شرط کے پوری کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

فقہاء کرام نے ذابح کے لئے یعقل التسمیة کی بھی قید لگائی ہے چنانچہ شرابی مسلمان یا مجنون و پاگل مسلمان کا ذبیحہ بھی اسی شرط پر حلال و جائز قرار دیا ہے جبکہ وہ تسمیہ کے متعلق یہ جانتا ہو کہ یہ ذبح کے لئے مامور ہے اور بذات خود ذبح کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو۔ جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے "و ذبح المجنون والصبی والشکران یجوز اذا کان یعقل التسمیة والذبح یعنی یعلم ان التسمیة مامور بہا و یطیق الذبح" (کتاب الذبائح علی الہامشۃ العالمگیریہ ص ۳۸) اور مشین کا حال یہ ہے کہ نہ وہ عاقل التسمیة ہے نہ ہی الیکٹرک کی طاقت کے بغیر ذبح کرنے کی صلاحیت و قوت رکھتی ہے۔ جس شخص کو مشین کے قریب بسبح اللہ پڑھنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ بفرض حال اگر اسے ذابح قرار دیا جائے اور مشین کو معین ذابح یا اس کا عکس تو بھی مشین ذبیحہ محض مردار ہوگا کیونکہ بسبح اللہ کا پڑھنا یا کم از کم لفظ اللہ پکارنا ذابح اور معین ذابح دونوں پر لازم ہے (بمخلاف ذبح اضطراری کے) درمختار میں فتاویٰ خانیکہ حوالہ سے ہے "وضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سہی کله وجوباً فلو ترکھا احدہما او ظن تسمیة احدہما تکفی حرمت" (ذبح کرتے وقت ذابح کے ہاتھ پر کسی دوسرے نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ذبح کرنے میں اس کی مدد کی تو ذابح و معین ذابح سب پر بسبح اللہ پڑھنا واجب ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی بسبح اللہ پڑھنا چھوڑ دیا اور یہ گمان کیا کہ ایک کا بسبح اللہ پڑھنا کافی ہے تو باوجود ذبح ہونے کے وہ حرام ہو گیا۔

پھر اگر مشین اور ذابح دونوں ہی کو ذابح قرار دیا جائے تو دونوں ہی پر نصاً و اجماعاً تسمیہ واجب و لازم ہوگا۔ اور یہ روشن من الشمس ہے کہ مشین یا چھری یا بجلی کی رؤسہ اللہ پڑھنے اور دین سماوی کا اہل ہونے کی کلیتہً صلاحیت ہی نہیں رکھتی ہیں۔ لہذا اس صورت میں بھی مشین ذبیحہ حرام و مردار اور محض بیکار ہے گا۔ ردالمحتار میں ہے۔

ولا تحل ذبیحة من تعد
تک التسمیة مسلماً او کتابیاً
لنص القرآن والاجماع ص ۲۱
وفیه ایضاً اذا کان الذابح
اشنین فلوسی احدهما و
تک الثانی عمداً حرم اکلہ او
جس مسلمان یا کتابی نے جان بوجھ کر وقت ذبح
بلسم پڑھنا چھوڑ دیا تو حکم قرآن اور اجماع کے
مطابق اس ذبیحہ کا کھانا حلال نہیں ہے۔
پھر اسی ردالمحتار میں ہے کہ اگر دو شخصوں نے ملکر ذبح
کیا ایک نے بلسم پڑھا اور دوسرے نے عمداً چھوڑ دیا
تو اس کا کھانا حرام ہو گیا۔

اور اگر مشین چھری کو تیر یا سدھائے ہوئے شکاری جانور پر قیاس کریں
جیسا کہ یورپ میں مقیم بعض مفتیان نے قیاس کیا تو یہ قیاس مع الفارق ہے کہ
مسئلہ متدائرہ اہلی جانوروں سے متعلق ہے نہ کہ وحشی اور غیر مانوس جانوروں سے
اگر وحشی حلال جانوروں کو اگر انسانوں نے پالا بوسا تو اس کے لائق اکل ہونے
کے لئے بھی ذبح اختیاری ضروری ہے ذبح ضروری سے وہ جو پایہ جانور حلال نہیں ہوگا۔
سوال مذکور گائے، بھیڑ، بکری اور خصوصاً مرغ وغیرہ کے ذبیحہ سے متعلق ہے۔ اور ظاہر
ہے کہ یہ تمام جانور اہلی اور پالتو ہیں جس کو حلال اور لائق اکل ہونے کے لئے شرعاً
ذبح اختیاری ضروری ہے اور ذبح اختیاری کا شرعی حکم اور طریقہ جو اب را میں گزر چکا
واللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ اعلم و رسولہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری مخزنہ خادم الافیاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہبگ

۲۲ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ - ۱۶ دسمبر ۱۹۹۸ء

عیسائی ہوجانے والوں کا ذبیحہ

۲۷۱:۱۱-۱۰-۹
 مسیحا علیہ السلام۔ ایم ڈی محسن کرالمن بیگ ۲۹ آگسٹ ۱۹۰۱ء
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پہلے مسلمان تھا کسی
 لالچ میں آکر اب عیسائی ہو گیا ہے۔ اس کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے یا نہیں؟
 جب اس سے ذبح کی کیفیت دریافت کی گئی تو اس نے بتایا کہ پہلے میں صرف بسم اللہ
 اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتا تھا۔ لیکن اب بسم اللہ ولایبنا المسیح وروح القدس کہہ کر ذبح کرتا
 ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید مذکور کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟
 آپ کا خادم۔ ایم ڈی محسن

۲۸۶:۱۱-۱۰-۹
 الجواب۔ اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

زید مذکور جو مسلمان ہے نہ کتابی، بلکہ شرعاً مردِ محض ہے اس کا ذبیحہ حرام و مردار
 ہے اگر وہ صرف بسم اللہ اکبر کہہ کر کسی حلال جانور کو ذبح کرتا جب بھی اس کا ذبیحہ
 حرام و مردار ہی ہوتا اور جن کلماتِ شرکیہ کے ساتھ اس نے ذبح کیا۔ اگر کوئی اہل کتاب
 بلکہ مسلمان بھی ان ناموں کے ساتھ ذبح کرتا جب بھی مذکورہ حرام و مردار ہی ہوتا جیسا
 کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

اللہ سخی المسیح علیہ السلام اگر کسی اہل کتاب نے ذبح کے وقت صرف حضرت عیسیٰ
 وحدۃ او اسماء اللہ سبحانہ و علیہ السلام کا نام لیا یا اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں
 سخی المسیح لا توکل ذبیحۃ ۱۱ کا نام لیا جب بھی اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔
 ہر اس اہل کتاب کا ذبیحہ حرام و مردار ہو جائے جو اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ
 مسیح یا حضرت جبرئیل روح القدس کا نام لیکر ذبح کرتا ہے۔ یعنی ذبح کے وقت صرف اللہ
 ہی کا نام پکارا جائے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "منہا تجرید اسم اللہ تعالیٰ
 من غیرہ وان کان اسم علیہ الصلاۃ والسلام۔"

کتبہ عبد الواحد قادری عظیم اسٹاک فونڈیشن نیدرلینڈز
 کیم جادی الآخرة علیہ السلام

ہالینڈ میں مرغیوں کے ذبح کرنے کا طریقہ

۱۰۲۲ مسئلہ: حاجی اصغر علی عبدال آسمہ ڈوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ذبح میں ہم لوگ یہ دیکھنے گئے کہ یہاں مرغیوں کو کس طرح ذبح کیا جاتا ہے تو دیکھا کہ ایک لائن سے آہنی سیڑھیوں کے ذریعہ مرغیاں جا رہی ہیں بیچ میں گرم پانی کا فوارہ اس پر چھوڑا جاتا ہے جسکی وجہ سے مرغیاں نیم بہوش ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں پر وہ ذبح کی جاتی ہیں وہاں تین چار مسلمان (مراکش، الجیریا، اور ترکی کے رہنے والے) چھری لیکر کھڑے رہتے ہیں۔ پہلا آدمی ایک مرغی کو ذبح کرتا ہے دوسری اور تیسری کو چھوڑتا ہے، دوسرا مسلمان دوسری کو ذبح کرتا ہے تیسری کو چھوڑتا ہے۔ تیسرا مسلمان تیسری مرغی کو ذبح کرتا ہے اور چوتھا مسلمان صرف اس لئے کھڑا رہتا ہے کہ اگر اتفاقاً کوئی زندہ مرغی بچ گئی تو وہ اسے ذبح کرے۔ پھر ذبح کے درمیان یہ چاروں آپس میں بات چیت بھی کرتے رہتے ہیں۔

اس طرح روزانہ پندرہ ہزار سے بیس بائیس ہزار تک مرغیاں ذبح ہوتی ہیں پھر بکسوں میں پیک کر کے اس پر حلال کا لیبل لگاتے ہیں پھر ملک اور غیر ملک میں وہی مرغیاں سپلائی ہوتی ہیں۔

جب ذبح کے اس صورت حال کو ہم لوگوں نے دیکھا تو ہمارے ایک عالم دین نے ان ذابحین سے انہیں کی زبان میں پوچھا کہ آپ لوگ ذبح کے وقت کیا پڑھتے ہیں؟ کیا ہر مرغی کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اکبر کہتے ہیں؟ تو اس سوال کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہم لوگ با وضو ہوتے ہیں پہلے ذبح کی نیت کرتے ہیں پھر دس بیس مرغیوں کو بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے ہیں اس کے بعد بغیر بسم اللہ پڑھے ذبح کرتے رہتے ہیں..... ہمارے عالم دین نے ان سے فرمایا کہ ہر جانور کے ذبح پر اللہ کا نام پکارنا ضروری ہے۔ اگر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تو وہ جانور حرام ہو گیا

اب ہزار مرغیوں میں سے آپنے دو چار سو مرغیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا اور بقیہ پر نہیں لیا حالانکہ وہ ساری مرغیاں آپس میں مل گئیں تو مذبح اور غیر مذبح کی تمیز ناممکن ہوگئی اس طرح کل کی کل مرغی حرام و نجس ہوگئی۔

مولانا صاحب کی بات سنکر ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور ہر مسلمان کے دل میں اللہ ہے۔ جب آپ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں تو ہر رکعت کے لئے نہ تو نیت کرتے ہیں نہ ہر رکعت پر تکبیر تحریمہ پکارتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا جب آپ مسلمان ہیں تو آپنے دس بیس مرغیوں پر تکبیر کیوں پکاری؟ آپ کا عمل ہی بتا رہا ہے کہ ذبح کے وقت تکبیر پکارنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا صاف و صریح ارشاد ہے۔

”فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ“
یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو مانتے ہو تو انہیں مذبح جانوروں میں سے کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور آپ لوگ جب بغیر اللہ کا نام لئے ذبح کرتے ہیں تو اس کا کھانا کیسے حلال ہو گیا؟ آپنے جو نماز کی مثال دی وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب چار یا تین یا دو رکعتوں کی ایک نماز ہے تو ایک ہی نیت اور ایک ہی تکبیر تحریمہ کافی ہے اسے لئے میں آپسے یہ نہیں کہتا ہوں کہ دو پاؤں والے جانور پر ایک بار تکبیر پکاریئے اور چار پاؤں والے پر دو بار یا مرغی کے حلقوم پر الگ پاؤں پر الگ اور پروں پر الگ تکبیر پکاریا کیجئے میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ ہر ایک جان پر ایک تکبیر کافی ہے۔ ہاں اگر ایک جانور کے ذبح کرنے میں چند معاونین شریک ہیں تو ہر ایک کو تکبیر پکارنی ہوگی۔

اب سوال یہ ہے کہ جس طریقہ سے یہاں مرغیوں کو ذبح کیا جاتا ہے کیا از روئے شرع ان مرغیوں کو کھانا جائز و حلال ہے؟

حاجی اصغر علی عبدالعزیز انبالہ آمسٹرڈم

۷۸۶

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

مولانا مذکور نے عوامی انداز میں صحیح طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی خدا کرے کہ ان ذبح کرنے والوں کی سمجھ میں یہ دینی بات آجائے۔ ہر جاندار حلال جانور کے حلقوم

پر تھیری چلاتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے خواہ وہ بسم اللہ اللہ اکبر کہے یا اللہ اکبر کہے یا کم از کم اللہ کہے۔ ذبح کے وقت بغیر اللہ کا نام لئے کوئی حلال جانور لائق اکل نہیں ہوتا۔

اگر ہزار مرغیوں میں سے نو سو ننانوے مرغیوں پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا اور ایک مرغی پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا پھر اس ایک مرغی کو نو سو ننانوے میں ملا دیا کہ اس کی پہچان باقی نہ رہی تو ہزار مرغیوں میں سے کوئی مرغی کھانے کے قابل نہ رہی۔

ذبح مذکور کی مرغیوں کے بکس پر ایک نہیں ہزار حلال کا لیبل لگا دیا جائے اس کا کھانا مسلمانوں کو حلال نہ ہوگا۔ المسئلة کلہا مصرية فی کتب الفقة واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ ۲۷ مارچ ۱۹۷۷ء

ہالینڈ میں ذبیحہ کا ایک اور طریقہ

۱۹۴۳ء: اسحاق بوئی، نارٹھ آمسٹرڈم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک بڑے جانور کا (سلاٹر ہاؤس) ذبح خانہ ہے جہاں روزانہ بارہ سو سے دو ہزار تک گائے یا بچھڑے ذبح ہوتے ہیں۔ سلاٹر ہاؤس اگرچہ عیسائیوں کا ہے مگر مسلمانوں کی رعایت کرتے ہوئے کمپنی والوں نے تین چار مسلمان کو ذبح کرنے کیلئے ملازم رکھا ہوا ہے۔ ایک دن تین چار آدمیوں کے ساتھ ہم لوگ اس سلاٹر ہاؤس کے انتظام اور طریقہ کار کو دیکھنے کے لئے گئے۔ کمپنی کے کارندوں نے ہمارا استقبال کیا اور مخصوص لباس پہنا کر ہم لوگوں کو سلاٹر ہاؤس کے اندر لے گئے۔ صفائی و ستھرائی اور طریقہ کار کو دیکھ کر ہم لوگ خوش ہوئے لیکن بچھڑوں کے ذبح کا عجیب و غریب انداز دیکھنے میں آیا وہ یہ کہ بچھڑے ایک لائن سے آگے بڑھ رہے تھے۔ آگے والا بچھڑا جب لائن کی

انتہا پر پہنچ گیا تو ایک شخص وہاں کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک بڑا سا ہتھوڑا بنا ایک چیز تھی جس کا تعلق الیکٹرک لائن سے تھا اس ہتھوڑے کو پھٹے کے سر پر رکھا اور ہتھوڑا میں لگا ہوا ایک سوئی دبا دیا سوئی کو آن کرتے ہی ہتھوڑے میں سے لوہے کا ایک گول سلاح نکلا جو سر کی ہڈی کو توڑتا ہوا پھٹے کے حلق تک جا پہنچا کیونکہ اس سلاح کی لمبائی دس بارہ انچ اور گولائی دو ڈھائی انچ تھی..... پھر وہ بچھڑا وہیں پر گر گیا اور ایسا بے حس و حرکت ہو گیا کہ جب اسکے پاؤں کو اٹھا کر کسی نے اس میں زنجیر پہنائی تو وہ ذرا بھی حرکت نہیں کر سکا۔ اھر اس کے منہ سے زبان بھی باہر آگئی۔ پھر ایک شخص نے ایک سوئی دبا یا جس کی وجہ سے زنجیر نے پھٹے کو اوپر کھینچ لیا اور وہ زنجیر سے لٹک گیا پھر ایک مسلمان چھری لیکر آگے بڑھا اور اس کے حلقوم میں پھیر دیا۔ ذبح کے بعد اس کے حلقوم سے کافی مقدار میں خون بھی خارج ہوا۔

سوال یہ ہے کہ یہ ذبیحہ از روئے شرع صحیح ہوا یا نہیں؟ نیز اس بچھڑے کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا ناجائز و حرام؟ بینوا و توجروا۔

صاحب دین و اسحاق بیوی۔ آمسٹرڈم

۷۸۶ الجواب بعون اللہ العالی

آہنی سلاح کے کاری ضرب لگنے سے پھٹے کا بے حس و حرکت ہو جانا پھر زبان کا باہر آ جانا، پھر اسے اٹھانے لٹکانے پر بھی حرکت میں نہ آنا اس کی موت کی علامتیں ہیں۔ لیکن وقت ذبح کافی مقدار میں خون نکلنا اس کی حیات کی علامت ہے ایسے جانور جسے بے دھار کے سلاح سے مار کر بیہوش کر دیا گیا ہو۔ قرآن پاک میں الموقودہ فرمایا گیا ہے۔ جب وقت ذبح حیات کی علامت یقیناً طور پر پائی گئی تو وہ حلال و طیب ہے۔ فتاویٰ مالگیری ص ۳۱ میں ہے و اذا علمت حیوتہا یقیناً وقت الذبح اکلت بکل حال ۱۵ ذبح کے وقت یقیناً طور پر جانور کی زندگی معلوم ہو جائے تو ہر حال میں وہ حلال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہ تو آپ کے سوال کا شرعی جواب تھا لیکن میرا مشورہ ہے کہ کسی مشاق و تجربہ کار ڈاکٹر سے اس بیہوش جانور کا معائنہ کرایا جائے اگر وہ بالیقین کہندے کہ اس کے اندر حیات موجود ہے صرف دہشت کی وجہ سے اس کی یہ صورت حال ہو گئی ہے۔ تب تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ہاں یہ تکلیف جو قبل ذبح اسے پہنچائی گئی ناجائز و حرام ہے "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام"

اور اگر ڈاکٹر اس کی موت ڈیکلیر کر دے تو نام نہاد ذبح سے وہ حلال نہیں ہو جائے گا۔ فقط کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء

مرغ کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈالنا

مسئلہ ۱۰۴۴۔ احسان الرحمن فیضانی

۱۹-۳-۲۰۰۱

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈال دیتے ہیں تاکہ اس کے پر (پنچہ) آسانی سے نکل جائیں۔ اور بعض لوگ مذکورہ مرغی کو آگ میں جھلسا دیتے ہیں تاکہ اس کے روئیں جل جائیں چونکہ مرغیوں کے پیٹ میں نجاستِ غلیظہ کا تھیلا موجود ہوتا ہے لہذا بہت ممکن ہے کہ نجاست کا اثر اس کے گوشت میں پہنچ چکا ہو اس لئے یہ بتانے کی زحمت گوارا کی جائے کہ مذکورہ مرغی کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

ای آر فیضانی بہرہ وایرو نوٹیکس کالج کوئٹہ تامل ناڈو

۴۸۶
العجوبة اللہم ھدایۃ الحق والصواب

صرف گرم پانی میں ڈال کر مرغی کو نکال لینے سے اس کی نجاست تھیلہ سے نکل کر گوشت میں سرایت نہیں کر سکتی ہے میں نے خود مرغیوں کو گرم ہوتے ہوئے دیکھا اور گرم کرنے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ پانی چالینس ڈگری پر گرم ہوتا ہے جس کا اثر مرغی کی چمڑیوں تک ہوتا ہے اور پر آسانی سے نکل جاتا

ہیں۔ جب یہ پانی اسی ڈگری پر گرم کیا جائے گا تو مرغی کے پیٹ کی نجاست اس سے متاثر ہوگی۔

بہر حال جب تک ظن غالب ہے اس کی نجاست کا اس کے گوشت میں سرایت کرنا مفہوم نہ ہو گوشت کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ پھر یہ کہ مرغی کھانے والے ہر مرغی کو بار بار دھونے کے بعد ہی پکاتے ہیں۔ لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ ذبح کے بعد اس کے حلقوم کو دھولیا جائے اور اس کے پیٹ کی نجاست نکال دی جائے پھر اسے گرم پانی میں رکھیں یا جھلسائیں۔

طحاوی میں ہے قال اولیٰ قبل وضعہا فی الماء المسخن ان ینخرج مانی جو فہا ویغسل محل الذبح ممّا علیہ من دم مسفوح

تجمداہ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۹ اپریل ۲۰۰۱ء



کتاب الحلال والحرام

(حلال و حرام کا بیان)

یورپین کاس (پنیر)

مسئلہ ۱۰۴۵ - فیصل عبدل۔ دی ہیگ

۱۳۱۰-۳-۵۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چیز (کاس یا پنیر) جو دودھ سے بنتا ہے اور اس میں دودھ کے علاوہ چند دوسری چیزوں کی بھی ملاوٹ ہوتی ہے جو حلال و جائز اشیاء میں سے ہے لیکن ایک چیز ایسی بھی شامل کی جاتی ہے جس کے باسے میں ہم لوگوں کو شبہ ہے اور وہ ہے گائے کے زندہ بچے کے ماخ (معدہ یا ہضمہ) کارس۔ اس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے یا حرام؟

۸۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جس چیز (کاس۔ پنیر) میں گائے کے زندہ بچے کے پیٹ سے دسومت (رَس) نکال کر ڈالا جاتا ہو اس کا کھانا حرام ہے اس سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔ اسلئے کہ حلال چوپایہ جانوروں کے جسم سے دودھ کے علاوہ جو عضو یا حصہ بغیر ذبح شرعی کے علیحدہ کیا جائے اس کا کھانا شرعاً حرام ہے کماحقہ امام اہل السنۃ مجدد الملتہ فی فتاویٰ کتاب الذبائح۔ ہاں اگر گائے کے زندہ بچے کو شرعی طور پر ذبح کر لیا جائے اور اس کا وہ حصہ بدن جو لائق اکل ہو کاس میں ڈالا جائے تو اس کا استعمال جائز و درست ہے۔ آج کل کے سائنسدانوں اور اطباء

نے اس کے اس خاص خیز بدن کا بدل دریافت کر لیا ہے جسے سمندری بودا
(ZEE WIER) کہا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ چیز (کاس) میں اسی کو استعمال کیا جائے
جو کراہت و عدم جواز کے شبہات سے پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ تمام الافاضاء مدینۃ الاسلام
دی ہیگ۔ ۱۵۔ ۳۔ ۱۹۹۶ء

جانور کے چمڑوں اور پروں کا استعمال

۱۰۴۶ء - مولانا حافظ عبدالرشید، حلقہ اشرفیہ روٹروم
۲۰۱۱ء - ۳ - ۱۱ کیا فرماتے ہیں علماء ملت اسلامیہ و مفتیان دینیہ ان مسائل میں کہ
۱۔ غیر ذبیحہ مرغیوں اور حلال جانوروں کے پڑ اور چمڑے کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟
۲۔ ذبح شرعی کے بعد حلال جانوروں کے پڑ اور چمڑوں کا استعمال خورد و نوش میں
یا کسی اور طریقہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟
۳۔ حرام جانوروں کے پروں اور چمڑوں کا استعمال خورد و نوش میں یا اور کسی
طریقہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بتینا و توجروا
عبدالرشید۔ صدر مجلس علماء نیدرلینڈ، بانی حلقہ اشرفیہ روٹروم

۸۶۷ الجواب - اللہم ہدایۃ الحق والعقوان
۱۔ حلال جانور اگر غیر ذبح شرعی کے مر جائے یا ذبح شرعی کے علاوہ کسی اور طریقہ
سے ذبح کیا جائے تو وہ مردار و حرام ہے۔ لیکن مردار جانوروں کا چمڑا دباغت
(لوئینگ) کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ اس کی ہڈی اور پڑ بھی پاک ہے۔
بشرطیکہ اس پر کوئی ناپاک دسولت (چکناہٹ) لگی ہوئی نہ ہو۔ اس کی خرید
فروخت اور خارجی استعمال جائز و درست ہے۔

در مختار میں ہے شعرا المیتۃ غیر
المخزیر و عظمہا طاهر
سور کے علاوہ تمام مردار جانوروں کا بال
اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں۔

لیکن کسی مردار جانور کا چمڑا یا پُریا کوئی دوسرا جزء بدن اگر چہ پاک ہو مسلمان
خورد و نوش میں اسے استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ برقص قطعی حرام ہے

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (الآیۃ) وهو اعلم

۲ ذبح شرعی کے بعد حلال جانور کا چمڑا خورد و نوش کے سامان میں استعمال

کیا جا سکتا ہے اور مسلمان اسے کھاپی بھی سکتے ہیں۔ البتہ پُرا اور بالوں کا
استعمال کھانے پینے کی چیزوں میں کراہت سے خالی نہیں۔ وهو اعلم

۳ پُروں، بالوں اور ہڈیوں پر اگر اس جانور کی دسومت (چکناہٹ) یا کوئی

خارجی ناپاکی لگی ہوئی نہیں ہے تو وہ پاک ہے اور اس کا استعمال خارجی طور

پر جائز ہے۔ اور اس کے چمڑے دباغت (دھوپ، نمک یا ٹینری کے ذریعہ پکانا)

کے بعد پاک ہے، وہ بھی استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ

سور اور اس کا کوئی جزء بدن کسی دباغت سے قابل استعمال نہیں ہو سکتا

کہ وہ نجس العین ہے۔ اور ہاتھی کے اجزاء بدن کے استعمال سے بھی بچنا چاہئے

کہ وہ بھی سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک نجس العین ہے کما فی

المختار وفی فتح القدیور۔ اور علماء اصولین کے نزدیک رِجَایۃُ

الْخِلَافِ مُسْتَحَبَّةٌ بِالْإِجْمَاعِ، مسلم ہے۔ حرام جانوروں کا کوئی جزء

بدن اشیاء خورد و نوش میں ملا کر استعمال کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ، خادم الاقناء، مجلس علماء نیدرلینڈ

۱۱ اپریل ۲۰۰۱ء

مشینی ذبیحہ

اپنا خون ہمدیہ کرنا

اپنا عضو کسی کو دینا

بیج فاسد

بینک کامناف

سیرت پاک بطور ڈرامہ

۱۰۵۱/۱۰۵۱/۱۰۵۱/۱۰۴۹/۱۰۴۸/۱۰۴۶ء مجلس علماء بوساطت مولانا عبدالغفار نورانی

- ۱ کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملانِ شرع متین ان مسائل میں کہ مشین ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟
- ۲ صلیبِ احمر اور دوسرے ہسپتال والے خون کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ لوگ اپنی اپنی مرضی سے اپنا خون دیں۔ تو اس اعلان پر مسلمان اپنا خون ان غیر مسلم اداروں اور ہسپتالوں کو دے سکتے ہیں؟
- ۳ یہاں ہالینڈ میں گھر گھر پفلٹ آنا رہتا ہے کہ جو چاہیں اجازت دیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء بدن میں سے کچھ عضو کاٹ لیں یا نکال لیں۔ تو کیا ایک مسلمان اپنے مرنے کے بعد اپنے عضو کے کاٹنے یا نکالنے کی اجازت دے سکتا ہے؟
- ۴ کچھ کمپنیاں ہیں جو مقررہ میعاد پر متعینہ رقم ہر ماہ مقررہ میعاد تک جمع کرتی ہیں۔ اور میعاد پوری ہو جانے پر رقم جمع کرنے والوں کو المصاعف (ڈبل) رقم دیتی ہیں کیا ایسا کرنا یا کمپنی سے ڈبل رقم لینا جائز و روا ہے؟
- ۵ مسلمان کے روپے جو غیر مسلم بینک میں یہاں جمع ہیں ہر بینک والے سود کے نام پر ہر سال کچھ زائد رقم دیتے ہیں کیا مسلمانوں کے لئے اس زائد رقم کا لینا جائز ہے۔
- ۶ حضور رحمة اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگیوں کے واقعات جو درس و عبرت اور نصیحتوں سے

پڑھوں۔ ڈرامائی یا سینمائی انداز میں رول کرنا جائز و صحیح ہے؟
بینوا و توجروا۔ سکرٹیری جنرل مجلس علماء نیدرلینڈ۔

۷۸۶

اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

۱۔ ذبح شرعی کی اکثر بنیادی شرطیں مشین ذبیحہ میں معدوم ہیں اسلئے مشین ذبیحہ مردار و حرام ہے۔ کما بیئنا لا فی بعض فتاویٰ سنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
۲۔ علماء مناخرین نے تداویٰ بالدم کو ضرورتاً جائز قرار دیا ہے۔ کما فی العالمگیریۃ وغیرہا۔

”يجوز للعلیل شرب الدّم و بیاروں کے لئے ضرورتاً خون اور پیشاب کا ایول و اکل المیتة للتداویٰ اہ“ پینا، مردار کھانا بغرض دوا کے جائز ہے... اور جائز امور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا بھی جائز ہے، لہذا اپنے جسم کا اتنا خون دینا جس سے جسمانی ضرر نہ پہنچے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
۳۔ مرنے والوں کی وصیت کی وجہ سے اس کے اعضاء بدن میں سے کسی عضو کو نکالنا یا کاٹنا درست نہیں۔ کیونکہ ایسی وصیت غیر شرعی یا وصیت عرفی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، نہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دور میں اعضاء انسانی کی بینکنگ (ذخیرہ) ایک طبی ضرورت ہے۔ بعض ناگہانی حالات و حادثات میں جس کی سخت ضرورت پڑتی ہے اور بوقت ضرورت اتنی تعداد میں اعضاء مطلوبہ کا فراہم کر لینا نہایت مشکل ہے۔ بنا بریں قبل از وقت اس کا ذخیرہ کر لینا علاج و سرجری کے لئے عین مصلحت ہے، اور اس تکنیکی دور میں اعضاء انسانی کی پیوند کاری یا اس کے قطع و برید میں توہین انسانیت بھی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ہزاروں جاں بلب اور معذور مرلیضوں کو موت کے چنگل سے بچا لیا جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی صحت مند انسان اپنا کوئی عضو کسی بھائی کو دیدے، جبکہ اس کے کاٹنے یا نکالنے سے ہلاکت یا ضرر شدید کا اندیشہ

قوی نہ ہو جائز ہونا چاہئے۔

لیکن یہ مسئلہ ان مسائلِ محدثہ میں سے ہے جو علماء اہلسنت زاد اللہ تعالیٰ
امثالہا کے زیر غور ہے لہذا جب تک محققین علماء اہلسنت کا اس کے تئیں
فیصلہ نہ ہو جائے۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ امانت الہی میں کسی طرح خیانت
نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ جی ہاں یورپ کی ان کمپنیوں کے ساتھ عقدِ فاسد کے ذریعہ یا دینِ ضعیف
کے ذریعہ منافع حاصل کرنا جائز و مباح ہے۔ کما فی الہدایۃ واللہ تعالیٰ اعلم
۵ غیر مسلم وغیر ذمی کے بینک کسی نام پر منافع دیتے ہوں اس منافع پر ”ربی“ کا
اطلاق صحیح نہیں ہے اور جب وہ ”ریو“ نہیں تو مالِ مباح و طیب ہے۔
لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ”لا ربوبین المسلم والمحرابی
فی دار الحرب“

اس حدیث پاک میں دار الحرب کی قید اتفاقی ہے۔ مگر اتفاق سے جس ملک
سے متعلق یہ مسئلہ دریافت کیا جا رہا ہے اس پر دار الحرب کی تعریف صادق
آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶ اللہ تعالیٰ ایسی شیطانی کارستانیوں سے ہر مسلمان کو اپنی پناہ میں رکھے۔
آمین یا رب العالمین۔ حضور پر نور سید کائنات علیہ افضل الصلوات اور
آپ کی زوجہ محبوبہ طیبہ طاہرہ عالمہ فاضلہ سیدہ صدیقہ ام المؤمنین سیدتنا عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک و مقدس حیات طیبات کو ڈرامائی یا سینمایی
انداز میں پیش کرنا نہایت حرام اشد حرام سخت و شنیع بد انجام ہے جو عذاب
الیم اور غضب جبار و قہار کا باعث ہے (اعاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم) اس کا
رول ادا کرنے والوں پر خوفِ کفر ہے۔ اس کا دیکھنا یا اس میں کسی طرح مدد
دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الافشاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

ٹیسٹ ٹیوب اور زنا

۱۰۵۳ء - مولانا حافظ محمد صدیق صاحب نعیمی

۲۶-۱۲-۱۹۸۶

حضرت اقدس حضور مفتی صاحب قبلہ! دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ٹیسٹ ٹیوب سے متعلق جوابات سے مشرف ہوا، خدائے پاک آپ کے سایہ کرم کو دراز فرمائے۔ آمین تاکہ مسلمانانِ یورپ خصوصیت کے ساتھ آپ سے استفادہ کر سکیں اور مشکل ترین مسائل میں علماء آپ سے رہنمائی پائیں۔

ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ حاصل شدہ بچوں کی نسبی وضاحت سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے کہ اجنبی مرد و عورت کے پانی کا نسب میں کوئی اعتبار نہیں، اور یہی حکم زنا کے پانی کا بھی ہے..... تو کیا ٹیسٹ ٹیوب میں جس اجنبی مرد اور اجنبیہ عورت کے پانی کو ملایا گیا، اُس پر شرعاً زنا کا حکم صادر ہوگا؟ اور کیا ان دونوں پر شرعی حد بھی عند القضا جاری ہو سکتی ہے؟ مینوا وتوجروا محمد صدیق نعیمی امام وخطیب الغوثیہ اسلامک سنٹر دی ہیگ

۸۶ الجواب - اللہم ہدایۃ الحق والصواب

محبت محترم ذوالمجد والکرم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تم السلام علیکم علی بن لکیم جی ہاں جو حکم زنا کے پانی کا ہے وہی حکم اجنبی مرد و عورت کے اُس پانی کا بھی ہے جو ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ مخلوط کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عمل اپنے نتائج واصل کے اعتبار سے زنا سے کم مضر نہیں، کہ اس میں بھی چوزوں کا وجود غیر فطری اور غیر شرعی طور پر عمل میں آتا ہے۔ البتہ زنا کی شرعی سزا کا نفاذ اس پر نہیں ہوگا۔ کیونکہ زنا میں جسم سے جو تلذذ ہے اس کا یہاں تصور بھی نہیں۔ ہاں بے ضرورت و حاجت اس کے حاملین و ناصرین پر قاضی شرع تعزیری کارروائی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ، نوری مسجد، آمسٹرڈم

۲۶ دسمبر ۱۹۸۶ء

جانوروں کو بیٹائی پر دینا

کمیشن ایجنٹ اور حکم شرع!

مسئلہ ۱۰۵۴/۱۰۵۵۔ عبداللطیف یوسف گمان آسٹریڈم
 ۱۹۸۵-۱۱-۲۵
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ
 ہمارے بعض بعض گاؤں میں کوئی مالدار شخص کئی کئی جانور خرید کر کسی غریب آدمی
 کو بیٹائی پر دیتا ہے اور معاملہ اسی طرح طے پاتا ہے کہ تم اس کی پرورش اور دیکھ
 بھال کرو جب یہ جانور بچے دے گا تو اس کے دودھ اور بچہ میں ہم دونوں ادھے
 ادھے رہیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ معاملہ کی یہ صورت جائز ہے یا
 نہیں؟

۲۔ مدارس اسلامیہ جن کے اخراجات کا انحصار عوامی چندہ پر ہو۔ لیکن چندہ وصول
 کرنے والے (محصلین) کی تنخواہیں اور اخراجات سفر جب مدارس کے ذمہ
 ہوتے ہیں تو ان محصلین کی تمام وصولیابی اکثر ان کی تنخواہ اور اخراجات سفر کی
 نذر ہو جاتی ہے اور جب انہیں محصلین کو کمیشن پر بحال کیا جاتا ہے تو ان کی
 محنت و کاوش دو بالا ہو جاتی ہے۔ اور چندہ کی فراہمی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے جس
 کی وجہ سے انہیں بھی تنخواہوں سے زیادہ پیسے ملتے ہیں اور مدارس کو بھی
 فائدہ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر سفراء حضرات کو مدارس کے ارباب حل و
 عقد کمیشن پر بحال کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کے صدقات واجبہ
 نیز زکوٰۃ ان سفراء کے ذریعہ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا
 ایل یوسف نوری مسجد آسٹریڈم

۴۸۶
 الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب
 اس مسئلہ میں فقہائے کرام مختلف ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ بھی قیاسی ہے کیونکہ

جن حضرات نے قفیز طمان والی روایت کے پیش نظر معدوم اجرتوں پر معاملات کا انحصار ناجائز قرار دیا ہے ان میں سے بعض فقہاء متاخرین نے عرف و عادت کی بنا پر اسے جائز بھی کہا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قفیز طمان والی روایت کی صحت و رفع ان کے نزدیک بھی مشکوک ہے ورنہ نص کے مقابلہ میں عرف و عادت کو وہ کبھی ترجیح نہیں دیتے اور جب مسئلہ مذکورہ کا تعلق نص شرع سے نہیں بلکہ قیاس سے ہے اور قیاس بھی دلیل شرع ہے تو جس علاقہ میں جانوروں کو بٹائی پر دینے لینے کا چلن عام ہو چکا ہو وہاں جانوروں کو بٹائی پر لینا دینا درست ہے اور جب اجرت کی وضاحت و مقدار بھی آپس میں طے ہے تو اس کے جواز میں شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اس مسئلہ کا تعلق بھی روایت مذکورہ بالا سے ہے۔ جن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قفیز طمان کی نہیں مسلم ہے ان کے نزدیک معاملات مذکورہ (کمیشن پر کام کرنا کرانا) ممنوع ہے۔ اور جن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قفیز طمان والی روایت ضعیف اور محل نظر ہے ان کے نزدیک عرف و عادت کو دیکھتے ہوئے معاملہ مذکورہ جائز و مباح ہے۔

فی زمانہ یہ معاملہ صرف مدارس کے ساتھ مختص نہیں بلکہ مختلف نوع کی بیشمار کمپنیاں اپنے اپنے مفاد کے لئے کمیشن ایجنٹ مقرر کرتی ہیں اور ان کی قوت عمل کے مطابق انہیں کمیشن دیتی ہیں۔ پھر کمیشن کی مقدار مل سے پہلے طریق کے درمیان طے پا جاتی ہے جس کی وجہ سے اجرت معدوم و مجہول کا شبہ زائل ہو جاتا ہے۔ اور آپسی ممکنہ نزاعات کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اب یہ معاملہ کسی خاص قوم یا علاقہ کے ساتھ محدود نہیں رہا بلکہ نعامل الناس کی صورت اختیار کر گیا ہے لہذا استحصانا سے جائز ہونا چاہئے۔ ادائے زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے لئے تملیک شرط ہے۔ جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں وہاں مذہبی امور کا اقتدار علمائے ربانین کے سپرد ہے یا مسلمانوں نے

اپنے صوابدید کے مطابق جس عالم دین کو اپنے مذہبی امور کا مقتدا اور فیصلہ مان لیا ان کے سپرد ہے۔ اگر مدارس کے ارباب صل و عقد (راکین) میں علمائے دین کی بھی شمولیت ہے تو ان کا مقرر کردہ محصل عامل کے حکم میں ہے اور جو زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کے لئے شرعی طور پر مقرر کیا جاتا ہے وہ منجملہ مستحقین زکوٰۃ میں ہوتا ہے "وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا" لہذا زکوٰۃ و صدقات واجبہ ان کے ذریعہ بھی ادا ہو جائے گی۔ ہاں اگر غیر عاملین کے ہاتھوں مدارس و مستحقین تک زکوٰۃ وغیرہ بھیجی جائے تو جب تک تملیک فقیر نہیں پائی جائیگی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری عفرہ مسجد نوری آمسٹرڈم ہالینڈ

۲۵-۱۱-۱۹۸۵ء

دو ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ عام بازار میں

۱۰۵۶ھ :- مولانا سلطان رضا قادری رضوی مسجد آمسٹرڈم
۱۱-۱۱-۱۹۹۵ء
کیا فرماتے ہیں علماء دین مبین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مختلف ملکوں کی کرنسیوں کی مختلف حیثیتیں ہیں جسکی قیمت ملکوں نے اپنے اپنے طور پر مقرر کر رکھی ہے۔ اور کرنسیوں کے تبادلہ کی صورت میں بھی ملکی سطح پر اس کی ایک قیمت مقرر ہے۔ تو ایسی صورت میں دو ملکوں کے درمیان کرنسی کے اندر جو کمی بیشی ہوگی وہ شرعاً جائز ہے یا رباؤ میں داخل ہو کر حرام؟ تبادلہ کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ عوام اپنے طور پر یا گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کر کے کرنسی کا تبادلہ کرتی ہے جو قیمت کے لحاظ سے حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے مختلف ہوتی ہے۔ کیا اس طرح سے آپس میں مختلف ملک کے نوٹوں کا تبادلہ از شرع جائز و حلال ہے یا ناجائز و حرام؟

۸۶
الجواب :- اللہم ہدایۃ الحق والصواب

جب دو ملکوں کی کرنسیاں قیمت کے اعتبار سے ایک نہیں تو یہیں سے ظاہر

ہو کہ وہ دونوں ایک جنس نہیں۔ بلکہ نمٹن کے اعتبار سے دو مختلف اجناس ہیں اور ایسی صورت میں تبادلہ کے اندر جو کمی بیشی واقع ہوگی وہ شرعاً و عقلاً راجح نہیں کہلائے گا۔ لہذا کمی بیشی کے ساتھ اس کا تبادلہ جائز و مباح، حلال و طیب ہے۔

حکومت کی طرف سے اپنی اپنی کرنسیوں کا مقرر کردہ نرخ کسی شرعی ضابطے کے ماتحت نہیں بلکہ اپنی اپنی معاشی تناظر میں ہے جس کی پابندی شرعاً واجب نہیں لہذا عوام جو اپنی اپنی رضا و خوشی سے مختلف کرنسیوں کا تبادلہ مختلف قیمتوں میں کرتی ہے وہ جائز ہے۔

ہاں ایسی صورت میں مسلمانوں کو اپنی عزت و ناموس کا بھی پاس رکھنا ضروری ہوگا کہ رائج الوقت قانون کی خلاف ورزی کے پاداش میں کہیں اس کی آبروریزی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مسجد توری۔ آمسٹرڈم۔

۱۲ نومبر ۱۹۹۵ء

ایک قیمت کے دونوں کا تبادلہ کمی بیشی کیساتھ

مسئلہ ۱۰۵۷۔ محمد عبّاس شیورتن۔ رضوی مسجد آمسٹرڈم

۱۵-۱۱-۱۹۹۵ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ملک کا نوٹ اسی ملک کے نوٹ سے کمی بیشی کے ساتھ خریدنا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ دونوں نوٹوں کی قانونی قیمت ایک ہی ہے۔ حسین علی رضوی مسجد کیراؤف محمد عبّاس

۱۸۶ جواب۔ اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

ہر ملک کا نوٹ (کانغذی کرنسی) اس ملک کے لئے زر قانونی و اصطلاحی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)۔ جس کو قانوناً نمٹن کی حیثیت حاصل ہے۔ لہذا ملک کے اندر ایک نوٹ کو اسی قیمت کے دوسرے نوٹ سے کمی یا بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ توری مسجد آمسٹرڈم۔ ۱۵ نومبر ۱۹۹۵ء

گوٹا کا کھانا حلال یا حرام؟

۱۰۵۸ مسئلہ :- قاری زکریا۔ فرینکفورٹ جرمنی
۱۹۸۶ء-۵-۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مشہور پرندہ جسے گوٹا کہتے ہیں اس کا رنگ نہایت سیاہ بولی اس کی کانیں کائیں اور کھانا اس کا حلال و حرام، پاک و ناپاک سب ہی۔ اس پرندہ کا گوشت مسلمانوں کو حلال ہے یا حرام؟ میں نے کسی مولوی صاحب سے سنا ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک اس پرندہ کا کھانا نہ صرف جائز و حلال بلکہ ثواب بھی ہے۔ کیا مولوی صاحب مذکور کا بیان صحیح ہے؟ محمد زکریا جہلمی۔ وارد حال فرینکفورٹ۔

۹۲ الجواب۔ اللہم ہدایہ الحق والصواب۔

پرندہ مذکورہ (گوٹا، غراب، الغراب الابقع، زراغ، زراغ معروف) اپنی خباثت و فسق و فجور اور ایذا رسانی میں مشہور ہے۔ اور وہ اپنی فطری خباثت و فسق کی وجہ سے حرام و مردار ہے۔ قال تعالیٰ عزوجل

وَيَحْرَمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (الایۃ) (بنی محرم) مسلمانوں پر خبیث چیزوں کو حرام فرماتے ہیں اور نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ رواہ مسلم عن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔

خَمْسٌ فَوَاسِقٌ يَقْتُلْنَ فِي الْحَلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةَ وَالْغُرَابَ الْآبِقِعَ الْخَمْسُ كَوَاكِبُ فَاسِقٌ كَمَا فَرَّيَا اس کی وجہ ائمہ حدیث سے سنئے۔

و معنی الفسق فیہ (الحدیث) خباثن و کثرة الضرر (مجمع البحار والبحر الرائق) فاسق غراب ازال مست کہ کاوش میں کند پشت مجروح دواب را (تفسیر الفاری شرح بخاری) فسق سے مراد یہ ہے کہ وہ خبیث اور زیادہ ضرر پہنچانے والا پرندہ ہے۔ کووں کا فسق یہ ہے کہ وہ چوپاؤں کے زخمی پیٹھوں کو کریدتا رہتا ہے۔ (تفسیر الفاری)

بیہقی شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

من یا کُل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقاً واللہ ماہو من الطیبات
 کوا کون کھاسکتا ہے؛ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ خدا کی قسم وہ طیبت سے نہیں ہیں۔
 (بیہقی وابن ماجہ) (یعنی خباثت سے ہے جو حرام ہے)

جی ہاں دیوبندی فرقہ کے سرغنہ مولوی رشید احمد نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں اسے کھانا ثواب لکھا ہے۔ ایسا انہوں نے کیوں کیا؟ اس کا جواب قرآن پاک میں ہے
 الخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ
 کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری مسجد آسٹریٹ

۵ مئی ۱۹۸۴ء

تمباکو نوشی، تمباخوردنی

۱۰۵۹ مسئلہ۔ محمد شریف و محمد فیصل عبدل، دی بیگ۔

۱۹۹۶-۳-۱۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سگریٹ نوشی یا تمباکو خوردنی کا شرعی طور پر کیا حکم ہے؛ جبکہ یقین طور پر معلوم ہے کہ جس تمباکو کا استعمال سگریٹ میں ہوتا ہے اس تمباکو میں ضرور بالفن ضرور شراب ہوتی ہے۔ کیونکہ سگریٹ بنانے سے پہلے چند دنوں کے لئے تمباکو کے پتے کو شراب میں ڈبو یا جانا ہے اور جب شراب کا پورا اثر اس میں سرایت کر جانا ہے تو اسی پتے سے سگریٹ بنایا جاتا ہے؟ محمد شریف عبدل

۸۶ الجواب اللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تمباکو نوشی یا تمباکو خوردنی خواہ کسی شکل میں ہو (سگریٹ، پیڑی، حقہ، کھین، تمباکو، خمیرہ، قوام اور نسوار وغیرہ) سب مکروہ طبعی ہے کہ نفاست پسند

طبیعتیں اس سے بیگونہ نفرت کرتی ہیں اور اگر اس کے ذریعے کسی تجربہ کار ماہر ڈاکٹر
 و طبیب حاذق کے کہنے کے مطابق کوئی فائدہ منظنون ہو مثلاً دردِ شکم کا زائل ہونا۔
 کاسرریاح ہونے کے سبب گیسٹک کا خاتمہ، پیریا کا خاتمہ تو اس کی کراہتِ طبی
 بھی زائل ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اگر تمباکو نوشی اور تمباکو خوردنی وغیرہ سے جسمانی ضرر
 کا ظن غالب ہو تو اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔ قال تعالیٰ "لَا تُلْقُوا
 بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" اور اگر یہ تحقیق ہو کہ تمباکو کے پتوں کو شراب
 میں ڈبونے کے بعد ہی سگریٹ یا کھانے کی پتی یا قوام وغیرہ بنایا جاتا ہے اور شراب
 کا اثر اس میں باقی رہتا ہے تو اس کا کھانا، پینا، نسوار لینا سب حرام اشد حرام
 نہایت بد انجام ہے کیونکہ شراب کی ایک بوند بھی بے نص قطعاً حرام و نجس ہے۔ إِنَّمَا
 الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
 فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ ۱۶ اپریل ۱۹۹۴ء

جانوروں کے ساتھ بد فعلی

۱۰۶۰ منسلک :- اہالیانِ عشورہ کیراؤف نور الحسن

۲۸-۱۰-۱۹۹۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ ایک باہوش بالغ
 مسلمان ہے۔ کئی دیہاتیوں کے جانوروں کی دیکھ بھال اور اس کی چرواہی کرتا
 ہے۔ ایک دن ایک متقی و پرہیزگار نمازی آدمی جنگل کی طرف جا رہا تھا تو اس
 نے دیکھا کہ زید ایک دودھ دینے والی بکری کو پکڑے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ
 بد فعلی کر رہا ہے۔ اس نے گاؤں میں واپس آکر اس واقعہ کو بیان کیا جس کو سن کر
 سارے لوگ زید سے متنفر ہو گئے اور اب اسے سزا دینا چاہتے ہیں۔ از روئے شرع
 شریف اس کی کیا سزا ہے صاف صاف تحریر فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: اہالیانِ عشورہ، سیٹیا پور

۷۸۶

الجواب: اللہم ھدایۃ الحق والصواب

اسلامی شرع میں مجرمین اور گنہگاروں کے لئے تین طرح کی سزائیں ہیں۔ (۱) حد۔ اس کی حد شرع میں مقرر ہے، مثلاً زخم کرنا یہاں تک کہ مجرم مر جائے، تنکو کوڑے مارنا خواہ مجرم زندہ رہے یا مر جائے۔ (۲) تعزیر۔ زجر و توبیخ اور شرم و عار دلانے سے لیکر موت تک کی سزا مجرم کو دی جاسکتی ہے۔ تعزیر کا تعین حاکم شرع کی صوابدید پر منحصر ہے۔ وہ مجرم اور جرم کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے جس قسم کی سزا چاہے مقرر کرے۔ کما فی تنویر الابصار والدر المنثور فی شرحہ "التعزیر (لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رائی القاضی) وعلیہ مشائخنا" اور شامی ص ۲۵۱ میں ہے الحاصل وجوبہ بالاجماع الامۃ لکل مرتکب معصیۃ لیس فیہا حد مقرر الخ

۳ توبہ۔ جہاں اسلامی امارت نہیں یا فاضل شرع غلبہ کفار و مشرکین کی وجہ سے حدود و تعزیرات کو بروجہ شرعی جاری نہ کر سکے تو بالآخر وہاں مجرمین پر توبہ و استغفار ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آخرت کی سزا سے برکتی الذمہ ہوگا بلکہ توبہ کرنے کے سبب وہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں رہنے کے قابل ہو گیا۔ گویا وہ گناہ اس سے سرزد ہی نہیں ہوا۔ جو ہوا کیونکہ اس نے توبہ کے ذریعہ تازلیت اس گناہ کے قریب نہ جانے کا عہد کر لیا ہے۔۔۔۔۔ زید بے قید حرم ہو جس کے صید پر اگرچہ بر طریق شرعی جرم ثابت نہیں ہو سکے گا کہ نصاب شہادت (و نصابہا رجلا ن اذ رجلا و امرأتان) مکمل نہیں ہے ہاں اگر بغیر جبر و اکراہ کے زید اپنے جرم کا اقرار کر لے تو اس پر تعزیر شرعی عائد ہوگی یعنی قاضی شرع اسے موت تک کی سزا دے سکتا ہے۔ لیکن ہالینڈ وغیرہ ممالک یورپ، امارات اسلامیہ کی اہلیت نہیں رکھتے اور ہندوستان میں فی الحال غلبہ کفار و مشرکین کی وجہ سے حدود و تعزیرات کا نفاذ متعذر ہے تو بالآخر تیسری صورت وجوب توبہ اس پر

عائد ہوگی۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام «التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ مِثْلُ مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ»
 نیز جس سوسائٹی اور ماحول میں زید مذکور رہتا ہے اس سوسائٹی کے مسلمانوں
 کو چاہئے کہ زید کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے اور ایسی سماجی سزائے جو دوسرے لوگوں
 کے لئے عبرت آموز ہو۔ مالی تغزیر تو منسوخ ہو چکا ہے البتہ مذکورہ صورت حال میں
 بکری کی مناسب قیمت لگا کر وہ قیمت زید سے وصول کی جائے پھر چاہئے کہ
 اس بکری سے کوئی فائدہ اٹھائے بغیر اسے ذبح کر کے چیل کوٹوں کو کھلا دے یا جلادے۔
 درمختار میں ہے "یعذر ویدیح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا
 مئة اومیئة" اور درالمختار میں نھر الفائق اور زلیعی سے ہے "فان
 كانت الذابۃ لغير الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ
 بالقیمۃ ثم یدیح" واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الافناء، جامعہ مدنیۃ الاسلام دی بگہ

۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء

تصویر اور اس کا حکم

مسئلہ ۱۰۶۱۔ فیض الرحمن سبحانی۔ کالی کٹ

۳۱-۷-۲۰۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس کی
 کیا دلیل ہے کہ تصویر کشی حرام ہے۔ زید کہتا ہے کہ اگر تصویر کشی حرام ہوتی تو وہ نابوت
 جس کے بارے میں قرآن میں ذکر جمیل آیا ہے اور اس نابوت کے بارے میں مفسرین
 حضرات فرماتے ہیں کہ اس نابوت کے اندر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے حواریین
 اور ان کے گھروں کی تصویریں موجود تھیں حتیٰ کہ نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی
 تصویر بحالت قیام یا رکوع اس کے اندر بنی ہوئی ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ تصویر
 کشی حرام نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کئے کے عین مطابق ہے۔ اور حدیث میں جو ذکر آیا
 ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں تو اس سے مراد وہ تصویر ہے جس کے

جہاتِ ستہ ہوں۔ لیکن آجکل جو تصویر کشی ہوتی ہے، اس میں صرف ایک ہی جہت ہوتی ہے، اور وہ آگے کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ بعض کتابوں میں بھی موجود ہے لہذا اس سوال کا صحیح جواب کیا ہے؟ مدلل مطلع فرمائیں۔

المستفتی: فیضان الرحمن سبحانی شریعت کالج کراچہ، کراچہ کالیکٹ، کیرالا

۴۸۶

۹۲ الجواب هو المہادی الی الصواد

تصویر کشی کی حرمت پر احادیث کریمہ حدیث تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جو کتب صحاح ستہ کے علاوہ دیگر معتبر کتب احادیث میں درجنوں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت ہیں۔ اسی لئے ائمہ اعلام علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جاندار تصویر کشی کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے خواہ وہ کچھتی ہو یا شش جہتی، سایہ دار ہو یا بے سایہ دستی ہو یا عکسی۔

یہ کہنا کہ جن تصاویر کی ممانعت ہے اس سے مراد شش جہتی تصویریں ہیں یہ زید پر کید کی اپنی نفسانی مراد ہے۔ کتاب و سنت، مذہب و شریعت کی مراد نہیں۔ اگر ہے تو زید سے پیش کرے "ہَا تَوَابُرْهَا فَتَكْمُرَانِ كُنْتُمْ صَادِقِينَ..... حضور انور شفیع مجتہد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں مجسمہ اور عکسی (شش جہتی و کچھتی) دونوں قسم کی تصویریں بنا شروع ہو چکی تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً تصویر کشی کی ممانعت فرمادی تھی جس میں بے تخصیص و تقیید تصاویر کی ہر ایک قسم داخل ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل السنۃ اپنے فتاویٰ مبارکہ رضویہ میں فرماتے ہیں "در زمان برکت نشان سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہر دوگانہ تصویریں ساختند ہم مجسم و ہم مسطح و در احادیث از مطلقاً صورتگری نہیں اکید و بر صنعت او وعید شدید بے تخصیص و تقیید و روایات پس جمیع اقسام او زیر منع در آمد تصویر بے سایہ را و داشتن مذہب بعضی و افض است۔ (العطایا النبویہ فی فتاویٰ رضویہ)

زیدیہ قید نے جس کیجھتی تصویر کی اباحت کا قول کیا۔ احادیث کرمیہ میں خاص کر
اسی تصویر کی حرمت آئی۔ نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ الکریم سے روایت ہے۔

صنعت طعاماً فدعوت رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نجاہ فراء تصاویر فرجبع..... فقلت
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم مارجعک بائی و
امی قال ان فی البیت ستراً
فنیہ تصاویر وان الملائکۃ لا
تدخل بیتاً فیہ تصاویر.....

کہ میں نے کھانے کا اہتمام کیا اور سید عالم صلی اللہ
کو دعوت دی تو آپ تشریف لائے مگر پردہ پر
کچھ تصویروں کو دیکھ کر واپس لوٹ گئے تو میں
نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک
وسلم میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں کس سبب
واپس ہوئے؟ ارشاد فرمایا گھر میں ایک پردہ پر
تصویریں تھیں اور رحمت فرشتے اس گھر میں داخل
نہیں ہوتے ہیں جس میں تصویریں ہوں۔

پردوں پر جو تصویریں بنتی ہیں وہ شش جہتی نہیں ہوتیں پھر اس پر ناراضگی کا
اظہار فرمانا دعوت کے باوجود وہاں سے لوٹ جانا۔ حضرت سیدنا علی جیسے عزیز و
مقرب صحابی پہنچتے داماد اور ابن العم کی محنت و دعوت کو یکلخت نظر انداز فرمادینا اور
امام الاولیاء حیدر کرار شیر خدا کے کا شانہ رحمت کو قولا و عملاً مانع رحمت قرار دینا تصاویر
کی حرمت و نحوست پر صاف و صریح دال نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

بیشک پردوں پر چھپی ہوئی یا بنائی ہوئی تصاویر کے خلاف آپ کی ناراضگی
و غضب اس کی حرمت پر روشن دلیل ہے اور جب کیجھتی تصویر کی نحوست کا یہ
حال ہے تو چند جہتی یا شش جہتی تصویروں کا کیا مار ہوگا، ہاں کسی فرض کی ادائیگی
کے لئے ضرورتاً بادل نحواست جس تصویر کی اجازت دی گئی ہے وہ کیجھتی تصویر ہے
اباحت تصویر کے لئے نابوت اسمانی کو پیش کرنا عجیب تر بلکہ مضحکہ خیز ہے کیونکہ
احکام شریعت بندگان خدا کے لئے ہے نہ کہ خدا کے لئے؟ پھر اگر تابوت میں بروایت
و بحکایت تصویریں ہوں تو وہ قدرتی تھیں نہ کہ بناؤنی جس میں بندوں کے ارادہ

و فعل کو دخل ہوتا ہے حکم شرع اسی پر نافذ ہوتا ہے۔ اگر بادلوں کی تشکیل سے کسی جانور کی صورت نمایاں ہو جائے، ہواؤں کے تھپڑ سے ریت پر کسی جاندار کی تصویر چنڈہتی ظاہر ہو جائے یا پانی کی لہروں سے پانی کی سطح پر کوئی رنگینا ہوا جانور محسوس ہونے لگے تو کوئی مفتی حرمت کا کوڑا لیکر ان سب کے پیچھے نہیں دوڑے گا کہ خامہ قدرت نقش و نگار اور صور مختلف کے سنوارنے میں آزاد ہے "هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ"۔

ہر قدرتی عمل ہمارے عمل کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ بالفرض اگر ایسا ہو تو سارا نظام شریعت ہی بکھر جائے۔

تابوت سکینہ میں تصاویر و تماثیل کی روایت ارباب الانبیاء کی ہے۔ محبوب کردگار شفیع روز شمار علیہ صلوات اللہ العفار کی یا صحابہ کبار ائمہ و فقہاء و ذی وقار علیہم السلام کے اقوال و ارشاد نہیں۔ تو احادیث صحیحہ بتواتر کے بالمقابل روایات و حکایات کو پیش کرنا مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔ رزقنا اللہ تعالیٰ و ایاکم الرحمة السعادة و احفظنا من السخطة و الشقاوة و صلی اللہ تعالیٰ علی نبی الرحمة و خیر البریة۔ و ہوا علم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن۔ نیدرلینڈ

۲۱ جولائی ۲۰۰۲ء



لواطت اور اس کے حامی کا شرعی حکم

مسئلہ ۱۰۶۲ :- (مولانا) عبد الغفار نوری

۲۰۰۶-۸-۲۸ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس بارے میں کہ ملک نیدرلینڈ ایک ملک ہے جہاں مختلف رنگ و نسل اور قوم و مذہب کے لوگ رہتے سہتے ہیں اور ہر ایک جماعت و افراد کو بغیر دوسروں سے متصادم ہوئے اپنے اپنے طور طریقہ سے زندگی گزارنے کی آزادی ہے چنانچہ عیسائی، مسلم، یہودی، دہریہ، ہندو، بدھ سیٹ وغیرہ جہاں اپنے اپنے طریقہ سے زندگی گزار رہے ہیں وہیں ملکی اور قومی اعتبار سے انڈونیشین، ملائشین، ترکیز، مرکاز، سورینامرز، جاپانیز اور ہندوستانی پاک تانی وغیرہ بھی اپنے اپنے رسم و رواج کے مطابق خوشی و غمی کے مراسم بجالاتے ہیں یورپ کے ملکوں میں اس وضاحت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہاں شراب، زنا اور قمار وغیرہ کی اسنادِ جواز حکومت کے انتظامیہ کی طرف سے جاری کی جاتی ہیں شراب بیچنے والے، زنا کرنے والے اور زنا کرانے والیاں، جو اکھیلنے والے اور جو اکھلانے والے سب ہی آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں یہاں تک کہ جنسیت کی سندِ جواز بھی حکومت کی طرف سے مہیا کی جاتی ہے۔ یعنی عورتیں عورتوں کے ساتھ اور مرد مر کے ساتھ باضابطہ قانونی نکاح کر سکتے ہیں اور باہم زوجین کی طرح رہ سکتے ہیں۔۔۔۔۔

ان حالات کے تناظر میں ایک مسلمان نے ان لوطیوں کی ایک حمایتی تنظیم ”یوسف“ میں اپنا یہ بیان دیا ہے کہ جس طرح ہر قوم و ملت اور افراد و جماعت کو یہاں چینے اور شہری حقوق و رعایت حاصل کرنے کا حق ہے اسی طرح لوطیوں کو بھی ہے لہذا یہاں کے ائمہ مساجد اور علماء سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ پر نہایت رحم دلی کے ساتھ بات چیت کریں اور ایسا کوئی درمیانی راستہ نکالیں کہ قرآن پاک کی ممانعت لواطت والی آیتیں اور اس کی حرمت والی حدیثیں بھی اپنی جگہ برقرار رہیں اور لوطی گروہ کو بھی دوسروں کی طرح یہاں کے شہری حقوق و مراعات

مل جائیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لو اطلت یا لوطیوں کا دین اسلام میں کیا حکم ہے؟ اور مسلمان مذکور کے بیان مذکور کی شرعی کیا حیثیت ہے؟ اور اس پر کیا اسلامی حکم نافذ ہوتا ہے؟ منجانب :- مجلس علماء نیدر لینڈ۔

نوٹ :- اگر ہو سکے تو اس سوال کے جواب کے علاوہ ایک مختصر مگر نافع مضمون ”اسلام اور لو اطلت“ کے عنوان سے لکھ دیا جائے تاکہ یہاں کے مقامی زبان اور یورپ کی دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع کیا جاسکے۔ (عبد الغفار نورانی)

۹۶ الجواب بعون العلیع الوہاب

شخص مذکور فی السؤال احکام دینیہ سے ناواقف مگر نہایت ہی شاطر معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اپنی شاطرانہ چالوں کے باوجود آئین اسلام کی شدید گرفت میں ہے۔ کیونکہ اس کے تمام تر بیانات سے یہی مترشح بلکہ واضح ہوتا ہے کہ وہ لوطی گروہ کا ہمدرد، بھی خواہ یا اس گروہ کا ممبر ہے یا اس کے لئے اس کے دل میں نرم گوشہ موجود ہے۔ اور وہ لوطیوں کی حمایت میں اسلام کے شرعی احکام کے اندر تبدیلی تک کا خواہاں ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ چونکہ وہ لو اطلت کی ممانعت و حرمت کا بھی قائل ہے اس لئے اس پر حکم کفر تو نہیں لگے گا۔ البتہ الماء مع من آحب کے بموجب اس پر واجب ہے کہ وہ لوطی گروہ سے اپنی بیزاری کا اعلان کر کے اسی طرح توبہ کرے جس طرح اس نے حمایت میں بیان دیا ہے اور اس کا حمایتی بیان پریس کے ذریعہ مشتہر ہوا ہے توبہ نامہ بھی اسی طرح مشتہر ہو۔

جو مسائل دینیہ دلائل شرع سے مزین و مدلل ہیں ان میں کسی مسلمان عالم و غیر عالم کو مجال دم زدن نہیں خصوصاً حرام و حلال کے مسائل کہ جس کی حرمت و عدت یقینی ہو یعنی نص قطعی سے ثابت ہو۔ اس کے خلاف سوچنا بھی ایمان کی کمزوری اور ذوق ایمانیات سے مہجوری ہے۔

مسئلہ مذکورہ جس کی حرمت بہ نص قطعی یقینی ہے کوئی مسلمان

اس کے حرام ہونے میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس انکار سے آیاتِ محکمہ، احادیثِ کثیرہ صحیحہ نیز فقہائے صحابہ و فقہاءِ ائمت کے اقوالِ رجیحہ کی تغلیط ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے لواطت کو بے حیائی، نفس پروری اور حیوانیت قرار دیا ہے۔ (اعراف ۸۱-۸۰) اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوطیوں پر بار بار لعنت فرمائی ہے۔ حضرت صدیق اکبر حضرت مولیٰ علی اور اعلیٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اس فعل بد کے فاعل و مفعول دونوں کو دیکھی ہوئی آگ میں جلا دینے کا حکم ہے اور ائمہ اسلام کے نزدیک انہیں سنگسار کر دینے کا حکم ہے اور دراصل ان دونوں حکموں کا مال ایک ہی ہے کہ ایسے لعنتیوں کے وجود سے خدائے پاک کی زمین پاک کر دی جائے۔

اسلئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ لوطیوں کی نہ کسی طرح حمایت کریں نہ ان کے افعالِ قبیحہ و شنیعہ سے چشم پوشی کریں بلکہ اس کے مال و نتائج سے اپنی قوم و ملت کے نونہالوں اور نوخیز نوجوانوں کو برابر خبردار کرتے رہیں تاکہ بلائے لوطی کی نچوٹوں سے وہ دور رہیں اور خدا و رسول جلا جلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غضب و لعنت سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ و آلہ و صحابہ و بارک وسلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الاوقاف مجلس علماء بنیدر لینڈ

۲۸ اگست ۲۰۲۰ء

نوٹ :- آپکی فہمائش کے مطابق لواطت اور اسلام کے عنوان سے ایک مختصر مضمون حاضر خدمت ہے۔ اگر مختلف زبانوں میں یورپ کے اندر کثیر اشاعت ہو جائے تو اس سے قوم مسلم کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

لواطت اور اسلام

لواطت کی ابتداء حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدکردار قوم نے کی اور اس

نے یہ بد عملی شیطانِ لعین سے سیکھی (خزائن العرفان)۔ اعلیٰ بازی یعنی غیر فطری عمل کا ظہور انسانی آبادی میں حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کی ناہنجار قوم سے ہوئی۔ اسی لئے اس بد عملی کو لواطت بھی کہا جاتا ہے۔ قوم لوط کی اس بد کرداری اس کی برائی و نحوست اور اس کے سبب دردناک عذاب کا ذکر قرآنِ مقدس میں بار بار کیا گیا ہے مثلاً سورۃ ۷۷ کی آیات ۸۲ تا ۸۰۔ سورۃ ۷۷ کی آیت ۷۸۔ سورۃ ۷۷ کی آیات ۶۶ تا ۶۱، پھر اسی سورۃ کی آیات ۷۷ تا ۷۹، ان مکمل آیات قرآنیہ کے علاوہ بھی جزوی طور پر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عبرتناک عذاب کا ذکر قرآنِ مقدس میں موجود ہے..... سورۃ ۷۷ کی پانچوں آیتوں کا ترجمہ سنئے اور اندازہ لگائیے کہ لواطت کس قدر سنگین اور ناقابلِ معافی جرم ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

(ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کیا ۸۰) بیشک تم عورتوں کو تھپوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کی پیاس بجھانے کیلئے جاتے ہو تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو ۸۱) ان کی قوم کے پاس اسکے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ ان لوگوں کو بستی سے باہر نکال دو یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں ۸۲) پھر ہم نے نجات دیدی لوط اور ان کے گھر والوں کو، سولے ان کی بیوی کے۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہو گئی ۸۳) اور ان پر ہم نے پتھروں کی بارش کی تو دیکھو کیسا عبرتناک انجام ہوا مجرموں کا۔ ۸۴)

مذکورہ آیت ۸۰ میں بتایا گیا کہ یہ ایسی بے حیائی کا کام ہے کہ ساری دنیا نے انسانیت میں سولے اس بے غیرت قوم کے کہیں دوسری جگہ یا دوسری قوم میں نہیں تھا اس شیطانِ عمل کی ایجاد کا سہرا انسانی دنیا میں قوم لوط کے سر رہا۔ آیت ۷۸ میں فرمایا گیا کہ وہ بد کردار قوم اپنی شہوت رانی کے لئے عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس جاتی اور اسے استعمال کرتی تھیں۔ اور اس طرح وہ اپنی ہی

قوم کے آدھے حصہ (صنف نازک) کو اس کے جائز حقوق سے محروم کر کے اسے اپنی فطری جذبات کی تکمیل کے لئے اپنی ہی ہم نوع کے ساتھ مستی نکالنے پر مجبور کر چکی تھی اور اس طرح یہ دونوں نوعیں خدا کی دی ہوئی امانت جو ہر حیات کو انسانی تشکیل و تکثیر کی بجائے بنجر زمین یا ناقابل زراعت وادی میں ضائع کرنے لگیں اور بدکردار مردوں کی وجہ سے خود اس کی نوع (مردوں) کا بھی تقریباً آدھا حصہ نسوانی خواہش کا شکار ہو کر ملک و قوم کی کمزوری کا سبب بن گیا۔

گویا لواطت کی مریض قوم نہ بذات خود دم بریدہ اور مقطوع النسل ہونے کے لئے کمر بستہ ہو گئی بلکہ غیر شعوری طور پر ملک و قوم کے ساتھ غداری بھی کرنے لگی ہے۔ غالباً اسی لئے قرآن مقدس نے لوطی مریضوں کو "مُتَسِّرِفُونَ" فرمایا۔ مُسْرِف کا لغوی معنی ہوتا ہے زیادتی کرنے والا، خطا کرنے والا، جاہل ہونے والا، مستحق کو چھوڑ کر غیر مستحق کو دینے والا، اور حد سے تجاوز کرنے والا یعنی سرحد کو بغیر ویزا کے کراس کر جانے والا۔ قرآن مقدس کا یہ اعجاز ہے کہ اس کے ایک لفظ نے لوطیوں کے سارے جبرانیاتی نقشوں کو صبحِ قیامت تک آنے والوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔

آیت ۸۲ میں بتایا گیا کہ وہ قوم نصیحت کرنے والوں کے بارے میں بدگمان و بد زبان تھی کہ وہ نبی اور نبی کے ساتھیوں پر طعنہ کستی تھی کہ "وہ بڑے پاکباز لوگ ہیں" حالانکہ یہ بات حقیقت تھی مگر وہ بطور طعنہ کہا کرتی تھی۔ نیز وہ اپنے نامحین کو شہر بدر کرنے کا بھی پلان بناتی رہی تاکہ کوئی انہیں شیطانی عمل سے روکنے والا نہ رہے۔ اور بالکل یہی حال دنیا کے ان تمام ممالک کا ہے جہاں لوطی قوم کے پیروکار موجود ہیں کہ وہ اپنے سچے ہمدرد و نامحین کو اپنے ملک سے کسی طرح بھی نکالنا چاہتے ہیں تاکہ کوئی انہیں روک ٹوک کرنے والا نہ رہے اور وہ کھلے عام اپنی حیوانیت کا مظاہرہ کر سکیں۔

آیت ۸۳ میں اس دردناک و عبرتناک عذاب کا ذکر ہے جو لواطت کرنے والوں اور اس کے حامیوں پر آیا۔ حالانکہ اس عذاب کو ٹلنے کے لئے حضرت سیدنا

ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر، اولوالعزم خلیل و مقرب نبی نے بارگاہِ خداوندی میں بار بار عرض و معروض کیا پھر بھی لوطیوں پر سے وہ عذاب نہیں ڈالا گیا تا کہ انسانوں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ لواطت ایسا مجرمانہ اور مسرفانہ فعل ہے جس کی سزا عبرتناک عذاب ہی ہے۔ پھر اس عذاب کا قرآن پاک میں بار بار ذکر فرما کر آنے والی قوموں کو لواطت کی نحوست اور برے انجام سے باخبر فرمادیا گیا ہے تاکہ ذرا بھی ہوج سمجھ رکھنے والی قومیں اس سے عبرت حاصل کریں۔

یہ مختصر وضاحت تو قرآن مقدس کی صرف چند آیتوں کی ہے اگر ان تمام آیتوں کی تفسیر و توضیح بیان کی جائے جو لواطت کی نحوست اور اس کی سزا سے متعلق ہیں تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اب دو چار احادیث کریمہ کا ترجمہ و مفہوم بھی سماعت فرمائیں۔ تاکہ لواطت کی مزید نحوست و برائی اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

① نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے (ترجمہ) اپنی بیوی سے بھی لواطت کرنے والا ملعون ہے (ابوداؤد) ② اللہ تعالیٰ اُس مرد کی طرف ہرگز رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو اس بد فعلی (لواطت) کا ارتکاب کرے۔ (ابن ماجہ سند احمد) ③ جس کو قوم لوط کا فعل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل و مفعول (لواطت کرنے والا اور لواطت کرنے والا) دونوں کو قتل کر دو (ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی)۔

ان ارشاداتِ گرامی پر تھوڑی سی توجہ دینے کے بعد یہ باتیں آسانی سمجھ میں آجاتی ہیں کہ لواطت لعنتِ خداوندی کا سبب اور اس کی رحمت سے دوری کی وجہ ہے اس کے فاعل و مفعول دونوں کے لئے سخت ترین اور عبرتناک سزائیں ہیں۔ اسلامی معاشرہ اس (لواطت) سے گھن کرے گا کیونکہ وہ قومیت کے لئے گھن ہے اور روحانیت کے لئے زیرِ قاتل۔

اخیر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اسلامی عدالت میں اس بد فعلی کی سزا کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں لواطت کا کوئی مقدمہ بارگاہِ رسالت

میں پیش نہیں ہوا اسی لئے اس بد فعلی کی کوئی خاص سزا عدالتِ اسلامیہ میں متعین نہیں ہو سکی۔ البتہ خلیفہ اول ارشد الخلفاء، الراشدین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت سیدنا خالد بن ولید نے دوسرے ملک سے ایسے مجرم کی سزا سے متعلق بارگاہِ خلافت میں خط لکھ کر استفسار فرمایا۔ چنانچہ خلیفہ اول نے اس معاملہ میں صلاح و مشورہ کے لئے اہل الرائے (فقہاء صحابہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس مشاورت طلب فرمائی۔ کتاب و سنت کی روشنی میں مختلف صحابہ کرام نے مختلف سزائیں تجویز فرمائیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے یہ تھی کہ اس کے فاعل و مفعول دونوں کو کسی پرانی عمارت کے نیچے کھڑا کر دیا جائے اور وہ عمارت ان پر ڈھادی جائے..... حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ فتویٰ دیا کہ آبادی کی سب سے اونچی عمارت پر سے ان دونوں کو سر کے بل زمین پر پھینک دیا جائے اور اوپر سے پتھر برسائے جائیں۔ اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی یہ رائے ہوئی کہ ایسے شخص کو قتل کر کے اس کی نعش کو لوگوں کے روبرو جلادیا جائے اکثر صحابہ کرام نے حضرت سیدنا علی کے فتوے سے اتفاق فرمایا۔

اختلاف صحابہ کو سامنے رکھتے ہوئے فقہائے اسلام، ائمہ کرام کے درمیان بھی لواطت کی سزائیں اختلافات رونما ہوئے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لواطت کے مجرمین واجب القتل ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ یعنی ان کے نزدیک لواطت کا عمل ثابت ہوجانے کے بعد اگر قاضی اسلام اس کے قتل کا حکم نہ دے تو قاضی شرع بھی ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ان کی سزا جہم (سنگسار کرنا) ہے۔ حضرت امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ان کی وہی سزا ہے جو زانی اور زانیہ کی ہے۔ حضرت امام ثوری اور حضرت امام اوزاعی کا بھی یہی حکم ہے۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ لواطت کے مجرموں کے لئے شرع شریف میں کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ یہ فعل تعزیر کا مستحق ہے یعنی حالات و اصلاحات کے پیش نظر ان کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے جو دوسروں کے لئے سبق آموز ہو اور سزا کے تجویز کرنے کا حق قاضی شرع کو ہے۔

شواہد و براہین بالا کے پیش نظر لواطت کا عمل اسلامی شریعت میں حرام و بد انجام ہے اور اس کا حرام ہونا کتاب و سنت اور اجماع صحابہ و اجماع ائمہ و مجتہدین سے ظاہر و باہر ہے۔

تمام امت مسلمہ کی عموماً اور حضرات علماء کرام نیز ائمہ مساجد کی خصوصاً یہ دینی ذمہ داری ہے کہ وہ بندگانِ خدا کو بھلائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے حتی المقدور روکیں۔ بھلائیوں کے اجر و ثواب اور برائیوں کی سزا و عذاب (ترغیب و ترہیب) سے لوگوں کو ڈرائیں۔

نیدرلینڈ اور یورپ کے بعض دوسرے ممالک جہاں لواطت وہم جنسیت کو قانونِ ملکی کی سرپرستی حاصل ہے وہاں بھی مسلمانوں پر از روئے شرع اسلامی یہ اہم ترین فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس کا ملعون سے بچیں اور اپنی قوم کے افراد خصوصاً نوجوان نسل کو اس کے بھیانک انجام سے ڈرائیں۔ وَاللّٰهُ الْهَادِي
الِي سَوَاء السَّبِيلِ -

دعا، گو و دعا، جو

عبدالواحد قادری غفرلہ

خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔

انسانی خون کے ذریعہ علاج

زندہ انسان اپنا عضو کسی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

جانور کا عضو انسان کو لگانا

مردہ کا عضو زندہ کو لگانا

مسئلہ ۱۰۶۵ / ۱۰۶۴ / ۱۰۶۳ / ۱۰۶۲ : انجمن الحلال الطیب، بالینڈ

۱۳۱۹ھ - ۵ - ۲۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں
(الف) ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں بحالت اضطرار چڑھایا
جا سکتا ہے یا نہیں؟ (ب) ایک انسان اپنے اعضاء جسم میں سے کوئی عضو کسی
دوسرے انسان کو اپنی زندگی میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ (ج) کسی جانور
کے اعضاء کو انسانی اعضاء کی جگہ لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (د) کسی مردہ آدمی کا
عضو کسی زندہ آدمی کے جسم میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم؟
ان تمام جوابات کو بدلائل ائمہ اربعہ مدلل فرما کر مشکور و ممنون فرمائیے۔

سائل :- مؤسسہ الحلال الطیب ریسٹورڈ نیڈرلینڈ

بوساطت مولانا فیروز حوصلدار امام نور الاسلام مجددی ہیگ

۷۸۶

۹۲ الجواب بعون المجیب الوہاب

جہاں آپ نے اپنا سوال نامہ بھیجا ہے وہ مذہب حنفی کا دارالافتاء ہے لہذا یہاں
سے جو بھی جواب دیا جائے گا وہ مذہب حنفی کے اصول و افتاء کے مطابق ہوگا۔ اگر آپ
لوگ مذاہب اربعہ کے دلائل کے طالب ہیں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں یا ان

مذہب (مالکی، حنبلی، شافعی) کے دارالافتاء کی طرف رجوع کریں جہاں کے جواب سے آپ کو زیادہ تشفی ہو سکتی ہے۔

الجواب الف:۔ انسانی جسم کے کسی حصے سے انتفاع مذکور اور اسے بطور علاج استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں کہ یہ احترامِ انسانیت کے منافی ہے "الانتفاعُ بِأجزاءِ الأدمیِّ لِحَیْضٍ - قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحیح کذا فی جواهر الاخلاطی۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵۴)

خون جینک انسانی جسم میں رواں دواں ہے پاک و مکرم ہے اور جب جسم سے خارج ہوا تو سیلان و انجام دونوں صورتوں میں نجس مگر لائق احترام ہے اور فقہائے احناف کے نزدیک نجس و ناپاک شے سے علاج جائز نہیں اور نہ ہی اس سے کسی طرح کا انتفاع کما مگر۔ انسانی دودھ ہر چند کہ انسانی خیر ہے لیکن اسے ایام رضاعت میں بچوں کو پلانا اور بحالت مرض عند الضرورة بطور علاج اس کا استعمال کرنا کرنا فقہائے حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ ہاں بے ضرورت شدیدہ (بحالت غیر اضطرار) اس کا استعمال مختلف فیہ ہے چنانچہ فتاویٰ ہندیہ نے قنیہ سے نقل کیا "ولا بأس بان یسقط الرجل بلبین المرأة ویشریه للدواء، و فی شرف لبین المرأة للبالغ من غیر ضرورة اختلف المتأخرین کذا فی القنیة (عالمگیریہ ص ۳۵۵)۔ لیکن خون کو دودھ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ دودھ کو خون پر۔ ہاں دودھ کو انسانی پسینے کی نظر و مثال بنایا جاسکتا ہے اور اسے ایک دوسرے پر قیاس بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ پسینے انسانی جسم سے خارج ہونے کے بعد بھی دودھ کی طرح پاک رہتا ہے۔

فقہائے متأخرین کے نزدیک بعض ناپاک اور حرام اشیاء سے بھی عند الضرورة علاج جائز ہے۔ مثلاً خون، پیشاب اور مردار گوشت (سوائے خنزیر کے) بشرطیکہ تجربہ کار دیانتدار ڈاکٹر (مسلم طبیب) کے نزدیک اس کے قائم مقام کوئی اور

اشیاء یا طریقہ علاج نہ ہو۔ کمانی الہندیہ ص ۳۵۵ یجوز للعلیل شرب
الدم والبول واکل المیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسلم
ان شفائه فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہ اھ
اور جب فقہائے متقدمین و متاخرین کے درمیان کسی مسئلہ کے اندر اختلاف
رائے ہو تو امت کی آسانی اور "الذین یسرون" (بشر اولاً تنفروا) کے
پیش نظر اس رائے پر عمل کرنا جائز و درست ہے جو ضرورت مند کے لئے زیادہ
مفید اور آسان ہو "اذا ابتلی البلیتین فاختر اھونھما" یاد رہے
کہ رخصت اپنے دائرہ سے تجاوز نہیں کرتی اور نہ ہی جزئیہ مذکورہ کو خنزیر
(للنجاسة مطلقاً) اور انسان (لكرامة مطلقاً) کی ہڈی اور اعضاء
پر منطبق کر سکتے ہیں کہ یہ منصومات شرعیہ کے خلاف ہوگا۔ اعضاء انسانی سے
عدم انتفاع کا حکم فتاویٰ عالمگیریہ کے حوالہ سے گزر چکا اور اس حکم کی اصل کبریٰ
کی یہ عبارت ہے "واذا کان برجل جراحة یکره المعالجة
بعظم الخنزیر والانسان لانه یحرم الانتفاع به کذا فی
الکبریٰ (الفتاویٰ الہندیہ ص ۳۵۲) و ہو تعالیٰ اعلم

الجواب :- اعضاء انسانی بہر حال قابل احترام و اکرام ہیں اور وہ ایک دوسرے
کے لئے لینے دینے کی چیز نہیں کہ اس میں ان کی تذلیل و توہین ہے۔ اور
شریعت اسلامیہ کسی انسان یا اس کے اعضاء کی توہین و تذلیل کی اجازت
نہیں دیتی۔ پھر کسی بھی عضو کو بے عذر شرعی جسم انسانی سے جدا کرنے میں
تغیر خلق بھی لازم ہے جو شیطان فعل اور حرام ہے۔ شرع مطہر نے ہمیں
اس بات کا مکلف نہیں بنایا کہ ہم کسی انسان کو اپنا عضو، دیں اور کسی انسان
سے اس کا عضو، لیں۔ نہ شرع مطہر میں اس کی کوئی مثال ہے۔ و ہو تعالیٰ اعلم۔
ضرورت کے پیش نظر ابھی بھی یہ سلسلہ علماء کرام کے زیر غور ہے۔

الجواب :- ہاں حلال جانور کا گوشت ذبیحہ کے بعد ہم لوگ کھاتے ہیں ان کی

چمڑیوں اور ہڈیوں کو استعمال میں لاتے ہیں اگر وہ ہمارے علاج کے کام آسکیں تو یقیناً اس کے ذریعہ علاج کرتا کرنا جائز و درست ہے بلکہ حرام و مردار جانوروں (سوائے سور کے) کی ہڈیوں وغیرہ کو بھی ضرورتاً علاج میں استعمال کر سکتے ہیں۔ کما فی الہندیہ باب التداوی والمعالجات

”وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ولا بأس بالتداوی بالعظم اذا كان عظم شاة او بقرة او بعیر او فرس او غیرہ من الدواب الاعظم۔۔۔ الخنزیر والادھی فانہ یکرہ التداوی بہما فقد جوز التداوی بعظم ماسوی الخنزیر والادھی من حیوانات مطلقاً من غیر فصل بینہما اذا کان الحيوان ذکياً او میتاً و بینہما اذا کان العظم رطباً او یابساً واللہ سبحانہ اعلم الجواب (۲)۔ اس مسئلہ میں مسلم و غیر مسلم ذمی و حرابی سب برابر ہیں، انسان جب اپنی زندگی میں اپنے اعضاء پر خود اختیار نہیں رکھتا بلکہ کسی کی امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خود کشتی پر یلبے و جبہ شرمی اپنا کوئی عضو کاٹ لینے پر اس پر سزا کا حکم نافذ ہوتا ہے اور وہ حرام کام تکب کہلاتا ہے تو مرنے کے بعد اس کی وصیت اعضاء کے قطع و برید سے متعلق کیونکر نافذ ہوگا؟ یا اس کا وارث اس کے مردہ اعضاء پر کیونکر حکم ان کر سکے گا۔ کہ اب اس کا مردہ جسم صرف حق اللہ کے زیر سایہ ہے، حقوق العباد سے فارغ ہو چکا ہے۔ قال العلامة الشامی فی فتاواہ ”والادھی مکرم شرعاً وان کان کافراً الخ۔۔۔ لم یجز کسر عظام میت کافراً او میتاً“ جب کافر مطلق کی ہڈیوں کو اس کے مرنے کے بعد توڑنا جائز نہیں تو مسلمان (جب کے مال و جان کی عصمت مشروع و منصوص ہے) کی ہڈی یا کوئی عضو اس سے جدا کرنا کیونکر جائز ہوگا؟ واللہ تعالیٰ اعلم و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم۔

پارفیوم اور اس کا استعمال

تمبکو اور اس کا حکم

مسئلہ ۱۰۶۶/۱۰۶۷: عتاس علی واجد سی سکریٹری اسلامک فونڈیشن
 کیا فرماتے ہیں علمائے محققین و مفتیان شرع متین سوالات مندرجہ ذیل
 میں کہ ① پارفیوم (الکحل ملی ہونی خوشبو) کا استعمال از روئے شرع ناجائز و
 حرام ہے یا حلال و جائز؟ اسے جسم یا کپڑے پر لگا کر نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ ایک
 دین رہنما جن کو یہاں کے اکثر مسلمان اپنا دینی قائد بھی سمجھتے ہیں انہوں نے کہا
 کہ اگرچہ الکحل کے استعمال میں علماء کا اختلاف ہے لیکن علماء پاکستان کا فیصلہ
 ہو چکا ہے کہ الکحل شراب نہیں ہے اور اس کا استعمال جسم یا کپڑے پر یا دواؤں میں
 جائز و حلال ہے۔ یہاں مقیم ایک مفتی صاحب سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں
 نے کہا کہ الکحل اسپرٹ ہے جو خالص شراب ہے اب تک علماء اہلسنت کی یہ تحقیق
 ہے لہذا اس کا استعمال ناجائز و حرام ہے جس کپڑے یا جسم پر اسے لگایا جائے گا کپڑے
 یا جسم کا اتنا حصہ ناپاک ہو جائے گا۔ اگر وہ ایک درہم کی مقدار میں ہو تو نماز نہیں ہوگی
 اگر پڑھ لیا تو اس نماز کو پھر سے پڑھنا فرض ہوگا۔ اور جہاں تک دواؤں کا تعلق ہے
 تو الکحل آمیز دواؤں کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ ہاں جہاں ان دواؤں کا بدل
 ممکن نہ ہو اور جان جانے یا اعضائے بدن میں کسی کسی عضو کے بیکار ہو جانے کا
 یقینی خطرہ ہو تو "الضرورات تبیح المحظورات" کے خانہ میں داخل ہو کر
 محدود حدود میں اس کے استعمال کی رخصت ہوگی۔ ان دونوں حکموں
 کے پیش نظر آمیزڈم کی مسلم عوام پریشان ہے لہذا حکم شرع سے آگاہ کیا جائے۔
 ② تمباکو نوشی (خواہ سگریٹ و سگار کی شکل میں ہو یا حقہ و پان وغیرہ کی شکل میں)
 حرام ہے یا مکروہ تنزیہی یا پھر حلال و مباح؟ کیا سگریٹ پینے والے جبکہ مسائل طہارۃ

و نماز سے پوری طرح آگاہ ہوں امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟۔ اس مسئلہ کو بھی مفتی صاحب مذکور سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تمباکو نوشی خواہ کسی شکل میں ہو اگر نشہ کی حد کو پہنچ جائے تو حرام ہے اور اگر نشہ کی حد کو نہ پہنچے تو نہ حرام ہے نہ مکروہ تنزیہی۔ ہاں ایسی مجلس جس میں اس کی بوجہ نفیس طبائع پر گزراں ہو وہاں پر اس کا استعمال مکروہ طبعی ہے۔۔۔۔۔ اگر تمباکو نوشی یا تمباکو خوردنی کے ذریعہ بعض موذی بیماریوں کے لاحق ہونے کا یقین ہو تو اس سے بچنا لازم و ضروری ہے اور اس کا استعمال شرعاً ممنوع و مکروہ تحریمی ہوگا۔ لیکن بعض تجربہ کار اور حاذق حکیموں کے نزدیک وہ کاسر ریاح اور معدہ کی بعض بیماریوں کیلئے مفید بھی ہے اگر واقعی ان ضرورتوں کے پیش نظر اس کا استعمال کیا جائے تو مباح۔ مسئلہ ہذا میں بتایا جائے کہ حقیقت کیا ہے کیا مفتی مذکور اب منصب افتاء پر فائز رہنے کے لائق ہیں یا نہیں؟ واضح جوابات سے نوازر شکر یہ کاموقع دیں۔ سائل، عباس علی، سکریٹری تنظیم القرآن انٹرنیشنل، الینڈ

الجواب

دونوں مسائل میں وہاں مقیم مفتی صاحب دام ظلہ وزید مجبہ کا موقف اور بیان درست اور حق ہے ان کے قول کے خلاف کرنے اور کہنے والے جاہل یا گمراہ ہیں اور اپنی رائے سے حلال و حرام کا فیصلہ گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے
لَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتَكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ
لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ "نہ کہو جو تمہاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو" الحکم اسپرٹ کا جوہر ہے اور اسپرٹ عرق خمر ہے یہ خبیث ترین خمر و شراب ہے لہذا نجس و حرام ہے۔ امام اہلسنت الشافعی احمد رضا البریلوی نے اپنی کتاب "الاحلی من التسكر" (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰) میں فرمایا "ان اسبار تو وہی روح النبید، خمر قطعاً مبل من اخبت الخمر فہی حرام ورجس نجاسة غلیظة كالبول یعنی اسپرٹ تو یہ شراب کا جوہر ہے اور خمر و شراب ہے بلکہ وہ خبیث ترین شراب ہے"

لہذا یہ قطعاً حرام اور نجس ہے اور نجاست بھی غلیظہ جیسے پیشاب نجس ہے۔ لہذا جس چیز میں اس کی ملاوٹ ہوگی وہ ناپاک و نجس ہوگی، جیسا کہ وہاں مقیم مفتی

صاحب نے فرمایا ہے۔

واللہ اعلم

الجواب ۲۔ حقہ، سگریٹ وغیرہ کے متعلق مفتی صاحب مذکور کا

ارشاد حق ہے اگر عقل و حواس میں فتور پیدا کرے تو حرام ہے۔ ورنہ اگر بدبو ہو تو پیاز اور لہسن کی طرح مکروہ تنزیہیہ یعنی غیر پسندیدہ ہے گناہ نہیں۔ اگر بدبو بھی نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ نشہ اور فتور کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے

فہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن مسکرو ومفترا

(ابوداؤد) غرض کہ سوالات مذکورہ کے متعلق مفتی صاحب مذکور کا قول حق اور

واجب الاتباع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان، مح ۲۲-۱۰-۹۹

۴۸۶ ہر دو مسئلہ میں مفتی صاحب کا کہنا درست ہے اسی کے مطابق عمل کریں۔ واللہ

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الہادی۔ وهو تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء، ۸۲ سوداگران برٹلی شریف

مسلمان کا خون کافر کو، کافر کا خون مسلمان کو چڑھانا

۱۰۶۸ مسئلہ: سبحانی شریعت کالج کیرلا، انڈیا

۱۳۱۳-۶-۱ کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کافر و

مشرک یا اہل کتاب کا خون حالت اضطرار میں تجربہ کار ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق کسی

پر میٹرگار وینڈر مسلمان کے جسم میں چڑھانے کے لئے دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

بینوا و توجروا فیضان الرحمن سبحانی، معلم عربی کالج، مرکز الثقافتہ السنیہ کیرلا

۴۸۶ الجواب ۲

کسی ڈاکٹر کا یہ کہہ دینا کہ یہ مریض انسانی خون چڑھائے بغیر صحت یاب نہیں

ہو سکتا یا اس کے مرض کے لئے دواؤں میں خون کا کوئی بدل نہیں ہے عند الشرح
نافا بل مسموع اور نافا بل اعتبار ہے۔ ایسوں کی طرف علاج میں رجوع ہی نہیں
کرنا چاہئے کہ تیم حکیم خطرہ جان ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان دیندار طبیب حاذق
اپنے تجربہ کی بنیاد پر کسی مریض کے لئے خون انسانی ہی کو مفید و نافع بتائے اور مریض
کی صحت کی ضمانت دے (اگرچہ مریض صحت یاب نہ ہو) تو اس کے کہنے کے مطابق
خون انسانی سے اس کا علاج کیا جاسکتا ہے کہ فقہاء متاخرین نے عند الضرورة
علاج بالدم کی اجازت و رخصت دی ہے۔

لیکن اس وقت کسی مسلمان دیندار کا طبیب حاذق ہونا تقریباً عنقا ہو چکا
ہے۔ شاید دنیا کے چند شہروں میں معدودے چند ایسے اطباء میسر آجائیں تو
اس کا عقلاً انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

کثرت اور بہتات بلکہ عموم بلوئی انگریزی ڈاکٹروں اور انگریزی دواؤں (خواہ
ایلو پیٹھ ہو یا ہومیو پیٹھ) کا ہے اس لئے برسبیل تنزل موجودہ حالات میں یہ کہنا
غالباً زیادہ مناسب ہوگا کہ کم از کم تین ماہر و تجربہ کار (اسپیشلسٹ) ڈاکٹرز اگر مستفقت
طور پر یہ کہیں کہ اس مریض کا علاج انسانی خون کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور نہ ہی اس کا
کوئی بدل ہے تو انسانی خون سے علاج کرنے کرانے میں کوئی حرج نہیں۔

باقی رہا مسلم و غیر مسلم کا خون تو اس میں ماہیت و اثر کے لحاظ سے کوئی
فرق نہیں۔ عند الضرورة مسلم کا خون غیر مسلم کو، غیر مسلم کا خون مسلم کو، دیندار کا خون
فاسق و فاجر کو اور فاسق و فاجر کا خون متقی و پرہیزگار کو چڑھایا جاسکتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ خون عموماً اپنا اثر دکھلانا ہے جس کا انحصار ہمارے آپ کے تجربہ پر ہے
لہذا اسے استحسان کے خانے میں رکھا جاسکتا ہے۔ کسی کافر و مشرک کا خون کسی متقی و
پرہیزگار مسلمان کو نہ چڑھانا مستحسن ہے۔ حلت و جواز کی حد تک اس میں کوئی قباحت
نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ یکم جمادی الآخرة ۱۴۲۳ھ

اسلامک فونڈیشن، لندن۔

انسانی اجزاء بدن کا استعمال کھانے پینے میں

مسئلہ ۱۰۶۹ :- (مولانا) عبدالغفار نوری

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ و مفتیان شرعیہ اس مسئلہ میں کہ آدمی کے بالوں اور ناخنوں کو کسی طرح کھانے پینے کے استعمال میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا عورتوں کی بچہ داعی کو اس طرح تحلیل کر دیا جائے کہ اس کی ہتیت وغیرہ بالکل ہی ناپید ہو جائے۔ اسی طرح بالوں اور ناخنوں کی ہتیت بھی بالکل ہی بدل دی جائے تو ان سب کا استعمال شہو، صابن، چاکلیٹ وغیرہ کی شکل میں کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ انگلینڈ کے بعض مفتیان کرام نے ان سب کی اباحت و حلت و طہارت کا فتویٰ دیا ہے۔ شرعی حکم سے آگاہ کیا جائے کہ ان سب انسانی اجزاء بدن کا استعمال کھانے پینے میں کیسا ہے؟ نوری، جنرل سکرٹری مجلس علمائے اہل سنت

۷۸۶ الجوامع ————— اللهم هداية الحق والمواد

انسان اپنے تمام اجزاء بدن کے ساتھ مکرم و محترم ہے لقولہ عزوجل "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" اور اس کے جزو بدن میں سے کسی جزا کی خرید و فروخت اور اس سے انتفاع اس کی کرامت و حرمت کے خلاف ہے۔ اجزاء بدن میں سے کسی جزو کی ہتیت و فطری بناوٹ کو بے اجازت شرع بدلتا غیر خلق اللہ اور شیطانی عمل ہے جو شرعاً حرام ہے "وَلَا مَرْتَبَهُمْ فَلَئِفَةٌ مِمَّا خَلَقَ اللَّهُ" (اور شیطان نے کہا) میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور بدل ڈالیں گے خلقت الہیہ کو۔

پھر اگر کسی بے باک نے انسانی جزا بدن کی ہتیت کو کلیتہً بدل دیا جس کو فقہ کی زبان میں استعمال کہتے ہیں اس کے بعد اسے کسی طرح کھانے پینے کے استعمال میں لانا اس کی کھلی ہوئی توہین و تذلیل ہے جو عند الشرع حرام ہے۔
دراصل اس مسئلہ کے اندر یورپ کے بعض مفتیوں کو دھوکہ ہوا ہے کہ اصول

فقہ میں جب کسی شے کی حقیقت بدل جاتی ہے تو اس کے متعلق شرع حکم بھی بدل جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے دائرہ حرمت کے عین و غیر کی طرف توجہ نہیں فرمائی ورنہ یہ لغزش واقع نہ ہوتی۔

حرام لغیرہ کی جب ماہیت بدل جائے یا کسی حلال و جائز شے سے بدل دی جائے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ جس کے نظائر کتب فقہیہ میں موجود ہیں۔ اور حرام لعینہ (مثلاً خنزیر اپنے تمام اجزاء بدن کے ساتھ نجاست کی وجہ سے اور انسان اپنے تمام اجزاء بدن کے ساتھ کرامت و بزرگی کی وجہ سے) کی ماہیت اجزاء کو ایک بار نہیں ہزار بار بدلا جائے یا خود بدل جائے پھر بھی اس کا حکم نہیں بدلے گا کیونکہ حرمت اس کا عین ہے۔

بالفرض اگر کوئی مغرب زدہ مفتی آج انسانی بال و ناخن اور نچھ دانوں کو اس کی ہیت بدل کر قابل اکل و شرب بنا تا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کل اس کے دیگر اجزاء بدن (کھال، گوشت، ہڈی، خون اور شران و غیرہ) کو بھی کھانے پینے کے مصرف میں لے آئے گا۔ تو گویا اس سائنسی دور اور ترقی یافتہ زمانہ کا انسان، انسان نہیں بلکہ درندہ جانوروں سے بھی دوچار ہاتھ آگے نکل گیا ہے کہ بعض درندے تو اپنے ہم جنس کاشکار بوجہ صفت درندگی کے کرتے ہیں مگر انسان صرف اپنی ہوا و وہیں اور نفسانی خواہشات کی آگ بھانے کے لئے اپنے ہی ایجاد کردہ سائنسی آلات کے ذریعہ اپنے ہم جنس و ہم نوع کے شکار کرنے پر تلا ہوا ہے۔ **الْأَمَانُ وَالْحَقِيقَةُ صَدَقَ رَبُّنَا الْعَظِيمُ۔ أَوْلَيْكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ**، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری مظفر ۲۰ صفر ۱۴۲۲ھ ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء

خادم الافشاء، مجلس علماء نیدرلینڈ

غیر مذکورہ مردار جانوروں کے چمڑے کا جوتا

مسئلہ ۱۰۷۰۔ عیسیٰ مغربی مسجد العابدین آسٹریٹم

۲۵-۱۱-۱۹۸۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اٹالیہ میں چمڑوں کے پکاتے، رنگنے کی ٹینریاں ہیں جن کے اکثر کارندے اور آفیسران یا تو یہود و نصاریٰ ہیں یا ملحد و بے دین۔ ان ٹینریوں میں یہود و نصاریٰ کے ذبیحے کے چمڑے بھی پکائے جاتے ہیں اور غیر مذبحہ جانوروں کے چمڑے بھی۔ ان چمڑوں سے جوتے، جرسی اور صوفہ سیٹ وغیرہ درجنوں قسم کی چیزیں بنتی ہیں۔ کیا ان چمڑوں سے بنی ہوئی چیزوں کا استعمال مسلمانوں کو جائز ہے؟

۴۸۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

مذبحہ جانوروں کا چمڑا مطلقاً پاک ہے خواہ ذابح مسلم یا کفار ہو یا غیر مسلم و مشرک۔ اور خواہ اس جانور کا گوشت حلال ہو یا حرام۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔
ان ذبیحۃ المجوسی و تارک التسمیۃ عمدۃ التوجیب الطہارۃ علی الاصح۔ وان لم یکن ماکولاً و کذا نقل صاحب المعراج فی ہذا المسئلۃ الطہارۃ عن القنیہ ایضاً۔
مجوسی اور قصد البسم اللہ نہ پڑھنے والوں کا بھی ذبیحہ صحیح تر قوں پر چمڑے کو ضرور پاک کر دیتا ہے اگرچہ اس کا گوشت کھانا حرام ہو۔ اور صاحب معراج الداری نے بھی اس مسئلہ کو طہارت کے باب میں قنیہ سے نقل فرمایا۔

اور شایع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے ایما اہاب دبیغ فقد طہر۔ (یعنی ہر چمڑا سوا بر سور کے رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے) مسند امام احمد بن حنبل میں موجود ہے۔ پس مذکورہ ٹینریوں کے پکے ہوئے چمڑوں سے خواہ جائے نماز بنے یا جو نامسلمانوں کو استعمال کرنا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء نوری مسجد آمسٹرڈم ہالینڈ

کسی مسلمان کا جو کھا

مسئلہ :- محمد فیروز سکریٹری نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی۔

۱۰-۱۱-۱۹۸۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی عالم یا پیر یا کسی مسلمان کا جھوٹا عاتقہ المسلمین عورت و مرد کے لئے کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ واضح جواب سے نوازیں۔ المستفتی: محمد فیروز سکریٹری نیدرلینڈ۔ اسلامک سوسائٹی۔

الجواب ————— هو الهادی الى الصواب

کسی شخص کا جو جھوٹا خواہ وہ کسی پیر فقیر کا ہو یا عالم امام کا یا عام مسلمان عورت و مرد کا اسے نفسانی لذت حاصل کرنے کیلئے کھانا پینا (خواہ عورت کھائے یا مرد) ناجائز و حرام ہے۔ در مختار منہ فصل فی البئر میں ہے۔ یکرہ سورہا للرجال کعکسہ لاستلذاذ" حصول لذت کے واسطے عورت کا جھوٹا مرد کے لئے اور مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر شہوانی لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو تو ہر ایک مسلمان کا جو جھوٹا ہر ایک مسلمان (عورت و مرد) کے لئے جائز و درست ہے عبارت مذکورہ کا خلاصہ ردالمحتار ص ۱۶۳ میں ہے يفهم منه انه لا استلذاذ لاکراهة یعنی اگر لذت کے لئے نہ ہو تو کراہت نہیں۔

اور اگر پیر فقیر، عالم و امام اور کسی بھی دینی بزرگ کا وٹس (کھانے پینے کا پیمانہ) ہو تو اس کو حصول برکت کے لئے کھانا پینا بہت مبارک ہے اور جسمانی و روحانی شفاء بھی جیسا کہ بزرگوں کا ارشاد ہے "سورالمومن شفاء" والشرع کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء آسٹریا

بالیٹڈ ۱۱/۹ ۱۹۸۵ء

حلال چوپایہ اگر بے وقت دودھ

مسئلہ :- مولانا زین العابدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی بھی دودھ دینے والا چوپایہ مثلاً گائے، بکری، بھیرا اگر وقت مقررہ سے پہلے ہی اپنا بچہ گرائے اور اس دودھ اترائے تو اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟

بَيْنُو بِالذَّلِيلِ وَتَوَجَّرُوا عِنْدَ الْجَلِيلِ - المستفتی: (مولانا) زین العابدین

امام و خطیب مسجد العابدین۔ آمسٹرڈم

حلال چوپالیوں کا دودھ خولہ بچہ پیدا ہونے سے

۴۸۶

پہلے اترے یا بعد میں۔ یا بغیر حمل کے ہی اتر آئے عند الشرع اس کی ممانعت نہیں اس کا پینا جائز ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً
نُسُقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ
فَرْثٍ وَرُءْمٍ لِيَبْنَأْ خَالِصًا سَائِغًا
لِلشَّرِبِ بَيْنَ (النحل آیت ۶۶)

اور بیشک تمہارے لئے موشیوں میں عبرت ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں ان کے شکموں میں گوبر اور خون کے درمیان سے بہت خوش ذائقہ دودھ پینے والوں کے لئے۔

بہر دوسرے مقام پر ارشاد ہوا

نُسُقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا
آیہ کریمہ کے اطلاق و عموم سے حلال موشیوں کے دودھ کے تمام اقسام جائز و حلال ہو گئے۔ لہذا اب یہ سوال ہی عبرت ہے کہ مثلاً گائے کا پہلا دودھ (فینوس کھرسا) یا آخری دودھ (بکین) یا بچہ پیدا ہونے سے پہلے کا دودھ یا بغیر حمل و بچہ کے اگر یونہی دودھ اتر آئے تو جائز ہے یا ناجائز؟

پہلی آیہ کریمہ میں بُطُونِہ کا مرجع الانعام ہے یہاں بھی دوسری آیہ کریمہ کی طرح بُطُونِہا ہونا چاہئے تھا کیونکہ الْأَنْعَام جمع ہے النعم کا اور اس کا جمع الجمع اناعیہم آتا ہے لیکن علماء نحو کے نزدیک انعام جمع ہونے کے ساتھ مفرد بھی ہے۔ چنانچہ امام النحو سیبوی نے اسے مفردات میں شمار کیا۔ اسلئے لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے واحد کی ضمیر اس کے لئے استعمال ہوتی ہے جیسا کہ یہاں ہوا۔ اور کبھی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے جمع یا واحد مؤنث کی ضمیر کا استعمال ہوتا ہے جیسے دوسری آیہ کریمہ میں اور بعض ائمہ نحو (مثلاً زجاج) نے فرمایا کہ انعام اسم جنس ہے لہذا مؤنث و مذکر دونوں ضمیر اس کی طرف راجع ہو سکتی ہیں (تفسیر قرطبی) والشماعلم۔ عبد الوہاب قادری خفرا

حسَم کے مختلف حصّوں کو چھیدوانا

مسئلہ ۱۰۷۳۔ رستم رحمت علی۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ آج کل بطور فیشن و نمائش لڑکے اور لڑکیاں کان اور ناک کے ساتھ ساتھ لبھائے زرین و بالا چھاتیوں کی گھنڈیوں، ناف اور شرمگاہوں کی چمڑیوں کو بالیوں سے چھیدوانے لگی ہیں۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اگر وہ ناپاکی کا غسل کریں تو ان سوراخوں میں بھی پانی پہنچانا فرض ہوگا یا نہیں جو بالیوں (رینگوں) کیلئے بنائے گئے ہیں۔

رستم رحمت علی یونگر و گروپ (جماعۃ الشیخان) دی ہیگ

۹۲ جواب هوالموفق الى الصواب

لڑکوں کو لڑکیوں کا فیشن (وضع قطع نمائش کے طور پر) اختیار کرنا حرام ہے کہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے جس کی حرمت کثیر حدیثوں میں بیان فرمائی گئی البتہ لڑکیوں (عورتوں) کو بطور حسن و آرائش کان اور ناک چھیدوانے کی فقہانے اجازت دی ہے۔ اور جن اعضاءِ جسم کا ذکر سوال نامہ میں ہے ان کو فیشن کے طور پر چھیدوانا اوباشوں کا طریقہ ہے مسلمان لڑکے اور لڑکیوں کے لئے نہایت بے شرمی اور فساق کی وضع قطع اختیار کرنے کی بات ہے جس سے بچنا نہایت لازم و ضروری ہے۔

چونکہ ان بالیوں (رینگوں) کو ہونٹ، ٹھڈی، چھاتی کی گھنڈی، ناک، کان وغیرہ اعضاءِ جسم سے چھپرایا جاسکتا ہے لہذا فرضِ غسل میں فرض ہے کہ ان نچوستوں کو جسم سے دور کرے اور ان سوراخوں تک پانی پہنچائے۔ اگر ان بالیوں کے سوراخوں کی کوئی جگہ ایک بال برابر بھی پانی بہنے سے رہ گئی تو غسلِ فرض ادا نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ان رینگوں کی سوراخیں اتنی کشادہ ہیں کہ پانی کا بہاؤ ان سوراخوں سے آسانی ہو جائے تو غسلِ فرض اتر جائے گا۔ ورنہ نہ تو اس غسل سے کوئی نماز ہوگی نہ حرمت کے فرشتے اس شخص کے پاس آئیں گے۔ واللہ اعلم

عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ
خادم الانباء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

خیرات کے لئے نایخ اور جگہ کا تعین

مسئلہ ۱۰۴۲۔ طارق رضا، مانچسٹر برطانیہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صدقہ و خیرات کے لئے نایخ اور جگہ کا تعین کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کسی کا یہ کہنا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو ۲۲ رجب کو میں مسجد کے باہر جس قدر فقراء و سائلین ہوں گے سبھی کو جوڑا پہناؤں گا۔ یا لاہور جا کر دانا صاحب کے جتنے زائرین ہوں گے سب کو دیگ کھلاؤں گا۔

مستفتی: طارق رضا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صدقات و خیرات کے لئے وقت جگہ اور نایخ وغیرہ کے تعین میں کوئی مضائقہ یا ممانعت شرعیہ نہیں بلکہ ہمارے جتنے دینی اور شرعی کام ہیں سب کے لئے وقت جگہ اور نایخ مقرر ہے۔ مثلاً ارکان حج، صوم رمضان، ادائے زکوٰۃ، نماز پنجگانہ، قربانی، سب ہی میں وقت و جگہ اور نایخ کی تعیین موجود ہے۔

بس یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ جب بھی کسی خیرات و مہربانی یا فعل حسن کے لئے کوئی جگہ اور نایخ کا تعین کریں تو جگہ یا نایخ کی نسبت اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں سے ہو اللہ تعالیٰ کے یا اس کے رسولوں کے یا اس کے دین کے دشمنوں سے نہ ہو۔ مثلاً یہ نہ کہے کہ رام نومی کے دن میں خیرات کروں گا۔ (معاذ اللہ) یا یہ نہ کہے کہ برہم ستمھان کے پاس جا کر خیرات کروں گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) مشکوٰۃ شریف باب التذویر میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ ایک صحابی نے بوآنہ میں اونٹ قربان کرنے کی منت مانی پھر مسئلہ دریافت کرنے کے لئے وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو سید عالم نے پوچھا۔

هل كان وثن من اوثان الجاهلية کیا بوآنہ میں کوئی ایسا جاہلیت کا بت تھا جسکی پوجا یعبد قالوا لا قال فهل كان فيها عيد کی جاتی تھی؟ عرض کیا نہیں پھر فرمایا کیا وہاں

من اعیادہم قالوا لا فقال رسول کفار کا کوئی میلہ لگتا ہے؟ عرض کیا نہیں تو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوف بندرک اپنے فرمایا اپنی نذر پوری کر۔

اور اگر جگہ تاریخ وغیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے ہے تو وہاں خیرات و صدقات کرنے کیلئے بلکہ عبادت کے لئے جانا نہ صرف جائز بلکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے۔ جیسے محرابِ مریم میں حضرت زکریا کا جانا، شہداءِ اُحد کے مزارات پر سید الانبیاء علیہم السلام کا ہر سال کے سرے پر جانا۔ قال تعالیٰ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ۔ وَفِي الشَّامِيِّ بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشَّهْدَاءِ بِأَحَدٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ اِه
واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواجد قادری غفرلہ دارالافتاء

مدینۃ الاسلام دی ہیگ

باپ کے کاروبار میں بیٹوں کا حصہ

مسئلہ ۱۰۷۵ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کے تمام بیٹوں نے باپ کے کاروبار کو آگے بڑھایا اور اس میں کافی منافع بھی ہوا حالانکہ سب بیٹے جسمانی قوت اور عقل و رائے میں برابر نہیں ہیں۔ بعض نہایت ہوتہار صاحب عقل و فہم ہیں اور بعض سست و کاہل، غبی و کند ذہن۔ ایسی صورت میں منافع مذکور شرعی طور پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

عبد المجید گمان، حنفی پاراماری بوسر نیام

۷۸۶

الجواب :- بیون الکریم الوہاب۔ جب تمام بھائیوں نے مل کر باپ کے کاروبار کو آگے بڑھایا تو سبھی اس منافع میں برابر کے شریک و سہم ہوں گے۔ عقل و جسمانت کے اعتبار سے کم و بیش حصہ تقسیم نہیں ہوگا بلکہ ہر بیٹے کو برابر سراسر ملے گا۔ درمختار ص ۱۲۱ میں ہے۔

لو اجتمع اخوة يعملون في
تركة ابيهم ونمال المال
فهو بينهم سوية ولو اختلفوا
في العمل والاراي

اگر چند بھائی مل کر باپ کے ترکہ میں عمل کریں
جس کے سبب مال بڑھ گیا تو وہ تمام بھائیوں کے
درمیان برابر بٹے گا خواہ قوت عمل اور عقل و
راے میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

والله تعالى اعلم كتبه عبد الواحد قادری غفر له

۱۸/۳/۱۹۸۷ء

پاکستانی غیر مسلم بینکوں کے منافع کا حکم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ زید عرصہ دراز سے بالینڈ میں مقیم ہے اور اب وہ اپنے وطن پاکستان میں مستقل طور پر سکونت کا ارادہ رکھتا ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اسے اپنے وطن میں جلد ہی ذرائع آمدنی میسر آجائیں۔ اس کے لئے زید کے دوست بکرنے اسے یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی جمع شدہ رقم پاکستان میں موجود کسی غیر اسلامی بینک (یہودی عیسائی، ہندو کے بینک) میں جمع کروادیں تو جب تک بینک میں تمہاری رقم ہے گی ایک مقررہ رقم بطور منافع تمہیں ملتی رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ زید کا غیر اسلامی بینک میں جمع کروا کر اس سے معینہ رقم ہر ماہ وصول کرنا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

آپ کا خادم:- محمد سجاد بیکانی، اکبر اسٹریٹ، لاہور

الجواب بعون المجیب الوہاب

معروف سود (ربا) بہر حال حرام قطعی ہے۔ لقولہ تعالیٰ "وَاحْتَلَّ اللَّهُ
الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِي
الصَّدَقَاتِ

حربی کفار اور مسلمان کے درمیان کیل و وزنی اشیاء کے لین دین میں
کی و بیشی شرعاً سود (ربا) نہیں۔ کما فی الہدایہ۔ لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ

وَالْحَرْبِي فِي كَارِ الْحَرْبِ،

فقہاء و کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہاں دار الحرب کی قید اتفاق ہے..... پاکستان وہ خطہ سرزمین ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اگرچہ عملی طور پر اب تک وہاں اسلامی آئین کا باضابطہ نفاذ نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن بنیادی اور وہاں کے قانونی طور پر وہ اسلامی مملکت ہے۔ اگر وہاں دوسری قوموں کا قیام بصورتِ امان ہے جسے شرعی زبان میں مُسْتَأْمِن کہا جاتا ہے۔ تو اس سے کیلی و وزنی اشیاء کے لین دین میں کسی بیشی مسلمانوں ہی کی طرح ناجائز و حرام ہوگا کیونکہ اب اس کا مال مالِ حربی کی طرح مباح نہیں رہا بلکہ یگنوزہ معصوم ہو گیا کہ مال ماتحت دم کے ہوتا ہے۔ حضرت علامۃ الفقہامہ، خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

لَا تَدْخُلُ دَارَ نَابِ اَمَانٍ فَبَاعَ
مِنْهُ مُسْلِمٌ دَرَهْمًا بَدْرَهْمَيْنِ
لَا يَجُوزُ اتِّفَاقًا اِه

اور فتح القدر میں ہے۔
اَلْمُسْتَأْمِنُ مِنْهُمْ عِنْدَنَا لَانَ
مَالَهُ صَارَ مَحْظُورًا بِالْاَمَانِ
فَاِذَا اخَذَ بِغَيْرِ الطَّرِيقِ الْمَشْرُوعَةِ
يَكُونُ عَدْرًا۔
اور فرماتے ہیں کہ جو مستامن ہو گیا اس کا مال ہمارے نزدیک امان کی وجہ سے ممنوع و محفوظ ہو گیا۔ لہذا اگر اس کا مال غیر شرعی طریق پر لے لیا تو وہ عذر (حرام) ہوگا۔

ان دلائل شرعیہ کی روشنی میں ثابت ہوا کہ صورتِ مسئلہ میں جس آمدنی کا ذکر کیا گیا ہے وہ مباح آمدنی نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے جس سے بچنا زید پر لازم ہے۔

اور اگر وہاں دوسری قومیں بصورتِ امان نہیں بلکہ نسلاً بعد نسل وہیں کی رہنے والی ہیں اور اسلامی مملکت قرار پانے کے بعد امان سے متعلق ان سے

کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے تو وہ انڈیا کی طرح حکماً حرامی ہیں۔ اور مذکورہ
فی السوال بینک اگر انہی کفار کے ہیں تو ان سے لین دین میں جو کمی بیشی
ہوگی وہ شرعاً سود (ربا) نہیں کہلائے گا۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ
۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۳۱ مارچ ۲۰۰۲ء



کتاب المحظور والایمان

(مسائل متفرقة)

مکتوب انگوٹھی یا تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا

مسئلہ ۱۰۔ محمد فریادگمان، رضوی سوسائٹی آسٹریڈم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر انگوٹھی پر کوئی انگریزی حرف
مثلاً (H) یا (M) وغیرہ لکھا ہوا ہو تو اس انگوٹھی کو پہننے ہوئے لیٹرن (بیت الخلاء)
میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟ — دوسری بات یہ ہے کہ جو تعویذ انگوٹھی کے اندر اس
کے نگیذ کے نیچے چھپی ہوئی ہو، یا گلے میں لٹکی ہوئی تعویذ جو کپڑے میں سلی ہوئی ہو
اس کے ساتھ لیٹرن میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟ بیوا بال دلیل و توجروا عند الجلیل
محمد فریادگمان سکریٹری رضوی سوسائٹی نیدر لینڈ

۷۸۶
۱۲۱ الجواد — اللہم ہدایۃ الحق والصواب
ایسی انگوٹھیاں یا لوکٹ جس پر اسمِ جلالت (اللہ) یا نام پاک سرور کائنات
(محمد) علیہ افضل الصلوات وازکی التسلیمات لکھا ہوا ہو۔ پہن کر بیت الخلاء، بلکہ
غسل خلاء میں جانا نہایت برا اور عند الشرع اسات کے حکم میں داخل ہے۔ ایسا کرنے
والا گنہگار ہوگا۔

جن انگوٹھیوں یا لوکٹ پر کوئی حرف ہجاء مثلاً ا۔ ب۔ ج۔ د۔ وغیرہ یا A-B-C
وغیرہ لکھا ہوا ہو یا کسی زبان کا حرف ہجاء یا لفظ ہو اسے پہن کر بیت الخلاء میں جانا
مکروہ اور عند الشرع ناپسندیدہ ہے کیونکہ مطلقاً حروف کا ادب ہماری شریعت
کو محبوب و مطلوب ہے۔

بحر الرائق میں ہے یکرہ ان یدخل الخلاء ومعہ خاتم مکتوب
 علیہ اسم اللہ تعالیٰ اوشئ من القرآن (ایسی انگوٹھی کے ساتھ
 بیت الخلاء میں جانا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن کی کوئی چیز لکھی ہو مکروہ تحریمی ہے۔
 اور رد المحتار میں ہے۔

عندنا ان للحروف حرمة
 ولو مقطعه وذكر بعض
 القرآن ان حروف الهجاء قرآن
 نزل هو د علیہ السلام الخ
 ہم فقہاء کے نزدیک مطلقاً حروف قابل احترام ہیں
 اگرچہ وہ حروف الگ الگ ہوں۔ اور بعض قراء سے
 منقول ہے کہ حروف ہجا (الگ الگ حروف) قرآن
 (منزل من اللہ تعالیٰ) ہے جو حضرت ہود علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔
 یہ ہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض لوگ اخبارات و رسائل کو دسترخوان یا جوٹا وغیرہ
 پوچھنے میں استعمال کرتے ہیں یا بعض حضرات ایسا تکیہ یا رومال استعمال کرتے ہیں جن
 پر اشعار یا جملہ یا لفظ کشیدہ ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ ان حروف والفاظ کا احترام باقی
 نہیں رہتا ہے۔ لہذا یہ سب کام بھی مکروہ و ناپسندیدہ ہے ہاں جو تعویذات انگوٹھی
 یا غلاف میں پوشیدہ ہوں ان کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا مکروہ نہیں۔ اور اگر اسے
 اٹار کر بیت الخلاء میں جائے تو بہتر ہے۔ در مختار میں ہے۔ رقیۃ فی غلاف
 متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل (جو تعویذ خشک
 غلاف کے اندر ہو اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا مکروہ نہیں مگر اس سے بچنا افضل ہے)
 واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد ۴

۲۹/۱۱/۱۹۸۵ء

قرآن پاک کی قسم کھانا

۱۰۶۸
 مسئلہ :- محمد افضل۔ کیراؤف قاری حنیف صاحب نقشبندی
 ۱۳۲۲ھ/۱۵
 کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی دو
 مسلمان کے اندر دین میں اختلاف ہو جائے تو قرآن پاک کی قسم (حلف) پر فیصلہ

کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کریں
کہ اسلام میں اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

العارض :- محمد افضل ملہیر سٹرات ۲۷۲ فرنیفورٹ (جرمنی)

۹۲ الجواب — اللہم ہدایۃ الحق والصواب

ذات و صفات الہیہ (عزوجل) پر حلف درست ہے، اور قرآن عظیم حضرت
حق جل مجدہ کی صفت قدیمی ہے کہ وہ کلام الہی عزوجل ہے لہذا اس کی قسم صحیح و نافذ
ہے اور اس کی قسم پر فیصلہ درست ہے۔

صورتِ مسئلہ میں جو مدعی حق ہے اس پر بیئہ (دلائل و ثبوت کا پیش کرنا ہے)
اور جو منکر ہے اس پر حلف ہے۔ یعنی اولاً مدعی سے ثبوت طلب کیا جائے کہ وہ اپنے
حق کو ثابت کرے اور جب وہ ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہو تو منکر (مدعا علیہ)
سے حلف لیا جائے اور حلف کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ اور اگر منکر حلف سے انکار
کر جائے یا لیت و لعل سے کام لے تو شرعاً اسکے خلاف فیصلہ صادر ہوگا۔

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "الْبَيْئَةُ عَلَى الْمُدْعَى وَالْيَمِينُ عَلَى
مَنْ أَنْكَرَ" وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

صدقہ نافلہ

مسئلہ ۱۰۷۹ :- حاجی محمد عبد الجبار گمان

۱۹۸۶-۱-۳

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ
ناقلہ کی اصل مقدار کیا ہے؟ یعنی کتنا صدقہ کیا جائے کہ آمدنی کا حق ادا ہو جائے۔
اور یہ صدقہ کیوں کیا جاتا ہے؟ محمد عبد الجبار گمان۔ بلائیس سٹرات ۸۳ آسٹریڈوم

۹۲ الجواب — اللہم ہدایۃ الحق والصواب

صدقہ نافلہ کی کوئی مقدار شرع شریف میں مقرر نہیں ہے بلکہ صدقہ دینے والوں
کی مرضی پر ہے جس قدر زیادہ جسے بہتر ہے۔ شخصیات کے مراتب و مدارج کے

اعتبار سے صدقہ و خیرات کی مقدار میں کمی و بیشی شرع کو مطلوب ہے۔ عام لوگوں کے لئے میانہ روی کا حکم ہے جب کہ خاص لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی عام لوگوں کو چاہئے کہ اپنی آئندہ زندگی کے لئے یا اپنے بال بچوں کے لئے یا جو لوگ انکے زیر پرورش ہیں ان کے لئے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آج سب کچھ صدقہ و خیرات کر دیں اور کل دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لگیں۔ احادیث کرمیہ میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

ایک شخص انڈیا کے برابر سونا لیکر بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میرے پاس اس سونا کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے میں صدقہ کرنے کے لئے لایا ہوں حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ اس شخص نے اصرار کیا لیکن آپ انکار فرماتے رہے۔ جب اس کا اصرار زیادہ ہوا تو نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اس کے ہاتھ سے سونا کا ڈھیلا لے لیا اور حالت غضب میں اس قدر زور سے پھینکا کہ اگر وہ کسی کو لگ جائے تو زخمی کر دیتا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ایک شخص اپنا پورا مال لانا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا خیر الصدقاتہ ماکان عن ظہر غنی" بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو" رواہ ابوداؤد عن سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور قرآن پاک نے تو نہایت واضح طور پر ارشاد فرمایا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا مت رکھ اور نہ پورے کا پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا) گردن سے ہاتھ کا بندھا ہوا ہونا یعنی بخیل و کنجوس ہونا۔ اور پورا کا پورا ہاتھوں کو کھول دینا یعنی فضول خرچ ہونا اور اپنی بساط سے زیادہ خرچ کر دینا۔

بہر حال صدقہ و خیرات میں اعتدال و میانہ روی کا ہمیشہ خیال رہے۔ اور اپنی جگہوں میں خرچ کیا جائے جہاں اس کی ضرورت ہو یا اس سے کوئی دینی مفاد وابستہ ہو۔ نام آوری کے لئے یاد رکھا جائے کیلئے خرچ کرنا بخیلی و کجوسی سے زیادہ بُرا ہے

اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرک خفی - واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۲۱ جنوری ۱۹۸۶ء

نوری مسجد آسٹریڈم

عورتوں سے مصافحہ کرنا

مسئلہ: راشد کیفی - روڈم - نیدر لینڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ کی دوکانوں، صنعت کاروں، ہو سٹیل اور دفاتر وغیرہ میں مرد و زن مشترکہ طور پر کام کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی مرد یا عورت اپنی ڈیوٹی پر آتی ہے تو آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتی ہیں اس میں عورت و مرد کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ مجھ جیسا آدمی جسے اپنے دین و مذہب کا کچھ نہ کچھ پاس ہے اسے عورتوں سے مصافحہ کرنے میں عار محسوس ہوتی ہے لیکن اگر مصافحہ نہ کریں تو متعصب اور رجعت پسند کہے جاتے ہیں۔ ہو سٹیلوں اور آفسوں میں کام کرنے والے لوگ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔۔۔ یہ بتایا جائے کہ کٹا بیہ یا مشترکہ عورتوں سے مصافحہ کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟ راشد کیفی

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

اپنے محرمات (ماں، دادی، نانی، ساس، بیٹی، پوتی وغیرہ) سے مصافحہ کرنے کی رخصت ہے۔ لیکن اگر غیر محرمات ہیں جیسے اسپتالوں اور دفاتر وغیرہ میں عام طریقہ سے ملازمت کرتی ہیں تو ان سے مصافحہ کرنا ناجائز و بد انجام ہے کہ یہ دونوں کے لئے فتنہ کا سبب ہے۔ ایک صحابہ عفت آبنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حصول برکت کے لئے مصافحہ کرنا چاہا۔ اپنا ہاتھ بڑھایا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا (اِنِّیْ لَا اَصَافِحُ النِّسَاءَ فِیْ عَوْرَتُوْنَ سِوَا مَصَافِحِهِمْ)۔
اور یہ حدیث پاک بھی صحیحین میں موجود ہے۔

واللہ مامست ید رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ید امراتہ قط
ماکان ینابیحہن الا بالکلام
حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست گرامی نے کبھی بھی کسی
غیر محرم عورت کا ہاتھ نہیں چھوا آپ ان سے
صرف کلام کے ذریعہ بیعت لیتے تھے۔

کتابیہ یا مشرکہ عورتیں آپ کے لئے غیر محرمات میں سے ہیں ان سے مصافحہ کرنا
ناجائز و حرام ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ حکم شرع کے بالمقابل کسی ملک یا قوم
کے رسم و رواج کو ترجیح نہیں دی جائے گی اور نہ کسی کے تمسخر کی پرواہ کی جائے گی۔
لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ خادم الافتاء
اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

عورتوں کا مجالس علمیہ دینیہ میں شریک ہونا

مسئلہ ۱۰۸۱ :- محمد خلیل نور محمد آلیرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں
سنیچر اور اتوار کو جماعت کے اندر علمی و فقہی مجالس کا انعقاد ہوتا ہے جس میں ایک قاری
صاحب قرآن پاک اور اردو زبان کی تعلیم دیتے ہیں پھر ایک عالم دین فقہی بنیادی
مسائل بیان فرماتے ہیں۔ عورتوں میں کوئی عالمہ نہیں جو عورتوں کو دینی مسائل
بتائے۔ ایسی صورت حال میں قرآن پاک سیکھنے اور فقہی مسائل معلوم کرنے بلکہ
حاصل کرنے کیلئے عورتیں مجالس میں شریک ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

۱۲۱ الجواد
اللہم ہدایۃ الحق والصواب

دینی بنیادی مسائل کا سیکھنا ہر عورت و مرد پر فرض ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہیں۔ یہ سب زیب و زینت مرد و عورت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟
آپ کا: عبدالمجید سلیمان

۷۸۶ الجواب — اللہم ہدایۃ الحق والصواب

ڈاڑھی بچہ جس کو عزلی میں عنقہ کہا جاتا ہے وہ ڈاڑھی ہی کا ایک اہم حصہ ہے اس کا حلق و قصر ویسا ہی حرام ہے جیسا ڈاڑھی کا۔ اور اس کے ارد گرد لب زیریں کے کھردرے بالوں کو اکھیرنا یا مونڈنا بھی بدعت مکروہہ (حرام) ہے۔
شامی ص ۲۵۸ اور فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم میں ہے۔

تتف الفنیکن بدعة وهما دون ڈاڑھوں کے درمیان کا بال اکھیرنا
جانبا العنقۃ وہی شعر بدعت ہے اور ڈاڑھوں سے مراد ڈاڑھی بچہ
الشفۃ السفلی کذافی کا ارد گرد ہے۔ اور ڈاڑھی بچہ لب زیریں
الغلاب۔ کے بالوں کو کہتے ہیں۔

رخسار یا حلقوم کے بالائی حصہ کے بالوں کو صاف کرنے میں حرج نہیں جبکہ
اس کے نام پر ڈاڑھی کے بال صاف نہ کئے جائیں۔ ہاں چہرہ کے بال کو اکھیرنا
منور ممنوع و مضر ہے۔ سیدی علامہ محی الدین ابن العزلی فتوحات ص ۲۹۱ میں
قراتے ہیں۔

واجتنب الوشمان تعمله گونا گودنے یا گودولنے سے پرہیز کر (کہ حرام ہے)
او تأمریہ و کذالک بالتمیص ایسے ہی ناص (بال اکھیرنے کا آلہ) کے ذریعہ چہرہ
وہو ازالۃ الشعر من الوجه بالناص کا بال اکھیرنے سے بھی۔ (فتوحات مکیہ)
ابروں کے بال کو مونڈنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے کہ مبادا تغیر خلق کے جرم کا
ارتکاب نہ ہو جائے اور ایسا کرنے والا عند الشرع حرام کار نہ کہلائے۔

سونا کا دانت لگوانا ضیاع مال اور نمائش ہے جو (وَلَا تُبْدُوا ثَبَاطِئِرَکُمْ) (اور فضول خرچی مت کرو) کے دائرہ میں داخل ہو کر ممنوع و حرام ہے۔

اور اگر صرف زینت کے لئے ہے تو زینت مردوں کو ناجائز ہے عورتوں کو

جائز ہے مگر وہ زینت صرف اپنے شوہروں کے لئے کر سکتی ہیں غیر محرموں پر
اپنی زینت کا اظہار ان کے لئے بھی جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ (وَلَا يُبْدِيَنَّ
زِينَتَهُنَّ)۔ اور اپنی زیب و زینت کو عورتیں ظاہر نہ کریں) واللہ تعالیٰ اعلم

عورت، اسکی آواز اور ٹیلی فون

۱۰۸۳ مسئلہ :- حاجی ابراہیم ملّا شمالی آمسٹرڈم

۱۳-۳-۱۹۹۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
عورتیں بذریعہ ٹیلی فون غیر محرم، غیر مسلم مردوں سے ضرورت کی ہزاروں باتیں
کرتی ہیں۔ اسی طرح مرد بھی کسی کو ٹیلی فون کرتا ہے تو عورتیں ٹیلی فون اٹھاتی ہیں
جس سے بات چیت کرنی پڑتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عورتوں کی آواز پردہ ہے؟
یا مردوں کی آواز عورتوں کے لئے پردہ ہے؟ اگر پردہ ہے تو پورے ملکوں میں اس
سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟ یہاں کی دوکانوں اور دفینوں میں بھی عورتیں کام
کرتی ہیں جس سے بات چیت ناگزیر ہے تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟
امید کہ صاف صاف جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

ابراہیم ملّا

۷۸۶

۹۲ الجواد۔ اللہم ہدایتہ الحق والصواب

زمانہ خیر القرون میں عورتیں نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم کی خدمت
عالیہ میں حاضر ہوتی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے سوالات کو
سماعت فرماتے اور دین مسائل سے مشرف فرماتے تھے۔ ہزاروں ہزار احادیث
مکرمیہ میں عورتوں کے سوالات پھر سید کائنات علیہ ائمی التسلیمات کے جوابات موجود
ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعض صحابیات رضی اللہ
تعالیٰ عنہن یہاں تک کہ امہات المؤمنین سیدہ عائشہ سیدہ صفیہ سیدہ ام سلمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مبارک زبانوں سے احادیث نبویہ اور مسائل دینیہ سماعت فرمائی۔

ان شواہد دینیہ سے ثابت ہوا کہ عورتوں کی آواز مطلقاً پردہ نہیں ہے
 اگر مجرد آواز ہی پردہ ہوتی تو اس کی بھی شرع میں موجود ہوتی۔
 ہاں اگر عورتیں اپنی گفتگو میں لطافت و نزاکت اختیار کرے گی تو فتنہ کار و لڑے
 کھل سکتا ہے۔ اسی طرح اگر عورتوں سے گفتگو کرنے میں مرد نرم۔ نازک اور دلکش
 لہجہ اختیار کرے تو اس سے قوتِ شہوانیہ میں ابھار پیدا ہو سکتا ہے۔ ان صورتوں
 میں اب وہ آوازیں ایک دوسرے کے لئے پردہ ہو جائیں گی جس کا استعمال ایک
 دوسرے کے مقابلہ میں کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں اچھی طرح آگئی ہو تو خواہ یورپ ہو یا امریکہ، یا
 آسٹریلیا کا کوئی ملک ہر جگہ آپ شریعت کے مطابق زندگی گزار کر سکتے ہیں وضاحت
 مذکورہ کو اگر آپ ذہن میں رکھیں تو عورت و مرد کی ٹیلی فونی گفتگو کا جواز قرآن پاک
 کے اشارۃ النص میں موجود ہے

قَالَ تَعَالَى وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا
 فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ
 ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ
 جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے
 پیچھے سے طلب کرو یہی تمہارے اور ان کے
 دلوں کے لئے کامل پاکیزگی ہے۔

اس آیت کریمہ نے عورتوں سے گفتگو کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ پردہ سے
 بات کرنے کی اجازت دی۔ البتہ سامنا ہونے سے منع فرمایا کیونکہ اس میں مناسد
 زیادہ ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کو حکم دیا کہ جب غیر محرم مردوں
 سے بات چیت کرو تو نرم و نازک لہجہ میں مت کرو کہ دل کاروگ نرم و نازک
 باتوں اور لوچ دار آواز کو سن کر بچنے لگتا ہے جس کے برے نتائج سامنے
 آسکتے ہیں۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے حرام ہی کی طرح مقدمۃ الحرام کو بھی
 حرام فرمایا۔

قَالَ تَعَالَى، إِنَّ اتَّقِيْتَنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ
 بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ
 ارشاد خداوندی: اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم
 لہجہ سے بات مت کرو کہ جس کے دل میں روگ

مَوْضُوعُ (الاحزاب)

ہو وہ کوئی بُرا خیال کر بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ مجر د آواز پردہ نہیں بلکہ عورت کی جس آواز میں ترنم و دلکشی
نرمی و نزاکت اور شہرت کو برانگیختہ کرنے والا انداز ہو وہ آواز پردہ ہے، جس
کے سننے اور سنانے کی ممانعت شرع شریف میں موجود ہے۔ دفاتر و دوکان
داروں سے ضرورت کے مطابق گفتگو ہوتی ہے لہذا ضرورت و حاجت کی حد تک
شریعت کی طرف سے اس کی رخصت ہے۔ خواہ وہ گفتگو ٹیلی فون کے ذریعہ ہو
خواہ آنے سامنے پردہ کے ساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ دارالافتاء و مدینۃ الاسلام، دی ہریگ

۱۹ مارچ ۱۹۹۸ء

کسی عالم دین کو مولوی کہنا کفر ہے۔

۱۰۸۴ھ: ہدایت اللہ۔ دین بوس دوست

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ
ایک متقی و پرہیزگار مسلمان کے سامنے کسی عالم دین کا ذکر ہوا تو اس حاجی نے کہا
اس مولوی کا نام مت لو۔ ایک دن میں ایک حمد پڑھ رہا تھا تو اس مولوی نے مجھے
بیچ ہی میں ٹوک دیا اور مجھ سے توبہ کروایا۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک محفل میلاد شریف میں عالم دین مذکور موجود تھے۔ ان
کی موجودگی میں حاجی صاحب مذکور نے ایک حمد یہ کلام پڑھا جس کا مصرعہ
تھا ع خدا صالح ہے عالم کا وہی مسجود ہے سب کا۔

جو ڈچ رسم الخط میں اس طرح لکھا تھا... GCDA SANE HAI ALAM KA

مگر حاجی صاحب نے پڑھا "خدا ثانی ہے عالم کا"۔ کیونکہ ڈچ رسم الخط میں ثانی

اور صالح میں بہت مختصر فرق ہے (ثانی ← SANIE - صالح ← SANE)

مولانا نے فرمایا حاجی صاحب! ثانی نہیں صالح پڑھے۔ حاجی صاحب نے

جواب دیا اس میں تو ثانی لکھا ہوا ہے جو لکھا ہے وہی پڑھ رہا ہوں۔ مولانا نے فرمایا۔ اگر ثانی لکھا ہے تو غلط ہے۔ لکھنے والے، شعر کہنے والے، پڑھنے والے اور سننے والے سب پر توبہ لازم ہے۔ کیونکہ ثانی کا معنی نظیر جوڑا، مقابل مانند وغیرہ کے ہے اور اللہ سبحانہ نہ کسی کا نظیر نہ جوڑا ہے اور نہ کسی کے مانند ہے لیس کَمِثْلِهِ شَيْءٌ اور صَانِعِ کا معنی بنانے والا پیدا کرنے والا وغیرہ اور خداوند کریم بیشک صانعِ عالم ہے خالق کائنات ہے، اسلئے صانع ہی پڑھنا چاہئے ثانی پڑھنا نہ صرف غلط ہے بلکہ کفر ہے۔ اسلئے ہم سب کو کلامِ اسلام پڑھنا چاہئے اور توبہ بھی لازم ہے۔

مولانا کی تحریک پر تمام حاضرین نے توبہ کی اور کلمہ طیبہ پڑھا۔۔۔۔۔ حاجی صاحب کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف تھا سوال یہ ہے کہ مولانا صاحب کی اصلاح صحیح تھی یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کا ذکر سن کر نفرت کا اظہار کرنا، ان کو مولویا کہنا کیا حکم شرع رکھتا ہے؟

ہدایت اللہ، سماترا سٹریٹ ۱۲۲ دین بوس

۱۹۶۱ الجواب ————— اللهم هداية الحق والصواب

مولانا صاحب مذکور کی گرفت، اور اس پر حکم شرع کا اعلان بالکل جائز و درست اور بروقت تھی۔ ارشادِ خداوندی ہے وَلَحْدِيكَنْ لَهْ كُفُوًا اَحَدُهٗ اس کا کوئی ہمسر ثانی نہیں ہے۔ لیس کَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے وہ ثانی بننے سے پاک، ومنتزہ ہے، نہ کوئی اس کا ثانی ہے نہ وہ کسی کا ثانی ہے۔ اس کو عالم کا ثانی کہنا کفر و جہالت ہے۔ کہنے والے پر تجددِ ایمان اور اگر بیوی رکھنا ہو تو تجدیدِ نکاح لازم ہے۔

کسی عالم دین کو مولویہ کہنا اس کی توہین ہے اور عالم دین کی توہین کرنے والا نواہ وہ متقی و پیر ہیزگار کہلائے۔ شریعت کے نزدیک وہ دین سے خارج ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الابرار ص ۶۹۵ میں ہے

من قال لعالم عويلم علي ۞ جس نے بے ادبی کرتے ہوئے کسی عالم دین کو

وجہ الاستخفاف فقد کفر عونیم (مولوتیہ) کہا اس نے کفر کیا۔
 اگر شخص مذکور (متقی) پر ہیرگار حاجی، اپنی پہلی غلطی پر توبہ تجدید ایمان
 اور تجدید نکاح کر چکا تھا تو اب دوبارہ ایک عالم کی توبہ میں کرنے کے سبب
 پھر وہ کفر کے دلدل میں جا پھنسا (العیاذ باللہ تعالیٰ) پھر سے اس پر توبہ تجدید ایمان
 لازم ہے۔ اور بیوی رکھنا ہو تو تجدید نکاح نے مہر کے ساتھ بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 کنتہ عبد الواجد قادری عفرلہ۔ خادم دارالافتاء جامعہ مدینۃ الاسلامہ
 دی ہیگ۔ ۱۰ جولائی ۱۹۹۳ء

کرسمس ڈے اور مسلمان

۱۰۸۵ مسئلہ :- امان اللہ خاں۔ بیلر اسٹراٹ پیرس فرانس
 ۱۹-۲-۲۰۰۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے ملکوں میں
 بچپیس دسمبر بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ کرسمس لوگوں کا طریقہ ہے کہ
 اپنے گھروں کو مخصوص پیڑ پودوں اور قمقموں سے سجاتے ہیں۔ شراب اور دیگر مشروبات
 و ماکولات کا بہتات طریقہ پر انتظام کرتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو تحفہ تحائف
 دیتے اور مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اس تاریخ کا نام "کرسمس ڈے" رکھتے ہیں۔
 سوال یہ ہے کہ کرسمس ڈے کے موقع پر اپنے گھر کو اسی مخصوص پودے سے سجا کر
 اس پر قمقے روشن کرنا پھر عیسائیوں کو ہدیہ دینا اس سے ہدیہ لینا۔ انہیں مبارکباد
 پیش کرنا، ان سے مبارکبادی لینا مسلمانوں کے لئے از روئے شرع جائز ہے یا
 نہیں؟ اگر کوئی مسلمان کرسمس ڈے کے موقع پر کرسمس کی طرح آتشبازیاں چھوٹے
 یا کرسمس کے ہاتھوں آتشبازیاں نیچے تو اس کا اسلامی شریعت میں کیا حکم ہے؟
 آپ کا خادم: امان اللہ خاں

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب
 عیسائیوں کے یہاں "کرسمس ڈے" کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے یہ

چودھویں صدی عیسوی کا ایک حادثہ تیوہار ہے۔ لیکن دنیا بھر کے عیسائیوں نے اس اشتراکی تیوہار کو اتنی مضبوطی سے تھاما کہ یہ صدیوں سے عیسائیت کی پہچان و شعار بن گیا ہے۔ ہر چرچ اور عیسائی تنظیم کا ہیں اس تاریخ میں مزین کی جاتی ہیں اور دنیا کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ گویا یہ مسیحیوں کا عظیم الشان تیوہار ہے جس میں اربوں ڈالر کی شراب نہ صرف پی جاتی ہے بلکہ لندھائی جاتی ہے۔ پھر اربوں ڈالر کی آتشبازیوں اور آتشی مادوں سے یورپ و امریکہ کے در و دیوار اور آسمانی فضا تھرا اٹھتی ہے۔ ہفتہ عشرہ تک گندھک کی بدبو سے ملک کا ملک مہکتا رہتا ہے۔

بہر حال کرسمس ڈے ان کا مذہبی تیوہار ہو یا نہ ہو مگر آج قومی تہوار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے جس سے مسلمانوں کا دور رہنا لازم و ضروری ہے۔ لقولہ علیہ السلام "من تشبه بقوم فهو منهم" جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ (سند امام احمد)

اور سنن ابی داؤد کتاب الجہاد میں ہے ص ۲۹

من جامع المشرك وسكن معه جس نے کسی مشرک کے ساتھ اشتراک عمل فاتہ مثلہ۔ اور راہ و رسم کیا وہ اسی کے مثل ہے۔

مسلمانوں کے لئے حرام ہے کہ ان کے تیوہار میں اپنے گھروں کو انہیں چیزوں سے مزین کریں جن سے وہ لوگ کرتے ہیں۔ پھر اس تاریخ میں انہیں ہدیہ دینا اور ان سے تحفہ لینا بھی حرام و ممنوع ہے۔ اور اگر کرسمس ڈے کی تعظیم مقصود ہو تو (معاذ اللہ تعالیٰ) یہ کفر ہے۔ در مختار ص ۲۵ اور رد المحتار ص ۲۸ میں ہے۔

الاعطاء باسم النیروز والمہر نیروز اور مہر جان (مجوسیوں کے عیدوں کے نام) جان زبان یقال ہدیۃ ہذ کے نام پر عطیہ کا تبادلہ "یہ کہہ کر یہ آج کا ہدیہ الیوم ش) لایجوز ای الہدایا ہے" جائز نہیں۔ یعنی ان دونوں دنوں کے باسم ہذین الیومین حرام ناموں پر تحفے دینا لینا حرام ہے۔ اور اگر

وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ مشرکین مجوسی کی طرح ان کی تعظیم بھی
المشرکون یکفر کرے گا تو کفر ہوگا۔

اور ہدایا کی طرح مبارکبادیوں کا تبادلہ بھی حرام و ناجائز ہے جس سے مسلمانوں
کو بچنا ضروری ہے۔ آتش بازی تو یوں بھی حرام و بد انجام اور شیطانی کام ہے
جس میں ضیاع مال کے ساتھ ساتھ تلف جان کا بھی اندیشہ قوی ہے۔ چنانچہ
ہرگز سمس ڈس کے موقع پر یورپ و امریکہ میں درجنوں جانیں ضائع ہوتی ہیں۔
مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے مال و جان کو ہلاک ہونے سے بچائیں۔ اور
آتش بازی شیطانی کار سازی سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے
إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَالنَّوَّاحِيَانِ
الشیطین۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی
ہیں۔

اور یہ بھی ارشاد الہی ہے

لَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى
التَّهْلُكَةِ۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں
مت ڈالو۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافناء والقضاء، اسلامک فونڈیشن
نیدرلینڈ۔ مجلس علماء نیدرلینڈ۔ ۱۹ اپریل ۱۳۸۶ھ

لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ شادی کا اعلان

مسئلہ ۱۰۸۶: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ
شادی کے اعلان کا حکم احادیث کریمہ میں موجود ہے تو کیا لائوڈ اسپیکر پر گانے باجے
کے ساتھ شادی کا اعلان ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ بعض جگہوں میں رواج ہوتا جا رہا ہے
کہ دو چار روز پہلے سے عورتیں لائوڈ اسپیکر پر گانے گاتی اور ڈھول تالشے وغیرہ بجاتی
ہیں، اس سے شادی کا اعلان بھی عام ہوتا ہے اور شادی والے گھر میں خوشی بھی دو بالا
ہو جاتی ہے۔ سائل: فیصل مارن۔ ہوخورد۔ ۱۳۸۶۔ آمسٹرڈم

۹۲ الجواد ۷۸۶ ہوالہادی الی الصواد

شادی کے تعلق سے شریعت مطہرہ کا منشا، یہ ہے کہ وہ چھپ چھپا کر نہ ہو کہ زنا کاری کے معاملات کو پینے کا موقع ملے بلکہ شادی کا شہرہ ہو جائے تاکہ دولہا دولہن پر کوئی تہمت نہ لگاسکے اور اس کی نسل پر کوئی انگلی نہ اٹھاسکے۔ اور یہ مقصد شرع ابتدائی دیکھا دیکھی، منگنی، آپس میں تحفہ تحائف کا بدلین، شادی کی تاریخ کا تقسیر، دوست احباب کے ساتھ شادی کی تقریب میں شرکت، محفل نکاح خوانی اور ولیمہ وغیرہ سے بخوبی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کسی جائز و مستحسن آواز کو بذریعہ لاؤڈ اسپیکر دور دور تک پھیلا دی جائے۔ مثلاً ایجاب و قبول کی آواز، خطبہ کی آواز، مسائل نکاح اور نصائح کی آواز تو یہ جائز و مباح بلکہ نیت خیر کی وجہ سے مستحسن ہے لیکن جو ناجائز و حرام آوازیں ہیں مثلاً باجے گاجے کے ساتھ فلمی گانے، عربی اور فحش مضامین پر مشتمل نظمیں آج کل کے اکثر فلمی گانے کے مضامین خدا رسول کی توہین اور کفریات پر مشتمل ہیں جس کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سنائے جاتے ہیں اور ان سب پر مستزاد محرمات کی آواز شیطان نواز کا شور (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ سب ناجائز و حرام اور معاشرہ اسلامی کے لئے نہایت بد انجام ہیں۔

حدیث شریف جس میں نکاح کے اعلان کا حکم استحباً ہی ہے اس کو حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربعی ابن ماجہ قزوینی نے اپنی سنن (ابن ماجہ) میں نقل کیا ہے۔
اعلنوا هذا النکاح واضربوا
علیہ بالغریال
بجاکر ہی ہو۔

حدیث پاک میں کہیں غریباں اور کہیں دف ارشاد ہوا لیکن اس کے بجانے کا حکم و خوبی نہیں بلکہ مقصود محض اعلان ہے جو دورہ بالا ذرائع سے حاصل ہے... موجودہ وقت میں دف دوسرے معارف کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جو عند الشرع حرام ہے لہذا اجزائے حرام ہو جانے کی وجہ سے اس کا استحباب باقی نہ رہا اور وہ مانعت کے دائرہ میں آگیا۔

یہ بھی ناجائز و حرام کام سے خوشی میسر نہیں ہو سکتی بلکہ رخصانیت مجروح ہوتی ہے اور دینی کسل پیدا ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن بیدر لینڈ

۸ مارچ ۱۹۸۴ء

اپنا حق حاصل کرنے کیلئے رشوت دینا

۱۰۸۴ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل کسی مدرسہ میں بھی کوئی نوکری خواہ مدرس کی ہو یا کلرک کی بغیر سلامی (رشوت) دیئے ہوئے حاصل نہیں ہوتی، جب تک بورڈ کے اہلکاروں کو رشوت نہ دی جائے اور مدرسہ کے ارکان کی خوشامد نہ کی جائے۔ پھر اسٹریو لینے والوں کو چائے ناشتہ نہ کرایا جائے منتخب ہونا اور تقرری کی نوٹس ملنا ناممکن یا بہت زیادہ مشکل ہے ایسی صورت میں نقدی رشوت دینا، خوشامد کرنا یا چائے ناشتہ کرانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: نسین الوز۔ ملکانہ۔ مظفر پور بہار

۷۸۶

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

اگر آپ اس بات کی سند نہ لیتے اور مصلحت میں وکار آساں کن پر عمل کرتے تو بہتر تھا۔ نہایت افسوسناک بات ہے کہ مدارس (جو اسلامیات کا علمبردار کہلاتے ہیں) کے اعلیٰ سطحی دفاتر اور اس کے اربابِ حل و عقد میں رشوت ستانی اور رشوت دہی کا بازار گرم ہے۔ چوں کہ کفر از کعبہ بر خیز و کجا ماند مسلمانانہ ناجائز فائدہ حاصل کرنے اور دوسرے کا حق مارنے کے لئے رشوت دینا، لینا دونوں حرام و بد انجام ہیں۔

التراشی والمرقشی فی

رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا

دونوں تہمتی ہیں۔

التار۔

لیکن اگر ظلم سے بچنے کے لئے یا اپنا حق حاصل کرنے کے لئے مجبوراً یا واجباً

دیتا پڑے تو دینے والا گنہگار نہیں ہوگا البتہ لینے والا بہر حال گنہگار ہے۔
 اگر کوئی شخص واقعی اس نوکری کی جگہ کا اہل ہے جس کے لئے وہ کوشش کر رہا
 ہے اور بغیر رشوت کے اس جگہ کی ملازمت نہیں مل سکتی ہے تو رشوت دینے والا
 گنہگار نہیں۔
 واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواجد قادری غفرلہ مجلس علماء نیدر لینڈ

۱۲ محرم ۱۴۲۴ھ

سوشل سے فکانشی کا مشاہرہ لینا

۱۰۸۸ء مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ کی گورنمنٹ کا
 یہ قانون ہے کہ جس نے لیگل طور پر رہ کر تین سال سے زائد سرکاری یا نیم سرکاری وغیرہ
 دفاتر، کارخانے اور دیگر تنظیموں میں کام کر چکا ہے اسے کام نہ رہنے کی صورت میں
 مختلف گورنمنٹی تنظیموں سے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے اور سالانہ ایک ماہ کی چھٹی بھی مشاہرہ
 (وظیفہ) کے ساتھ دی جاتی ہے۔ ساٹھ سال سے زائد عمر والوں کو دیگر مراعات کے ساتھ
 تین ماہ کی چھٹی (فکانشی) مشاہرہ کے ساتھ دی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ بغیر کام
 کے ہوئے مذکورہ وظیفہ حاصل کرنا یا فکانشی کا مشاہرہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
 المستفتی :- النور علی۔ الکمار ہالینڈ۔ بزمِ رونا رجبسٹرو۔

۸۶

۹۲ الجواب :- ہوالہادی الی الصواب
 جو لوگ ملک میں رہتے ہیں اسے ملکی آئین و قانون کی رعایت کرنی ہوگی۔ عدم
 رعایت کی صورت میں عزت و آبرو کا خطرہ منظرِ منظر ہے۔ اور پھر ملازمت کا قانون مذکور
 ہماری شریعت کے خلاف بھی نہیں ہے لہذا اس کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کیا
 جائے گا۔ چھٹی کے سلسلہ میں غالباً یہ بین الاقوامی قانون ہے کہ سال میں چند ہفتوں
 یا مہینوں کی چھٹی یا مشاہرہ دی جاتی ہے جو شرعاً جائز ہے
 فناوی شامی میں ہے۔ قال فی المحيط

انہ ماخذ لان بستریح للیوم الثانی محیط میں فرمایا کہ چھٹی کے دن کا مشاہرہ لیگانا کہ

فحیث كانت لبطالة معروفة
 فی یوم الثلاثاء والجمعة و فی
 رمضان والعیدین یحل الاخذ اه
 دوسرے دن آرام کرے۔۔ تو اسی طرح کی دیگر چھٹیوں
 جو مشہور و معروف ہیں، منگل، جمعہ، رمضان اور
 عیدین میں تو ان دونوں کا مشاہرہ لینا جائز ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء نیدرلینڈ۔

۲۳، سوال المکرم ۱۴۲۳ھ

رقابی اداروں میں زکوٰۃ دینا

۱۰۸۹ مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے اکثر
 ملکوں میں ایسے امدادی ادارے قائم ہیں جس کے ذریعہ حوادث (زلزلہ، سیلاب
 نسلی فساد، مذہبی تنازعات) اور انفرادی طور پر، کینسر، تباہی اور جذام وغیرہ کے
 مریضوں کی مدد کی جاتی ہے۔ ان اداروں کے بیشتر انتظام کار غیر مسلم ہیں۔ ایسے اداروں
 میں زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور ان میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا
 ہوگی یا نہیں؟ محمد عبداللطیف منگل۔ آسٹریڈم پورٹ۔ آسٹریڈم۔

۹۸۶ الجواب۔ هو الہادی الی الصواب۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط ہے کہ مسلمان (غیر ہاشمی سید) اور مستحقین زکوٰۃ
 کو دی جائے اور انہیں اس کا مالک بھی بنا دیا جائے۔ اگر تملیک نہیں پائی جائے گی تو
 زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ مذکورہ ادارے انسانی ہمدردی اور فلاح و بہبود کے لئے قائم کئے
 گئے ہیں جو بہت ہی مستحسن اقدام ہیں۔ وقتاً فوقتاً حسب وسعت اس کی مدد کرتے رہنا
 چاہئے۔ مگر زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقمیں ان میں ہرگز نہ دی جائے کہ وہاں تملیک
 مسلم نہیں پائی جاتی لہذا زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء نیدرلینڈ۔

۱۰۸۹، صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

تہمت لگانے کی سزا

۱۰۹۰ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مثلاً زینب اور زید کو ایک کمرہ میں دیکھا کوئی دوسرا آدمی وہاں نہیں تھا۔ زید کو دیکھا کہ وہ اپنے پاجامہ کا ازار باندھ رہا ہے اور زینب اپنے بالوں کو درست کر رہی ہے۔ شخص مذکور (بکر) نے زید سے پوچھا تم دونوں تو اجنبی ہو تنہائی کے اندر اس کمرہ میں کیا کر رہے ہو؟ زید نے کہا کہ تم خواہ مخواہ مجھ پر شک کرتے ہو۔ ہم لوگ اکثر و بیشتر ادھر گھومنے پھرنے کے لئے آجاتے ہیں کبھی کبھی اس کمرہ میں آرام بھی کر لیتے ہیں۔

بکر نے وہاں سے آنے کے بعد آبادی میں شور مچایا کہ زید زنا کر رہا تھا میں نے خود دیکھا ہے۔ جب پنچائت بیٹھی تو بکر کے علاوہ تین اور آدمیوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگوں نے بھی زید اور زینب کو اس کمرہ میں آتے جاتے بارہا دیکھا ہے۔

تمام گواہوں کے بیان کے بعد پنچائت نے دو ہزار روپیہ زید پر جرمانہ کیا اور پچاس مرتبہ کان پکڑوا کر اٹھایا بیٹھایا۔ ایسی صورت میں اہل پنچائت کا فیصلہ صحیح ہوا کہ نہیں؟ اور زید کا گناہ معاف ہوا کہ نہیں؟ سائل :- و صلین امام دیار باقر تری۔

۷۸۶ الجواد ہوالہادی الی الصواد

اجنبی عورت مرد کا ایک ساتھ گھومنا پھرنا یا ایک ساتھ تنہائی میں رہنا حرام و بلاخبرام اور جہنمیوں کا کام ہے۔ زید و زینب پر لازم ہے کہ اس طریقہ تفریح کو چھوڑے اور صدق دل کے ساتھ توبہ کرے کہ انہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن صورت مذکورہ میں زید یا زینب پر زنا کی تہمت لگانا جائز نہیں ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو بکر مذکور پر حد قذف (اسی کوڑے مارنا) جاری کیا جاتا۔ مگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے تہمت زنا لگانے والے یا زنا کرنے والے خوش نہ ہوں کہ یہاں کی سزا سے آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ

جو لوگ پارسا عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں

لَمَيَّا تَوَابًا زُبَعَةَ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُواهُمْ بِمِائَاتٍ مِّنَ عَشْرٍ لِّمَن تَبَيَّنَ تَوَابًا
 ثَمِينًا جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُم مِّمَّاتًا مِّنْهُنَّ وَمَا لَهُمْ لَهَا مِنْ عَزَابٍ
 أَبَدًا وَإِنَّكُمْ لَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

کرو۔ کہ وہ نافرمان ہیں ...

صورتِ مسئلہ میں زید پر واجب ہے کہ زینب سے علیحدہ کا اقرار کرے اور پھر
 دونوں توبہ واستغفار کریں۔ اہل پنچائت نے اچھا نہیں کیا کہ زید پر مالی جرمانہ عائد کیا
 مالی جرمانہ شریعت کے نزدیک ناجائز و گناہ ہے اہل پنچائت پر ضروری ہے کہ زید سے
 لی گئی رقم واپس کرے۔ بقیہ تین آدمیوں نے زید و زینب کو غیر شرعی طور پر ایک ساتھ
 دیکھا اور اپنے دیکھنے کے مطابق بیان دیا وہ شرعی گرفت سے بری ہے کیونکہ اس نے
 تہمت نہیں لگائی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ املاک فونڈیشن نیدرلینڈ



کتاب المیراث

زندگی میں جائداد کی تقسیم

مسئلہ ۱۰۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد اپنے وارثوں پر تقسیم کر دینا چاہتا ہے۔ اگر وہ وراثت میں بیٹوں کے مقابلہ میں ان بچیوں کو کچھ زیادہ دیدے جس کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے تو وہ عندالشرع گنہگار یا قابل گرفت تو نہیں ہوگا؟ ایک دوسری بچی اس کے یہاں کام کرتی ہے اس کی شادی کے لئے وہ اپنی جائداد سے کچھ دینا چاہتا ہے اس میں دیگر وارثوں کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟ اس کی دو بیویاں ہیں۔ دوسری کے مقابلہ میں ایک کثیر الاولاد ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے اگر دوسری کے مقابلہ میں اسے کچھ زیادہ حصہ دیدے تو وہ شخص عندالشرع قابل مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ امید کہ تینوں سوالوں کا جواب الگ الگ عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

عبد الشہید دروہتن، ہالینڈ

۹۲۷ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

شریعت مطہرہ کا اصول یہ ہے کہ ترکہ مورث کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے اور شریعت میں تقسیم ترکہ کا باضابطہ اصول (حصص و سہام) مقرر ہے نہ اس سے کم کسی کو مل سکتا ہے نہ زیادہ۔ لیکن مرنے سے پہلے شخص اپنی جائداد کا مالک و مختار ہے جس کو جس قدر چاہے دے۔ اور یہ اختیار مرض الموت سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ مرض الموت سے پہلے اگر کوئی باپ اپنے بیٹے بیٹیوں میں اپنی جائداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو اسے سہام ترکہ کے مطابق نہیں بلکہ بیٹا، بیٹی دونوں کو برابر دینا چاہئے علامہ طاہری نے معانی الآثار میں اس حدیث کو نقل فرمایا۔

يعطى الابنة مثل ما يعطى الابن: بیٹی کو بیٹے کی مثل دیا جائے گا۔

فقہاء کرام نے اسی ارشاد کو مفتی بہ بتایا ہے۔ ہاں جو اولاد دینداری اور قربانگری میں زیادہ ہو تو اس کو دوسرے بیٹوں بیٹیوں سے کچھ زیادہ دیدینے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح جو بچی خدمتِ خانہ پر مامور ہے اگر اس کی شادی بیاہ کے لئے کچھ جائداد کا حصہ مخصوص کر دیا جائے تو مالکِ جائداد کے لئے کچھ مضائقہ نہیں بلکہ وہ عند اللہ تعالیٰ ثواب کا مستحق ہوگا۔

جو بیوی کثیر الاولاد ہے اسے بھی نسبتاً کچھ زیادہ دیدینے میں حرج نہیں۔ البتہ کسی اولاد کو بالکل محروم کر دینا یا کسی کو بہت زیادہ دیدینا ظلم کے مترادف ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، جامعہ مدنیۃ الاسلام دیہیگ

۲۱ ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

بیٹوں کے لئے ترکہ میں وصیت

مسئلہ ۱۰۹۲ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ زید نے بیماری کی حالت میں ان وارثوں کو بٹھا کر گواہوں کے سامنے یہ وصیت کی کہ میرے پاس پچھتر ہزار نقدی ہے جس میں سے میں نے عمرہ کے لئے پچیس ہزار رکھا ہے۔ بقیہ رقم میں سے بیس بیس ہزار بیٹوں کے لئے اور دس ہزار بیٹی کے لئے ہے تم لوگ اپنا اپنا حصہ ابھی چاہو تو ابھی لے لو، یا جب چاہو گے لے لو گے۔ وصیت کے پندرہ دنوں کے بعد زید نے اپنی بیماری سے شفاء پائی اور کئی مہینے صحت یاب رہا، اس درمیان دونوں بیٹوں نے اپنا اپنا حصہ لیکر کاروبار میں لگا دیا اور اس میں منافع بھی کمایا اور تین مہینے کے بعد زید کا انتقال ہو گیا اور وہ عمرہ نہیں کر سکا۔ دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی نے بہن سے کہا کہ جو پچیس ہزار روپیہ والد صاحب نے عمرہ کے لئے رکھا تھا اس روپے سے تم والد صاحب کے لئے عمرہ کر دو۔ چنانچہ بہن عمرہ میں چلی گئی۔ جب دوسرے بھائی کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ جو دس ہزار روپیہ بہن کے لئے رکھا

گیا تھا اس کو ہم لے لیں گے۔

پوچھنا یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے متروکہ کی وصیت اولاد کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہن کا عمرہ کے لئے جانا درست ہو یا نہیں؟ دوسرے بھائی کا بہن کے حصہ پر قبضہ مناسب ہے یا غیر مناسب۔ جواب سے شاد کام نہ رہا میں
ہارون نورانی۔ انسحدری۔ ہالینڈ

۹۲ الجواد ————— هو الہادی الی الضواء

قرآن پاک نے وراثت کے لئے متروکہ میت میں سہام (حصے) مقرر فرمایا ہے تقریباً سہام سے پہلے وصیت کا حکم تھا پھر وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ مستحسن امور کے لئے ترکہ کے ایک تہائی حصہ میں وصیت کو باقی رکھا گیا ہے۔ صورت مسئلہ میں زید نے اپنی تمام رقم میں وصیت جاری کی ہے جو عند الشرع باطل ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا **فَلَا وَصِيَّةَ لِرِثَانٍ** — وراثت کے حق میں کوئی وصیت قابل قبول نہیں۔ اور جو وصیت باطل و ناجائز ہو اس پر عمل کرنا بھی ناجائز ہے۔ لہذا جن بیٹوں نے باپ کی زندگی میں اس کی جائداد پر قبضہ جمالیادہ ناجائز و حرام ہوا اور اس مال کے ذریعہ جو فائدہ ہوا وہ بھی ناجائز ہے۔

جس بھائی نے بہن کو باپ کے چھوڑے ہوئے روپیہ سے عمرہ کرنے کی اجازت دی وہ اس روپیہ کا تاوان بھرے۔ اور اب باپ (زید) کا متروکہ (پچھتر ہزار روپیہ) اس طرح آپس میں تقسیم کرے

مقرضہ

زید مسند

بن
۱۵۰۰ روپیہ

بن
۳۰۰۰ روپیہ

بن
۳۰۰۰ روپیہ

یعنی بھائی کو تیس تیس ہزار اور بہن کو پندرہ ہزار۔ جس بھائی یا بہن نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا ہو وہ اس کو پورا کرے۔ قال تبارک و تعالیٰ «وَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ» واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الانشاء جامعہ مدنیہ السلام
دی ہیگ۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

ماں باپ کا حصہ بیٹے کے ترکہ میں

مسئلہ ۱۰۹۳ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نور الدین کا انتقال ہوا اس نے اپنے والد شہاب الدین، والدہ فرزانہ، بیوی سلمیٰ اور بیٹا فرید الدین کو چھوڑا۔ نور الدین مرحوم کے نام سے بینک سے تقریباً چوبیس ہزار ایرو جمع ہے لیکن بینک کسی ایک وارث کو تمام رقم دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بینک کے منیجر کا کہنا ہے کہ تم اپنے کسی عالم دین سے یہ لکھوا کر لے آؤ کہ نور الدین کی بیوی کے علاوہ ماں باپ وغیرہ کا بھی جمع شدہ رقم میں حصہ ہے اور کتنا حصہ ہے۔ تاکہ بینک نور الدین کی رقم اس کے وارثوں کے حوالہ کر دے۔ اس لئے دریافت طلب یہ بات ہے کہ نور الدین مرحوم کے کس وارث کو کتنا حصہ اس کے متروکہ ایرو میں سے ملے گا؟

المستفتی :- جہانگیر۔ ہوف دورپ۔ آسٹریڈم

۹۲ الجواد۔ ہوالہادی الی الصواد

نور الدین میرا مسئلہ

اب ۲۱ زوجہ ۱۳ ابن ۲۳ =

بر تقدیر صحت سوال وانحصار ورثاء مذکور فی السؤال بعد ما تقدم علی الارث

متروکہ نور الدین چوبیس سہام شرعی پر تقسیم ہو کر چار سہام (حصہ) اس کے باپ شہاب الدین، چار سہام اس کی ماں فرزانہ۔ تین سہام اس کی بیوی سلمیٰ اور تیرہ سہام اس کے بیٹا فرید الدین کو ملیں گے۔ یعنی سہام کو ہزار تصور کر کے ہر ایک وارث کو سہام کے عدد کے مطابق اتنے ہزار ایرو ملیں گے۔ لقولہ تعالیٰ

وَلِابْوَابِهِمْ كُلٌّ وَاحِدٌ
مِنْهُمَا الشَّدَسُ مِمَّا تَرَكَ
اِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ

اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو
چھٹا حصہ ملے گا۔ اُس سے جو میت نے چھوڑا
بشرطیکہ میت کی اولاد ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک سینٹر قادری مسجد آسٹریڈم

۱۸ ریویو بقعدۃ الحمد علی اللہ

میت کے ورثاء کی تقسیم

مسئلہ ۱۰۹۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وراثت کے سلسلہ میں ذوی الفروض، ذوی الارحام اور عصبہ کس کو کہتے ہیں۔ حضرات مفتیان کرام ان الفاظ کا استعمال مسئلہ وراثت میں کرتے ہیں لیکن ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتے لہذا التماس ہے کہ ان کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں نوازش ہوگی۔

سائل: نوازش کریم۔ پاک محمدی مسجد، نیس، فرانس

۹۲۶ الجواد ————— هو الہادی الی الصواب

جب کوئی مسلمان اس دارفانی سے کوچ کر جائے تو وہ اپنے پیچھے تین قسم کے ورثان کو چھوڑتا ہے۔ ۱۔ ذوالفروض۔ ۲۔ عصبہ۔ ۳۔ ذوی الارحام۔ ذوالفروض ان وارثوں کو کہا جاتا ہے جن کے حصے شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں مثلاً نصف، ربع، ثمن یا سدس، ثلث اور ثلثان۔

۲۔ عصبہ وہ ہے جس کا حصہ مقرر نہیں ہے بلکہ ذوالفروض کو میت کے متروکہ سے حصہ دینے کے بعد جو باقی بچتا ہے بس اسی کو لینے کے وہ حقدار ہوتے ہیں۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً میت کے فروع پھر اس کے اصول، پھر باپ دادا کے فروع وغیرہم (جب کہ یہ لوگ مذکور ہوں) میت کی بیٹی پوتی وغیرہ بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔

۳۔ ذوی الارحام وہ لوگ ہیں جو ذوالفروض سے ہوں نہ عصبات سے بلکہ ان کے علاوہ ہوں۔ عصبات کی طرح ان کی بھی علی الترتیب چار قسمیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرض کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے قبل ہے

مسئلہ ۱۰۹۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مختلف لوگوں سے دس ہزار نقد روپیہ قرض لیا مگر اس کو ادا نہیں کر سکا کہ موت

کا بلاوا آگیا اور وہ ملک عدم کو روانہ ہو گیا۔ البتہ جو زمین اور گھر کا اثاثہ اس نے چھوڑا ہے وہ پچاس ہزار سے کم کا نہیں ہے۔ اس کے کفن کا انتظام بھی کسی سے اُدھار لیکر ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے متروکہ جائیداد میں سے پہلے کفن دفن کا قرض ادا کیا جائے یا اس سے پہلے وارثین کو حصہ دیدیا جائے۔

جواب کا منتظر: عبدالوہاب بکسی۔ المیرہ سنترم۔ ہالینڈ

۹۲

الجواب هو الہادی الی الصواب

تقسیم ترکہ سے پہلے زید کے متروکہ سے اس کا قرض ادا کیا جائے اور قرض کی ادائیگی میں کفن دفن کے اخراجات کو مقدم رکھا جائے یعنی کفن دفن میں جو خرچ ہوا ہے اس قرض کو پہلے ادا کیا جائے۔ پھر زید پر جو بھی قرض ہے اس قرض کو ادا کرنے کے بعد جو بچے وہ وارثین میں تقسیم کر دیا جائے۔ کما فی السراجی

الاول یبدأ بتکفینہ و میت کے ترکہ سے پہلے کفن دفن کا انتظام ہو اس تجہیزا تخریق فی دیونہ من کے بعد جو بھی مال باقی بچے اس مردہ کا قرض ادا کیا جمیع ما بقی من مالہ۔ اہ

واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد الوجد قادری غفرلہ۔ خادم الافشاء، القرآن اسلامک فونڈیشن

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

بینک کا قرضہ تقسیم ترکہ سے پہلے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گورنمنٹی بینک سے قرض لینے کے بعد انتقال کر گیا اور بینک کلیتہً غیر مسلموں کا ہے تو کیا اس شخص کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بینک کا قرضہ ادا کرنا بھی ضروری ہے؟ بیذا و توجروا
محمد الیاس نصر اللہ۔ کلین سٹراٹ۔ یوٹریخت۔ ہالینڈ

۹۲

الجواب هو الہادی الی الصواب

جی ہاں ہر قرض مقدمۃ التوریت میں داخل ہے خواہ وہ مسلمان کا قرض ہو

یا غیر مسلم کا شرعی تعلیمات کی روشنی میں قرض کی ادائیگی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم کنت عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء اسلامک فونڈیشن
نیدرلینڈ - ۱۹ جمیل ۱۴۱۸ھ

بیٹی کے متروکہ میں ماں کا حصہ

مسئلہ ۱۰۹۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ترکہ کے تقسیم ہونے کا کوئی ضابطہ قانونی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ جب شوہر کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا کل ترکہ بیوی کو اور بیوی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا کل ترکہ اس کے شوہر کو ملتا ہے۔ ماں، باپ، بیٹا بیٹی یا دوسرے رشتہ داروں کا متروکہ میں کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن ہم لوگ شرعی طور پر اس مسئلہ کو جانتا چاہتے ہیں کہ کلثوم مرحومہ کا ہارٹ ایکسٹراکٹ قلب، میں ایک بیک انتقال ہو گیا وہ کچھ وصیت نہیں کر سکی لیکن اس کے نام سے بارہ ہزار ایرو بینک میں جمع ہے اور کچھ سونے کے زیورات بھی ہیں۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے اپنا شوہر رفیق، اپنی ماں سکینہ، ایک بیٹی لیلیق، ایک بیٹی روشن، ایک بہن زینب اور ایک چچا عبدالسبحان کو چھوڑا ہے۔ مرحومہ کا متروکہ شرعاً کیسے تقسیم ہوگا؟

سائل: عبدالسبحان کتاب علی۔ سی لاند۔ ہالینڈ

۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

المسئلہ ۳ × ۳۶ =					
ام سکینہ	طہج زینب	لیلیق	بنت روشن	عبدالسبحان	بخت زینب
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{13}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$

بر تقدیر صحت سوال سائل و انحصار و رثاء فی سوال المذکور و بعد ما تقدم علی الارث متروکہ کلثوم مرحومہ چھتیں حصوں پر تقسیم ہو کر چھ حصے اس کی ماں سکینہ کو۔ نو حصے اس کے شوہر رفیق کو۔ چودہ حصے اس کے بیٹی لیلیق کو اور سات حصے اس کی بیٹی روشن کو ملیں گے۔ اصحاب فروض اور بیٹا بیٹی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن اور چچا محروم

عن الارث ہوں گے..... ماں کے حصہ سے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے۔
 وَلَا بُوَيْهَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
 السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ
 لَهُ وَلَدٌ۔
 اور میت کے اولاد ہو...

اور شوہر کے تعلق سے ارشاد قرآنی یہ ہے۔

فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ
 الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ
 وَصِيَّتِهِنَّ يُوصِيْنَ بِهَآ أَوْ دِيْنِه
 اور اگر بیوی کو اولاد ہو تو تمہارے لئے جو تعالیٰ
 حصہ ہے اس سے جو وہ چھوڑ جائیں یہ اُس وصیت کے بعد
 جو وہ کر جائیں اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد۔
 بیٹی، بیٹا اقرب العصبات میں سے ہے اسکے ہوتے ہوئے چچا وغیرہ محروم ہونگے۔
 سراجی ص ۱۱ میں ہے۔ اولیٰ بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم
 بنوهم الخ بیٹے، پوتے میت کے اقرب عصبات میں سے ہیں لہذا ترکہ کا زیادہ

مقدار وہی ہیں۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۲۵ بیچ الثانی ۱۴۲۴ھ

نوٹ ملکی قانون جو بھی ہوا اسکے جوابدہ اہل سیاست و حکومت ہیں شریعت مطہرہ میں
 تقسیم ترکہ کا جو اصول ہے اس کے میں نے واضح کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی
 توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ وَارْزُقْنَا اِسْبَاعَ شَرِيْعَتِهِ الْبَيْضَاءِ
 وَصَلَّى اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا وَحَبِيْبِنَا وَكَطِيْبِ
 قَلْبِنَا وَشِفَاءِ صَدْرِنَا وَمَلْجَانِنَا وَمَاوِيْنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا
 مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَاصْحَابِهِ الْعِظَامِ وَابْنِهِ غَوْثِنَا
 الْاَنَامِ وَعَلَى الْاِمَامِ الْاِيْمَةِ كَاشِفِ الْعَمَةِ سِرَاجِ الْاُمَّةِ
 وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَبَدًا سُرْمَدًا وَالْحَمْدُ
 لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ه

اعتذار

- ① پروف ریڈنگ انتہائی
عزق ریزی کے ساتھ کی گئی ہے پھر بھی
بشری تقاضے کے مطابق بھول چوک ممکن ہے۔
لہذا مطالعہ کنندگان سے التماس ہے کہ جہاں کہیں
فر و گذاشت نظر آئے برائے کرم مطلع فرمانے کی زحمت گوارا کریں۔
- ② ضمنی فہرست مکمل طور پر تیار نہیں ہو سکی لہذا فٹاویٰ کے
بعض اجزاء کی فہرست شامل نہیں کی جاسکی جس کیلئے معذرت خواہ ہوں۔
- ③ اپنی گونا گوں مصروفیتوں کی وجہ سے فٹاویٰ واجدی کے جدید مسائل
کا مزید انتخاب نہیں کر سکا اور نہ ہی فٹاویٰ شریعیہ میں مندرجہ مسائل جدیدہ
کو اس فٹاویٰ یورپ میں شامل کر سکا۔ اس لئے اہل ذوق
حضرات سے معافی کی امید رکھتا ہوں۔ انشاء اللہ
تعالیٰ دوسری جلد میں تلافی مافات ہو جائے گی۔

مَعذِرَتِ خَوَاہ
مَرْتَب

مَنْ يَتُوبْ إِلَى اللَّهِ رِيبَةَ يَخْتِمْ لَهُ فِي الدِّينِ الْوَيْدَانَ
اگر تم تائب ہو گئے تو اللہ تمہارے لئے ایسا حکم کرے گا جس سے تم کو جہنم سے بچا دے۔

نہاراوی فتاویٰ پر مشتمل مسائل شرعیہ کا پندرہواں جلد

اجمل الفتاویٰ

المعروف بہ

فتاویٰ اجملیہ

جلد سوم

صدر الفقہین سلطان الدین ابو جعفر علی بن ابی طالب
فیروز شاہی سلطان احمد غوری صاحب کورنیل اور فیروز شاہی سلطان احمد غوری

شیر پور ادراذ

۳۔ آزاد بازار۔ ذبیحہ سنٹر ۰۸۸۸

دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جاری شدہ ۱۹۲۵ فادی کا مستند و مفید

فتاویٰ فیض الرسول

تصنیف

فقیر ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

سابق صدر شعبہ افتاء دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

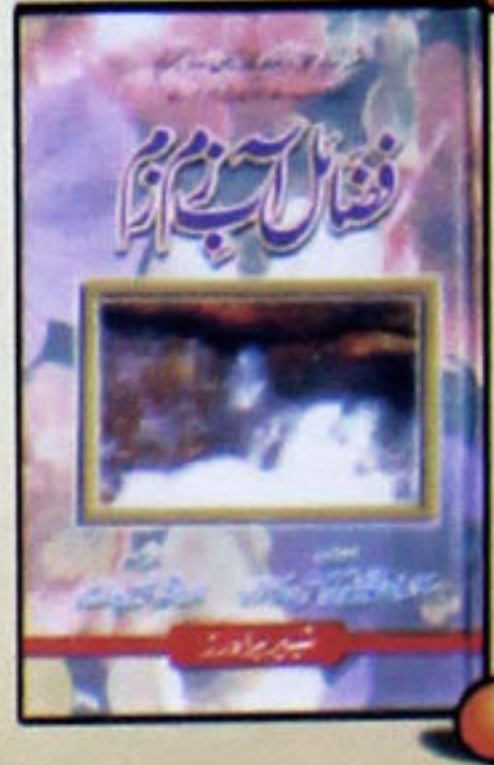
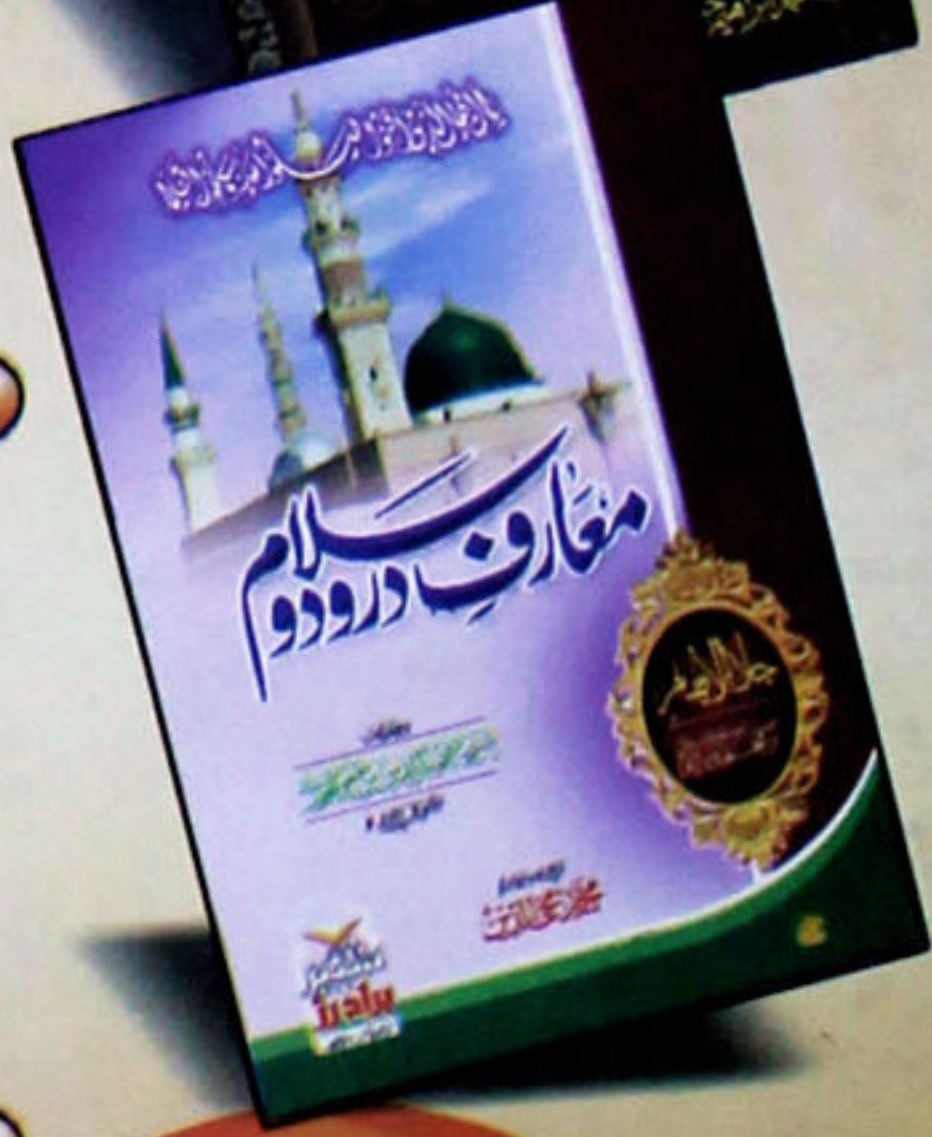
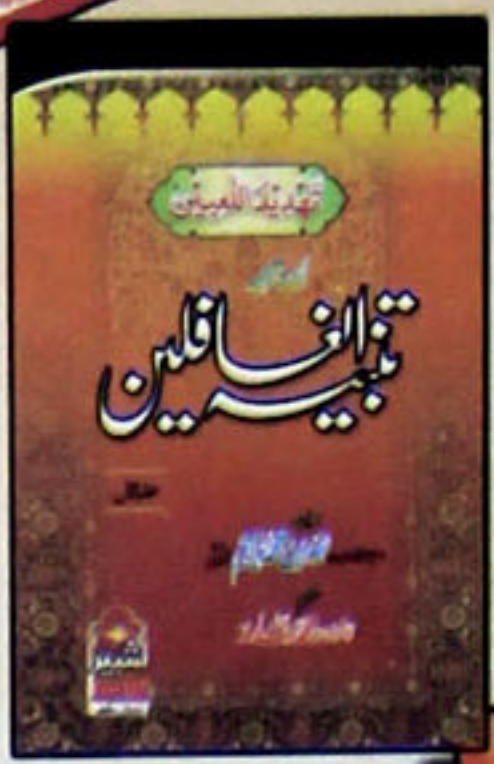
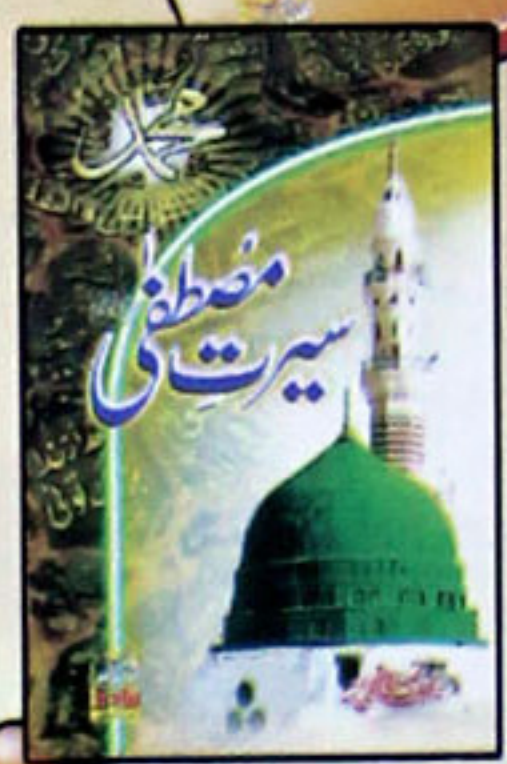
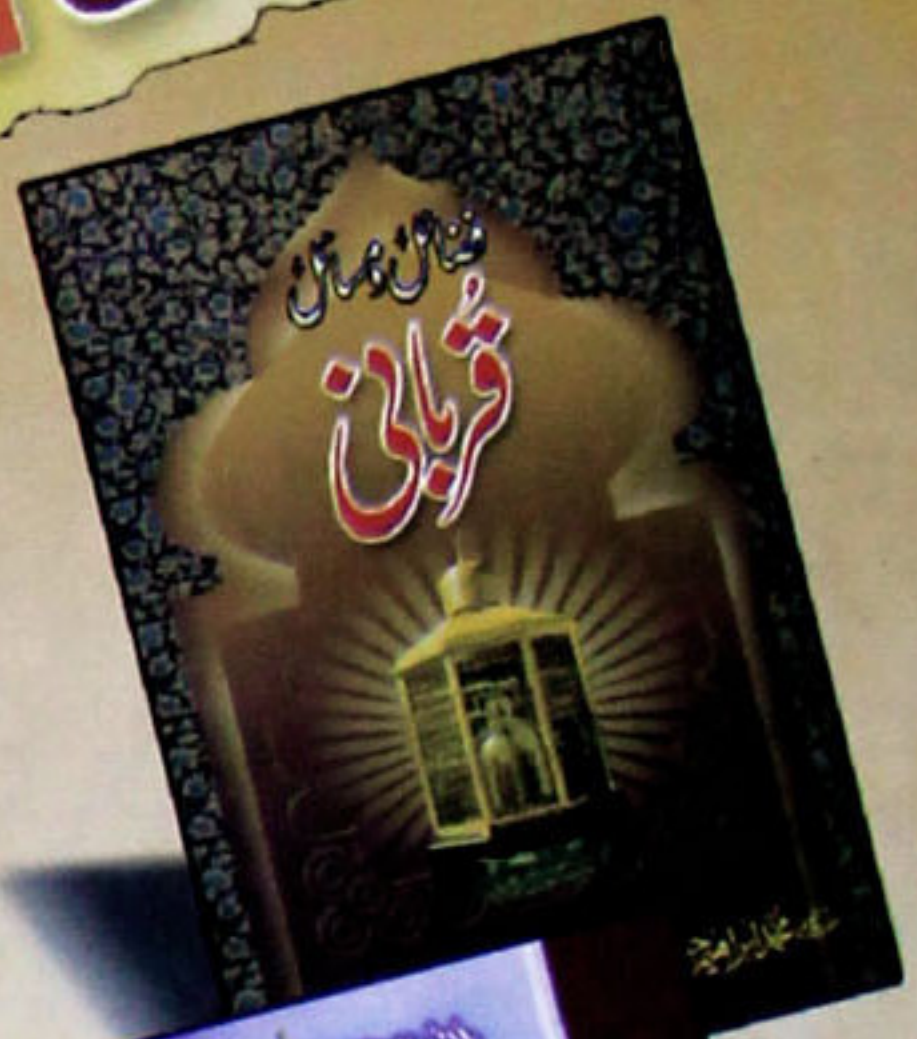
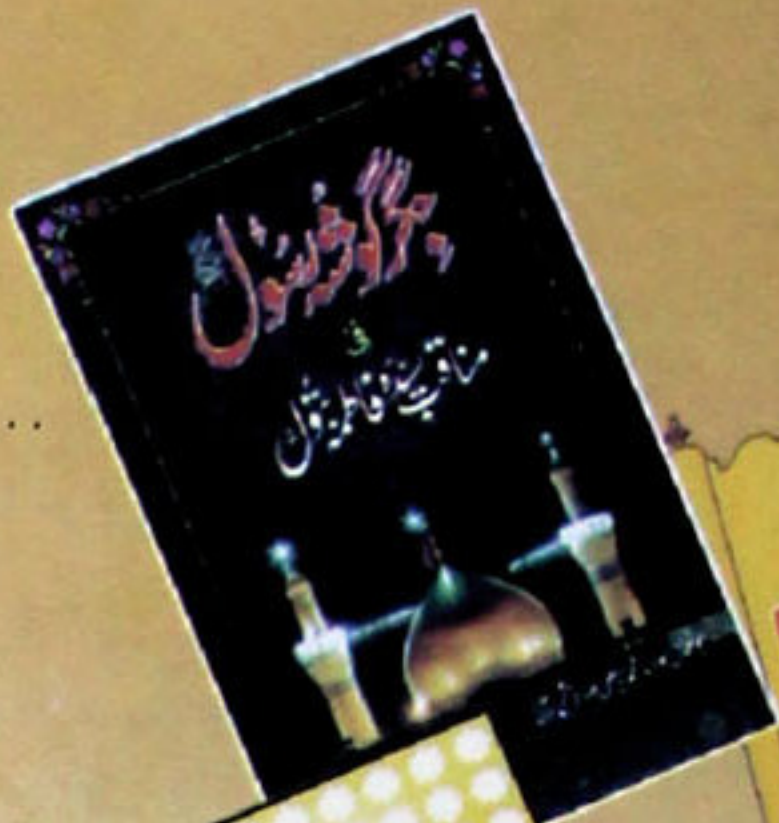
بسی و اہتمام

مفکر ملت حضرت علامہ صاحبزادہ غلام عبد القادر علوی

خلف رشید حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ

مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

نشیپو برادرز - بی بی اردو بازار - لاہور



ضیاء سنٹر، نزد مسلم ہاؤل، بانی سکول، ۴۴، او بازار، لاہور
فون: 042-7246006

شبیر برادریز